اِزالۃ الشکوک

ردِّ عیسائیت میں سب سے زیادہ مفصّل اور مُدلّل کتاب

جلد دوم

تصنیف

حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ

بانی مدرسہ صولتیہ - مکہ مکرمہ

تحقیق وتسہیل

مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

اُستاذِ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مکتبہ معہد الشریعہ، لکھنؤ

اِزالۃُ الشکوک

ردِ عیسائیت میں ایک مفصل اور مدلل کتاب

دوم

حضرت علامہ مولانا شیخ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی
بانی مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ

تحقیق و تسہیل
مفتی مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

نام کتاب   اِزالۃُ الشکوک دوم

مصنف: حضرت علامہ مولانا شیخ رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی

تحقیق وتسہیل   مفتی مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

ازالۃ الشکوک کی جلد دوم پیش خدمت ہے، اس جلد میں عیسائی پادریوں کے درج ذیل سوالات کے جوابات ہیں، سوالات کے الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جارہی ہے بلکہ انہیں کے الفاظ میں سوالات نقل کئے جارہے ہیں۔

(مفتی) عتیق احمد بستوی

سوال (۲) ثبوت ان کا (معجزات کا) قرآن ہی سے ضروری ہے، کیونکہ معجزات اور انبیاء کے ان کی کتابوں سے ثابت ہویں۔

سوال (۳) وہ معجزات جو قرآن میں مذکورہ ہیں، آیا وہ معجزات ہیں یا بطریق اظہار عظمت الٰہی کے مرقوم ہیں، اگر بطریق اخیر لکھے ہیں تو ان کو پیغمبر صاحب سے کیا تعلق ہے؟

سوال (۴) کوئی کتاب پیغمبر کے اصحاب کی تصانیف میں سے ایسی موجود ہے جس میں درباب معجزات کے کچھ لکھا ہو، اگر ہے تو نام اس کا اور مصنف کا، اور یہ امر کہ فلانی جگہ وہ کتاب موجود ہے، اور کتنے اشخاص نے اس بات میں تحریر کی ہے، بتاؤ؟

سوال (۵) اگر اور راویوں نے اصحاب کے اقوال میں سے کچھ لکھا ہے تو یہ سن کر لکھا ہے یا ان کے کتب میں سے، اگر نفس الامر میں ایسا ہی ہے تو ان کا لکھا کہاں ہے؟ اور زمانہ راوی اور اقوال مذکورہ میں کیا تفاوت ہے؟

سوال (۶) اگر شق القمر کو معجزہ قرار نہ دو تو کوئی اور معجزہ جو چند اشخاص کے روبرو واقع ہوا ہو، قرآن یا حدیث سے ثابت کردو، مگر اس میں یہ بات بھی ہو کہ راوی

اس کا فلانے زمانہ کا ہے، یا یہ امر منقول ہے، اور شہادتیں اس کی فلانے امور ہیں

سوال (۷) قرآن میں لکھا ہے کہ پیغمبر کو معجزات کے اظہار کے لئے نہیں بھیجا، بلکہ محض وعظ کے لئے، اس صورت میں باوجود بے اختیاری کے ان سے اظہار معجزات کا کیونکر ہوا؟

سوال (۸) یہ جو لکھا ہے کہ روز ولادت پیغمبر کے آتش کدہ منطفی ہو گیا (بجھ گیا)، بت سب واژگوں ہو گئے (اوندھے ہو گئے)، یہ تحریر آیا کسی مخالف کی ہے یا موافق کی؟

سوال (۹) شق القمر کس نے دیکھا، اور جنھوں نے دیکھا، آیا انہوں نے اپنی شہادت کو آپ قلمبند کیا، یا وے نقل محض تھے؟ اور اوروں نے ان سے روایت کی ہے؟

سوال (۱۰) اس کا کیا باعث ہے کہ انہوں نے خود نہ لکھا، آیا وہ بے علم تھے؟

سوال (۱۱) راوی اس کے کس عصر میں بعد پیغمبر کے تھے؟ اس کے جواب میں زمانہ اس کا تحقیق کر کے لکھ دو۔

سوال (۱۲) ان کی روایت کس طرح کی ہے؟ کیا محض سنی سنائی ہوئی بات کو لکھا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازالۃ الشکوک جلد دوم کی فہرست

	عناوین	صفحہ
۱	دوسرا سوال: معجزات محمدیہ کا ثبوت قرآن ہی سے ضروری ہے، کیونکہ دوسرے انبیاء کے معجزات ان کی کتابوں سے ثابت ہے۔	۳۵
۲	جواب	۳۵
۳	تین بڑے فوائد: جن کے ملاحظہ سے پادریوں کے احادیث سے متعلق تمام اعتراضات ختم ہوجاتے ہیں	۳۷
۴	پہلا فائدہ: روایت زبانی اہل کتاب کے نزدیک معتبر ہے	۳۷
۵	آدم کلارم کی تفسیر سے اس بات کی سند کہ یہودی لوگ حدیث کو بڑا ہی معتبر جانتے ہیں	۳۸
۶	ہارن کی تفسیر سے اس بات کی سند کہ یہودی حدیث کا بڑا اعتبار کرتے ہیں	۴۴
۷	یوسی بیس کی کتاب سے اس بات کی سند کہ عیسائیوں کے جمہور سلف بھی حدیث اور روایت زبانی کا بڑا اعتبار کرتے ہیں	۴۶
۸	جان ملز کیتھولک کی کتاب سے اس بات کی سند کہ رومن کیتھولک کے نزدیک بھی حدیث اور روایت زبانی کا بڑا اعتبار ہے	۴۱
۹	زبانی روایت کے بارے میں کیتھولک ہرلڈ کا بیان	۵۵
۱۰	’’مرآۃ الصدق‘‘ کے مؤلف کا بیان	۵۶
۱۱	نتائج بحث	۵۸
۱۲	اول	۵۸
۱۳	دوم	۵۹

۱۴	سوم	۵۹
۱۵	چہارم	٦٠
۱٦	پنجم	٦٠
۱۷	ششم	٦۱
۱۸	روایت زبانی اور پروٹسٹنٹ	٦۳
۱۹	پروٹسٹنٹ کے بعض علماء محققین کی رائے	٦۷
۲٠	دوسرا فائدہ: جس چیز کے یاد رکھنے کا اہتمام ہو یا جو چیز عجیب و غریب ہو وہ یاد رہتی ہے	٦۹
۲۱	تیسرا فائدہ: مسلمانوں کے نزدیک حدیث نبوی بھی حجت ہے	۷۱
۲۲	صحیح اور غیر صحیح حدیثوں میں تمیز	۷۳
۲۳	حدیث صحیح کا معیار	۷۳
۲۴	عدل کے معنی	۷۴
۲۵	تام الضبط کے معنی	۷۴
۲٦	حدیث متواتر کا معنی اور اس کا حکم	۷۵
۲۷	حدیث مشہور کا معنی اور اس کا حکم	۷۵
۲۸	حدیث آحاد کا معنی اور اس کا حکم	۷۵
۲۹	قرآن و حدیث میں فرق تین طرح سے ثابت ہے	۷٦
۳٠	پہلا فرق: قرآن کا تمام مجموعہ متواتر ہے بخلاف حدیث کے	۷٦
۳۱	دوسرا فرق: قرآن کے ہر جملہ کے انکار سے کفر لازم آتا ہے بخلاف حدیث صحیح کے کہ اس کے اقسام میں متواتر میں تو یہ بات ہے اور مشہور اور آحاد میں نہیں	۷٦
۳۲	تیسرا فرق: قرآن کے الفاظ اور عبارت کے ساتھ بھی احکام متعلق ہیں بخلاف حدیث صحیح کے	۷۷

۳۳	حدیث پر پادریوں کے پانچ شبہات کا بیان	۷۸
۳۴	پہلا شبہ اور اس کا جواب	۷۸
۳۵	حواریوں کے وقت میں فتور اور ان کے بعد عیسائیوں میں جعل سازی اور جھوٹ کا زور وشور، جس کی کوئی نظیر نہیں	۸۱
۳۶	انجیلوں میں شاعرانہ مبالغہ اور اس کی مثالیں	۸۳
۳۷	پہلی مثال	۸۳
۳۸	دوسری مثال	۸۴
۳۹	احادیث کے بارے میں پادریوں کا دوسرا شبہ اور اس کا جواب	۸۶
۴۰	جمع وتدوین احادیث	۸۸
۴۱	احادیث کے بارے میں تیسرا شبہ کہ احادیث میں اختلاف وتعارض ہے اور اس کا جواب	۸۹
۴۲	اناجیل کی روایات میں اختلافات کی چند مثالیں	۹۰
۴۳	پہلا اختلاف: متی کی انجیل کے باب اول میں دو غلطیاں، ایک خدشہ اور عہد عتیق سے سات اور لوقا سے پانچ اختلافات کا بیان	۹۰
۴۴	پہلی غلطی	۹۱
۴۵	دوسری غلطی	۹۲
۴۶	غلطی اور مخالفت کے سوا خدشہ	۹۴
۴۷	عہد عتیق کی مخالفت کی بابت سات اعتراض	۹۴
۴۸	پہلا اعتراض	۹۵
۴۹	دوسرا اعتراض	۹۵
۵۰	تیسرا اعتراض	۹۶
۵۱	چوتھا اعتراض	۹۷

۵۲	پانچواں اعتراض	۹۷
۵۳	چھٹا اعتراض	۹۸
۵۴	ساتواں اعتراض	۹۸
۵۵	حکایت: مؤلف کتاب کا پادری فرنچ اور پادری کئی صاحبان سے مباحثہ	۹۸
۵۶	دو کارآمد باتیں	۱۰۰
۵۷	پہلی بات	۱۰۰
۵۸	دوسری بات	۱۰۱
۵۹	لوقا کی مخالفت کی بابت پانچ اعتراضات	۱۰۲
۶۰	پہلا اعتراض	۱۰۲
۶۱	دوسرا اعتراض	۱۰۲
۶۲	تیسرا اعتراض	۱۰۳
۶۳	چوتھا اعتراض	۱۰۳
۶۴	پانچواں اعتراض	۱۰۵
۶۵	لوقا کے نسب نامہ میں مزید ایک غلطی	۱۰۶
۶۶	دونوں نسب ناموں کے اختلاف کو رفع کرنے کے لئے عیسائی علماء کی مخدوش توجیہیں اور محقق نورٹن کی عبارت	۱۰۶
۶۷	توجیہ کے بطلان کی چار وجوہ	۱۰۸
۶۸	پہلی وجہ	۱۰۸
۶۹	دوسری وجہ	۱۰۹
۷۰	تیسری وجہ	۱۱۰
۷۱	چوتھی وجہ	۱۱۰

۷۲	اختلاف سے متعلق متقدمین اور متاخرین کی حیرانی کا آدم کلارک مفسر کو اعتراف اور اس کا ایک کمزور عذر	۱۱۰
۷۳	مفسر آدم کلارک کے دو قول جن سے اس کے اور علماء یہود کے اقرار کے مطابق بعض مقامات پر عزرا نبی کے غلط نقل کا علم ہوتا ہے	۱۱۲
۷۴	ان دونوں اقوال سے تین عمدہ باتوں کا ثبوت	۱۱۳
۷۵	پہلی عمدہ بات	۱۱۳
۷۶	دوسری عمدہ بات	۱۱۴
۷۷	تیسری عمدہ بات	۱۱۴
۷۸	پادری صاحبان کی دو توجیہیں جن کو وہ قوی سمجھتے ہیں، اور ان کی تردید	۱۱۴
۷۹	میزان الحق کی تقریر پر دو اعتراض	۱۱۶
۸۰	پہلا اعتراض	۱۱۶
۸۱	دوسرا اعتراض	۱۱۷
۸۲	دوسرا اختلاف: متی کے دوسرے باب اور لوقا کے دوسرے باب کے حال میں تین طرح کا اختلاف اور اس کے علاوہ غلطیاں اور اعتراض	۱۱۸
۸۳	نورٹن کا اقرار کہ متی کے اول کے دونوں باب الحاقی ہیں، اور لوقا اور متی کی تحریریں جناب مسیح کی ولادت کے حال میں متناقض ہیں	۱۲۲
۸۴	لوقا کی تحریر پر دو اعتراض	۱۲۴
۸۵	پہلا اعتراض	۱۲۴
۸۶	دوسرا اعتراض	۱۲۴
۸۷	متی کی انجیل کے اول کے دو باب میں مزید غلطیاں اور اعتراضات	۱۲۵
۸۸	پہلی غلطی اور اعتراض	۱۲۵

۸۹	دوسری غلطی اور اعتراض	۱۲۶
۹۰	تیسری غلطی اور اعتراض	۱۲۶
۹۱	چوتھی غلطی اور اعتراض	۱۲۶
۹۲	پانچویں غلطی اور اعتراض	۱۲۷
۹۳	چھٹی غلطی اور اعتراض	۱۲۷
۹۴	تیسرا اختلاف: متی کے مطابق حضرت یحییٰ کو ارخلاد کی تخت نشینی کے وقت نبوت ملی	۱۲۷
۹۵	لوقا کے کلام میں دو غلطیاں	۱۲۹
۹۶	پہلی غلطی	۱۲۹
۹۷	دوسری غلطی	۱۳۰
۹۸	ترجمہ کی گڑبڑی	۱۳۰
۹۹	چوتھا اختلاف: مرقس کا جماعتوں کو رخصت کرنے اور دریا میں طوفان آنے کا تمثیلوں کے وعظ کے بعد لکھنا، اور متی کا پہاڑ کے وعظ کے بعد لکھنا	۱۳۲
۱۰۰	پانچواں اختلاف: مرقس کا یہودیوں کے سوال و جواب کو تیسرے دن اور متی کا دوسرے دن لکھنا	۱۳۳
۱۰۱	چوتھے اور پانچویں اختلاف کے بارے میں عدم تطبیق کا ہارن کو اعتراف	۱۳۳
۱۰۲	چھٹا اختلاف: مرقس کا سردار امام کا نام ابیاتر لکھنا اور سموئیل کی پہلی کتاب کے میں اخی ملک لکھا ہونا	۱۳۴
۱۰۳	ساتواں اختلاف: متی کا غلطی سے یرمیا کا حوالہ دینا	۱۳۴
۱۰۴	آٹھواں اختلاف: یوحنا کی انجیل سے یحییٰ کا ایلیا نہ معلوم ہونا اور متی کی انجیل سے ایلیا معلوم ہونا	۱۳۴
۱۰۵	عہد عتیق کے مطابق اللہ کا اپنے ارادہ اور حکم کو بدلنا، وعدہ توڑنا اور ڈھیل دینا	۱۳۸

۱۰۶	نواں اختلاف: تینوں انجیل والوں نے ملاکیا کی کتاب کے خلاف نقل کیا ہے	۱۴۲
۱۰۷	دسواں اختلاف: حضرت مسیح کا مرقس کے بقول ایک اندھے کو اور متی کے بقول دو اندھیوں کو شفا دینا	۱۴۶
	گیارہواں اختلاف: مرقس کے بقول ٹڈے اور جنگلی شہد یحییٰ کی خوراک تھی اور متی کے بقول یحییٰ نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا	۱۴۶
۱۰۸	بارہواں اختلاف: حواریوں کے ایمان لانے میں متی اور مرقس کی تحریر کا یوحنا کی تحریر سے تین طرح کا اختلاف، اور لوقا کا ان تینوں کے خلاف قول	۱۴۶
۱۰۹	تیرہواں اختلاف: متی میں دو دیوانوں اور مرقس اور لوقا میں ایک دیوانہ کو اچھا کرنا	۱۴۸
۱۱۰	چودھواں اختلاف: مسیح پر ایمان لانے والے ایک شخص کے نام کے بارے میں متی، مرقس اور لوقا کا اختلاف	۱۴۸
۱۱۱	ایک سوال کا جواب	۱۴۸
۱۱۲	پندرہواں اختلاف: ایک حواری کے نام کے بارے میں متی، مرقس اور لوقا کا اختلاف	۱۴۹
۱۱۳	سولہواں اختلاف: ایک لڑکی کو زندہ کرنے کے بارے میں متی، مرقس اور لوقا کا اختلاف	۱۴۹
۱۱۴	سترہواں اختلاف: حواریوں کو سفر کے لئے جوتا اور لاٹھی لے کر جانے کی ممانعت کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں لوقا، متی اور مرقس میں اختلاف	۱۵۱
۱۱۵	اٹھارہواں اختلاف: یحییٰ اصطباغ (غوطہ کھانا) سے پہلے مسیحؑ کو جانتے تھے یا نہیں اس میں اختلاف	۱۵۲
۱۱۶	حل الاشکال کے مؤلف کی اٹھارہویں اختلاف کو دور کرنے کے لئے ایک توجیہہ اور اس کی تردید	۱۵۳
۱۱۷	فائدہ: پہلے کے کسی نبی نے بعد کے کسی نبی کی ایسی واضح خبر نہیں دی کہ شبہ نہ رہے	۱۵۸
۱۱۸	انیسواں اختلاف: یہودا کے حال کی بابت متی کی تحریر اور پیٹر کی تقریر (جس کو لوقا نے نقل کیا ہے) کے درمیان بڑا اختلاف	۱۵۹

۱۱۹	محقق نورٹن متی کی تحریر کو غلط بتلاتا ہے	۱۶۱
۱۲۰	بیسواں اختلاف: صوبہ دار کے خود آنے یا نہ آنے کی بابت	۱۶۳
۱۲۱	اکیسواں اختلاف: مسیح کے دو متضاد قول اپنی گواہی کے بارے میں	۱۶۳
۱۲۲	بائیسواں اختلاف: ایک عورت کے کنعانی یا غیر کنعانی ہونے میں	۱۶۳
۱۲۳	تیئیسواں اختلاف: مسیح نے بہت سے گونگوں لنگڑوں کو اچھا کیا یا ایک گونگے لنگڑے کو اچھا کیا	۱۶۴
۱۲۴	چوبیسواں اختلاف: یعقوب اور یوحنا کی ماں نے عرض کیا تھا یا خود یعقوب اور یوحنا نے درخواست کی تھی	۱۶۴
۱۲۵	پچیسواں اختلاف: متی اور مرقس کے مطابق مسیح کا یریحو سے چل کر یروشلم آنا اور یوحنا کے مطابق افرائم سے چل کر بیت اینا آنا اور دوسرے روز یروشلم کو جانا	۱۶۵
۱۲۶	چھبیسواں اختلاف: مسیح کے یروشلم آنے کے بعد کے واقعات میں متی اور مرقس کے بیان میں اختلاف	۱۶۵
۱۲۷	ستائیسواں اختلاف: ایک خاص واقعہ کے بیان میں مرقس اور یوحنا میں پانچ اختلاف	۱۶۶
۱۲۸	اٹھائیسواں اختلاف: یہودا کے جناب مسیح کو گرفتار کرا دینے کی پیشین گوئی کے بارے میں متی اور یوحنا کا اختلاف	۱۶۷
۱۲۹	انتیسواں اختلاف: مسیح کی گرفتاری کے بیان میں متی اور یوحنا کا اختلاف	۱۶۸
۱۳۰	تیسواں اختلاف: پطرس حواری کے انکار کے بارے میں	۱۶۸
۱۳۱	اکتیسواں اختلاف: حضرت مسیح خود صلیب لے گئے یا شمعون صلیب لے گیا، اس بارے میں متی اور یوحنا کا اختلاف	۱۶۹
۱۳۲	بتیسواں اختلاف: صلیب پر چڑھانے سے پہلے شراب دی یا سرکہ یا صلیب پر چڑھانے کے بعد سرکہ دیا	۱۶۹

۱۳۳	تینتیسواں اختلاف: صلیب پر آویزاں کتبہ کے مضمون کے بارے میں متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کا اختلاف	۱۶۹
۱۳۴	چونتیسواں اختلاف: حضرت مسیح کو کس وقت صلیب پر چڑھا گیا اس کے بارے میں مرقس اور یوحنا کا اختلاف	۱۷۱
۱۳۵	پینتیسواں اختلاف: دونوں چوروں نے جناب مسیح کو گالیاں دیں یا ایک نے برا کہا اور دوسرے نے تعریف کی	۱۷۲
۱۳۶	مصلوب ہونے (سولی پر چڑھائے جانے) کے بعد جناب مسیح فردوس اعلیٰ میں گئے یا جہنم میں؟	۱۷۲
۱۳۷	جواد بن ساباط کا واقعہ	۱۷۲
۱۳۸	فائدہ: انجیل کے چند اردو مترجمین کی تحریفات کا بیان	۱۷۵
۱۳۹	میزان الحق کے مؤلف کی توجیہ کا رد	۱۷۷
۱۴۰	چھتیسواں اختلاف: صلیب دینے کے دن تاریکی پھیل جانے کی بابت متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کا اختلاف	۱۸۰
۱۴۱	سینتیسواں اختلاف: صلیب کے حادثہ کے بعد پردہ پھٹ جانے کے بارے میں متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کا اختلاف	۱۸۱
۱۴۲	اڑتیسواں اختلاف: پہاڑ پھٹنے، زمین لرزنے اور مردوں کے زندہ ہونے میں	۱۸۲
۱۴۳	اڑتیسویں اختلاف کے مندرجات کے جھوٹے ہونے کا نورٹن کو اعتراف	۱۸۲
۱۴۴	انتالیسواں اختلاف: تین مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں	۱۸۴
۱۴۵	مردوں کے زندہ ہونے کا غلط ہونا پولوس کے اقوال کے حوالہ سے	۱۸۶
۱۴۶	ایوب کی کتاب کے مطابق جناب مسیح کا زندہ ہونا جھوٹ ہے	۱۸۸
۱۴۷	فائدہ: متی، یوحنا، لوقا اور مرقس کی انجیل کی غلطیوں کا عیسائی علماء کو اعتراف	۱۹۰

۱۴۸	لوقا کی انجیل میں جھوٹی روایات شامل ہونے کا نورٹن محقق کا اقرار	۱۹۲
۱۴۹	کئی باتوں میں حواریوں کا دھوکہ کھانا	۱۹۳
۱۵۰	متی کی انجیل کے بارہویں باب میں مندرج پیشین گوئی کا غلط ہونا	
۱۵۱	چالیسواں اختلاف: مجدلیا مریم اور یعقوب کی ماں مریم نے خوشبو کی چیزیں یوم السبت گذرنے کے بعد خریدی تھی یا یوم السبت کو یا اس سے ایک دن پہلے	۲۰۰
۱۵۲	اکتالیسواں ختلاف: عورتوں نے قبر پر جا کر کیا دیکھا اس کے بارے میں متی، مرقس اور لوقا کا اختلاف	۲۰۱
۱۵۳	بیالیسواں اختلاف: ان عورتوں کی جناب مسیح سے ملاقات ہوئی یا نہیں، اس بارے میں اختلاف	۲۰۱
۱۵۴	تینتالیسواں اختلاف: ایلیا پیغمبر کی بددعا سے ساڑھے تین برس تک بارش نہیں ہوئی یا دو سال تک بارش نہیں ہوئی	۲۰۱
۱۵۵	چوالیسواں اختلاف: جناب مسیح جی اٹھنے کے بعد کیا گیارہ حواری کو دکھائی دیے یا بارہ حواری کو	۲۰۲
۱۵۶	پینتالیسواں اختلاف: قاتل ہی سے خون کا بدلہ لیا جاتا ہے یا غیر قاتل سے بھی لیا جاتا ہے	۲۰۲
۱۵۷	کیا باپ، دادا کے گناہوں کا بدلہ بیٹوں اور پوتوں سے لیا جاتا ہے؟	۲۰۳
۱۵۸	چھیالیسواں اختلاف: دنیا میں خدا کو دیکھنے کے بارے میں کتب مقدسہ میں اختلاف	۲۰۵
۱۵۹	فائدہ: خدا کی رنگت میں	۲۰۶
۱۶۰	سینتالیسواں اختلاف: خدا کی آواز سننے کے بارے میں انجیل یوحنا اور کتاب استثناء کا اختلاف	۲۰۷
۱۶۱	اڑتالیسواں اختلاف: توریت کمزور، بے فائدہ اور عیب دار ہے یا پوری سچی اور سیدھی صاف ہے	۲۰۸

۱۶۲	انچاسواں اختلاف: موسیٰ کی شریعت اچھی اور پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ اور بری ہے	۲۱۰
۱۶۳	پچاسواں اختلاف: خدا سب بندوں کو نجات دینا چاہتا ہے یا انہیں غلط عقیدہ دے کر سزا دینا چاہتا ہے۔	۲۱۱
۱۶۴	اکاونواں اختلاف: اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو قیامت تک کیلئے جہنم میں مقید کرر کھا ہے یا نہیں؟	۲۱۲
۱۶۵	باونواں اختلاف: جناب مسیح ہمارے گناہوں کا کفارہ ہیں یا شریر لوگ سچوں کے بدلے فدیہ دیئے جائیں گے	۲۱۴
۱۶۶	فائدہ: مسلمان ہی سچے مسیحی ہیں	۲۱۵
۱۶۷	ترپنواں اختلاف: حضرت یحییٰ کی شہادت کس طرح ہوئی	۲۱۶
۱۶۸	چونواں اختلاف: طلاق کے بارے میں	۲۱۷
۱۶۹	فائدہ: ترجموں کا اختلاف	۲۱۹
۱۷۰	پچپنواں اختلاف: جس عورت کا لہو بارہ سال سے جاری تھا اس کی حضرت مسیح کو چھو کر صحت یابی کی کیفیت میں اختلاف	۲۱۹
۱۷۱	چھپنواں اختلاف: پولوس کے ایمان لانے کی کیفیت کے بارے میں انجیلوں میں چھوٹے موٹے دس اختلاف	۲۲۰
۱۷۲	ستاونواں اختلاف: مصر آنے والے یعقوب کے کنبہ کی تعداد کے بارے میں	۲۲۲
۱۷۳	اٹھاونواں اختلاف: وبا سے کتنے لوگ مرے؟ ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف	۲۲۴
۱۷۴	انسٹھواں اختلاف: اشعیا اور انجیل کی عبارت میں اختلاف	۲۲۵
۱۷۵	ساٹھواں اختلاف: زبور اور انجیل کی عبارت میں اختلاف	۲۲۷
۱۷۶	حاصل بحث	۲۲۹
۱۷۷	احادیث پر پادریوں کا چوتھا شبہ اور اس کا جواب	۲۳۱

۱۷۸	قسم اول: کتب مقدسہ کی وہ روایات جو یقیناً غلط ہیں	۲۳۳
۱۷۹	پہلی مثال: کتاب خروج کے بارہویں باب کے چالیسواں درس میں غلطی، اور اس غلطی کا تفسیر آدم کلارک اور تفسیر ہنری واسکاٹ کا اعتراف	۲۳۳
۱۸۰	دوسری مثال: سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۴ رویں باب کے ۹ رویں درس یا اخبار الایام کی پہلی کتاب کے اکیسویں باب کے پانچویں درس میں غلطی	۲۳۵
۱۸۱	تیسری مثال: سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۴ رویں باب کے ۱۳ رویں درس یا اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ۲۱ رویں باب کے ۱۱ و ۱۲ ویں درس میں غلطی اور انہیں مفسروں کا اقرار	۲۳۶
۱۸۲	چوتھی مثال: اخبار الایام کی دوسری کتاب کے ۲۲ رویں باب کے دوسرے درس میں غلطی اور مذکورہ بالا مفسرین کا غلطی کا اقرار	۲۳۷
۱۸۳	پانچویں مثال: اخبار الایام کی دوسری کتاب کے ۳۶ رویں باب کے ۹ رویں درس میں غلطی اور آدم کلارک کا تحریف اور غلطی کا اقرار	۲۳۹
۱۸۴	چھٹی مثال: سموئیل کی پہلی کتاب کے چھٹے باب کے ۱۹ رویں درس میں غلطی اور مفسروں کا اقرار	۲۴۰
۱۸۵	ساتویں مثال: سموئیل کی دوسری کتاب کے ۱۵ رویں باب کے ۸ ر درس میں غلطی اور آدم کلارک کا اقرار	۲۴۱
۱۸۶	آٹھویں مثال: سموئیل کی دوسری کتاب کے ۱۵ رویں باب کے ساتویں درس میں غلطی اور عیسائی مذہب کے جمہور علماء کے اس کے غلط ہونے پر اتفاق	۲۴۲
۱۸۷	نویں مثال: اخبار الأیام کی دوسری کتاب کے تیسرے باب کے چوتھے درس میں غلطی اور آدم کلارک کا اعتراف	۲۴۳
۱۸۸	دسویں مثال: یوشع کی کتاب کے تیرہویں باب کے پچیسویں درس میں غلطی، اور بشپ ہارسل کا اعتراف	۲۴۴

۱۸۹	گیارہویں مثال: یوشع کی کتاب کے اٹھارہویں باب کے چودہویں درس میں غلطی	۲۴۵
۱۹۰	بارہویں مثال: یوشع کی کتاب کے ۱۹/ویں باب کے ۳۴/ویں درس میں غلطی اور آدم کلارک کا اقرار	۲۴۶
۱۹۱	تیرہویں مثال: کتاب یوشع کے تیرہویں باب کے ساتویں اور آٹھویں درس میں غلطی کا بشپ ہارسل کا اقرار	۲۴۶
۱۹۲	چودہویں مثال: کتاب القضاۃ کے سترہویں باب کے ساتویں درس میں غلطی اور بشپ ہارسل کا اقرار	۲۴۶
۱۹۳	پندرہویں مثال: اخبار الأیام کی دوسری کتاب کے تیرہویں باب کے تیسرے اور سترہویں درس میں غلطی اور ہارن صاحب و آدم کلارک کا اقرار	۲۴۷
۱۹۴	سولہویں مثال: اخبار الأیام کی پہلی کتاب کے ساتویں باب کے چھٹے درس اور آٹھویں درس نیز کتاب پیدائش کے چالیسویں باب کے اکیسویں درس میں اختلاف اور غلطی، اور اس بارے میں آدم کلارک کا بیان	۲۴۸
۱۹۵	سترہویں مثال: کتاب اول اخبار الأیام کے آٹھویں باب کے ۲۹/ویں درس میں غلطی اور آدم کلارک کا اقرار	۲۴۹
۱۹۶	اٹھارہویں مثال: سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۳/ویں باب کے ۸/ویں درس یا اخبار الأیام کی پہلی کتاب کے گیارہویں باب کے گیارہویں درس میں غلطی	۲۵۰
۱۹۷	انیسویں مثال: اخبار الأیام کی دوسری کتاب کے اٹھارہویں باب کے انیسویں درس میں غلطی	۲۵۱
۱۹۸	بیسویں مثال: اخبار الأیام کی دوسری کتاب کے ۳۶/ویں باب کے دسویں درس میں غلطی	۲۵۱

۱۹۹	اکیسویں مثال: سموئیل کی دوسری کتاب کے دسویں باب کے ۱۶/ ویں اور ۱۹/ ویں درس نیز کتاب اول اخبار الأیام کے ۱۸/ ویں باب کے تیسرے چوتھے، ساتویں، آٹھویں، نویں اور دسویں درس میں غلطی	۲۵۳
۲۰۰	بائیسویں مثال: کتاب یوشع کے ساتویں باب کے ۱۸/ ویں درس میں غلطی	۲۵۳
۲۰۱	تیئیسویں مثال: کتاب اول اخبار الأیام کے تیسرے باب کے پانچویں درس میں غلطی	۲۵۳
۲۰۲	چوبیسویں مثال: سلاطین کی دوسری کتاب کے ۱۴/ ویں باب کے اکیسویں درس میں غلطی	۲۵۳
۲۰۳	پچیسویں مثال: کتاب دوم اخبار الأیام کے ۲۱/ ویں باب کے ۱۷/ ویں درس میں غلطی	۲۵۳
۲۰۴	چھبیسویں مثال: کتاب دوم سموئیل کے پانچویں اور چھٹے باب یا کتاب اول اخبار الأیام کے ۱۳/ ویں اور ۱۴/ ویں باب کی غلطی	۲۵۵
۲۰۵	ستائیسویں مثال: اخبار الأیام کی دوسری کتاب کے ۳۶/ ویں باب کے پانچویں اور چھٹے درس کی غلطی، اوراس بارے میں یوسفیس مؤرخ کا کلام	۲۵۵
۲۰۶	اٹھائیسویں مثال: کتاب استثناء کے ۲۳/ ویں باب کے دوسرے درس میں غلطی اور بشپ ہارسل کا اقرار	۲۵۶
۲۰۷	انتیسویں مثال: کتاب پیدائش کے ۴۶/ ویں باب کے ۱۵/ ویں درس میں غلطی	۲۵۷
۲۰۸	تیسویں مثال: کتاب پیدائش کے ۴۶/ ویں باب کے چوتھے درس میں غلطی	۲۵۸
۲۰۹	اکتیسویں مثال: کتاب شمار کے ۳۱/ ویں باب یا کتاب القضاۃ کے چھٹے باب کے پہلے اور تیسرے درس میں غلطی	۲۵۸
۲۱۰	بتیسویں مثال: کتاب خروج کے نویں باب کے چھٹے درس یا اسی باب کے بیسویں درس میں غلطی	۲۵۸
۲۱۱	تینتیسویں مثال: کتاب پیدائش کے سترہویں باب کے آٹھویں درس میں غلطی	۲۵۹

۲۱۲	چوتیسویں مثال: کتاب پیدائش کے آٹھویں باب کے چوتھے درس یا اسی کتاب کے اسی باب کے پانچویں درس میں غلطی	۲۵۹
۲۱۳	پینتیسویں مثال: کتاب پیدائش کے چھٹے باب کے نویں اور بیسویں درس یا کتاب پیدائش کے ساتویں باب کے دوسرے، تیسرے، آٹھویں اور نویں درس میں غلطی	۲۶۰
۲۱۴	چھتیسویں مثال: کتاب پیدائش کے دوسرے باب کے ۱۷رویں درس میں غلطی	۲۶۱
۲۱۵	سینتیسویں مثال: کتاب اشعیا کے ساتویں باب کے آٹھویں درس میں غلطی	۲۶۱
۲۱۶	اڑتیسویں مثال: یرمیا کی کتاب کے ۲۵رویں ۲۹رویں اور باونویں باب میں غلطی اور چند خدشات	۲۶۱
۲۱۷	انتالیسویں مثال: کتاب خرقیل کے ۲۶رویں باب کی ایک پیشین گوئی کا غلط ہونا	۲۶۵
۲۱۸	چالیسویں مثال: دانیال کی کتاب کے آٹھویں باب میں ایک پیشین گوئی، اس کی تطبیق میں اہل کتاب علماء کی حیرانی	۲۶۸
۲۱۹	شارح سنل چانسی کی توجیہہ میں متعدد خدشات	۲۷۰
۲۲۰	اکتالیسویں مثال: کتاب دانیال کے بارہویں باب کے گیارہویں یا بارہویں درس کی غلطی	۲۷۳
۲۲۱	بیالیسویں مثال: کتاب دانیال کے نویں باب کے ۲۴رویں درس کی غلطی، اور اس میں چار خدشے	۲۷۳
۲۲۲	تین بڑے فوائد	۲۷۶
۲۲۳	پہلا فائدہ: دن اور ہفتہ کی تحقیق عہد عتیق کے محاورے کے مطابق	۲۷۶
۲۲۴	دوسرا فائدہ: لفظ مسیح کی تحقیق	۲۷۸
۲۲۵	تیسرا فائدہ: ترجموں میں پادریوں کا کارستانیوں کا بیان	۲۸۱
۲۲۶	تینتالیسویں مثال	۲۸۲

۲۲۷	چوالیسویں مثال	۲۸۳
۲۲۸	پینتالیسویں مثال	۲۸۳
۲۲۹	چھیالیسویں مثال	۲۸۳
۲۳۰	سینتالیسویں مثال	۲۸۳
۲۳۱	اڑتالیسویں مثال:	۲۸۳
۲۳۲	انچاسویں مثال	۳۸۳
۲۳۳	پچاسویں مثال	۲۸۴
۲۳۴	اکاونویں مثال	۲۸۴
۲۳۵	باونویں مثال	۲۸۴
۲۳۶	ترپنویں مثال	۲۸۴
۲۳۷	چونویں مثال	۲۸۵
۲۳۸	پچپنویں مثال	۲۸۵
۲۳۹	چھپنویں مثال	۲۸۵
۲۴۰	ستاونویں مثال	۲۸۵
۲۴۱	اٹھاونویں مثال	۲۸۶
۲۴۲	انسٹھویں مثال	۲۸۶
۲۴۳	ساٹھویں مثال	۲۸۶
۲۴۴	اکسٹھویں مثال	۲۸۶
۲۴۵	باسٹھویں مثال	۲۸۷
۲۴۶	ترسٹھویں مثال	۲۸۷
۲۴۷	چوسٹھویں مثال	۲۸۷

۲۴۸	پینسٹھویں مثال	۲۸۷
۲۴۹	چھیاچھٹویں مثال	۲۸۸
۲۵۰	سرسٹھویں مثال	۲۸۸
۲۵۱	اڑسٹھویں مثال	۲۸۸
۲۵۲	انہترویں مثال	۲۸۸
۲۵۳	سترویں مثال	۲۸۹
۲۵۴	اکہترویں مثال	۲۸۹
۲۵۵	بہترویں مثال	۲۸۹
۲۵۶	تیہترویں مثال	۲۸۹
۲۵۷	چوہترویں مثال	۲۹۰
۲۵۸	پچہترویں مثال: متی کی انجیل کے چوبیسویں باب کے دوسرے درس میں جناب مسیح کی اس پیشین گوئی کا غلط ہونا کہ ہیکل سلیمانی کی جگہ کوئی تعمیر نہ ٹھہرے گی	۲۹۰
۲۵۹	چھترویں مثال: متی کی انجیل کے ۱۶/رویں باب اور دسویں باب میں مسیح کے زمین پر نزول کے بارے میں ان کی پیشین گوئی کا غلط ہونا	۲۹۱
۲۶۰	نزول مسیح کے بارے میں مسیح کے حواریوں کی پیشین گوئیوں کا غلط ہونا	۲۹۲
۲۶۱	ستہترویں مثال: انجیل میں درج بعض اور پیشین گوئیوں کا غلط ہونا	۲۹۷
۲۶۲	اٹھترویں مثال	۳۰۳
۲۶۳	اناسویں مثال	۳۰۴
۲۶۴	اسی ویں مثال: انجیل مرقس اور انجیل یوحنا میں مسیح پر ایمان لانے والوں کے بارے میں بعض ایسی پیشین گوئیاں جو غلط نکلیں	۳۰۴
۲۶۵	پادری طامس کی ''مرآۃ الصدق'' سے مناسب مقام دو حکایتیں	۳۰۶

۲۶۶	اکیاسویں مثال	۳۰۷
۲۶۷	بیاسیویں مثال: سموئیل کی کتاب میں حضرت داؤد کے تخت کا ہمیشہ تک رہنے کا وعدہ جو غلط ثابت ہوا	۳۰۹
۲۶۸	تراسویں مثال: عہد عتیق اور عہد جدید میں بعض پیشین گوئیاں جو غلط نکلیں	۳۱۰
۲۶۹	دوسری اور تیسری قسم کی مثالیں مشترک طور پر	۳۱۴
۲۷۰	ایک ضروری تنبیہ	۳۱۴
۲۷۱	روایات منافی عدل	۳۱۵
	پہلی مثال	۳۱۵
۲۷۲	دوسری مثال	۳۱۵
۲۷۳	تیسری مثال	۳۱۶
۲۷۴	چوتھی مثال	۳۱۶
۲۷۵	پانچویں مثال	۳۱۶
۲۷۶	چھٹی مثال	۳۱۷
۲۷۷	ساتویں مثال	۳۱۷
۲۷۸	آٹھویں مثال	۳۱۸
۲۷۹	نویں مثال	۳۱۸
۲۸۰	دسویں مثال	۳۱۹
۲۸۱	اگیارہویں مثال	۳۱۹
۲۸۲	بارہویں مثال	۳۲۰
۲۸۳	تیرہویں مثال	۳۲۰
۲۸۴	چودہویں مثال	۳۲۱

۲۸۵	پندرہویں مثال	۳۲۱
۲۸۶	سولہویں مثال	۳۲۱
۲۸۷	سترہویں مثال	۳۲۲
۲۸۸	اٹھارہویں مثال	۳۲۲
۲۸۹	انیسویں مثال	۳۲۲
۲۹۰	بیسویں مثال	۳۲۳
۲۹۱	اکیسویں مثال	۳۲۳
۲۹۲	بائیسویں مثال	۳۲۳
۲۹۳	تیئیسویں مثال	۳۲۴
۲۹۴	چوبیسویں مثال	۳۲۴
۲۹۵	پچیسویں مثال	۳۲۶
۲۹۶	چھبیسویں مثال	۳۲۷
۲۹۷	ستائیسویں مثال	۳۲۸
۲۹۸	اٹھائیسویں مثال	۳۲۸
۲۹۹	انتیسویں مثال	۳۲۸
۳۰۰	روایات منافی رحمت	۳۲۹
۳۰۱	تیسویں مثال	۳۳۱
۳۰۲	روایات منافی قدوسیت	۳۳۲
۳۰۳	اکتیسویں مثال	۳۳۲
۳۰۴	بتیسویں مثال	۳۳۲
۳۰۵	تینتیسویں مثال	۳۳۳

۳۰۶	چوتیسویں مثال	۳۳۳
۳۰۷	پینتیسویں مثال	۳۳۴
۳۰۸	چھتیسویں مثال	۳۳۴
۳۰۹	سینتیسویں مثال	۳۳۵
۳۱۰	اڑتیسویں مثال	۳۳۶
۳۱۱	دو قابل غور باتیں	۳۳۷
۳۱۲	انتالیسویں مثال	۳۳۷
۳۱۳	چالیسویں مثال	۳۳۸
۳۱۴	اکتالیسویں مثال	۳۳۸
۳۱۵	بیالیسویں مثال	۳۳۹
۳۱۶	تینتالیسویں مثال	۳۳۹
۳۱۷	چوالیسویں مثال	۳۳۹
۳۱۸	پینتالیسویں مثال	۳۴۰
۳۱۹	روایات منافی صفت علم غیب	۳۴۱
۳۲۰	چھیالیسویں مثال	۳۴۱
۳۲۱	سینتالیسویں مثال	۳۴۱
۳۲۲	اڑتالیسویں مثال	۳۴۱
۳۲۳	انچاسویں مثال	۳۴۱
	پچاسویں مثال	۳۴۲
۳۲۴	اکاونویں مثال	۳۴۲
۳۲۵	باونویں مثال	۳۴۲

۳۲۶	ترپنویں مثال	۳۴۳
۳۲۷	چونویں مثال	۳۴۴
۳۲۸	پچپنویں مثال	۳۴۴
۳۲۹	چھپنویں مثال	۳۴۵
۳۳۰	ستاونویں مثال	۳۴۵
۳۳۱	اٹھاونویں مثال	۳۴۵
۳۳۲	انسٹھویں مثال	۳۴۶
۳۳۳	ساٹھویں مثال	۳۴۶
۳۳۴	اکسٹھویں مثال	۳۴۶
۳۳۵	باسٹھویں مثال	۳۴۶
۳۳۶	ترسٹھویں مثال	۳۴۶
۳۳۷	چوسٹھویں مثال	۳۴۷
۳۳۸	روایات منافی حکمت	۳۴۸
۳۳۹	پینسٹھویں مثال	۳۴۸
۳۴۰	روایات منافی قدرت	۳۴۹
۳۴۱	چھیاسٹھویں مثال	۳۴۹
۳۴۲	سرسٹھویں مثال	۳۵۰
۳۴۳	اڑسٹھویں مثال	۳۵۰
۳۴۴	انہترویں مثال	۳۵۱
۳۴۵	سترویں مثال	۳۵۱
۳۴۶	روایات منافی صدق	۳۵۳

۳۴۷	اکہترویں مثال	۳۵۳
۳۴۸	بہترویں مثال	۳۵۳
۳۴۹	تہترویں مثال	۳۵۳
۳۵۰	چوہترویں مثال	۳۵۴
۳۵۱	پچہترویں مثال	۳۵۴
۳۵۲	چھہترویں مثال	۳۵۴
۳۵۳	ستہترویں مثال	۳۵۵
۳۵۴	اٹھہترویں مثال	۳۵۵
۳۵۵	اناسیویں مثال	۳۵۵
۳۵۶	اسی ویں مثال	۳۵۷
۳۵۷	اکیاسویں مثال	۳۵۷
۳۵۸	بیاسویں مثال	۳۵۸
۳۵۹	روایات منافی وحدانیت	۳۵۸
۳۶۰	تراسیویں مثال	۳۵۸
۳۶۱	چوراسیویں مثال	۳۵۹
۳۶۲	روایات منافی حیا	۳۵۹
۳۶۳	پچاسویں مثال	۳۵۹
۳۶۴	چھیاسیویں مثال	۳۶۰
۳۶۵	عیسائیوں کی کتب مقدسہ کے مطابق انبیاء کرام کا بڑے بڑے گناہ کرنا	۳۶۱
۳۶۶	ستاسویں مثال	۳۶۱
۳۶۷	سلیمان علیہ السلام کے گناہوں کی کتب مقدسہ میں تفصیل اور اس سلسلہ میں دس باتیں	۳۶۳

۳۶۸	اٹھاسویں مثال	۳۷۲
۳۶۹	نواسویں مثال	۳۷۲
۳۷۰	نویویں مثال	۳۷۲
۳۷۱	اکانویں مثال	۳۷۳
۳۷۲	بانویویں مثال	۳۷۴
۳۷۳	ترانویں مثال	۳۷۵
۳۷۴	چورانویں مثال	۳۷۵
۳۷۵	پنچانویں مثال	۳۷۶
۳۷۶	چھیانویں مثال	۳۷۶
۳۷۷	ستانویں مثال	۳۷۷
۳۷۸	اٹھانویں مثال	۳۷۷
۳۷۹	ننانویں مثال	۳۷۷
۳۸۰	سویں مثال	۳۷۸
۳۸۱	زبور کے مطابق زمین متحرک نہیں بلکہ ساکن ہے	۳۷۸
۳۸۲	ایک سوپہلی مثال	۳۸۰
۳۸۳	ایک سودوسری مثال	۳۸۰
۳۸۴	ایک سوتیسری مثال	۳۸۱
۳۸۵	ایک سوچوتھی مثال	۳۸۱
۳۸۶	ایک سوپانچویں مثال	۳۸۱
۳۸۷	ایک سوچھٹی مثال	۳۸۲
۳۸۸	ایک سوساتویں مثال	۳۸۲

۳۸۹	ایک سوآٹھویں مثال	۳۸۲
۳۹۰	ایک سونویں مثال	۳۸۳
۳۹۱	ایک سودسویں مثال	۳۸۳
۳۹۲	ایک سوگیارہویں مثال: کتاب پیدائش کے پہلے باب پر آٹھ اعتراضات	۳۸۴
۳۹۳	احادیث پر پادریوں کا پانچواں شبہ اور اس کا جواب	۳۸۹
۳۹۴	چند تمہیدی امور	۳۹۰
۳۹۵	پہلا امر: مسلمانوں کے نزدیک تمام انبیاء معصوم ہیں	۳۹۰
۳۹۶	لفظ ''زلہ'' کی تشریح	۳۹۰
۳۹۷	لفظ ''ضلال'' کی تشریح	۳۹۱
۳۹۸	دوسرا امر: انبیاء علیہم السلام کے افعال اکثر امت کی تعلیم کے لئے بھی ہوتے ہیں	۳۹۳
۳۹۹	تیسرا امر: بندہ جس قدر خدا کے دربار میں عجز و نیاز کرے وہ تھوڑا ہے	۳۹۳
۴۰۰	چوتھا امر: خدا کے کلام میں مضاف کا حذف کرنا کثرت سے ہوتا ہے، اور اس کے شواہد	۳۹۸
۴۰۱	تمہید کے بعد جواب کا آغاز	۴۰۱
۴۰۲	سورۂ ضحیٰ کی آیت کی دس توجیہات	۴۰۱
۴۰۳	پہلی توجیہ	۴۰۱
۴۰۴	دوسری توجیہ	۴۰۲
۴۰۵	تیسری توجیہ	۴۰۲
۴۰۶	چوتھی توجیہ	۴۰۲
۴۰۷	پانچویں توجیہ	۴۰۳
۴۰۸	چھٹی توجیہ	۴۰۳
۴۰۹	ساتویں توجیہ	۴۰۴

۴۱۰	آٹھویں توجیہ	۴۰۴
۴۱۱	نویں توجیہ	۴۰۵
۴۱۲	دسویں توجیہ	۴۰۵
۴۱۳	سورہ شوریٰ کی آیت کی چار توجیہیں	۴۰۶
۴۱۴	پہلی توجیہ	۴۰۶
۴۱۵	دوسری توجیہ	۴۰۷
۴۱۶	تیسری توجیہ	۴۰۸
۴۱۷	چوتھی توجیہ	۴۰۸
۴۱۸	سورہ ''مؤمن'' کی آیت، اور سورہ ''محمد'' کی آیت کی توجیہات	۴۰۹
۴۱۹	سورہ ''فتح'' کی آیت کی توجیہات	۴۱۰
۴۲۰	خاتمہ	۴۱۴
۴۲۱	تین فوائد	۴۱۴
۴۲۲	پہلا فائدہ: اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالفرض گنہگار بھی ہوتے تو بھی پادریوں کو گناہ کی وجہ سے طعن کرنے حق نہیں پہنچتا تھا	۴۱۴
۴۲۳	دوسرا فائدہ: پادریوں کے چند اقوال کی تردید	۴۱۶
۴۲۴	تیسرا فائدہ: ایک شخص کا معصوم ہونے کے باوجود تواضع اور عبودیت کے طور پر اپنے کو خطاوار سمجھنا بہتر ہے یا ایک محتاج بندہ کا اپنے کو خداوند اور واجب الوجود بتلانا؟	۴۲۳
	تیسرا سوال	۴۲۵
۴۲۵	سوال: وہ معجزات جو قرآن میں مذکور ہیں کیا وہ پیغمبر کے معجزات ہیں یا اللہ کی عظمت کے اظہار کے لئے لکھے گئے ہیں؟	۴۲۵

۴۲۶	جواب: خدا کی طرف نسبت کرنے اور نبی کا معجزہ ہونے میں کوئی تعارض نہیں ہے، کتب مقدسہ سے اس کا ثبوت	۴۲۵
	چوتھا سوال	۴۳۰
۴۲۷	سوال: کیا پیغمبر کے کسی صحابی کی کوئی ایسی تصنیف موجود ہے جس میں معجزات کے بارے میں لکھا ہو؟	۴۳۰
۴۲۸	جواب:	۴۳۰
	پانچواں سوال	۴۳۱
۴۲۹	سوال: اگر دوسرے راویوں نے معجزات کے بارے میں صحابہ کے اقوال لکھے ہیں تو یہ سن کر لکھے ہیں یا ان کی کتابوں سے؟	۴۳۱
۴۳۰	جواب:	۴۳۱
	چھٹا سوال	۴۳۲
۴۳۱	سوال: اگر شق القمر کو معجزہ قرار نہ دو تو کوئی اور معجزہ جو چند اشخاص کے سامنے واقع ہوا ہو، قرآن یا حدیث سے ثابت کرو	۴۳۲
۴۳۲	جواب:	۴۳۲
۴۳۳	معجزۂ شق القمر پر شبہات کے جوابات	۳۳۴
۴۳۴	میزان الحق کے شبہات کا تفصیلی رد	۴۳۴
۴۳۵	رسالہ وجہۃ الایمان کے شبہات کا رد	۴۴۷
۴۳۶	تیسرے رسالے کا رد	۴۴۸
۴۳۷	پہلی غلطی	۴۴۹
۴۳۸	دوسری غلطی	۴۵۳
۴۳۹	تیسری غلطی	۴۵۷

۴۴۰	چوتھی غلطی	۴۵۷
۴۴۱	پانچویں غلطی	۴۵۷
۴۴۲	چھٹی غلطی	۴۵۸
۴۴۳	ساتویں غلطی	۴۵۸
۴۴۴	آٹھویں غلطی	۴۵۹
۴۴۵	نویں غلطی	۴۵۹
۴۴۶	دسویں غلطی	۴۶۰
۴۴۷	گیارہویں غلطی	۴۶۰
۴۴۸	بارہویں غلطی	۴۶۰
۴۴۹	تیرہویں غلطی	۴۶۱
	ساتواں سوال	۴۶۳
۴۵۰	سوال: قرآن میں لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ کو معجزات کے اظہار کے لئے نہیں بھیجا بلکہ محض وعظ کے لئے بھیجا، اس صورت میں بے اختیاری کے باوجود ان سے معجزات کا اظہار کیوں کر ہوا؟	۴۶۳
۴۵۱	جواب: اس سوال کا جواب انجیل کے آٹھ مقامات سے	۴۶۳
۴۵۲	پہلا مقام:	۴۶۴
۴۵۳	دوسرا مقام	۴۶۵
۴۵۴	تیسرا مقام	۴۶۶
۴۵۵	چوتھا مقام	۴۶۷
۴۵۶	پانچواں مقام	۴۶۸
۴۵۷	چھٹا مقام	۴۶۸

۴۵۸	ساتواں مقام	۴۷۰
۴۵۹	آٹھواں مقام	۴۷۰
۴۶۰	تین کارآمد امور	۴۷۶
۴۶۱	پہلا امر: پیغمبر لوگ بھی چونکہ بندے ہیں تو وہ بھی جتنا اپنی عبودیت کا اظہار کریں تو کچھ تعجب نہیں۔	۴۷۶
۴۶۲	دوسرا امر: معجزات کے انکار کی ایک وجہ	۴۷۷
۴۶۳	تیسرا امر: مخالف اگر معاند ہو تو اس کے مقابلہ میں بعض وقت اعراض مناسب ہوتا ہے	۴۷۸
	انکار معجزات کے مغالطوں کا جواب	۴۷۹
۴۶۴	پہلا مقام	۴۷۹
۴۶۵	دوسرا مقام	۴۸۰
۴۶۶	تیسرا مقام	۴۸۰
۴۶۷	چوتھا مقام	۴۸۴
۴۶۸	پانچواں مقام	۴۸۵
	آٹھواں سوال	۴۸۹
۴۶۹	سوال: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے دن آتش کدہ کے بجھنے اور بتوں کے اوندھے ہو جانے کی بات کسی موافق نے لکھی ہے یا مخالف نے؟	۴۸۹
۴۷۰	جواب:	۴۸۹
	نواں سوال	۴۹۲
۴۷۱	سوال: شق القمر کس نے دیکھا؟ یا جنہوں نے دیکھا آیا انہوں نے اپنی شہادت کو خود قلمبند کیا یا وہ محض ناقل تھے، اور دوسروں نے ان سے روایت کی؟	۴۹۲
۴۷۲	جواب:	۴۹۲
	دسواں سوال	۴۹۳

۴۷۳	سوال: اس کا کیا سبب ہے کہ انہوں نے خود نہیں لکھا، کیا وہ بے علم تھے؟	۴۹۳
۴۷۴	جواب:	۴۹۳
	گیارہواں سوال	۴۹۴
۴۷۵	سوال: اس کے راوی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس زمانہ میں تھے؟ ان کا زمانہ تحقیق کر کے لکھئے	۴۹۴
۴۷۶	جواب:	۴۹۴
	بارہواں سوال	۴۹۵
۴۷۷	سوال: ان کی روایت کس طرح کی ہے؟ کیا محض سنی ہوئی بات کو لکھا ہے؟	۴۹۵
۴۷۸	جواب	۴۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحمٰن

دوسرا سوال

ثبوت ان کا (یعنی معجزات محمدیہ کا) قرآن ہی سے ضرور ہے (ضروری ہے) کیونکہ معجزات اورانبیاء کے ان کی کتابوں سے ثابت ہیں؟

جواب

حضرت ﷺ کے معجزے قرآن سے تفصیلاً اوراجمالاً اور صحیح صحیح ثابت ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض کا بیان پہلے سوال کے جواب میں گذرا، اور دونوں طرح سے ان کے ثبوت میں شک نہیں، اور سائل کا یہ قول کہ ''ثبوت ان کا قرآن ہی سے ضرور ہے'' غلط ہے، بلکہ قرآن سے ہو یا صحیح صحیح حدیثوں سے، وہ سب اعتبار کے لائق ہیں، اور علت کے بیان میں سائل کا یہ قول ''کیونکہ معجزات اور انبیاء کے ان کی کتابوں سے ثابت ہیں'' مخدوش ہے، کیونکہ اگر اس کی غرض یہ ہے کہ اور انبیاء کے معجزے ان کتابوں سے ثابت ہیں جن کو انہیں انبیاء نے الہام سے لکھا ہے تو اس صورت میں معجزات عیسویہ کا اس کے نزدیک ثبوت نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس انجیل متعارف کو حضرت عیسیٰ نے ہرگز نہیں لکھا بلکہ ان کے زمین پر تشریف رکھنے کے زمانہ تک متی اور یوحنا اور مرقس اور لوقا اور پولوس وغیرھم نے بھی نہیں لکھا، بلکہ مرقس اور لوقا اور پولوس تو جب تک ایمان بھی نہ لائے تھے۔

اور اگر اس کی غرض یہ ہے کہ وہ کتابیں ان انبیاء نے الہام سے لکھی ہوں یا کسی ان کے صحابی یا حواری نے انہیں کے وقت میں لکھ کر ان کی نظر سے گذارا ہو تو اس صورت میں بھی وہی اوپر والی قباحت لازم آتی ہے۔

اور اگر غرض اس کی یہ ہے کہ وہ کتابیں ان انبیاء نے لکھی ہوں یا کسی اور نے ان کے تابعین میں سے ان کے عہد میں یا ان کے عہد کے بعد، بشرطیکہ وہ شخص ایسا ثقہ ہو کہ اس کی روایت اور تحریر کا اعتبار ہو، اور اس لحاظ سے کہ ان میں ان انبیاء کے اقوال اور احوال مرقوم ہوں مجازاً ان کو ان انبیاء کی کتابیں کہتا ہو تو مسلم ہے، لیکن اس لحاظ سے اس کی دلیل اس کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی، کیونکہ اس اپنے قول اور اصطلاح کے موافق حدیث کی صحیح کتابوں کو بھی مثل صحیح بخاری اور مسلم وغیرہما کے چاہیئے کہ رسول اللہ کی کتابیں جانے۔

اب تثلیث کے عدد کے موافق تین فائدے ایسے بڑے مہتم بالشان لکھے جاتے ہیں کہ ان کے ملاحظہ کے بعد پادریوں کے سب اعتراض جو احادیث مصطفویہ کی نسبت ہیں نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور ان کی مغالطہ دہی نکمی ہو جاتی ہے۔

تین بڑے فوائد کا بیان

پہلا فائدہ:

روایت زبانی اہل کتاب کے نزدیک معتبر ہے

جمہور اہل کتاب کے نزدیک کیا یہودی اور کیا عیسائی، سلف سے خلف تک روایت زبانی کا مکتوب کے برابر اعتبار ہے، بلکہ یہودیوں کے نزدیک تو سلف سے خلف تک روایت زبانی کا اعتبار مکتوب سے بڑھ کر ہے، اور گویا ان کے سب مذہب کا اعتبار اور مدار اسی روایت زبانی پر ہے، اور جمہور عیسائی سلف کے بھی یہود کی طرح روایت زبانی کا بڑا اعتبار کرتے تھے، اور رومن کاتلک (کیتھولک Roman Catholic) جن کا شمار اب بھی پروٹسٹنٹوں (Protestant) کے شمار سے تگنا ہوگا، اب تک بھی اپنے سلف کے جمہور کے موافق وہی قاعدے برتے چلے جاتے ہیں، اور روایت زبانی کو آئین مکتوب کے مانند واجب التعظیم اور واجب التسلیم سمجھ کے اس کے برابر جانتے ہیں، اور دونوں کو اصول ایمان لے سمجھتے ہیں، اور اس انجیل متعارف سے بھی ان کے لئے اس امر کی سند موجود ہے، البتہ جمہور فرقۂ پروٹسٹنٹ

(Protestant) کے اس بات میں مخالف ہیں، اور چونکہ ان کے مذہب کی درستی کا تلک (کیتھولک Catholic) مذہب کے مقابلہ میں اس انکار کے بغیر متصور نہ تھی ،توان کو انکار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، لیکن باوجود اس انکار کے ان کو پھر بھی بہت جگہ اس کے ماننے کے سوا چارہ نہیں، چنانچہ انشاء اللہ یہ سب امور عنقریب واضح ہو جاتے ہیں۔

آدم کلارک کی تفسیر سے سند اس بات کی کہ یہودی لوگ حدیث کو بڑا ہی معتبر جانتے ہیں

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے اندر عزرا کی کتاب کی شرح کے دیباچہ میں یوں لکھتا ہے (جس کا ترجمہ نسخہ مطبوعہ ۱۸۵۱ء سے بطور حاصل کے کیا جاتا ہے):

''یہودیوں کا آئین دو قسم ہے، ایک مکتوب جس کو توریت کہتے ہیں، دوسرا غیر مکتوب جس کو روایت زبانی کہتے ہیں، اور مشائخ کی وساطت سے ان تک پہنچے، اور دعویٰ کرتے ہیں کہ طور کے پہاڑ پر خدائے تعالیٰ نے موسیٰ کو دونوں عطا فرمائے تھیں، سو ان میں سے ایک کتابت کے وساطت سے اور دوسرے مشائخ کے وساطت سے پشت در پشت منقول ہو کے ہم تک پہنچے، اور اس سبب سے دونوں کو مرتبہ میں برابر اور من جانب اللہ اور واجب التسلیم جانتے ہیں بلکہ دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آئین مکتوب بہت جگہ ناقص اور مغلق ہے، اور روایت زبانی کے بغیر کامل

طور پر ایمان کا اہل نہیں ہوسکتا ، اور یہ روایت واضح اور بڑی کامل ہے، اور آئین مکتوب کی شرح کرتی ہے، اور اس کو کامل بناتی ہے، اور اسی سبب سے آئین مکتوب کے جو معنی ان روایات زبانی کے مخالف ہوں اس کو مردود جانتے ہیں، اور ان میں مشہور ہے کہ بنی اسرئیل سے جو عہد لیا گیا تھا وہ عہد آئین مکتوب کے بابت نہ تھا، بلکہ انہیں روایات زبانی کے بابت تھا، اور انہوں نے گویا اسی حیلہ سے آئین مکتوب کو طاق پر رکھ کر اپنے دین ایمان کی بنا ان روایات پر رکھی ہے، جیسے رومن کاتلک (کیتھولک) نے اپنے دین میں یہی رویہ اختیار کر رکھا ہے، اور خدا کے کلام کے معنی انہیں روایات کے موافق کرتے ہیں، گو وے (وہ) معنی روایتی بہت جگہوں کے مخالف ہوں، اور ہمارے خداوند کے زمانہ میں ان کی اس حد کو نوبت پہنچی تھی کہ خداوند نے ان کو اس بارے میں اس طور (طرح) الزام دیا کہ خدا کے کلام کو اپنے طریقہ کے جہت باطل کرتے ہیں، اور خداوند کے عہد سے اتنا حد سے بڑھ گئے ہیں کہ ان روایات کا ادب آئین مکتوب سے زائد کرتے ہیں"۔

اور ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ:

"مشائخ کے لفظ توریت کے لفظوں سے پیارے زائد ہیں، اور توریت کے لفظ بعضے وزنی اور بعضے غیر وزنی ہیں، اور مشائخ کے لفظ سب کے سب وزنی ہیں، اور مشائخ کے لفظ پیغمبروں کے لفظوں سے بہت بڑے وزنی ہیں ، اور مشائخ کے لفظوں سے ان کی مراد یہی روایات زبانی ہوتی ہیں، جو مشائخ کی وساطت سے ان تک پہنچے"۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

"آئین مکتوب ایسی ہے جیسا پانی اور مسنا اور طالموت جن میں ان کی وہ روایات ضبط ہیں، ایسی ہیں جیسے شراب مصالح دار۔

اور یہ بھی لکھا ہے:

"آئین مکتوب ایسی ہے جیسا نمک اور مسنا اور طالموت ایسے ہیں جیسے مرچ اور مصالح شیریں"۔

اور اسی طرح ان کے اور قول ہیں، جن سے یہ بات بوجھی جاتی ہے کہ وہ آئین مکتوب سے ان روایات کا بڑھ کر ادب کرتے ہیں، اور خدا کے کلام کو اسی طرح سمجھتے ہیں کہ جس طرح ان روایات سے اس کی شرح معلوم ہو، گویا آئین مکتوب ان کے نزدیک ایسی ہے جیسا بدن مردہ، اور روایات زبانی ایسے ہیں جیسے روح کہ اس کے سبب زندہ ہوتے ہیں۔

اور ان روایات کے اصل ہونے کی بابت یوں کہتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو جب طور سینا پر توریت عنایت کی تو اس کے معانی کو بھی بیان کیا اور حکم کیا کہ اول کو لکھ لے، اور دوسرے کو فقط زبانی یاد رکھ کے روایت زبانی سے نقل کرے، اور اسی طرح یہ روایات پشت در پشت زبانی روایت سے نقل ہوتی چلی جاویں، اسی سبب سے اول کو آئین مکتوب اور دوسرے کو آئین زبانی کہتے ہیں، اور جو فتوے کہ ان روایات کے موافق ہیں ان کا نام یہ رکھتے ہیں "موسیٰ کے آئین جو سینا پہاڑ پر ملی تھیں"، اور ان کو یقین ہے کہ جیسے ان چالیس دن میں جن میں سینا پہاڑ پر خدا موسیٰ سے ہم کلام رہا، موسیٰ کو توریت ملی

ایسے ہی یہ روایات زبانی بھی ملی ہیں، اور موسیٰ نے پہاڑ سے دونوں کو ہمراہ لاکر بنی اسرائیل کو اس طرح دیا کہ اپنے ہٹتے ہی ہارون کو اپنے خیمہ میں بلا کر اس کو پہلے آئین مکتوب پھر ان زبانی روایات کی جو آئین مکتوب کے معانی ہیں جیسے خدا سے پائی تھی تعلیم کی، اور ہارون تعلیم پا کے اٹھ کر موسیٰ کے دائیں ہاتھ بیٹھا، اس کے بعد ہارون کے بیٹے الیعازار اور ایتامار اندر آئے، اور باپ کی طرح تعلیم پا کر اٹھ کھڑے ہوئے، اور ایک موسیٰ کے بائیں ہاتھ اور دوسرا ہارون کے دائیں ہاتھ بیٹھا، اس کے بعد ستر (۷۰) مشائخ نے اندر آ کے دونوں آئینوں کی تعلیم پائی، اور خیمہ کے اندر بیٹھ گئے، اس کے بعد اسی طور (طرح) ان سب آدمیوں نے جو دونوں آئینوں کی تعلیم کے مشتاق تھے تعلیم پائی، پھر موسیٰ وہاں سے اٹھا، اس کے اٹھنے کے بعد ہارون اپنا سب آموختہ پڑھ کر اٹھا، اس کے بعد الیعازار اور ایتامار اپنا آموختہ پڑھ کو اٹھے، اس کے بعد ان ستر (۷۰) مشائخ نے اپنا آموختہ لوگوں کے سامنے پڑھا اور ہر ایک نے ان آدمیوں سے اس آئین کو چار بار سنا اور خوب ضبط کر لیا، پھر ان آدمیوں نے نکل کر ان سب بنی اسرائیل کو جو باقی رہ گئے تھے اس سے خبردار کیا، اور آئین مکتوب کو لکھ کے اور اس کے معانی کو حفظ کر کے دوسری پشت کے لوگوں کو پہنچایا، اور متن مکتوب میں چھ سو تیرا (۶۱۳) حکم تھے کہ اس کے موافق آئین کو تقسیم کیا ہے۔

اور کہتے ہیں کہ ہجرت مصری کے چالیسویں سال کے گیارویں مہینے کی ابتدا میں موسیٰ نے سارے بنی اسرائیل کو جمع کر کے اپنی موت کی خبر دیکے حکم کیا کہ اگر کسی کو خدا کے آئین کی جو میری وساطت سے ملی ہے کوئی بات یاد نہ رہے

تو میرے پاس آ کر مجھ سے پوچھ لے، اور ایسا ہی اگر کسی کو آئین کی بات پر کچھ اعتراض ہو تو میرے پاس آوے تا کہ اس کے اعتراض کو اٹھایا جاوے، اور اس حکم کے موافق اپنے باقی زندگی تک یعنی گیارہویں مہینے کے ابتدا سے بارہویں مہینہ کی چھٹی تاریخ تک ان کی تعلیم میں مشغول رہا، اور آئین مکتوب اور غیر مکتوب کی تعلیم کی، اور چھٹی تاریخ کو آئین مکتوب کے تیرہ (۱۳) نسخے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں سے ایک ایک نسخہ دیا، تا کہ ہر فرقہ میں وہ نسخہ پشت در پشت محفوظ رہے، اور ایک نسخہ بنی لیوی کو اس لئے اور دیا کہ اس کو حفاظت سے ہیکل کے اندر رکھیں، اور آئین غیر مکتوب یعنی زبانی روایات کو یوشع کے سامنے پڑھا، اور ساتویں تاریخ کو بنو پہاڑ پر چڑھ کر وہاں وفات پائی۔

اور موسیٰ کی وفات کے بعد یوشع نے آئین زبانی کو مشائخ کے سپرد کیا، اور انہوں نے پیغمبروں کے، اور پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر دوسرے پیغمبر کو پہنچاتا رہا، یہاں تک کہ یرمیا کی نوبت پہنچی، سو یرمیا نے باروق کو اور باروق نے عزرا کو اور عزرا نے مجمع علماء کو کہ ان سب سے پچھلا شمعون صادق ہے پہنچایا، اور اس نے اینٹی گونوس اور اس نے یوسی بن یخنان اور اس نے یوسی بن یوسیر اور اس نے نہتان آربلی اور یوشع بن برخیا، اور انہوں نے یہود بن بیجا اور شمعون بن شطاہ اور انہوں نے شمایا ابی طلیون اور انہوں نے ہلل اور اس نے اپنے بیٹے شمعون کو پہنچایا، اور گمان یوں ہے کہ یہ شمعون وہی شمعون ہے کہ جب مریم پاک ہونے کے دن پورے ہونے کے بعد ہمارے خداوند نجات

دہندہ کو ہیکل کے اندر لائی تھی تو اس نے خداوند کو اپنے ہاتھوں پر لیا تھا، اور اس شمعون نے اپنے بیٹے میٔلیل کو پہنچایا، اور میٔلیل وہی ہے جس کے پاس پولوس نے تعلیم پائی تھی، اور اس نے اپنے بیٹے شمعون کو اور اس نے بیٹے گمیٔلیل کو اور اس نے اپنے بیٹے شمعون کو اور اس نے اپنے بیٹے ربِ یہودا حق ذوش کو پہنچایا، اور اس یہودا نے ان کو ایک کتاب میں لکھ کر اس کا نام مسنا رکھا"۔

پھر لکھتا ہے کہ:

"یہودی اس کتاب مسنا کی بہت بڑی تعظیم کرتے ہیں، اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جو اس کے اندر لکھا ہے وہ سب کا سب من جانب اللہ ہے، کہ موسیٰ کو سینا پہاڑ پر آئین مکتوب کی طرح ارشاد ہوا تھا، اور اسی لئے اس کے مانند واجب التسلیم ہے، اور جب سے یہ کتاب تصنیف ہوئی ان میں اس کے پڑھنے پڑھانے کا بڑا رواج ہوا، اور ان کے بڑے بڑے عالموں نے اس پر دو شرحیں لکھیں، ایک تو تیسری صدی میں یروشلم کے اندر اور دوسری چھٹی صدی کے شروع میں بابل کے اندر، اور ان دونوں شرحوں کا نام "گمرا" ہے کیونکہ "گمرا" کے معنی لغت میں کمال کے ہیں، اور ان کے گمان میں ان شرحوں کے اندر متن کی کمال توضیح ہوئی ہے، اور جہاں متن اور شرح کو اکٹھا لیویں تو اس مجموعہ کو طالموت کہتے ہیں، اور تمیز کے واسطے یوں کہتے ہیں یروشلم والے طالموت، اور بابل والے طالموت، اور ان دونوں طالموتوں میں کہ پیغمبروں کی کتابیں ان سے خارج ہیں گویا ان کا سارا

مذہب مروج الحال مندرج ہے اور چونکہ یروشلم والی طالموت مغلق ہے تو اس سبب سے اب بابل والی طالموت ان کے نزدیک بہت معتبر ہے"۔

ہارن کی تفسیر سے سند اس بات کی کہ یہودی حدیث کا بڑا اعتبار کرتے ہیں

اور ہارن اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے پہلے حصہ کے ساتویں باب میں لکھتا ہے (نسخہ مطبوعہ ۱۸۲۲ء):

"مسنا ایک کتاب ہے جو یہود کی مختلف روایتوں اور کتب مقدسہ کے متنوں کی شروح پر مشتمل ہے، اور ان کا گمان اس کے حق میں یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو طور سینا پہاڑ پر توریت عنایت کی تھی اسی وقت ان روایتوں کو بھی عنایت کیا تھا، اور موسیٰ سے ہارون اور الیعازار اور یوشع کو اور ان سے اور پیغمبروں کو اور ان پیغمبروں سے اور مشائخ کو پہنچیں، اور اسی طرح پشت در پشت نقل ہوتیں ہوتیں شمعون تک پہنچیں، اور یہ شمعون وہ شمعون ہے جس نے ہمارے خداوند نجات دہندہ کو اپنے ہاتھ پر لیا تھا، اور اس سے گمیلیل کو اور اس (۱) سے یہواہ حق دوش (یعنی پاک) کو پہنچیں، اور اس نے دوسری صدی کے اخیر میں چالیس برس کی محنت میں ان سب روایتوں کو ایک کتاب میں جمع کر دیا، اور اس وقت سے یہ کتاب پشت در پشت یہودیوں میں مستعمل ہے، اور بہت وقت ان کے نزدیک اکثر اس کتاب کی قدر آئین مکتوب سے زیادہ ہوتی ہے"۔

---

(۱) یہاں سے آدم کلارک کے قول کے مطابق تین واسطے چھوٹ گئے ہیں، جیسا کہ اوپر کے صفحہ پر لکھا ہے، واللہ اعلم۔ مولوی عبدالوہاب صاحب عم فیضہ

پھر لکھتا ہے کہ:

''مسنا پر دو شرح ہیں، اور ہر ایک کو ''گمرا'' کہتے ہیں، ایک ''گمرا'' یروشالم والی کہ بعض محققین کی رائے کے موافق پانچویں صدی میں یروشلم کے اندر لکھی گئی، اور یہودیوں کے نزدیک اس کی قدر کم ہے، اور دوسری ''گمرا'' بابل والی کہ چھٹی صدی میں لکھی گئی، اور یہ ''گمرا'' یہودی کہانیوں سے مالا مال ہے، لیکن یہودیوں کے نزدیک بڑی معتبر ہے، اور اس کے درس تدریس کا ان میں رواج ہے، اور ہر مشکل میں اس کو اپنا رہنما سمجھ کر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور ''گمرا'' اس واسطہ کہتے ہیں کہ گمرا کے معنی کمال کے ہیں، اور ان کا گمان یہ ہے کہ یہ شرح توریت کا کمال ہے، چونکہ اس سے بڑھ کر شرح نہیں ہو سکتی، اور نہ اور شرح کی احتیاج (ضرورت) ہے، اور متن کے ساتھ جب یروشلم والی گمرا ملتی ہے تو اس مجموعہ کو یروشلم والی طالموت کہتے ہیں، اور جب بابل والی گمرا ملتی ہے تو اس مجموعہ کو بابل والی طالموت کہتے ہیں''۔

یہ حال یہودیوں کا احادیث اور روایات زبانی کے بارے میں ہے جو فرقۂ پروٹسٹنٹ (Protestant) کے دو مفسروں نے لکھا ہے، اور اب حال عیسائیوں کے جمہور سلف اور رومن کیتھولک (Roman Catholic) کا سنئے!

یوسی بیس کی کتاب سے اُس بات کی سند کہ عیسائیوں کے جمہور سلف بھی حدیث اور روایت زبانی کا بڑا اعتبار کرتے ہیں

یوسی بیس جس کی تاریخ کو رومن کیتھولک (Roman Catholic) اور پروٹسٹنٹ (Protestant) دونوں معتبر جانتے ہیں اپنی تاریخ کی دوسری کتاب کے نویں باب میں یعقوب حواری کے حال میں لکھتا ہے (نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۷۸) کہ:

"کلیمنس اس یعقوب کے حال میں اپنی ساتویں کتاب میں ایک حکایت یاد رکھنے کے قابل نقل کرتا ہے، ظاہر یہ ہے کہ کلیمنس نے اس حکایت کو ان زبانی روایتوں سے لکھا ہے جو اس کو باپ دادے سے پہنچی تھیں"۔

پھر کتاب تیسری کے تیئسویں باب میں ارینیوس کا قول یوں نقل کرتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۱۲۳) کہ:

"افسس کا کلیسا جس کو پولوس نے بنایا، اور یوحنا حواری ترجان کے عہد سلطنت تک وہاں رہا، حواریوں کی احادیث کا گواہ ایمان والا ہے"

پھر اسی صفحہ میں کلیمنس کا قول یوں نقل کرتا ہے کہ:

"یوحنا حواری کی بابت ایک حکایت سنو کہ جھوٹی نہیں بلکہ درست

اور سچی ہے (اس لئے کہ) سینہ بسینہ اور حفاظت سے رہی ہے"۔

پھر تیسری کتاب کے چوبیسویں باب میں لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۱۲۶):

"مسیح کے مرید جیسے بارہ (۱۲) حواری اور ستر (۷۰) رسول اور اور بہت آدمی ان حالوں سے (یعنی جن کو انجیلیوں نے لکھا ہے) ناواقف نہ تھے لیکن ان سے صرف متی اور یوحنا نے ان حالوں کو لکھا ہے، اور بس، اور روایات زبانی سے معلوم ہوا کہ ان کا لکھنا بھی محض ضرورت کے سبب تھا"۔

پھر تیسری کتاب کے اٹھائیسویں باب میں لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۱۳۲):

"ارینیوس اپنی تیسری کتاب میں ایک حال لکھنے کے قابل لکھتا ہے اور اس کو وہ حال پولیکارپ سے زبانی روایت کے وسیلہ سے پہنچا ہے"۔

پھر چوتھی کتاب کے پانچویں باب میں لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۱۴۷)

"یروشلم کے اسقفوں کا حال ترتیب وار کسی کتاب میں نہیں دیکھا، اور زبانی روایت سے ثبوت کو پہنچا ہے کہ وے (وہ) تھوڑی مدت رہے ہیں"۔

پھر تیسری کتاب کے چھتیسویں باب میں لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۱۳۸):

"ہم کو روایت زبانی سے یوں پہنچا ہے کہ جب اگناٹیوس کو اس لئے کہ مسیحی ہونے کے جرم سے اس کو درندوں کے آگے ڈلوا کر مروا ڈالیں سریا سے روم کو لیجاتے تھے، اور پہرے کی حفاظت میں ایشیا سے گذرا تو اس

نے راہ میں مختلف کلیسوں کو اپنی نصیحتوں اور قولوں سے محکم کیا، اور ان بدعتوں سے جو ان دنوں میں پھیل گئی تھیں یا نئی حادث ہوئی تھیں (نئی پیدا ہوئی تھیں) خبردار کیا اور نصیحت کی کہ ان زبانی روایتوں کے ساتھ جو حواریوں سے منقول چلی آتی ہیں مضبوط لپٹے رہو، اور آپ بھی زیادتی حفاظت کا خیال کر کے یوں مناسب سمجھا کہ ان روایات کو لکھ کر ان پر اپنی گواہی کر گیا"۔

پھر تیسری کتاب کے انتالیسویں باب میں پےپیس کے حال میں یوں لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ۱۴۲) پی پیس اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"کہ ان سب چیزوں کو جو مشائخ سے مجھے پہنچی تھیں اور میں ان کو خوب طرح (اچھی طرح) سے تحقیق کر کے یاد رکھتا ہوں، تمہارے نفع کے لئے لکھتا ہوں، تاکہ میری گواہی سے ان کی تصدیق زیادی ہو جاوے، کیونکہ میں قدیم سے ان لوگوں سے جو بہت باتیں بکتے ہیں یا اور نصائح بھی تعلیم کرتے ہیں حدیثوں کے سننے پر راضی نہ ہوا بلکہ انہیں لوگوں سے حدیثوں کو سنا ہے کہ جو سچ اور صرف انہیں نصیحتوں کو جو ہمارے خداوند سچے سے منقول ہیں تعلیم کرتے ہیں، اور جن مشائخ کے پیرو سے ملا ہوں، ان سے بھی دریافت کیا ہے کہ اندریاہ یا پطرس یا فلپ یا توناہ یا یعقوب یا یوحنا یا متی یا اور کسی خداوند کے مرید نے یا ارستیون یا کشیس یوحنا خداوند کے مرید نے کیا کہا ہے، کیونکہ جس قدر فائدہ زندوں کی زبان سے میں نے اٹھایا ہے اس قدر کتابوں سے نہیں اٹھایا"۔

پھر چوتھی کتاب کے آٹھویں باب میں لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۱۵۱):

''کلیسا کے مؤرخوں (میں) سے جیسے یوس مؤرخ نامور ہے، اور بہت چیزیں جن کو اس نے زبانی روایتوں کے وسیلہ سے حواریوں سے نقل کیا ہے، اس کی تالیفات سے منقول ہوئی ہیں اور اس مصنف نے ان حواریوں کے مسئلوں کو جو زبانی روایتوں کے وسیلہ سے اس تک پہنچے تھے سلیس عبارت میں پانچ کتابوں کے اندر لکھا ہے''۔

پھر چوتھی کتاب کے چودھویں باب میں پولیکارب کے حال میں ارینیوس کا قول یوں نقل کرتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۱۵۸) کہ:

''پولیکارب نے ہمیشہ وہی تعلیم کی جس کو حواریوں سے تعلیم پایا، اور کلیسا نے اس کو سینہ بسینہ پہنچایا تھا، اور سچا مسئلہ تھا''۔

پھر پانچویں کتاب کے چھٹے باب میں اربنیوس کے قول سے اسقفوں روم کی فہرست نقل کر کے لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۲۰۱):

''اب ال بھتیروس وہاں کا بارھواں اسقف اس سلسلہ سے ہے کہ جس کی وساطت سے حواریوں کی زبانی روایات اور سچ ہم تک پہنچا''۔

پھر پانچویں کتاب کے گیارھویں باب میں کلیمنس کا قول یوں نقل کرتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۲۰۶) کہ:

''میں نے یے (یہ) کتابیں جاہ طلبی کے لئے تصنیف نہیں کیں، بلکہ اپنے بڑھاپے کا خیال کر کے، اور اس لئے کہ میری بھول کا زہر مہرہ ہوں

تفسیر کے طور پر جمع کی ہیں، گویا یہ ان الہامی مسئلوں کی شرح ہیں جن کو میں سچے آدمی برکت والوں سے معلوم کر کے عزت والا بنا ہوں، اور ان آدمیوں (میں) سے ایک یونی گوس ہے جو یونان میں تھا، دوسرا وہ تھا جو میکنا کریشیا میں رہتا تھا، ایک ان میں سے سریانی دوسرا مصری تھا، اور اور مشرق کے رہنے والے تھے، ایک ان میں سے اسودی تھا، اور ایک عبرانی فلسطین کے ملک کا، اور جس شیخ کی سبب سے پیچھے مجھے ملازمت نصیب ہوئی مصر میں چھپا ہوا تھا، اور یہ سب مشائخ سے افضل تھا، اس کے بعد کسی اور شیخ کی میں نے تلاش نہیں کی کیونکہ اس سے کوئی افضل نہ تھا، اور ان مشائخ نے ان سچی روایتوں کو جو پطرس اور یعقوب اور یوحنا اور پولوس سے پشت در پشت منقول ہیں محفوظ رکھا ہے"۔

پھر پانچویں کتاب کے بیسویں باب میں ارینیوس کا قول یوں نقل کرتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۱۲۹):

"خدا کے فضل سے میں نے یہ باتیں بڑے غور سے سنی ہیں، اور ان کو میں نے اپنے سینہ میں لکھا ہے، نہ کاغذ پر، اور قدیم سے میری عادت ایسی ہے کہ ان کو ہمیشہ دیانت سے دور کرتا ہوں"۔

پھر پانچویں کتاب کے چوبیسویں باب میں لکھا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۲۲۲):

"پولی کراتیس اسقف اپنے خط میں جس کو اس نے وکٹر (۱) اور کلیسائے روم کے نام لکھا ہے ایک روایت لکھتا ہے جو اس کو سینہ بسینہ پہنچی تھی"۔

---

(۱) دکٹر نام ایک شخص کا ہے، جو [illegible] ری صدی میں روما کا اسقف تھا، اور ۱۹۶ء میں اس نے مشرق کے کلیسوں کو حکم ناطق بھیجا تھا کہ سب کے سب روما کے دستور کے موافق کاربند ہوں۔ ۱۲ منہ

پھر پانچویں کتاب کے پچیسویں باب میں لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۲۲۶)

کہ:

"نارکسُوس اور بھتیوفلوس اور کاسیوس فلسطین کے اسقفوں نے اور کلیسہ اسور کے اسقف اور تولمائی کے اسقف کلاروس اور اور آدمیوں نے جو ان اسقفوں کے ساتھ آئے تھے، اس روایت کے حق میں جو عید فصح کی بابت ان کو حواریوں سے سینہ بسینہ پشت در پشت پہنچی تھی، بہت باتیں پیش کر کے اپنے خط کے آخر میں ایسا لکھا کہ اس خط کی نقلیں کلیسوں میں روانہ کر دیجیو، تاکہ ان لوگوں کو کہ سیدھے راہ سے جلد مچل جاتے ہیں، بھاگنے کی جگہ نہ رہے"۔

پھر چھٹی کتاب کے تیرہویں باب میں کلیمس اسکندریانوس کے حال میں جو حواریوں کے تبع تابعین یعنی عیسوی مذہب کے تیسرے طبقہ کے لوگوں میں سے تھا، لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۲۴۶):

"اس نے اپنی اس کتاب میں جس کو عید فصح کی بابت لکھی ہے، یوں لکھا ہے کہ طبقات آئندہ کے نفع کے لئے میرے دوستوں نے مجھ سے درخواست کی کہ ان روایتوں کو جن کو اسقفوں سے میں نے سنا ہے لکھوں"۔

پھر چھٹی کتاب کے اکتیسویں باب میں لکھتا ہے (نسخہ مذکورہ صفحہ ۲۶۳):

"ایفری کانوس اپنے خط میں کہ (جو) اب تک موجود ہے اور ارستیڈلیس کے نام لکھا تھا، اس ایک رویت کے باعتبار جو اس کو باپ دادوں سے پہنچی تھی انجیل متی اور لوقا کی نسب ناموں میں تطبیق دیتا ہے"۔

جان ملز کیتھولک کی کتاب سے اس بات کی سند کہ رومن کیتھولک کے نزدیک بھی

حدیث اور روایات زبانی کا بڑا اعتبار ہے

اور جان ملز کا تلک (کیتھولک) اپنی کتاب میں جو ۱۸۴۳ء میں ڈربی کے اندر چھپی ہے، اپنی دسویں چٹھی کے اندر جسمین برون کو لکھتا ہے کہ:

''میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ کاتلک (کیتھولک) کے ایمان کا مبنیٰ فقط وہی خدا کا کلام نہیں کہ مکتوب ہو بلکہ عام ہے، مکتوب ہو یا غیر مکتوب، یعنی کتب مقدسہ اور روایات زبانی اس طور پر کہ کیتھولک کے کلیسا نے ان دونوں کی شرح کی ہے''۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے کہ:

''ارینیوس نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے پانچویں باب میں ایسا لکھا ہے کہ حق جویوں کے لئے کوئی کام اس سے بڑا آسان نہیں کہ حواریوں کی ان روایات زبانی کو جن کو انہوں نے تمام عالم میں ظاہر کیا ہے، ہر کلیسہ میں ڈھونڈھیں''۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے کہ:

''ارینیوس اپنی کتاب کی پہلی جلد کے تیسری باب میں لکھتا ہے کہ اگرچہ قوموں کی زبانیں جدے جدے (جدا جدا) ہیں، پر روایات زبانی کی حقیقت سب جگہ ایک ہی ہے، جرمن کے کلیسے فرانس اور اسپانیہ مشرق اور مصر اور لیبیا کے کلیسوں سے تعلیم اور عقیدے (عقائد) میں مخالفت نہیں رکھتے''۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے کہ:

''ارینیوس اپنی کتاب کی تیسری جلد کے دوسرے باب میں لکھتا ہے کہ جو سارے کلیسوں کے سلسلوں کے لکھنے میں طول ہوتا ہے، اس لئے ہم کلیسے روم (کلیسائے روم) کے جو پرانا اور بڑا اور بہت مشہور ہے، اور

پطرس اور پولس کا بنایا ہوا ہے، اور سب کلیسے اس سے موافقت رکھتے ہیں، روایت اور عقیدے کی طرف رجوع کرتے ہیں، کیونکہ اس میں حواریوں کی سب زبانی روایتیں جو پشت در پشت منقول ہوئے ہیں محفوظ ہیں"۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے:

"ارینیوس اپنی چوتھی کتاب کے چوسٹھویں باب میں لکھتا ہے کہ: اگر بالفرض حواری لوگ ہمارے واسطہ کتابیں نہ چھوڑتے تو کیا اس صورت میں ہم پر یہ لازم نہ تھا کہ ہم ان حکموں کی پیروی کریں جو حواریوں کی ان زبانی روایتوں سے ثابت ہوئے ہیں، جن کو حواریوں نے ایسے لوگوں کو سونپی تھیں کہ انہوں نے کلیسہ کو سونپے (سونپا)، اور یہی زبانی روایتیں ہیں کہ جن پر روے (وہ) وحشی لوگ جو مسیح پر ایمان لائے ہیں بغیر استعمال حرفوں اور سیاہی کے عمل کرتے ہیں"۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے کہ:

"ٹرٹولین (۱) اپنی کتاب میں جس کو اہل بدعت کے مقابلہ میں لکھی ہے اور رہنان شہر میں چھپی ہے، ۳۶، ۳۷ صفحہ میں لکھتا ہے کہ اہل بدعت کی عادت ہے کہ مقدس کتابوں سے تمسک پکڑتے ہیں، اور دلیل لاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کتب مقدسہ مکتوبہ کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کو ایمان کی اصل ٹھہرا کے اس کے موافق کہا جاوے، اور اس حیلہ سے قوی لوگوں کو عاجز کرتے ہیں، اور ضعیف لوگوں کو اپنے جال میں پھانس لیتے ہیں، اور متوسط لوگوں کو شک میں ڈال دیتے ہیں، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو کبھی اجازت نہ دیجو (نہ دو) کہ مقدس کتابوں سے مباحثہ کریں، کیونکہ ان کتابوں کے مضامین پر مباحثہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، کہ اس کے سوا کہ پیٹ اور دماغ خراب ہو، اس لئے یہ طریقہ غلط ہے کہ مباحثہ میں مقدس کتابوں کی طرف رجوع کیا جاوے کیونکہ ان سے فیصلہ نہیں ہوتا اور اگر کچھ ہوتا ہے تو ناقص طور سے ہوتا ہے، اور جو

(۱) یہ فاضل دوسری صدی عیسوی میں گزرا ہے اور ۱۹۳ء میں پیتالیس برس کی عمر میں شہر کرتاگو کا اسقف تھا۔ ۱۲ منہ

یہ بات بھی نہ ہوتی تو بھی یہ طریقہ گفتگو کا ایسا تھا کہ اول دریافت کیا جاتا کہ مقدس کتابیں کن لوگوں سے علاقہ (تعلق) رکھتی ہیں، اور کس آدمی سے کس آدمی نے، کس آدمی کو کس وقت میں ایسی روایات کو پہنچایا کہ ہم اس کے وسیلہ سے مسیحی بنے ہیں، کیونکہ جس جگہ دین مسیحی کے حکم اور عقیدے پائے جاویں گے اس جگہ انجیل کا صدق اور اس کے معانی اور دین عیسوی کی ساری روایات زبانی پائی جاتیں"۔

پھر اسی چٹھی میں لکھا ہے کہ:

"اُرِجن کہتا ہے کہ ہمیں نہ چاہئے کہ ہم ایسے لوگوں کا اعتبار کریں کہ مقدس کتابوں کا حوالہ دیکر کہتے ہیں کہ تمہارے گھر میں کلام ہے دیکھ لو، کیونکہ ہمیں نہ چاہئے کہ کلیسے کی پہلی روایت کو چھوڑ دیں یا اس چیز کے سوا کہ جس کو خدا کے کلیسوں نے مسلسل روایت سے ہم تک پہنچایا ہے اعتقاد کریں"۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے کہ:

"باسلیوس لکھتا ہے کہ کلیسے میں بہت مسئلے محفوظ ہیں جن کا وعظ کیا جاتا ہے، ان سے بعضے تو مقدس کتابوں سے اور بعضے زبانی روایتوں سے، کہ دین میں دونوں کی قوت برابر ہے ماخوذ ہیں، اور جس شخص کو شریعت عیسوی سے تھوڑا سا وقوف (واقفیت) ہوگا اس بات پر اعتراض نہ کرے گا"۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے کہ:

"اپی فائنس اپنی کتاب میں جس کو اہل بدعت کے مقابلہ میں لکھی ہے، لکھتا ہے کہ: ہم کو چاہئے کہ زبانی روایات کا استعمال کریں، کیونکہ سب چیزیں مقدس کتابوں میں پائی نہیں جاتیں"۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے کہ:

"کریزاستم تھسلنیکیون کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب کے

چودھویں درس کی تفسیر کے ذیل میں لکھتا ہے کہ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ حواریوں نے سب چیزیں تحریر کے وسیلہ سے ہم کونہیں پہنچائیں، بلکہ بہت چیزیں تحریر کے بغیر بھی ہم تک پہنچائی ہیں، اور یے (یہ) دونوں اعتبار میں برابر ہیں، اس سبب ہم کو چاہیئے کہ لحاظ کریں کہ کلیسے کی روایت ایمان کا منشا ہے اور جب کوئی چیز زبانی روایت سے ثابت ہوجائے (تو) اس سے زائد نہ طلب کریں"۔

پھر اسی چھٹی میں لکھتا ہے کہ:

"اگسٹائن (Augstine) اس شخص کے اصطباغ کی بابت جس کو پہلے بدعتیوں نے اصطباغ دیا ہو، ایسا لکھتا ہے کہ اس بات میں اگرچہ حواریوں کی کوئی سند تحریری نہیں پر (لیکن) خیال کرنا چاہیئے کہ یہ رسم زبانی روایت سے کی گئی ہے، کیونکہ بہت چیزیں ہیں جن کا کلیسا عام لحاظ کرتا ہے، اور مانتا ہے کہ ان کو حواریوں نے مقرر کیا ہے باوجودیکہ وے (وہ) مرقوم (لکھے ہوئے) نہیں ہیں"۔

پھر اسی چٹھی میں لکھتا ہے کہ:

"بدعتیوں کو چاہیئے کہ مقدس کتابوں کے معانی عام کلیسہ کی روایت کے موافق کرے"۔

زبانی روایات کے بارے میں کیتھولک ہرلڈ کا بیان

اور کیتھولک ہرلڈ کی تیسری جلد کے ترسٹھویں صفحہ میں لکھا ہے کہ:

"رب موسیٰ قد سے بہت شاہد اس امر کی لاتا ہے کہ کلام مقدس کا متن حدیث اور زبانی روایتوں کی مدد کے بغیر سمجھا نہیں جاتا اور کاتلک (کیتھولک) مذہب کے مشائخ نے ہر وقت میں اسی قاعدہ کی پیروی کی ہے"۔

اور ٹرٹولین کہتا ہے کہ:

''اس چیز کے جان لینے کے لئے جن کو مسیح نے حواریوں کو بتلایا چاہیے کہ ان کلیسوں کی طرف رجوع کریں جن کو حواریوں نے بنایا ہے، اور اپنی تحریروں اور زبانی روایتوں سے ان کو تعلیم کیا ہے، اور خود یہ انجیل متعارف بھی اس کی مؤید ہے''۔

اور چونکہ پروٹسٹنوں نے اس قاعدہ کی پیروی نہیں کی اس لئے ان کی شروح اور تفاسیر میں بائبل کے کسی مقام کے مدعا کو دیکھو تو کم ہی ایسی بات ہوگی کہ اس کی ایک طور پر ان لوگوں نے شرح کی ہو۔

مرآۃ الصدق کے مولف کا بیان

اسی واسطے مرآۃ الصدق کا مؤلف یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۰):

''کتاب مقدس کہتی ہے یعنی کتاب میں ہر ایک نبوت کی بات آپ سے آپ بیان نہیں کی گئی، ۲-پطرس کا ۱-باب، ۲۰ آیت اور یہ کہ ولی پاولس کے مکتوبوں میں کئے ایک سخن ہیں جن کا سمجھنا بالکل مشکل ہے، اور وے (وہ) جو جہلاء اور ضعفاء ہیں ان کے معنوں کو بھی دوسری کتابوں کے مضمونوں کی طرح اپنی ہلاکت کے لئے پھیرے ہیں''۔

ایضاً ۳ باب ۱۶ آیت:

''بس جو (جب) کتاب مقدس کا سمجھنا آسان ہے، تو یہ کیا بات ہے کہ جہلاء صحیح مدعا کو غلطی کے ساتھ معنی دیتے ہیں، اور ایسا کرنے سے اپنی ہلاکت پیدا کرتے ہیں، حواری بھی ''ایماؤس'' (۱) کو جاتے ہوئے کتاب مقدس کو نہ سمجھتے تھے جب تک کہ مسیح نے آپ (بذات خود) ان پر اس کی شرح کی، اور نہ ایتوفیا کا خوجہ سمجھتا تھا کیونکہ فیلبوس نے اس سے پوچھا کہ آیا تو جو کچھ پڑھتا ہے سمجھتا ہے، وہ بولا یہ مجھ سے کیوں کر ہو سکے جب تک کوئی مجھے ہدایت نہ کرے''۔

(۱) ایک شہر کا نام ہے، مترجم

اعمال کا ۸ باب ۳۱ آیت:

"علاوہ اس کے اگر کتاب مقدس کا سمجھ لینا ایسا آسان تر ہے تو اس کی کیا وجہ ہے کہ دو پروٹسٹنٹ ایسے کم ہوں گے کہ کتاب مقدس کے کسی مقام کے مدعا و معنی کو بالاتفاق ایک خلاصہ پر سمجھتے ہوں، مثلاً پروٹسٹنٹوں نے ایک فقط ایوکرستیا کے باب میں ان چند الفاظ کی بابت یعنی یہ میرا بدن ہے یا ک (۱)، حواری لوتھر کے چھتیس قیاس سے کم شمار نہیں کیے ہیں حالانکہ اس جملہ کا سمجھنا بہت آسان ہے، (۲) مگر جدے جدے (جدا جدا) فرقوں کے درمیان کم سے کم اسی طرح کا ترجمہ ان لفظوں کا ہے۔

کالیکٹ ڈاکما جلد ۲ صفحہ ۲۰:

"میں پوچھتا ہوں کہ وے (وہ) ذیل کی عبارت سے کیا سمجھتے ہیں یعنی زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو اور نہ تم اپنے تیں -تی کہلاؤ مسیح"۔

متی ۲۳ باب ۹، ۱۰ آیت

"اور یہ اگر کوئی شخص تیرا کرتا اتار لے، اور تجھے قاضی کے روبرو لے جاوے تو اسے اپنی قبا بھی اتار دے"۔

ایضاً ۴۶:

"اور یہ کہ یعنی جو کوئی تجھ سے کچھ مانگے اسے دے اور اس سے جو تیرا مال لے لے پھر مت مانگ"۔

لوقا کا چھٹا باب ۳۲ آیت:

"اور پھر یہ کہ جب تو چاشت یا شام کا کھانا تیار کرے تو اپنے دوستوں کو اور اپنے بھائیوں کو مت بلا"۔

---

(۱) یہ طعن سے کہا ہے

(۲) کاتولیک (کیتھولک) مانیوایل انترو صفحہ ۸۲

ایضاً ۴ اباب ۱۲ آیت:

"پس یہ سیکڑوں اور مشکلوں میں چند مشکلیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ کتاب مقدس آپ (بذات خود) سے آسان اور سلیس الفہم نہیں ہے حتیٰ کہ ان باتوں میں بھی جو ہمارے فرائضات (فرائض) اخلاق سے علاقہ (تعلق) رکھتے ہیں، اور ان سے ایک بڑا ولی کہتا ہے، یعنی کتاب مقدس میں بہت باتیں ہیں کہ میں نہیں جانتا، بہ نسبت ان کے جنہیں میں جانتا ہوں"۔

(یہاں تک کلام "مرآۃ الصدق" والے کا تھا) اور انجیل سے جن درسوں کو اس نے نقل کیا ہے ان میں سے بعض بعض کے ترجے پروٹسٹنٹوں کے ترجمہ کے خلاف ہے، شاید اس کا سبب وہ ہوگا جو اس نے لکھا۔

نتائج بحث

اب تفسیر آدم کلارک اور تفسیر ہارن اور تاریخ یوسی بیئس اور کتاب جان لمیز کاتلک (کیتھولک) ہرلڈ سے کئی باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اول

اول یہ کہ یہودی لوگ حدیث اور زبانی روایت کا اعتبار کرتے ہیں، اور اس کو بھی مثلِ آئین مکتوب کے من جانب اللہ واجب التسلیم جانتے ہیں، بلکہ آئین مکتوب سے ان روایات اور احادیث کا ادب زائد کرتے ہیں، اور آئین کو بمنزلۂ قالب اور ان روایات کو بمنزلۂ روح تصور کرتے ہیں، اور ان کے حق میں بہت بڑھ کر اعتقاد رکھتے ہیں، یہاں تک کہ توریت میں بعض الفاظ کو ناقص بتلاتے ہیں، مگر ان روایات اور احادیث کے سب الفاظ کو کامل کہتے ہیں، اور جب توریت کا یہ حال ہو تو اور انبیاء کے اور صحیفوں کا تو کیا ذکر، اور دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ یہ زبانی

روایات پشت در پشت روایت زبانی کے وسیلہ سے نقل ہوتی چلی جاویں، اور خدا کا کلام ان روایات کی مدد کے بغیر سمجھا نہیں جاتا، اور خدا کے کلام کے معنی انہیں روایات کے موافق کرتے ہیں، اگرچہ وہ معنی روایتی اور بہت جگہوں کے مخالف ہوں، اور جو معنی ان روایات کے مخالف ہوں ان کو یقیناً مردود سمجھتے ہیں۔

دوم

دوم یہ کہ جب آدم کلارک اور ہارن کی تحریر کے موافق ان روایات کو یہودا حق دوش نے ایک کتاب میں جمع کرکے اس کا نام ''مسنا'' رکھا ہے، اور ہارن کی تقریر کے مطابق یہ جمع دوسری صدی عیسوی کے اخیر میں ظہور میں آئی ہے، تو اس حساب سے وہ روایات حضرت موسیٰؑ کے عہد سے ربّ یہوداحق دوش کے عہد تک (کہ تقریباً سترہ سو برس کا عرصہ (۱) ان دونوں عہدوں کے درمیان گزرا ہے) فقط زبان پر ہی محفوظ رہیں، باوجود اس کے توریت مکتوب کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر ان کا اعتبار رہا اور ہے۔

سوم

سوم یہ کہ مجمع علماء کے بعد اور طبقات میں ان سب روایات کی روایت بطریقہ آحاد رہی، اکثر طبقوں میں فقط ایک ایک ہی راوی رہے، اور بعضے ان کے یقیناً صاحب

---

(۱) اور اس عرصہ میں بڑے بڑے حادثے یہود پر پڑے، جیسے بخت نصر اور انیٹوکس اور طیطوس رومی کا، کہ ان میں ان کی اور ان کے علماء اور ان کی کتابوں کی بڑی بربادی ہوئی، اور یہ حادثہ ان سب کے علاوہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے مرنے کے بعد بنی اسرائیل کے دس فرقے یوربعام کے ورغلانے سے مرتد بن گئے تھے، اور مقدس کتابوں سے انہیں کچھ کام نہ رہا تھا، پھر یہودا کے بادشاہوں کے مرتد ہونے سے دو باقی فرقوں میں سے بھی اکثر کا یہی حال ہوا، جیسا کہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں مفصل آتا ہے، ۱۲ منہ

الہام اور پیغمبر بھی نہیں، گمیئیلیل اور شمعون ثانی اور گمیئیلیل ثانی اور شمعون ثالث، بلکہ عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق تو یہ لوگ سخت کافر ہیں، جو جناب مسیح اور ان کے حواریوں اور ان کے تابعین کے منکر تھے، اور ایمان نہیں لاتے تھے، اور بعضے بعضے طبقوں میں دو دو بھی ہیں، باوجود اس کے ان کے نزدیک واجب الاعتبار اور سب عقائد کی اصل ہیں، اور ہمارے مذہب میں اس قسم کی حدیث کسی عقیدہ کی اصل نہیں ٹھہر سکتی، اور عمل میں بھی اس کا بعض شرائط کے ساتھ اعتبار ہوتا ہے، جن کی تفصیل آتی ہے۔

چہارم

چہارم یہ کہ جب بابل والے "گمرا" "آدم کلارک" اور "ہارن" کے اقرار کے موافق چھٹی صدی میں لکھے گئے، اور یہودیوں کے نزدیک بڑی ہی معتبر ہے، تو اس کی روایتیں جن کو "ہارن" بیہودہ کہانیاں بتلاتا ہے، دو ہزار برس سے زیادہ تک فقط زبان ہی پر محفوظ رہیں، اور یہود کے نزدیک معتبر ٹھہریں، اگرچہ عیسائی لوگ ان کو بیہودہ بتلاویں۔

پنجم

پنجم یہ کہ یوسی بیس اور جان ملز کینھوک کے اقرار کے موافق کلیمنس اور ارینوس اور ہجیسی پوس اور پولی کارب اور پولی گراٹیس اور نارکٹوس اور تھیوفلوس اور کاسیوس اور کلاروس اور کلیمنس اسکندریانوس اور ایفریکانوس اور ٹرٹولین اور ارجن اور یاسلیوس اور پالی فانیس اور گریز استم اور اگستاس اور ونسنٹ اسقف اور دوسرے قدماء اور اسقف عیسائی مذہب کے جمہور سلف روایات زبانی کو واجب الاعتبار سمجھتے تھے، اور بہت احکام اور بہت وقائع ان روایات سے ثابت کئے ہیں، اور یوسی بیس کی تحریر سے تو روایت زبانی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ متی اور یوحنا نے اپنی انجیلیں

محض ضرورت کے سبب لکھی تھیں۔

ششم

ششم یہ کہ اگناٹیوس کی سارے ان کلیسوں کو جن پر وہ ہو کے گذرا ہے یہی ہدایت تھی کہ زبانی روایات کے ساتھ مضبوط لپٹے رہیو، اور پی بیس روایت زبانی کو ترجیح دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ:

"جس قدر فائدہ زندوں کی زبان سے میں نے اٹھایا ہے اس قدر کتابوں سے نہیں اٹھایا"۔

اور ارینوس افسس کے کلیسہ کو حواریوں کی احادیث کا گواہ باایمان بتلاتا ہے اور الی بھیروس کو بارھواں اسقف اس سلسلہ کا کہتا ہے کہ:

"جس سلسلہ کی روایت سے حواریوں کی زبانی روایات اس تک پہنچیں، اور اس قول کے موافق بارہ (١٢) واسطوں تک اس کے نزدیک حواریوں کی روایات زبانی واجب التسلیم اور سچی سمجھی جاتی ہیں"۔

اور یہ بھی کہتا ہے کہ:

"خدا کے فضل سے میں نے احادیث کو بڑے غور سے سن کر اپنے سینہ پر لکھا ہے، نہ کہ کاغذ پر، اور قدیم سے میری عادت ایسی ہے کہ ان کو ہمیشہ دیانت سے دَور کرتا ہوں"۔

اس کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ سلف کے مسیحیوں کے نزدیک اس کا بڑا اعتبار تھا کہ بات کو غور سے سن کر یاد رکھے، اور دیانت سے اس کا دَور کرتا رہے، اور کاغذ پر لکھنے کا اتنا اعتبار نہ تھا، اور پہلے معلوم ہوا کہ متی اور یوحنا نے اپنی اناجیل محض ضرورت کے سبب لکھی تھیں، اور یہ بھی لکھتا ہے کہ:

"حق جوئیوں کے لئے کوئی کام اس سے بڑا آسان نہیں کہ حواریوں کی

ان روایات زبانی کو جن کو انہوں نے تمام عالم میں ظاہر کیا ہے ہر کلیسہ میں ڈھونڈھیں"۔

اور یہ بھی لکھتا ہے کہ:

"کلیسے روم (میں) حواریوں کی زبانی روایتیں جو پشت در پشت منقول ہوئی ہیں محفوظ ہیں"۔

اور یہ بھی لکھتا ہے کہ:

"اگر بالفرض حواری لوگ ہمارے واسطے کتابیں نہ چھوڑتے تو بھی ہم پر ان احکام کی پیروی لازم تھی جو حواریوں کی ان زبانی روایات سے ثابت ہوئے ہیں جن کو انہوں نے ایسے لوگوں کے سپرد کیا تھا کہ انہوں نے کلیسہ کے سپرد کیا"۔

اور ٹرٹولین اور اُرِجن اہل بدعت کے اس قول کو کہ کتب مقدسہ مکتوبہ کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کو ایمان کی اصل ٹھہرا کے اس کے موافق کہا جاوے مردود بتلاتے ہیں، اور روایت زبانی کو بھی کتب مقدسہ کے برابر کہتے ہیں، اور باسلیوس بھی ایسا ہی کہتا ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ جس شخص کو شریعت عیسوی سے تھوڑی سی واقفیت ہوگی اس بات پر اعتراض نہ کرے گا، اور کریزاسٹم روایت زبانی کو برابر کتب مقدسہ کے بتلاتا ہے، اور کہتا ہے کہ:

"کلیسا کی روایت ایمان کا منشا ہے"۔

اور اگسٹائن اقرار کرتا ہے کہ:

"بہت چیزیں ہیں جن کا کلیسا عام لحاظ کرتا ہے، اور مانتا ہے کہ ان کو حواریوں نے مقرر کیا ہے، باوجودیکہ مرقوم (لکھی ہوئی) نہیں ہیں"۔

اور کلیمنس اپنے مشائخ کا ذکر کر کے کہتا ہے کہ:

"ان مشائخ نے ان سچی روایتوں کو جو پطرس اور یعقوب اور یوحنا اور پولوس سے پشت در پشت منقول ہیں محفوظ رکھا ہے"۔

روایات زبانی اور پروٹسٹنٹ

اور آدم کلارک پروٹسٹنٹ اور جان ملز کا تلک (کیتھولک) اور کاتلک ہرلڈ کے موافق رومن کا تلک (کیتھولک) قدیم سے اب تک کتب مقدسہ کے برابر روایات زبانی کو واجب التسلیم سمجھتے ہیں، اور ایمان کے اصول (میں) سے گنتے ہیں، تو اب جمہور پروٹسٹنٹوں کے انکار کا کیا اعتبار بلکہ ان کا انکار انجیل کے بھی مخالف ہے۔

تمتھی (تیمتھیس) کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب کا دوسرا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور میری ان باتوں کو جو تو نے بہتیرے (بہت سارے) گواہوں کی معرفت سنی ہیں، ایسے امانت داروں کے سپرد کر جو اوروں کو سکھانے کے لائق ہوں"۔

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"وانچہ از من بوسیلہ شاہدان متعدد شنیدہ بسپار باشخاص معتبرے کہ قابلیت تعلیم نمودن دیگران را داشتہ باشند"

اس میں تمتھی کو دیکھو کیا حکم ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت زبانی کا اجراء حواریوں کے حکم سے ہوا، اور ان کے نزدیک وہ بھی واجب الاعتبار تھیں، وگرنہ پولوس مقدس کیوں لکھتے کہ تو نے میری باتیں معتبر گواہوں سے سنی ہیں، امانت دار لوگوں کے سپرد کر کہ وے (وہ) اوروں کو سکھلا دیں۔

اور تھسلنیکیوں کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب کا پندرھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"پس اے بھائیو! پائدار رہو، اور ان باتوں کو جو تمہارے سپرد کی گئیں یا جسے تم نے کلام سے یا ہمارے خط سے سیکھا تھا ے رہو"۔

فارسیہ مذکورہ:

"پس اے برادران! راسخ قدم باشید وآں احکامے را کہ خواہ از کلام و خواہ از مکتوب ما فرا گرفتید محکم نگاہ دارید"۔

پس اس میں صاف ہے کہ تھسلینکیوں کے کلیسے کو جیسے تحریر کے وسیلہ سے حکم (احکام) سپرد ہوئے ہیں، ویسی ہی روایات زبانی سے بھی، اور تمتھی کے دوسرے نامہ کے پہلے باب کا تیرہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"تو ان صحیح باتوں کو جو تو نے مجھ سے سنیں، اس ایمان اور محبت میں جو مسیح یسوع سے ہے نمونہ بنا رکھ"۔

فارسیہ مذکورہ:

"وآں کلام صحیح را کہ از من شنیدہ چوں با معیار و با ایمان و محبت کہ در مسیح یسوع است تمسک جو"۔

اور تمتھی کے دوسرے نامہ کے تیسرے باب کا چودہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"لیکن ان باتوں پر جو تو نے سیکھیں اور یقین جانیں قائم رہ"۔ الخ

اور تھسلینکیوں کے دوسرے نامہ کے تیسرے باب کا چھٹا درس یوں ہے (نسخہ مذکورہ ۱۸۴۴ء):

"اے بھائیو! ہم اپنے خداوند یسوع مسیح کے نام سے تمہیں حکم کرتے ہیں کہ تم ہر ایک بھائی سے جو بے ترتیب چلتا ہے، اور اس سونپی ہوئی بات پر جو ہم سے ملی ہے عمل نہیں کرتا، باز رہو"۔

اور غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ قطع نظر اس بات کے کہ یہ انکار پروٹسٹینٹوں کا، اقوالِ پولوس سے صریح مخالفت رکھتا ہے، اور جمہور سلف کے قول کے مخالف پڑتا ہے، اور بعض مشائخ سلف کے قول کے موافق، ان کو مبتدعینِ عیسائی مذہب کے زمرے میں داخل کرتا ہے، ایک اور بڑی قباحت لازم آتی ہے کہ ان کو اس انکار کے سبب سے اپنے کتب مقدسہ کے بہت سے اجزاء کا انکار کرنا پڑے گا۔

کیونکہ کتاب امثال سلیمان کے پانچ باب، پچیسویں سے انتیسویں تک روایات زبانی کے وسیلہ سے جو سلیمان کے عہد سے چلے آتے تھے خرقیاہ بادشاہ کے وقت میں جمع ہوکر ضمیمہ کے طور پر اس کتاب کے ساتھ لگائے گئے ہیں، اور ان تاریخوں کے موافق جو بائبل انگریزی کے بعض نسخوں کے حاشیوں پر لکھے ہوئے ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ سلیمانؑ کی وفات سے دوسوستر برس (۲۷۰) کے بعد یہ جمع ظہور میں آئے تھے، اس لحاظ سے وہ سب امثال جو ان پانچ بابوں میں مندرج ہیں، دوسوستر (۲۷۰) برس تک فقط زبانی روایت سے پشت در پشت منقول رہے، اور ان کی صحت میں فرق نہ آیا۔

کتاب امثال کے پچیسویں باب کا پہلا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور یہ بھی سلیمان کی تمثیلیں ہیں جنہیں شاہ یہوداہ خرقیاہ کے رفیقوں نے قلم بند کیا"۔

آدم کلارک اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۵۱ء کی تیسری جلد میں اس درس کے ذیل میں یوں لکھتا ہے:

"معلوم ہوتا ہے کہ اخیر میں اس کتاب کے وے (وہ) امثال ہیں جو خرقیاہ بادشاہ کے حکم سے جمع ہوئیں، اور روایت زبانی سے جو سلیمان کے وقت سے چلے آتے تھے جمع کر کے ضمیمہ کے طور (پر) اس کتاب کے ساتھ لگائی گئیں،

اور چونکہ ممکن ہے کہ خرقیاہ کے رفیقوں سے اشعیاء اور شنباء وغیرہما انبیاء جو اس وقت میں تھے مراد ہوں، تو یہ ضمیمہ بھی مثل باقی کتاب کے سندی ہے، وگرنہ کیوں کر اس کو پاک کتاب کے ساتھ ملا دیتے"۔

پس یہ قول اس کا "روایت زبانی سے جو سلیمان کے وقت سے الخ" واضح ہے کہ روایت زبانی سے یہ امثال جمع کی گئیں۔

اور یہ قول "چونکہ ممکن ہے الخ"، ایک مجرد احتمال ہے اور بس، اور مخالف پر قوی دلیل کے بغیر تمام نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ یہودیوں کے نزدیک تو روایت زبانی کا اعتبار توریت سے بھی بڑھ کر تھا، امثال کا تو کیا ذکر، اور یہ امثال جب خرقیاہ کے وقت میں جو یہودیوں کا بادشاہ تھا جمع ہوئیں تو ہرگز ضروری نہیں کہ ان کا جمع کرنے والا نبی ہو۔

دیکھو کتاب "مسنا" کو جس کو رب (ربّی) یہوداحق دوش نے تخمیناً سترہ سو (۱۷۰۰) برس کے بعد روایت زبانی سے جمع کیا ہے، اور سب جو اس میں ہے ان کے نزدیک من جانب اللہ کہلاتا ہے، پس ان امثال کا جامع نبی ہو یا نہ ہو یہود کے نزدیک زبانی روایت کی قوت کا لحاظ کر کے وہ امثال سلیمان کہلاویں گے اور ایسے ہونگے جیسے خود سلیمان نے لکھیں، اور وہی جو خرقیاہ کی جمع کی ہوئیں اس کے بعد باقی رہیں، اور عیسائیوں کے اقرار کے موافق عہد عتیق کی کتابیں ان کو یہودیوں سے پہنچی ہیں، اور اس بڑے مفسر کو کوئی سند اس بات کی ہاتھ نہیں لگی (نہیں ملی) کہ جامع ان کا کوئی نبی ہے، بلکہ اپنے عقیدے کے موافق ایک مجرد احتمال بلا دلیل نکالتا ہے۔

اور لوقا اور مرقس نے اپنی انجیلیں اور اسی طرح لوقا نے اعمال حوارین کے انیس باب کو محض روایت زبانی سے لکھا ہے، اور مرقس کی انجیل بعض علماء کے نزدیک ۶۶ء میں یعنی مسیح کے عروج کے تیتیس (۳۳) برس بعد، اور لوقا کی انجیل بعض روایت

کے موافق ۶۴ء میں یعنی مسیح کے عروج کے (۳۱) اکتیس برس بعد لکھی گئی ہے، تو یہاں بھی ۳۳ یا ۳۱ سال تک وہ سارا حال زبانی روایت پر رہا، اور انیس (۱۹) باب تک کتاب اعمال کے سب حال زبانی روایت کے موافق لکھا گیا، اور لوقا اور مرقس نہ صاحب الہام تھے، اور نہ اپنی تصنیف میں کسی جگہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے، اور اس بات کو علماء مسیحی بھی مانتے ہیں، لیکن بعضے یوں عذر کرتے ہیں کہ لوقا کی انجیل کو پولوس نے اور مرقس کی انجیل کو پطرس نے دیکھ لیا ہے، اور یہ عذر بھی ضعیف ہے، چنانچہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں مفصل آتا ہے۔

پروٹسٹنٹ کے بعض علماء محققین کی رائے

اور شاید انہیں اوپر کی دلیلوں کا لحاظ کر کے پروٹسٹنٹ کے بعضے علماء محققین نے اقرار کیا ہے کہ زبانی روایت بھی مکتوب کی طرح معتبر اور سند ہے۔

کاتلک (کیتھولک) ہرلڈ کی تیسری جلد کے ۶۲ صفحے میں ہے کہ:

''ڈاکٹر بریٹ کہ پروٹسٹنٹوں کا ایک فاضل ہے، اپنی کتاب کے ۷۳ صفحے میں لکھتا ہے کہ یہ بات تو مقدس کتابوں سے ظاہر ہے کہ عیسوی دین روایت زبانی کے وسیلہ سے پہلے اسقفوں اور حواریوں کے تابعین کے حوالہ ہوا تھا، اور ان کو حکم ہوا تھا کہ اسے محافظت (حفاظت) سے رکھ کر پچھلے طبقہ کو پہنچادیں، اور کسی مقدس کتاب سے، کیا پولوس کی کتاب اور کیا اور حواریوں کی، یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ انہوں نے متفق ہو کے یا الگ الگ ان ساری چیزوں کو جو نجات میں دخل رکھتی ہیں لکھ دیا ہو یا کوئی ایسا قانون بنایا ہو کہ جس سے سمجھا جاتا ہو کہ مکتوب کے سوا اور کوئی ایسی چیز ضرور (ضروری) نہیں کہ نجات میں دخل رکھتی ہو''۔

اور اسی کتاب کے ۳۲، ۳۳ صفحوں میں لکھتا ہے کہ:

''پولوس اور حواریوں کو ہم صریح دیکھتے ہیں کہ انہوں نے حدیثوں کو جیسا تحریر کے وسیلہ سے ہمیں دیا ہے ویسا ہی زبانی روایت کے وسیلہ سے بھی دیا ہے، اور ان لوگوں کے حال پر افسوس ہے کہ جو دونوں کی محافظت نہیں کرتے، اور احادیث عیسوی ایمان کے حق میں ایسے سند ہیں جیسے مکتوب''۔

(یہاں تک کلام ڈاکٹر بریٹ کا تھا)

اور بشب مون نیک لکھتا ہے کہ:

''حواریوں کی حدیثیں ان کے مکتوبات کے برابر سند ہیں، اور کسی پروٹسٹنٹ کو اس سے انکار نہیں کہ حواریوں کی زبانی تقریر ان کی تحریر سے زیادہ ہے''۔

اور جلنگ ورتھ کہتا ہے کہ:

''اس بات کی نزاع کہ کون سی انجیل قانونی ہے اور کون سی نہیں؟ زبانی روایت سے جو سارے نزاعوں کے واسطے انصاف کا قاعدہ ہے اٹھ جاتی ہے''۔

پادری طامس انگلش اپنی کتاب، مرآۃ الصدق میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۱۸۰،۱۸۱):

''ایک پروٹسٹنٹ بشب مانیسیک نامی شہادت کرتا ہے (دیتا ہے) کہ دین کے باب میں چھ سو (۶۰۰) امر ہیں جنہیں خدا نے مقرر کیا ہے، اور جو کلیسا سے فرمائے جاتے ہیں، اور جن کی بابت ہم قبول کرتے ہیں کہ کتاب مقدس ان امروں کو نہ کسی جگہ بیان کرتی ہے نہ سکھلاتی ہے''۔

دیکھو اس فاضل پروٹسٹنٹ کے موافق چھ سو (۶۰۰) امر ایسے واجب التسلیم ہیں کہ اگر روایت زبانی کو نہ مانو تو ان چھ سو (۶۰۰) سو میں پروٹسٹنٹ کے فرقے سے خاک نہ بن پڑے گی۔

دوسرا فائدہ

جس چیز کے یاد رکھنے کا اہتمام ہو یا جو چیز عجیب وغریب ہو وہ یاد رہتی ہے

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس چیز کے یاد رکھنے کا آدمی کو اہتمام ہوتا ہے، دینی ہو وہ چیز یا دنیاوی تو وہ بہت یاد رہتی ہے، اور اس کا یاد رہنا کچھ تعجب نہیں، اسی طرح وہ چیز جو عجیب غریب ہو، خصوصاً جب کہ اس میں دونوں باتیں جمع ہو جاویں، مثل معجزات انبیاء کے۔

اور اہل دین کے نزدیک دینی باتوں میں اہتمام زائد ہوتا ہے کہ اپنے دین کی بات سمجھ کر خیال سے یاد رکھتا ہے، اور دَور کرتا رہتا ہے جیسا ارینیوس کہتا ہے کہ:

"خدا کے فضل سے میں نے احادیث کو بڑے غور سے سن کر سینہ پر لکھا ہے، اور ہمیشہ دیانت سے ان کو (ان کا) دَور کرتا ہوں"۔

اور پھر کہتا ہے کہ:

"اگرچہ قوموں کی زبانیں جدے جدے (جدا جدا) ہیں پر (لیکن) روایت زبانی کی حقیقت سب جگہ ایک ہی ہے"۔

اور ولیم میور اپنی تاریخ کلیسا کے تیسرے باب کی ستر ہویں دفعہ میں لکھتے ہیں (نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۱):

"پہلے مسیحیوں کے پاس کوئی لکھا ہوا عقیدہ نہ تھا، ایمان کے عقائد جن کا اعتقاد نجات کے واسطے ضرور (ضروری) ہے صرف زبانی تھی، لڑکوں کو اور نئے عیسائیوں کو زبانی تلقین کی جاتی تھی، یہ قواعد ایمان کے سب کلیسوں میں دور اور نزدیک ایکساں (یکساں) تھی، رفتہ رفتہ مسیحیوں نے ان کو قلم بند کیا، اور جب آپس میں ان کا مقابلہ کیا تو سوائے کچھ کچھ اختلاف لفظی کے سب جماعتوں کا عقیدہ مطابق نکلا، اور اصل مطلب میں کچھ فرق نہ تھا"۔

پس معلوم ہوا جب ایک چیز کے یاد رکھنے کا اہتمام ہوتا ہے تو وہ چیز گو کیسی ہی بڑی بھی ہو یاد رہتی ہے، دیکھو کہ قرآن کے حفظ کا اس لحاظ سے کہ وہ حفظ حسنات اور ثواب کا سبب ہے اب بھی مسلمانوں میں کیا زور شور سے ہے، عرب اور روم اور مصر وغیرہ کا جہاں اسلامی سلطنتیں قائم ہیں کیا ذکر، فقط ایک ہندوستان میں یہ حال ہے کہ ہزار ہا تمام قرآن کے جید حافظ موجود ہیں، اور ایسے تو لاکھوں مرد مسلمان اور عورت مسلمان ہیں کہ جن کے دو دو یا ایک ایک سپارہ قرآن کا یا دس دس، بارہ بارہ سورتیں قرآن کی یاد ہوں گی، اور صفر کے مہینے ۱۲۵۹ھ میں مطابق ماہ مارچ ۱۸۴۲ء کے ایک بڑا دم دار ستارہ آسمان پر نکلا تھا، اور ایک مہینہ کے قریب تک نمودار تھا، اور دس برس کا عرصہ اس کو گزرا، اگر اب بھی اس کا حال پوچھئے تو غالباً سب دیکھنے والوں کو ورنہ کروڑ ہا کو اب تک بخوبی یاد ہوگا، اور اگر پوچھو کہ پرسوں کی رات کیا کھایا تھا تو اکثر کو یاد نہ نکلے گا۔

تیسرا فائدہ

مسلمانوں کے نزدیک حدیث نبوی بھی حجت ہے

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن کے سوا جو اور قول رسول اللہ ﷺ کا ہے، اور اسی طرح یا ان کا کوئی اور فعل ہے، اور وہ ثقہ راویوں کی روایت سے ثابت ہوا ہے تو وہ بھی معتبر ہے، کیونکہ مقدام بن معدی کربؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"ألا إني أوتيت القرآن و مثله معه، ألا يوشك رجل شبعان علىٰ أريكته يقول عليكم بهٰذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فأحلوه، و ما وجدتم فيه من حرام فحرموه، و إن ما حرم رسول الله كما حرم الله"۔

ترجمہ: "یعنی خبردار رہو کہ یقیناً دیا گیا مجھ کو قرآن اور قرآن کے ساتھ اس کے مانند (قرآن کے مانند سے حدیثیں مراد ہیں، اور قرآن کے مانند اس بات میں ہیں کہ ان کو بھی قرآن کے مثل وحی جاننا اور ماننا واجب ہے) خبردار رہو کہ قریب ہے کہ آدمی پیٹ بھرا اپنے چھپر گھٹ پر بیٹھا ہوا (یعنی تکبر اور حمق کی راہ سے) کہے گا کہ لازم پکڑو قرآن کو، پس اسی میں جو حلال پاؤ حلال جانو اور کرو، اور اسی میں جو حرام پاؤ حرام جانو، اور نہ کرو، اور یقیناً جس چیز کو خدا کے رسول نے حرام کیا ہے وہ اس چیز کے مانند ہے جس کو خدا نے حرام کیا ہے"۔

اورابورافعؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا ألفين أحدكم متكئاً علىٰ أريكته يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت عنه فيقول لا أدري ما وجدناه في كتاب الله إتبعناه"

ترجمہ   یعنی نہ پاؤں میں کسی کوتم (میں) سے تکیہ کئے ہوئے چھپر گھٹ پر بیٹھا (یعنی تکبر اور آرام طلبی کرے اور علم اور حدیث کو نہ سیکھے) آوے اس کو حکم میرے حکموں (میں) سے ان چیزوں سے کہ جس کے کرنے کے واسطے میں نے کہا یا ان کے کرنے سے میں نے روکا، پس کہے وہ، نہیں جانتا میں قرآن کے سوا (یعنی اس کے غیر کی متابعت نہیں کرتا) جس کو ہم نے قرآن میں پایا اسی کو مانا۔

ایسی ہی اور حدیثیں بھی ہیں، اور ان حدیثوں میں صاف صاف بیان ہے کہ حدیث بھی قرآن کے مانند وحی اور واجب التسلیم ہے، اور جو حلال اور حرام کا حکم اس سے ثابت ہو ماننا چاہئے، اور اس کے سیکھنے میں آرام طلبی اور تکبر اور کاہلی نہ کرے، اور ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إتقوا الحديث عني إلا ما علمتم، فمن كذب علي متعمداً فليتبوء مقعده من النار"۔

ترجمہ:۔   یعنی بچتے رہو میری طرف سے حدیث کرنے کو مگر اس چیز کو کہ جانو (کہ وہ مجھ سے ہے) پس جو جھوٹ باندھے مجھ پر جان بوجھ کر پس چاہئے کہ اپنا ٹھکانا پکڑے دوزخ کی آگ سے۔

اس میں بہت بڑی تہدید (دھمکی) ہے اس شخص کے لئے جو حدیث کی روایت میں جھوٹ بولے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ جھوٹ گناہ کبیرہ اور حرام ہے، اور امام محمد جوینی نے اس کو کفر لکھا ہے، اور یہ قول:

"من كذب عليّ متعمداً فليتبوّء مقعده من النار".

حدیث متواتر ہے، کہ باسٹھ صحابیوں نے کہ جن میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں اس کو روایت کیا ہے، اور ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"نضر الله عبداً سمع مقالتي فحفظها ووعاها و أداها فرب حامل فقه غير فقيه و رب حامل فقه إلىٰ من هو أفقه منه".

ترجمہ یعنی تروتازہ کیجو (یعنی بلند مرتبہ اور خوش کیجو) اللہ اس بندے کو کہ سنا ہو میرا کلام پس یاد رکھا اس کو اور نگاہ (میں) رکھا اس کو (یعنی حفظ کے بعد تکرار اور ذکر اس کا کرتا رہا اور نہ بھولا) اور پہنچایا اس کو دوسروں کی طرف جیسا سنا تھا (یعنی انہیں لفظوں کے ساتھ) کیونکہ بہت اٹھانے والے فقہ کے نہیں ہوتے فقیہ (یعنی یاد تو خوب ہوتا ہے لیکن اس کے مضمون سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے) اور بہت اٹھانے والے فقہ کو پہنچاتے ہیں اس شخص کی طرف جو ان سے بڑا فقیہ ہوتا ہے (یعنی وہ دوسرا شخص اول شخص کی نسبت نکات اور دقائق زیادہ نکالتا ہے)۔

پس فقیہ اور غیر فقیہ دونوں کو چاہیۓ کہ جن لفظوں سے سنیں انہیں لفظوں سے دوسروں کی طرف پہنچادیں، اور اسی طرح اور حدیثیں ہیں، اور ان حدیثوں کا لحاظ کرکے اہل اسلام کو اول ہی سے بڑا اہتمام اور بڑی کوشش اس بات کی رہی کہ بڑے غور سے سنیں، اور خوب ضبط کریں، خواہ لکھ کر اور خواہ حفظ کر کے، اور جھوٹی روایت کو حدیث میں دوزخ میں پڑنے کا وسیلہ سمجھیں، اور بڑی تلاش کر کے صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز رکھیں، اور اس کے واسطے ایک ضابطہ باندھا کہ ہر کوئی اس کے وسیلہ سے صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کر سکے، اور بڑی کوشش سے اسناد کی کتابیں تصنیف کیں تا کہ ان سے ہر کوئی معلوم کر سکے کہ فلانی حدیث کے راوی کیسے تھے اور کس زمانہ میں پیدا ہوئے،

اور کب مرے اور کیا مذہب رکھتے تھے، اور ان کی عدالت اور دیانت کیسی تھی، اور ان کا حافظہ کیسا تھا؟ پس اس ضابطہ کے موافق اگر ثابت ہو کہ حدیث کا راوی عاقل، مسلم، عدل، تام الضبط ہے تو معتبر گنا جائے، نہیں تو غیر معتبر۔

عدل کے معنی

اور عدل اس کو کہتے ہیں کہ پرہیزگار ہو، اور شرک اور جھوٹ اور بدعت اور فسق سے بیزار ہو، اور اسی طرح ان چیزوں کو بھی جو خسیس (گھٹیا) ہیں، اور ہمت مردانگی کے مخالف مثلاً کسی چیز میں سے کچھ تھوڑا سا چرا لینا، اور رزالوں (رذیلوں یعنی گھٹیا لوگوں) کی صحبت میں بہت بیٹھنا، اور مثل ان کے نہ کرتا ہو، اور اگر ثابت ہو جائے کہ ساری عمر میں اس نے کبھی حدیث کی روایت میں جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہے تو اس کی روایت حدیث غیر معتبر جانتے ہیں، اگرچہ وہ جھوٹ بولنا ایک دفعہ ثابت ہو، پھر وہ اگرچہ توبہ کرلے تو بھی اس کی نقل کی ہوئی حدیث کبھی معتبر نہیں ہوتی، اور اگر حدیث میں کبھی جھوٹ اس کا ثابت نہیں ہوا مگر معاملات دنیاوی میں جھوٹ بولتا ہے تو اس کی حدیث کا بھی اعتبار نہیں، اور اسی طرح فاسق کی روایت کردہ حدیث بھی غیر معتبر ہے، اور مبتدع کی روایت کردہ حدیث بھی مذہب مختار کے موافق غیر معتبر ہے۔

تام الضبط کے معنی

اور تام الضبط اس کو کہتے ہیں کہ راوی روایت کرنے کے زمانہ تک اس حدیث کو خوب یاد رکھتا ہو، خواہ لکھ رکھ کے جیسے بعضے محدثین کی عادت تھی، خواہ حفظ کر کے جیسے اکثر محدثین کی عادت تھی، اور اس سے غافل نہ ہو اور اس کا حافظہ برا (خراب) نہ ہو۔

حدیث متواتر کے معنی اور اس کے حکم کا بیان

پھر جو حدیث عدل، تام الضبط راویوں کی روایت سے ثابت ہو، اگر اس کے راوی ہر زمانہ میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان کی کثرت اور عدالت کا لحاظ کر کے عقل کے نزدیک ان کا اتفاق کرنا جھوٹ پر محال عادی ہو تو ایسی حدیث کو متواتر کہتے ہیں، جیسے راوی پانچ وقت کی نماز کے اور ہر وقت کی فرض نماز کی رکعات کی شمار کے اور زکوٰۃ کی مقدار کے اور مثل ان کے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد سے کتب صحیحہ حدیث کی جمع ہونے تک بلکہ اب تک ہر وقت میں اتنے رہے ہیں کہ عقل ان سب لوگوں کے کذب پر اتفاق کرنیکو محال عادی سمجھتی ہے، اور حضرت ﷺ کے معجزات اکثر انواع میں قدر مشترک متواتر ہیں، اور حدیث متواتر کے کا تسلیم کرنا اعتقادیات اور عملیات میں واجب ہے، اور اس کا انکار کفر ہے۔

حدیث مشہور کے معنی اور اس کے حکم کا بیان

اور جو حدیث ایسی ہو کہ صحابہؓ کے طبقہ سے تو تھوڑے آدمیوں نے روایت کی ہو مگر تابعین صحابہ کے طبقہ سے اتنے بہت نے اسے قبول کر کے روایت کیا ہو کہ ان کی کثرت اور عدالت کا لحاظ کر کے عقل کے نزدیک محال عادی ہو کہ یہ لوگ جھوٹ پر متفق ہوئے ہوں گے، اور اسی طرح تابعین کے طبقہ کے بعد بھی اسی کثرت سے اس کے راوی چلے آئے ہوں، تو وہ حدیث مشہور کہلاتی ہے، اور یہ حدیث بھی اعتقادیات اور عملیات میں مقبول ہے، مگر منکر اس کا کافر نہیں بلکہ فاسق گنا جاتا ہے۔

حدیث آحاد کے معنی اور اس کے حکم کا بیان

اور جو حدیث متواتر اور مشہور کے سوا ہو اس کو آحاد کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے

کہ اگر یہ حدیث کسی دلیل نقلی قطعی یا عقلی قطعی کے مخالف ہو تو اس کو تاویل کرتے ہیں اگر تاویل نہ ہو سکے تو اس کو قبول نہیں کرتے، اور اس پر محمول کرتے ہیں کہ اس کے راوی کو سہو ہوا ہوگا، اور اگر مخالف نہ ہو تو عملیات میں اس کو قبول کرتے ہیں، نہ اعتقادیات میں، اس لئے کہ اعتقادیات میں ایسی دلیل چاہئے کہ جو یقین کا فائدہ بخشے، اور ایسی حدیث ظن کا فائدہ دیتی ہے نہ کہ یقین کا۔

قرآن اور حدیث میں فرق تین طرح سے ثابت ہے

اور جب یہ بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہئے کہ حدیث مقبول جامع الشرائط عقیدۂ اہل اسلام کے موافق واجب التسلیم ہے، اور جو اس سے ثابت ہو اس تفصیل کے موافق جس کا ذکر اوپر گذرا معتبر ہے، اور ایسی حدیث صحیح اور قرآن میں فرق کئی طرح سے ہے۔

پہلا فرق

اول یہ کہ قرآن کا تمام مجموعہ متواتر ہے اور اس کا ہر لفظ تواتر سے ایسا منقول ہے جیسا جبرئیلؑ کی وساطت سے بارگاہ الٰہی سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کی معرفت سے صحابہ کو پہنچا تھا، اور کہیں ناقلین نے اس کے ایک لفظ کی جگہ دوسرے لفظ ہم معنی کو نقل نہیں کیا، بخلاف حدیث صحیح کے کہ اس کی روایات بالمعنی بھی شخص ثقہ (معتبر شخص) سے جو عرب کی لغت کا عالم اور کلام عرب کے اسلوب سے واقف ہے، ثابت اور مقبول رہی ہے۔

دوسرا فرق

دوم یہ کہ جب تمام قرآن متواتر ہے تو اس کے ہر جملہ کے انکار سے کفر لازم

آتا ہے، بخلاف حدیث صحیح کے کہ اس کے اقسام میں سے متواتر میں تو یہ بات ہے، اور مشہور اور آحاد میں نہیں۔

تیسرا فرق

سوم یہ کہ قرآن کے الفاظ اور عبارت کے ساتھ بھی احکام متعلق ہیں، جیسے نماز کی صحت اور اس کی نظم اور عبارت کا معجزہ ہونا، اور مثل ان کے، بخلاف حدیث صحیح کے کہ اس کے الفاظ اور عبارت سے احکام متعلق نہیں ہوتے، اور جو حدیث ضابطۂ مذکورہ بالا کے موافق ثابت ہو تو اس کے قبول کرنے میں تفصیل مذکورہ بالا کے موافق کوئی برائی عقلی یا نقلی نہیں، اور اس انجیل متعارف کے تو اکثر حال روایت آحاد سے ثابت ہیں۔

پس ہمارے نزدیک ان کا حال ایسا ہے جیسا حدیث آحاد کا حال ہوتا ہے، اور بعضے حالات اور معجزات مندرجہ کتب مقدسہ اہل کتاب کا حال تو حدیث آحاد سے بھی کمتر ہے۔

پس جیسے وہ روایات اور حالات اہل کتاب کے نزدیک معتبر ہیں تو احادیث مصطفویہ مسلمانوں کے نزدیک کیوں نہ معتبر ہوں، اور پادریوں نے بڑی کوشش سے پانچ شبہ احادیث کی نسبت کیے ہیں۔

احادیث کی نسبت پادریوں کے پانچ شبہ کا بیان

پہلا شبہ

حدیثوں کے نقل کرنے والے محمد ﷺ کی بیبیاں اور صحابی اور قرابتی ہیں، پس ان کی گواہی محمد ﷺ کے حق میں معتبر نہیں بلکہ تعصب اور طرفداری پر محمول ہے۔

جواب

یہی تقریر کج (ٹیڑھی) بعینہ جناب مسیح کا منکر مثل یہود اور ہنود کے حالات مندرجہ انجیل کی طرف متوجہ کرسکتا ہے، اس طور پر کہ نقل کرنے والے ان حالات کے حواری اور تابعین حواری ہیں۔

پس عیسیٰ کے حق میں ان کی گواہی معتبر نہیں، اور تعصب اور طرفداری پر محمول ہے، کیونکہ مسیح کے مرید مسیح کے عروج تک محض دنیا کی طمع سے ایمان لائے تھے، کیونکہ یہود میں مشہور تھا کہ "ہماری قوم میں مسیح ایک بڑا بادشاہ ہوگا" اور وہ اس کے منتظر تھے، اور جب حضرت عیسیٰ نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح ہوں تب کئی غریب مچھویوں (مچھیروں) نے سوچا کہ چلو ٹوٹا جال کانٹا پھینک کر اس کی تابعداری کر کے دولت بٹوریں اور جب حضرت مسیح نے تاکیداً ان سے یوں کہا کہ:

"میں سچ کہتا ہوں کہ جب میں تخت پر بیٹھوں گا تو تم بھی بارہ (۱۲)

تختوں پر بیٹھوگے، اور بنی اسرائیل کے بارہ (۱۲) فرقوں کی عدالت کروگے"۔

اور کبھی یوں کہا کہ:

"جس طرح میرے باپ نے میرے لئے بادشاہت مقرر کی، میں تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں، تاکہ تم تختوں پر بیٹھ کر بنی اسرائیل کے بارا (بارہ) فرقوں کا انصاف کرو"۔

تو ان وعدوں سے ان کا وہ خیال خام خوب ہی پک گیا اور یقین کر بیٹھے کہ بادشاہ بنیں گے، اور مدت تک اسی خیال میں بہت ہی خوش رہے، لیکن جب عرصہ گذرا تو ان بارہ (۱۲) حواریوں میں سے ایک حواری عجلت پیشہ بداندیش یہوداایش کریوتی کہ اس انجیل متعارف کے موافق وہ بھی مسیحؑ کا رسول (جو عیسائیوں کے اصول کے مطابق رسول اللہ بھی ہوا) اور ممتلی بروح القدس، صاحب معجزات وکرامات تھا، ایسے بڑے وعدہ کو جھوٹا سمجھا، یا بمصداقِ "دو نقد نہ نو ادھار" کے نقد کو ادھار پر فضیلت سمجھ کر یہود سے جاملا، اور فقط تیس روپیہ کی لالچ سے (کہ اس مچھیرے کو کہ جس نے ساری عمر دمڑی، دمڑی، چھدام، چھدام مچھلی بیچ کر گزران کی تھی، وہ تیس روپئے بھی تیس کروڑ کی جاگیر اور سلطنت کے برابر تھے) مسیح کو پکڑ وادیا، اور یہ عیسائیوں کا مزعومی رسول اللہ اور حواری اس حادثہ سے پہلے ہی چور تھا، اور تھیلی پاس رکھا کرتا تھا، اور جو کچھ اس میں پڑتا تھا، لے جاتا تھا۔

اور جب مسیح گرفتار ہوگئے تو ان کے سب مریدوں کی امید ٹوٹ گئی، اور وہ گیارہ (۱۱) حواری باقی بھی سلطنت سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور چونکہ طمع کی وجہ سے ایمان لائے تھے، اور وہ حاصل نہ ہوئی، اور نہ امید رہی تو اس لئے سب کے سب اس وقت میں کہ امتحان کی جگہ تھی، کمال نامردی اور بے وفائی برت کے جناب مسیح کو تن تنہا چھوڑ کر یک لخت اڑ گئے، اور پطرس اعظم الحوارین (سب سے بڑا حواری) جیسے بڑے

تھے ویسے ہی اس وقت میں بڑے بے وفا اور بزدل نکلے کہ اس وقت تو اُڑ گئے، اور اسی رات کو جب مسیح کا حال دیکھنے کو گئے، اور کسی نے وہاں پہچان لیا تو دروغ حلفی سے جھوٹی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ میں اس شخص کو یعنی عیسیٰ کا جانتا بھی نہیں، اور لعنت کرنے لگے، اور خود جناب مسیح نے ان لوگوں کو کبھی کم اعتقاد اور قلیل الایمان اور کبھی بے ایمان فرمایا ہے، اور پطرس اعظم الحواریین (سب سے بڑا حواری) کو شیطان اور اپنا مخالف اور ٹھوکر کھلانے والا پتھر اور الٰہیات کی سرشت سے بے نصیب ارشاد کیا ہے، اور یہ لوگ جناب مسیح سے جب پھر ملے تو پھر وہی خیال پرانا ابھرا، اور عروج کے وقت تک وہی خیال بیہودہ جمارہا، چنانچہ عین عروج کے وقت بھی جو وہ عین مفارقت کا وقت تھا، سب باتیں چھوڑ کر جناب مسیح سے پوچھنے لگے: ''کیا تو اسی وقت بنی اسرائیل کی بادشاہت پھر بحال کرے گا؟'' یعنی کیا تو ابھی تخت پر بیٹھ کر ہم کو سلطنت کے بارے میں تختوں پر بٹھلادے گا، اور اتنی بات کے تو خود عیسائی لوگ معترف ہیں کہ جناب مسیحؑ کے عروج تک حواری سست ایمان تھے، اور ان کا ایمان دنیاوی نعمتوں اور فائدوں کی امید میں لگا تھا، مگر کہتے ہیں کہ عروج کے بعد جب روح القدس ان پر اترا تو یہ امید ان کی جاتی رہی اور معلوم کیا کہ وہ سلطنت دنیا کی نہیں بلکہ آخرت کی ہے۔

کہتا ہوں میں کہ اگر بالفرض ہم عیسائیوں کی اس بات کو مان بھی لیں کہ یہ امید جاتی رہی تھی تو اس سے بڑھ کر اور امید میں پڑ گئے تھے، اور وہ یہ ہے کہ ان کو یقین تھا کہ ہمارے ہی وقت میں مسیح کا نزول ہو جائے گا، اور قیامت قائم ہو جائے گی، تو اس امید کے باعث کیا تعجب ہے کہ اب تو وہ خیال اور بھی پکا ہو گیا ہو، اور سمجھتے ہوں کہ مسیح کے اترتے ہی چین چان سے تخت نشین ہو جاویں گے، اور عنقریب اپنی مراد کو پہنچیں گے، اور اس سے کچھ سختی بھی اٹھائی ہو، چنانچہ ان امور کو الزاماً ہم نے پہلے سوال کے

جواب میں معجزات تفصیلی کے اخیر میں تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے، اور اس جگہ بھی محض الزام کے طور سے اس کو اجمالاً نقل کیا ہے، اور کچھ اور بھی الزاماً لکھتے ہیں کہ مسیح کے عروج کے بعد چونکہ مسیحی مذہب پھیل گیا تھا تو لوگ مسیح کے مریدوں کا بہت قدر کرتے تھے، تو ان لوگوں کی بہت اچھی طرح ان پر حکومت تھی، اور ان کے لئے بہت اچھی کمائی کی صورت نکل آئی تھی، اس لئے بہت سے دغاباز حواریوں کی طرح اپنی شکل بنا کے مدعی تھے کہ ہم بھی مسیح کے رسول ہیں، اور اس حیلہ سے مسیحیوں سے نذرانے لیتے تھے، اور خوب طرح سے لوٹتے پھرتے تھے، اور اس امر کی خود بھی انجیل متعارف اور اس کی شروح گواہ ہیں، چنانچہ پولوس کرنتھیوں کے دوسرے نامہ کے گیارہویں باب میں، اور یوحنا حواری اپنے پہلے نامہ کے چوتھے باب میں، اور پطرس حواری اپنے دوسرے نامہ کے دوسرے باب میں ایسے لوگوں کی شکایت میں بڑا ہی شور و غل مچاتے ہیں اور ان کے شارحین ان مقامات کی شرح میں علی الاعلان تصریح کرتے ہیں۔

اور پولوس گلتوں کے نامہ کے باب اول میں للکارتا ہے کہ خود اسی کے وقت میں ایک اور انجیل ہے، اور بعضے بعضے ہماری انجیل کو محرف کردینا چاہتے ہیں۔

بعض عیسائی علماء کے ظن غالب کے مطابق یہ اور انجیل وہ تھی جو عبرانی تھی، اور بارہ حواریوں کی انجیل کے نام سے مشہور تھی، اور اس انجیل متعارف سے بہت مخالف تھی، اور ناصریوں کا فرقہ اور اسی طرح ابیونی فرقہ اسی انجیل کو اپنا مقتدا اور کلام اللہ سمجھتا تھا۔

اور حواریوں کے بعد جعل سازی اور جھوٹ کا عیسائیوں میں وہ زور شور ہوا کہ کسی فرقہ میں نہ ہوا ہوگا۔

اور دوسری صدی والوں نے ایک قاعدہ نکالا کہ دین کی ترقی کے واسطے

جھوٹ بولنا اور فریب دینا مستحبات دینی میں سے ٹھہرا لیا، اور اس کے موافق ایسا جھوٹ اور فریب ثواب کا وسیلہ سمجھا گیا، اور قریب پچھتر (۷۵) انجیلوں اور نام جات کی بناڈالی، اور کسی کے نسبت دعویٰ کیا کہ خود حضرت مسیح ہی کی تصنیف ہے، اور کسی کی نسبت مدعی ہوئے کہ مریم کی تصنیف ہے، اور کسی کو کسی حواری یا اسقف مشہور کی طرف نسبت کیا، اور اس قاعدہ کے موافق یہ جعل سازی صدہا سال تک ان میں جاری رہی، اور دسویں صدی میں تو اس جعل کا دریا بڑی طغیانی سے موج زن تھا، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب امور مفصلاً سترویں سوال کے جواب میں مذکور ہوں گے۔

اور پہلے سوال کے جواب کے اخیر میں اثبات رسالت کی نویں وجہ کے اندر علماء محققین پروٹسٹنٹ کے اقوال کے موافق ثابت ہو چکا کہ چوتھی صدی کے شروع سے پوپی سلطنت شروع ہوگئی تھی، اور بارہ سو ساٹھ (۱۲۶۰) برس تک بلا حجت و تکرار قائم رہی تھی، اور اس سلطنت میں تو دین عیسوی کے اندر ہر طرح کے فساد نے وہ غلبہ پایا کہ بیان سے خارج ہے، ادنیٰ یہ ہے کہ صدہا سال تک پروٹسٹنٹ علماء کے اقرار کے موافق تمام روئے زمین کے عیسائیوں میں ارتداد پھیلا ہوا تھا، اور آٹھ سو (۸۰۰) برس تک تو یہ نوبت رہی کہ کیا دنیادار اور کیا پادری اور کیا مرد اور کیا عورت سب کے سب بڑی سخت بت پرستی میں پڑے تھے، اور انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی دنیا کمانے کو کیا کیا فتور نکالے، اور اپنے نفع کے لئے عیسائی دین کو کیسا ملیامیٹ کیا۔

اور ان امور کا لحاظ کر کے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جھوٹ اور افترا بندی اور جعل سازی میں اپنے مقدور کے (برابر) ہرگز کسر نہ (اٹھا) رکھی ہوگی، بلکہ اس دوسری صدی کے قاعدہ کے مطابق بہت خاک اڑائی ہوگی۔

انجیلوں میں شاعرانہ مبالغہ

اور سب امور سے قطع نظر کر کے الزاماً کہتا ہوں کہ ان انجیلوں نے جن حالات کولکھا ہے اس میں بہت مبالغہ کیا ہے، اور اس مبالغہ کے سبب بھی ان کی تحریر راستی اور درستی سے دور پڑ جاتی ہے، جیسے شاعر لوگ ایک دانہ کو انبار اور ذرہ کو پہاڑ بتلاتے ہیں، نمونہ کے لئے جناب متیٰ اور یوحنا کی تحریرات سے دو باتوں کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں کہ ان دو پر اور مقامات کا قیاس ہو جائے گا، اور جان لیا جائے گا کہ جب یہ دونوں جناب حواری ہو کر (جن کو عیسائی رسول اللہ اور موسیٰ سے افضل اور صاحب الالہام جانتے ہیں، اور مانتے ہیں کہ ان کی تحریر الہامی ہے) مبالغہ میں ایسا کچھ ارشاد کریں تو اب مرقس اور لوقا کہ وہ نہ حواری ہیں اور نہ صاحب الہام، ان سے کیا شکایت کی جگہ باقی رہے؟

پہلی مثال

اول یہ کہ حضرت یوحنا حواری اپنی انجیل کے اکیسویں باب کے پچیسویں درس میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے، کہ اگر وے (وہ) جدے جدے (جدا جدا) لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سماتیں"

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء)

"ودیگر کارہائے بسیار است کہ یسوع کرد اگر یک یک نوشتہ شود گمان دارم کہ آں صحف در ہمہ جہاں نتواند گنجید"

عربیہ ۱۸۲۶ء

"وكان يسوع قد فعل كثيراً من الأشياء الأخر التى لو يكتب كل واحد منها لظننت أن الدنيا لن تسع الكتب المكتوبة"

اب کوئی اس الہامی مبالغہ کو دیکھے اور خیال کرے کہ الہام سے کیا گمان سچا کرتے ہیں، خدایا مبالغہ شاعری کیا اس سے زائد ہوگا، اور جناب مسیح کو نبوت تیس برس کی عمر میں ہوئی، اور بعد نبوت کے قریب تین برس کے ان کا دنیا میں قیام ہوا، اور اکثر معجزات اور کام انہیں تین برسوں میں ان سے صادر ہوئے، اگر ان سب کو بلکہ تینتیس برس کے حالاتِ ہر روزہ کو کوئی قلمبند کرتا اور کتابوں میں لکھتا تو وہ سب کتابیں ایک کوٹھری کے ایک گوشہ میں پڑی رہتیں، اور معلوم بھی نہ ہوتیں، جہاں کا کیا ذکر۔

دوسری مثال

دوم یہ کہ مرقس نے اپنی انجیل کے ساتویں باب میں ایک حال یوں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۳۱۔ وہ صور اور صیدوں کی سرحد سے نکل کر دکاپلی (کی) سرحد میں سے ہو کے جلیل دریا کے نزدیک آیا۔

۳۲۔ اور لوگوں نے ایک بہرے گونگے آدمی کو اس کے پاس لا کے منت کی کہ اپنا ہاتھ اس پر رکھے۔

۳۳۔ وہ اس جماعت سے اسی کنارے لے گیا، اور اپنی انگلیاں اس کے کانوں میں ڈال کر اپنا تھوک لے کے اس کی زبان میں لگایا۔

۳۴۔ اور آسمان کی طرف نظر کر کے آہ ماری اور اس سے کہا کہ: انفتح (یعنی کھل جا)۔

۳۵۔ وہیں اس کے کان کھل گئے، اور زبان کی گرہ کھل گئی، اور وہ خوب

بولنے لگا۔

۳۷۔ انہوں نے بہت حیران ہو کر کہا "اس نے سب کام اچھا کیا ہے،
بہروں کو سننے والا اور گونگوں کو بولنے والا کرتا ہے"۔

اب دیکھو جناب متیٰ اسی قصہ کو کس مبالغہ شاعری سے اپنے انجیل کے پندرہویں باب میں لکھتے ہیں (نسخہ ہائے مذکورہ):

"۲۹۔ یسوع وہاں سے (یعنی صور اور صیدوں کی سرحد سے) جلیل دریا
کے نزدیک آیا، اور پہاڑ پر چڑھ کر وہاں بیٹھا۔

۳۰۔ اور بہت سی جماعتیں لنگڑے اور اندھے اور گنگے (گونگے) اور
ٹنڈے اور بہتیرے ان کے سوا ساتھ لیکر اس کے پاس آئیں، اور انہیں یسوع
کے پاؤں پر ڈالا اور اس نے انہیں چنگا کیا۔

۳۱۔ جب ان جماعتوں نے اس طرح دیکھا کہ گنگے (گونگے) بولے،
ٹنڈے درست ہوئے، لنگڑے چلے، اور اندھے بینا ہوئے تو تعجب کر کے
اسرائیل کے خدا کا شکر ادا کیا"۔

دیکھو ایک بہرے، گنگے (گونگے) کے کتنے گنگے (گونگے) ٹنڈے، لنگڑے اندھے بن گئے، اور طرہ یہ ہے کہ لوقا اور یوحنا نے اس جگہ ایک بہرے، گنگے کا بھی اچھا ہونا نہیں لکھا، شاید ان کے نزدیک اس مقام میں ایک کا اچھا ہونا بھی صحت کو نہیں پہنچا، اور بیچارے غریب امت محمدیہ کے محدثوں کو جو معتبر ہیں ایسا مبالغہ نہیں آتا۔

سچ تو ہے بڑے آدمیوں کی بات بڑی ہوتی ہے، یہ غریب اتنے بڑے کب تھے کہ ان کی سی چال چلتے۔

اور جب یہ شبہ پادری صاحبوں کا محض بیجا نکلا تو حق یہ ہے کہ محمد ﷺ کے حق میں ان کے اقارب اور اصحاب کی گواہی ایسی معتبر ہے جیسے عیسائیوں کے نزدیک

حضرت عیسیٰ کے حق میں ان کے اصحاب اور اقارب کی گواہی، اور ان سب گواہیوں کو اس تفصیل مذکورۂ بالا کے موافق اعتبار کیا جاوے گا۔

پادریوں کا دوسرا شبہ احادیث کی نسبت

دوسرا شبہ

حدیث کے راویوں نے معجزے جو لکھے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھے بلکہ محمد ﷺ کی وفات کے بعد سو دو سو برس پیچھے تواتر سے ان معجزات کو سن کر جمع کیا ہے، یہ بھی بے اعتباری کے سبب قریب نصف کے حذف کر دیا ہے۔

جواب

یہ شبہ بھی انتہائی کمزور ہے، اور جو شخص ان تینوں فائدوں پر جن کو ہم نے دوسرے سوال کے جواب کے شروع میں لکھا ہے نظر کریگا اس شبہ کی خامی اس پر مخفی نہیں۔

اور یہی شبہ مرقس اور لوقاء کی انجیل اور کتاب اعمال کے انیس باب اور کتاب امثال کے پانچ باب اور بہت سے ان احکام اور وقائع کی نسبت جو عیسائی مذہب میں فقط روایت زبانی سے ثابت ہوئے ہیں، التاوارد ہوگا۔

اور جب یہ چیزیں جو مدت کے بعد روایت زبانی سے قلمبند ہو کر مسیحیوں کے نزدیک معتبر ٹھہریں تو احادیث مصطفویہ کیوں نہ معتبر ہوں گی؟ کیونکہ تابعین اصحاب محمد ﷺ کو قرآن اور احادیث کے حفظ میں اس قدر کوشش تھی کہ مرقس اور لوقا کو خواب میں بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی، اور اسی طرح ان کے بعد رہی، مگر جب احادیث صحیحہ کتب میں جمع ہو گئیں تو ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حدیثوں کے حفظ

کا چرچا کم ہو گیا، اور اس لحاظ سے کہ قرآن کے الفاظ کی تلاوت اور اس کا حفظ بھی ایک بڑے ثواب کا سبب مستقل ہے، اس کے حفظ کا چرچا بدستور رہا، چنانچہ اب بھی اس کے حفظ کا وہ زور شور ہے کہ اب بھی فقط ہندوستان میں جہاں سلطنت اسلامی بھی قائم نہیں، اور اکثر لوگ نان شبینہ سے لاچار ہیں، ہزار ہا حافظ جید قرآن کے ایسے موجود ہیں کہ اگر چار پانچ ان میں سے بیٹھ جاویں تو تمام قرآن کو اول سے آخر تک اپنے حفظ سے ایسا لکھوا دیں کہ انشاء اللہ ایک لفظ بلکہ ایک حرکت کی غلطی نہ ہو، اور امید ہے کہ جناب ملکہ انگلستان کی ساری سلطنت میں بلکہ سب عیسائی مذہب کی سلطنتوں میں حضرات عیسائیوں میں سے کوئی بھی ایسا حافظ کسی بھی انجیل مقدس کا نہ نکلے گا، اور شاید اگر نکلے تو ایک دو سے زائد نہ ہوگا، باوجودیکہ اب ان لوگوں کو دنیا کی فراغت ہر طرح کی ہے، اور ان کی قدر دانی کی وجہ سے ان میں علم کا چرچا بھی بہت کچھ ہے۔

پس اگر کوئی مسیحی اپنے ہم مذہبوں کا حال دیکھ کر کہے کہ مسلمانوں کا حال بھی قرآن کی نسبت ایسا ہی ہوگا تو کیا یہ گمان غلط نہیں۔

پس اسی طرح چاہئے کہ احادیث کی نسبت بھی مسلمانوں کا حال ایسا نہ سمجھیں جیسے ان کے ہم مذہبوں کا حال ان کی احادیث کی نسبت تھا، بلکہ جانیں کہ قرآن کے مثل یہ لوگ احادیث مصطفویہ کی نسبت بھی وہ اہتمام کامل رکھتے تھے کہ اہل کتاب کو کبھی خواب میں نصیب نہ ہوا، اور چونکہ احادیث کے حفظ میں یہ ضروری نہ تھا کہ ان کو انہیں الفاظ کے ساتھ جو رسول اللہ ﷺ یا صحابہؓ کے منہ سے نکلی تھی یاد رکھیں بلکہ معانی اور مضمون کا حفظ کرنا ضروری تھا، اور الفاظ کا حفظ کرنا بہتر تھا، تو وہ حفظ بھی چنداں مشکل نہ تھا۔

جمع وتدوین احادیث

اوراحادیث کا جمع ہونا تابعین صحابہ کے زمانہ میں شروع ہوا، اورتابعین میں سے زہری اور ربیع بن صبیح اور سعید وغیرہم نے جمع کیا، لیکن انہوں نے حدیثوں کو ترتیب وارنہ لکھا تھا بلکہ روزہ، نماز زکوٰۃ وغیرہ کی احادیث کوملا کرلکھا تھا۔

اور جب تیسرا طبقہ پیدا ہوا تو انہوں نے بڑی کوشش سے فقہ کے بابوں کے طور پراس طرح لکھا کہ نماز کی حدیثیں ایک باب میں، اورروزہ کی حدیثیں ایک باب میں اور علیٰ ھٰذا القیاس ہر قسم کی حدیثوں کوجدا جدا بابوں اور فصلوں میں ضبط کیا۔

اور اس طبقہ کے لوگوں میں سے مدینہ میں امام مالک نے جن کی پیدائش ۹۵ھ پچانویں ہجری میں ہوئی ہے، کتاب موطا لکھی، اورمکہ میں ابومحمد عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے اور شام میں عبدالرحمٰن اوزاعی نے اور کوفہ میں سفیان ثوری نے اور بصرہ میں حماد بن سلمہ نے کتابیں لکھیں، اور جب بخاری کے زمانہ کی نوبت پہنچی تو انہوں نے چاہا کہ بڑی کوشش سے ایک کتاب میں ان ہی بڑی قوی حدیثوں کو جمع کیا جن کے سب راوی عدل، تام الضبط ہوں، اور جس حدیث کے راویوں سے کسی راوی میں کچھ نقصان عدالت یا ضبط کا پایا اس حدیث کو ترک کیا، اس وجہ سے ان کی کتاب بہت مقبول ہوئی، اور بخاری کی بعضے حدیثیں ثلاثیات کہلاتی ہیں، ان میں بخاری اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ میں فقط تین ہی واسطے ہوتے ہیں۔

اور یہ قول بالکل غلط ہے کہ بخاری اوران کے ہم عہدوں سے پیشتر پہلے کسی نے حدیث کو جمع نہیں کیا تھا، ہاں یہ سچ ہے کہ صحابہؓ نے بعض اسباب سے جس کا بیان چوتھے سوال کے جواب میں آوے گا جمع نہیں کیا تھا، بلکہ تابعین صحابہ کے وقت سے جمع ہونا شروع ہوا، اور حق یہ ہے کہ حال خواہ کتابت کے ذریعہ سے نقل ہوئے یا حفظ کے

ذریعہ سے، اس کی وثاقت اور عدم وثاقت میں راویوں کی وثاقت اور عدم وثاقت اور قلت اور کثرت کا اعتبار ہوتا ہے، جس کے راوی بہت اور ثقہ ہوں معتبر گنا جائے گا، خواہ ان کی نقل کتابت کے ذریعہ سے ہو یا حفظ کے۔

اور دوسرے فائدہ میں مفصل گذرا کہ جس چیز کے یاد کا اہتمام ہوتا ہے یا وہ خبر عجیب ہوتی ہے تو یاد رہتی ہے، خصوصاً وہ چیز جس میں دونوں باتیں جمع ہوں، اور معترض کا یہ قول:

"محمد ﷺ کی وفات کے بعد سو دو سو برس پیچھے تواتر سے ان معجزات کو سن کر جمع کیا ہے، پھر بھی بے اعتباری کے سبب قریب نصف کے حذف کر دیا"

غلط ہے، ایسا کسی معجزہ یا اور حدیث میں نہیں ہوا کہ وہ تواتر سے ثابت ہو اور اس کو حذف کر دیا ہو، چہ جائے قریب نصف کے۔

احادیث کے بارے میں تیسرا شبہ

احادیث آپس میں مختلف ہیں، اور اختلاف صحت کے منافی ہے۔

جواب

یقیناً بعض احادیث صحیحہ آحاد میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر ان میں اکثر ایسا ہے کہ وہ اختلاف تھوڑے سے تاویل سے رفع ہو جاتا ہے، اور اہل اسلام کو اتنا تکلف کرنا نہیں پڑتا جتنا مسیحیوں کو اپنے کتب مقدسہ کی روایات مختلفہ میں تکلف کرنا پڑتا ہے، اور بعض جگہ ان سے باوجود ایسے تکلف کے ہرگز ہرگز وہ اختلاف نہیں اٹھتا، اور بعضے احادیث مختلفہ جو ہمارے اس ضابطہ کے موافق جس کا ذکر تیسرے فائدے میں گذرا نہیں ہیں، تو وہ صحیح بھی نہیں، ان کے اختلاف سے کچھ ہمارا نہیں بگڑتا۔

اناجیل کی روایات میں اختلافات کی چند مثالیں

اور چونکہ عہد عتیق اور جدید کی سب روایات مختلفہ کے لکھنے میں طول ہوتا ہے اس لئے ہم اس جگہ نمونہ کے طور پر بعض بعض انہیں روایات انجیلیہ کو لکھتے ہیں جو وہ آپس میں یا عہد عتیق کی روایات سے اختلاف رکھتی ہیں کہ انہیں سے انشاء اللہ ناظر کو پادریوں کے اس شبہ کا ضعف ظاہر ہو جائے گا، اور معلوم ہو جائے گا کہ اگر ایسا اختلاف صحت کے منافی ہے تو چاہئے کہ اپنے اس انجیل کی صحت سے بھی ہاتھ دھو دیں۔

پہلا اختلاف

متیٰ کی انجیل کے پہلے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۸۔ آسا سے یہوشافط اور یہوشافط سے یورام اور یورام سے عوریا پیدا ہوا۔

۱۱۔ اور یوشیا سے یوکنیا، اور اس کے بھائی جس وقت بابل کو اٹھ گئے پیدا ہوئے۔

۱۲۔ اور بابل کو اٹھ جانے کے بعد یوکنیا سے شلتئیل اور شلتئیل سے زور بابل پیدا ہوا۔

۱۳۔ اور زور بابل سے ابیود اور ابیود سے ایلیاقیم اور ایلیاقیم سے عاذور پیدا ہوا۔

۱۷۔ پس سب پشتیں ابیرہام سے داؤد تک چودہ پشتیں ہیں، اور داود سے اس وقت تک کہ بابل کو اٹھ گئے چودہ پشت ہیں، اور بابل کو اٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشت ہیں"۔

اب اس متیٰ کے کلام میں دو تو صریح غلطیاں اور ان غلطیوں اور مخالفت کے سوا ایک خدشہ اور ہے، اور سات اعتراض عہد عتیق کی مخالفت کے بابت اور پانچ اعتراض

لوقا کے کلام کی مخالفت کے بابت اُس پر پڑتے ہیں۔

پس حقیقت میں چودہ اعتراض اتنی عبارت پر پڑتے ہیں، اور چونکہ متیٰ کی انجیل عمدۃ الاناجیل اور اول الاناجیل ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر مصنف کو تصنیف کے وقت کتاب کے اول میں جس قدر اہتمام ہوتا ہے اس قدر وسط اور آخر میں نہیں ہوتا، پس جب اس عمدہ اور اول الاناجیل کے ان اول ہی کے چند فقرات پر جو بمنزلہ بسم اللہ ہیں، یہ بلا پڑے تو اب ساری کتاب کو کوئی خاک اٹکے، اور شاید انہیں امور کا لحاظ کر کے ترجمہ لاطینی کے بعض نسخوں میں اس انجیل سے اس نسب نامہ کو علحدہ کر دیا ہے جیسا کیتھولک ہرلڈ کے ساتویں جلد کے صفحہ ۲۰۵ میں یہ بات مصرح ہے، اور دو (۲) غلطیاں یہ ہیں:

پہلی غلطی

پہلی غلطی یہ کہ گیارہویں درس کے موافق لازم آتا ہے کہ بابل کی اسیری کے وقت یوشیا زندہ ہو اور یوکنیا اس وقت میں پیدا ہوا ہو، حالانکہ یہ صریح غلط ہے، کیونکہ یوشیا تو اس ماجرے سے بہت پہلے مر چکا تھا، اور اس کے مرنے کے بعد یاہوآز اس کے بیٹے نے تین مہینے سلطنت کی تھی، اور تین مہینہ کے بعد مصر کے بادشاہ نے اس کو تخت سلطنت سے اٹھا کے یہویاقیم اس کے بھائی کو جو یوکینا کا باپ تھا تخت نشین کیا تھا، اور یہویاقیم نے گیارہ (۱۱) برس سلطنت کی تھی، اور اس کے مرنے کے بعد یوکینا اس کا بیٹا اٹھارہ برس کی عمر میں سلطنت کے تخت پر بیٹھا تھا، اور اس نے تین مہینے سلطنت کی تھی کہ بخت نصر بابل کا بادشاہ یروشالم پر چڑھ آیا، اور یوکینا گرفتار ہو گیا، اور بخت نصر اس کو اور مع ہزارہا آدمیوں کے قید کر کے بابل کو لے گیا تھا جیسا سلاطین کے دوسرے کتاب

کے تیسویں اور تیکسویں باب میں مفصل لکھا ہوا ہے۔

پس دیکھو اس حساب کے موافق یوشیا بابل کے قید سے بہت آگے مر چکا تھا، اور یوکنیا اس وقت میں اٹھارہ برس کا تھا۔

اور وہ جو اخبار الایام کی دوسرے کتاب کے چھتیسویں باب کے نویں درس میں لکھا ہے کہ ''یوکینا اس اسیری کے وقت آٹھ برس کا تھا'' یقیناً غلط ہے، چنانچہ ان شاء اللہ اسی دوسرے سوال کے جواب کے اندر چوتھے شبہ کے جواب میں بیان اس کا آتا ہے، اور باوجود غلطی کے اس کے موافق بھی یوشیا بیس (۲۰) برس آگے اس ماجرے کے مر چکا تھا، اور یہویاقیم گیارہ برس سلطنت کر کے ایک پشت بیچ میں گذر چکا تھا، اور یوکینا کی جو تیسری پشت ہے اسیری کے وقت آٹھ برس کی عمر تھی۔

دوسری غلطی

دوسری غلطی یہ کہ درس سترویں کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ اس نسب نامہ میں چودہ چودہ پشت کی تین قسمیں ہیں حالانکہ یہ صریح غلط ہے، کیونکہ پہلی تقسیم میں چودہ پشتیں جب ہوتی ہیں (جب) داؤد کو داخل مانو، اور جب وہ پہلی تقسیم میں داخل ہو کے ایک پشت محسوب ہوئی تو دوسری تقسیم سے یقیناً خارج ہوں گے، اور یہ دوسری تقسیم سلیمان سے شروع ہو گی، اور یوکنیا پر ختم، اور یوکنیا تقسیم میں داخل ہوگا، اور جب یوکنیا اس تقسیم میں داخل ہو کے ایک پشت گنا گیا تو تیسری تقسیم سے خارج ہوگا، اور یہ تیسری تقسیم شلتئیل سے شروع ہو گی، اور مسیح پر ختم، اور اس میں چودہ پشتیں نہیں بلکہ حضرت مسیحؑ سمیت تیرا ہیں۔

متّی سے سہو ہوا کہ تیرہ کی جگہ غلطی سے چودہ لکھ گیا، اور اس پر سلف سے خلف تک لوگ اعتراض کرتے رہے ہیں، اور دین عیسوی کے منکر تمسخر کرتے چلے آئے

ہیں، اور عیسائی مذہب کے علماء کچے کچے عذر کرتے ہیں، اب عام (۱) عذر یہ ہے کہ داؤد کو پہلی قسمت اور دوسری قسمت دونوں میں اعتبار کرتے ہیں، اور دو دفعہ لے کر عدد کو پورا کر دیتے ہیں، مگر یہ تو محض ایک کچا عذر ہے، اور ایک شخص کو دو دفعہ گن کر عدد پورا کر لینا عرف اور محاورے کے خلاف ہے، اس طرح تیرہ کو چھتیس اور اتالیس بھی کہہ سکتے ہیں۔

علاوہ اس کے اس تکلف پر بھی بڑا فساد لازم آتا ہے، کیونکہ اس صورت میں دوسری قسمت کے اخیر پشت یوکنیا کو ٹھہراویں گے یا یوشیا کو، اگر یوکنیا کو ٹھہراویں گے تو اس قسمت میں پندرہ پشت ہو جاویں گے، اور تیسری قسمت میں وہی تیرا کے تیرا رہ جاویں گے، اور اعتراض دوہرا ہو جاوے گا، اور اگر یوشیا کو کہیں گے، اور یوکنیا کو تیسری تقسیم کی پہلی پشت شمار کریں گے، تو متیٰ کی عبارت سے ہرگز تطبیق نہ کھائے گا، اس لئے کہ ۱۷ درس میں لکھا ہے کہ ''اس وقت تک کہ بابل کو اٹھ گئے چودا پشت ہیں'' اور یوشیا تو بابل کے اٹھ جانے سے بارہ (۱۲) برس پہلے مر چکا تھا، اور یہویاقیم ایک اور پشت اس کے بعد مر چکی تھی، اور یوکینا تیسری پشت اٹھارا (۱۸) برس کا تھا، جیسا پہلی غلطی کے بیان میں گذر چکا، اور کلارک صاحب انہیں مشکلوں کا لحاظ کر کے یوشیا کے بیٹے یہویاقیم کو ایک پشت قرار دیکر چودا (۱۴) پشتیں پوری کرتا ہے، اور لکھتا ہے کہ:

> ''کامٹ کہتا ہے کہ درس گیارہواں یوں پڑھنا چاہئے کہ یوشیا کے بیٹے یہویاقیم اور اس کے بھائی یہویاقیم کا بیٹا یہکنیا بابل کے جانے کے وقت پیدا ہوا......'' الخ۔

کہتا ہوں میں کہ اب بھی گیارہویں درس میں اس عبارت میں ''یہکنیا بابل کے جانے کے وقت پیدا ہوا'' خدشہ ہے، کیونکہ یوکنیا بابل کے جانے کے وقت اٹھارہ برس کا تھا، پس اس وقت اس کے پیدا ہونے کے کیا معنیٰ؟ مگر مفسرین اور توجیہ کرنے

---

(۱) اور میزان الحق کے مولف نے بھی اپنے مکتوبات میں یہ توجیہ کی ہے۔ ۱۲ منہ

والے کیا کریں کہ ایسی صریح غلطی کی کوئی اچھی توجیہ بن نہیں پڑتی، اور پورفری نے تیسری صدی میں اس پر اعتراض کیا تھا۔

غلطی اور مخالفت کے سوا خدشہ

اور مخالفت کے سوا یہ اعتراض ہے کہ پہلی تقسیم میں اگرچہ اس کی تحریر کے موافق داؤد تک چودہ پشتیں ہو جاتی ہیں لیکن اس میں یہ خدشہ ہے کہ جب چوتھے درس کے موافق سلمون نخشون کا بیٹا ہے، اور پانچویں درس کے موافق اس سلمون کا بیٹا بوعز ہے، راحاب کے پیٹ سے، اب لازم آتا ہے کہ چار سو (۴۰۰) برس کے عرصہ میں راحاب سے داؤد تک کل چار پشتیں گذری ہوں، کیونکہ یہ نخشون وہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کے عہد میں یہودا کے فرقے کا سردار تھا، جیسا کہ کتاب شمار پہلے باب کے ساتویں درس، اور کتاب اول اخبار الایام کے دوسرے باب کے گیارہویں درس میں مصرح ہے، اور یہ راحاب وہ راحاب فاحشہ ہے جس نے یوشع کے عہد میں بنی اسرائیل کے دو جاسوسوں کو اپنے گھر میں چھپا کر بچا لیا تھا، اور اس احسان کے سبب وہ مع اپنے خاندان کے قتل سے بچ گئی تھی، جیسا یوشع کی کتاب کے دوسرے اور چھٹے باب میں اس کا حال مفصل لکھا ہوا ہے، اور اس راحاب سے داؤد تک چار سو برس (۴۰۰) کا عرصہ ہے، اور اس میں متی کی تحریر کے موافق کل چار پشتیں گزریں، اور یہ ظاہر میں بعید معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہودا سے سلمون تک تقریباً تین سو برس (۳۰۰) کے عرصہ میں اس کی تحریر کے موافق چھ پشتیں گذری ہیں باوجودیکہ ان طبقے کے لوگوں کی عمریں بھی زائد تھیں۔

عہد عتیق کی مخالفت کے بابت سات اعتراض

اور سات اعتراض عہد عتیق کی مخالفت کے بابت یہ ہیں:

عہد عتیق کی مخالفت کے بابت پہلا اعتراض

کتاب اول اخبار الایام کے تیسرے باب کے ملاحظہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسری تقسیم میں اٹھارہ پشتیں ہیں نہ چودہ، اسی لئے بڑی حسرت سے نیومن صاحب یوں کہتا ہے:

"کہ دین عیسوی میں ایک اور تین کو تو ایک ماننا پڑا تھا، اب اٹھارہ اور چودا کو بھی ایک کہنا پڑا، کیونکہ مقدس کتابوں میں غلطی کا تو احتمال ہی نہیں ہو سکتا"۔

عہد عتیق کی مخالفت کے بابت دوسرا اعتراض

دوسرا اعتراض یہ کہ متیٰ کے آٹھویں درس میں عوزیا کو یورام کا بیٹا لکھتا ہے، حالانکہ وہ پڑپوتے کا بیٹا ہے، تو اس حساب سے متیٰ سہو کی راہ سے تین نام چھوڑ گیا، اخریاہ، یواش، امصیاہ، اور یہ تینوں بادشاہ ہوئے ہیں، اور ہر ایک اپنے باپ کے مرنے کے بعد تخت سلطنت کا وارث بنا ہے، اخریاہ نے ایک برس سلطنت کی، اور اس سلطنت کا حال سلاطین کی دوسری کتاب کے آٹھویں باب اور اخبار الایام کی دوسری کتاب کے بائیسویں باب میں لکھا ہوا ہے، اور یواش نے چالیس برس سلطنت کی، اور اس کی سلطنت کا حال سلاطین کی دوسری کتاب کے بارہویں باب اور اخبار الایام کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب میں لکھا ہوا ہے، اور امصیاہ نے انتیس (۲۹) برس سلطنت کی، اور اس کی سلطنت کا حال سلاطین کی دوسری کتاب کے پچیسویں باب میں لکھا ہوا ہے۔

اور قصداً یا کسی کی پاس خاطر سے تین پشت کے چھوڑ دینے کی کوئی اچھی وجہ

نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ متیٰ نے ابراہیم کے زمانہ سے مسیحؑ کے زمانہ تک جتنی پشتیں گذری ہیں ان کو لکھا ہے اور سترہویں درس میں اس امر کی تصریح کرتا ہے۔

اور جب کوئی مؤرخ ایک زمانہ معین کر کے یوں کہے کہ اس زمانہ میں اتنی پشتیں گذری ہیں، اور اس میں قصداً یا کسی کے پاس خاطر سے کئی نام چھوڑ دیوے تو سب اس کی تحمیق اور تغلیط کریں گے، اور اس کی تاریخ کا اعتبار نہ رہے گا (۱) مثلاً اگر کوئی مؤرخ دلی کے بادشاہ بہادر شاہ کا نسب نامہ لکھے اور کہے کہ بابر کے زمانہ سے بہادر شاہ کے زمانہ تک اتنی پشتیں گذری ہیں، اور ان میں یوں تصریح کرے کہ بابر سے ہمایوں اور ہمایوں سے عالمگیر پیدا ہوا، .... الخ اور اکبر اور جہاں گیر اور شاہ جہاں کو جو سلاطین نامدار گذرے ہیں، بیچ سے اڑا دے، تو ہر کوئی اس مؤرخ کی تحمیق (بیوقوف قرار دینا) کرے گا، اور اس کی تاریخ کے اور حالات پر بھی شبہ کرے گا۔

عہد عتیق کی مخالفت کے بابت تیسرا اعتراض

تیسرا اعتراض یہ کہ جس کو یورام کا بیٹا لکھتے ہیں اس کا نام عوزیا نہیں بلکہ عزریاہ ہے، جیسا کتاب اخبار الایام کے سب ترجموں سے، کیا اردو، کیا فارسی، کیا عربی، کیا انگریزی، اور اسی طرح سلاطین کی دوسری کتاب کے چودھویں باب کے اکیسویں درس اور پندرہویں باب کے سب ترجموں کے موافق سمجھا جاتا ہے، الا یہ کہ یہ کہو کہ یہ تو ادنیٰ بات ہے، اور نام کی غلطی مقدس کتابوں میں غلطی نہیں کہلاتی، بلکہ (۲) ان کے موافق اتنا چاہیئے کہ نام کے حرفوں میں سے بعض محفوظ رہ جاویں، گو بعض الٹ پلٹ جائیں یا کسی اور حرف کے ساتھ بدل جائیں، اور مقابلہ کرنے سے ایسی غلطی تو نسب

(۱) کیونکہ شبہ پڑ جائے گا کہ اس نے اسی طرح اور حال بھی غلط لکھ دیئے ہوں گے۔ ۱۲ منہ

(۲) چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب میں قسم اول کی مثالوں کے اندر اس قسم کی بہت سی غلطیوں پر اشارہ کروں گا۔ ۱۲ منہ

نامہ کے اور ناموں میں بھی نکل آوے گی۔

عہد عتیق کی مخالفت کے بابت چوتھا اعتراض

چوتھا اعتراض یہ کے متیٰ گیارہویں درس میں یوکنیا کو یوشیا کا بیٹا لکھتا ہے، اور کتاب اخبار الایام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہویاقیم کا بیٹا ہے، اور یہویاقیم یوشیا کا بیٹا ہے، اور اس یہویاقیم نے بھی گیارہ (۱۱) برس سلطنت کی ہے، اور اس کی سلطنت کا حال سلاطین کی دوسری کتاب کے تیئسویں باب میں مصرح ہے، تو یہاں بھی متیٰ نے غلطی کی راہ سے ایک نام چھوڑ دیا۔

عہد عتیق کی مخالفت کے بابت پانچواں اعتراض

پانچواں اعتراض یہ کہ اسی گیارہویں درس میں لکھتا ہے کہ:

"یوشیا سے یوکنیا اور اس کے بھائی.........." الخ

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"ویوشیا پدر یوکانیا و برادرانش.........." الخ

ہندیہ (۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"اور یوشیا کے بیٹے یکھنیاہ اور اس کے بھائی.........." الخ

عربیہ (۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"ویوشیا ولد یوحانیا و اخرته.........." الخ

اگرچہ یوکنیا کے نام میں ترجمے مختلف ہیں مگر سب میں "اس کے بھائی" صیغہ جمع کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں، حالانکہ کتاب اخبار الایام کے تیسرے باب کے سولہویں درس سے انگریزی ترجموں کے موافق سمجھا جاتا ہے کہ یوکنیا کا کوئی بھائی نہ تھا، اور عربی

اور فارسی اور اردو کے ترجموں سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بھائی صغیہ، جمع کے ساتھ نہ تھے، البتہ اس کے باپ کے تو تین بھائی تھے، جیسا اس کی کتاب میں مصرح ہے۔

عہد عتیق کی مخالفت کے بابت چھٹا اعتراض

چھٹا اعتراض یہ کہ متیٰ کے بارہویں درس میں لکھتا ہے کہ:

"شلتیل سے زور بابل پیدا ہوا"

اور کتاب اخبار الایام کے تیسرے باب کے انیسویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شلتیل کا بھتیجا تھا نہ کہ بیٹا، بلکہ پدایاہ بن یوکنیاہ کا بیٹا ہے۔

عہد عتیق کی مخالفت کی بابت ساتواں اعتراض

ساتواں اعتراض یہ کہ متیٰ تیرہویں درس میں لکھتا ہے کہ:

"زور بابل سے ابیود پیدا ہوا"

اور کتاب اخبار الایام کے تیسرے باب کے انیسویں اور بیسویں درس میں زور بابل کی اولاد کے جو نام لکھے ہوئے ہیں ان میں کسی کا نام ابیود نہیں، اور نہ عہد عتیق کی کسی اور جگہ سے ثابت ہوتا ہے کہ زور بابل کا کوئی اس نام کا بیٹا تھا۔

حکایت

میرا اول مباحثہ جو اکبرآباد کے اندر مہینہ ربیع الآخر ۱۲۷۰ھ ہجری مطابق جنوری ۱۸۵۴ء میں پادری فرنچ (French) صاحب مدرس کلان کٹرہ اسکول آگرہ اور پادری کئی صاحب افسر کلان بشب کالج کلکتہ سے ہوا تھا، اور اس کے دوسرے جلسہ میں

ڈاکٹر محمد وزیر خاں صاحب بھی میرے شریک تھے، اور جب جلسہ دوسرا ختم ہوگیا، اور کئی صاحب رخصت ہوگئے، بعد کچھ اور بات چیت کے فرنچ صاحب سے پھر مذہب کا ذکر آگیا، اس وقت ڈاکٹر صاحب نے سامنے سے انجیل اٹھا کر متیٰ کے باب اول کا سترہواں درس پیش کیا کہ اس کو تو دیکھئے! پادری صاحب نے اس کو دیکھ کر کہا کہ:

دین عیسوی کے منکر اس کو اکثر پیش کیا کرتے ہیں، اور اس میں البتہ کچھ مشکل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ: کچھ توجیہ فرمایئے!

پادری صاحب نے کہا کہ: ممکن ہے کہ کاتب سے عدد میں غلطی ہوگئی ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: اور سنئے کہ متیٰ عوزیاہ کو یورام کا بیٹا لکھتا ہے حالانکہ تین پشتیں ان کے بیچ میں گذری ہیں، احذیاہ یواس امصیاہ اور لکھتا ہے کہ ''یوکنیاہ یوشیا کا بیٹا ہے'' حالانکہ وہ بیٹا نہیں، اور لکھتا ہے کہ ''یوکنیا کے بھائی ہیں'' حالانکہ عہد عتیق میں ایک بھی اس کا بھائی مذکور نہیں، اور لکھتا ہے کہ ''زوربابل شلتائیل کا بیٹا ہے'' حالانکہ وہ اس کا بھتیجا ہے، پدایاہ کا بیٹا جو شلتائیل کا بھائی تھا۔

پادری صاحب نے کہا: کہ جائز (ممکن) ہے کہ ان لوگوں نے ان کی میراث پائی ہوگی جن کے بیٹے لکھے گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا: اخذیاہ، یواش، امصیاہ تینوں بادشاہ گزرے ہیں، اور انہوں نے سلطنت کی ہے، پس یہ توجیہ ہرگز اس میں جاری نہیں ہوسکتی، اور جب ایک نسب نامہ میں اتنی غلطیاں ہوں تو ساری کتاب کا کیا قیاس کیا جاوے۔

شاید متیٰ نے عہد عتیق نہ پڑھا ہوگا کہ ایک نسب نامہ میں اتنی غلطیاں کر گیا،

پادری صاحب نے کہا کہ: جائز (ممکن) ہے کہ نسب نامہ کو متیٰ نے الہام سے نہ

لکھا ہو۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ: پھر کون سی دلیل ہے کہ اور حال کو الہام سے لکھا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ ایسا ہی اور حال کو بھی الہام کے بغیر لکھا ہو؟

پادری صاحب نے کہا: الہام ایک معجزہ ہے، اور معجزہ ضرورت کے وقت ہوا کرتا ہے، اور جو نسب نامہ اور لوگوں سے بھی معلوم ہو سکتا تھا تو اس میں الہام کی حاجت نہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ: جب ایسے حال میں جو متّیٰ کا دیکھا ہوا بھی نہ تھا الہام کی حاجت نہ تھی تو اپنے دیکھے ہوئے حال میں بطریقۂ اولیٰ ان کو الہام کی حاجت نہ ہوگی؟

پھر پادری صاحب نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ: کیا تم انصاف نہیں کرتے کہ نسب نامہ میں الہام کی احتیاج نہیں؟

میں نے کہا کہ: شاید اسی وجہ سے لوقا بھی متّیٰ کے مثل غلطی کر گیا کہ ایک قینان کو اپنے طرف سے شالح اور ارفکشاد کے بیچ میں نسب نامہ میں بڑھا گیا۔

پادری صاحب نے اس پر رنج کھایا، جیسا باقی حال اس مباحثہ کے رسالہ میں لکھا ہوا ہے۔

بہر حال پادری صاحب کی تقریر کے موافق دو باتیں کارآمد ہیں:

پہلی کارآمد بات

ایک یہ کہ انہوں نے متّیٰ کے سترہویں درس میں غلطی مان لی، گو اس کو کاتب کے سر تھوپا، مگر اگر کاتب کے بھی سر تھوپی جاویگی تو بھی بڑی پرانی غلطی ہوگی کیونکہ تیسری صدی میں تو پورفری نے اس پر اعتراض کیا ہے، شاید ان پادری صاحب کے نزدیک یہ غلطی ایسی پرانی ہوگی جیسے تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ کی تحریر کے موافق اور

بشب پیرس اور پادری طامس کے اقوال کے مطابق متیٰ کے ستائیسویں باب کے نویں درس میں ہے جو کہتے ہیں کہ:

"اول زمانہ میں نقل کرنے کے وقت کاتب نے غلطی سے زکریا کی جگہ یرمیا لکھ دیا ہے، اور وہی غلطی اس کے بعد متن میں داخل ہوگئی"۔

مگر یہ احتمال تو بعید ہے، اور حق یہی ہے کہ متیٰ نے دونوں جگہ غلطی کی۔

چنانچہ وارڈ صاحب اور بیوکانان اور مارطیروس اور کیراکوس نے ستائیسویں باب کے درس نویں میں صاف صاف اقرار کیا ہے، اور مسٹر جویل نے لکھا ہے کہ:

"مرقس نے غلطی سے اخیملک کی جگہ ابیاتھر اور متیٰ نے غلطی سے زکریا کی جگہ یرمیا لکھا ہے"۔

دوسری کارآمد بات

دوسری یہ کہ انہوں نے اور غلطیوں کا بھی لحاظ کر کے مناسب نہ سمجھا کہ ان سب کو کاتب کے سر تھوپیں بلکہ مان لیا کہ متیٰ نے نسب نامہ الہام سے نہیں لکھا، تو اس کے موافق سب غلطیاں ان کے نزدیک مسلم ہوئیں، اور ان پر سب وہ وارد رہا جو ڈاکٹر صاحب نے کہا، بہر حال اس غلطی اور عہد عتیق کی مخالفت میں کچھ شک نہیں۔

اور کتاب اول اخبار الایام کے تیسرے باب کی عبارت یوں ہے (فارسیہ ۱۸۴۵ء):

۱۰۔ و پسر سلیمان[۱]، رحعام[۲] و ابیاہ[۳] پسرش و آسا[۴] پسرش، و یہوشا[۵] فاط پسرش۔

۱۱۔ و یورام[۶] پسرش، اخریاہ[۷] پسرش و یواش[۸] پسرش۔

۱۲۔ امصیاہ [9] پسرش، عزریاہ [10] پسرش ویوثام [11] پسرش۔

۱۳۔ واحاز [12] پسرش وخرقیا [13] پسرش ومنہ [14] پسرش

۱۴۔ امون [15] پسرش ویوشاہ [16] پسرش۔

۱۵۔ وپسران یوشاہ اول زادہ اش یوحانان ودوم یہویاقیم، سوم صدقیا، چہام شلوم۔

۱۶۔ وپسران، یہویا [17] قیم، یکنیاہ [18] پسرش وصدقیا [19] ہ پسرش بودند،

وپسران یکنیاہ اسّر وشلتی ایل پسرش

۱۸۔ ونیز ملکے رام وپدایاہ وشناصر ویقمیاہ وہوشاماع وندبیاہ

۱۹۔ واولاد پدایا زربابل وشمعی وپسران زربابل، مشلام، وحننیاہ، وخواہر ایشاں شلومیت۔

۲۰۔ وحشوباہ واوہل وبرکیاہ، وحدیاہ ویوشت حدکہ ہمہ اش پنج نفراست۔

۲۱۔ وپسران حنیاہ، پلطیاہ، ویشعیاہ......الخ

اور پانچ اعتراض لوقا کی مخالفت کے بابت یہ ہیں:

لوقا کی مخالفت کے بابت پہلا اعتراض

متیٰ یوسف کو یعقوب کا بیٹا اور لوقا اس کو ہلی کا بتلاتا ہے۔

لوقا کی مخالفت کے بابت دوسرا اعتراض

متیٰ یوسف کو سلیمان بن داؤد کی اولاد سے اور لوقا ناثان بن داؤد کی اولاد سے گنتا ہے۔

لوقا کی مخالفت کے بابت تیسرا اعتراض

متیٰ بابل کی اسیری تک سب پشتیں سلاطین نامدار، اور لوقا داؤد اور ناقان سب پشتیں گمنام اور بے وقار لکھا ہے۔

لوقا کی مخالفت کا چوتھا اعتراض

متیٰ شلتئیل کو یوکنیا کا بیٹا اور لوقا اس کو نیری کا بیٹا، اور متیٰ زور بابل کے بیٹے کا نام ابیوذ اور لوقا اس کا نام ریصا لکھتا ہے، اور طرہ یہ ہے کہ کتاب اخبار الایام کے تیسرے باب کے انیسویں اور بیسویں درس سے (جن میں زور بابل کے باپ اور اولاد کے نام لکھے ہیں ہیں، اور ان کی نقل عنقریب گذری) معلوم ہوتا ہے کہ شلتئیل یوکنیا کا بیٹا ہے جیسا متیٰ لکھتا ہے نہ نیری کا، جیسا لوقا کہتا ہے، اور زور بابل کے کسی بیٹے کا نام نہ ابیود ہے جیسا متیٰ لکھتا ہے، اور نہ ریصا جیسا لوقا لکھتا ہے۔

پس لوقا نے بھی اس جگہ دو ٹھوکریں کھائیں، اور ایک اور ہے جو متیٰ کے مانند ٹھوکر کھاتا ہے کہ زور بابل کو شلتئیل کا بیٹا بتلاتا ہے حالانکہ وہ اس کا بھتیجا ہے نہ بیٹا، بلکہ وہ پدایاہ بن یوکنیا کا بیٹا ہے، اور یہ تین ٹھوکریں تثلیث کے عدد متبرک کے موافق جناب لوقا ایک ہی درس میں کھاتے ہیں، یعنی اپنی انجیل کے تیسرے باب کے ستائیسویں درس میں جو یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

''پسر یوحنا، پسر ریصیا، پسر زور بابل، پسر سالاتیل، پسر نیری''۔

اور لوقا کے نسب نامہ میں ایک غلطی اور عہد عتیق کی مخالفت میں ہے، جو چھتیسویں درس میں اپنی طرف سے شالح اور ارفخشاد کے بیچ میں قنیان کو بڑھاتا ہے، اور شالح کو قنیان کا بیٹا اور ارفخشد کو پوتا بتلاتا ہے، حالانکہ عہد عتیق کے موافق صالح

ارفکشاد کا بیٹا ہے نہ پوتا، اور یہ قنیان لوقاء والاطہر متخلل کی طرح اعتبار میں واجب الاسقاط ہے۔

درس پینتیسواں اور چھتیسواں لوقا کا یوں ہے (نسخہ فارسیہ مذکورہ):

"۳۵: پسر ساروغ، پسر زاغا، پسر فانع، پسر صالا۔

۳۶: پسر قینان، پسر ارفخشد، پسر شام، پسر نوح، پسر لامخ"

اور یہ جملہ "پسر صالح، پسر قنیان، پسر ارفخشد" اور ترجموں میں یوں ہے (ہندیہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"بیٹا شالح کا، بیٹا قینن کا، بیٹا ارفکشد کا"

ہندیہ (۱۸۴۲ء):

"صالا قنیان کا، قنیان ارفخشد کا......الخ

عربیہ ۱۸۷۱ء و ۱۸۲۱ء

"بن شالح بن قنيان بن ارفخشاد"

اور سب اور ترجمے ان کے موافق ہیں، اور کتاب پیدائش کے گیارھویں باب کا بارھواں درس یوں ہے (فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"وارفکشد سی و پنج سال زندگی نمودہ شلح را تولید نمود"

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

"وارفکشد سی و پنج سالہ بود کہ صالح از وی بوجود آمد"

ہندیہ (۱۸۴۲ء و ۱۸۲۹ء):

"جب ارفکشاد پینتیس برس کا ہوا تب اس سے شالح پیدا ہوا"

ہندیہ (۱۸۴۶ء):

"جب ارفکشد پینتیس برس کا ہوا اس سے سلح پیدا ہوا"

اور سب ترجمے اس کے موافق ہیں، اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے پہلے باب کے چوبیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۵ء):

"شام اور ارفکشد وسلح"

فارسیہ (۱۸۳۸ء):

"سیم ارفکشد صالح"

عربیہ (۱۸۳۱ء):

"سام ارفخشاد شالح"

ہندیہ (۱۸۴۲ء):

"سیم ارفکسد سلح"

اور سب ترجمے ان کے موافق ہیں، پس توریت اور اخبار الایام سے معلوم ہوتا ہے کہ شالح ارفخشاد کا بیٹا ہے نہ پوتا، اور توریت کی عبارت تو اس میں نص ہے۔

لوقا کی مخالفت کا پانچواں اعتراض

پانچواں اعتراض یہ کہ داؤد کے زمانہ سے مسیح کے زمانہ تک متّٰی کے موافق چھبیس پشتیں اور لوقا کے مطابق اکتالیس پشتیں گذرتی ہیں، اور چونکہ دونوں زمانوں میں ایک ہزار پچاس برس کا فرق ہے تو ایک ایک پشت کے حساب میں اول کے موافق چالیس چالیس برس کے قریب اور دوسرے کے موافق پچیس پچیس برس کے قریب آتے ہیں، کہاں چالیس اور کہاں پچیس، اور دونوں نسب ناموں کے اس اختلاف نے جو ناظرین کو ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جاتا ہے عیسائی مذہب کے علماء کو "دوسری ہی صدی" سے گھبراہٹ میں ڈالا ہے اور تب ہی سے اس کو مشکل سمجھتے چلے آتے ہیں، اور

اس کے اٹھانے کے واسطے بہت توجیہیں کیں ہیں، لیکن وہ سب کے سب رکیک اور محض خیالی ہیں، اور ہر ایک پر ایک نہ ایک ایسا اعتراض پڑتا ہے کہ بالکل اسے ملیامیٹ کر دیتا ہے، اسی لئے اس مذہب کے محققین کی ایک جماعت نے مثل اکہارن اور کیسرا اور ہیس اور ڈی وٹ اور ویز اور فرش وغیرہم کے مان لیا کہ ان دونوں نسب ناموں میں تناقض اور اختلاف ہے، اور نورٹن (Norton) نے جو عیسائی مذہب میں محقق ہے، اور اپنے کتب مقدسہ کی سند میں اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام یہ ہے ''اِی وِی ڈنس اوف دی جنی ڈنس اوف دی گاسپل'' (یعنی انجیل کے اصالت کی گواہی) اور وہ کتاب بوسٹن شہر میں ۱۸۳۷ء میں چھپی ہے، اپنی اس کتاب کی پہلی جلد کے صفحہ ۵۵ میں بہ طور انصاف یوں لکھا ہے کہ:

''ان دونوں نسب ناموں میں تطبیق دینے کے لئے قوم نے توجیہیں کیں ہیں، لیکن میں ان سے بحث نہ کروں گا، کیونکہ وہ سب خیالی ہیں، اور ہر ایک پر ایسا اعتراض پڑتا ہے کہ اس توجیہ کے تسلیم کرنے کو منع کرتا ہے، اور اب خیال عام ایسا ہے کہ لوقا نے مریم کے نسب نامہ کو لکھا ہے، لیکن اگر ایسا ہوتا تو لوقا ظاہر کر دیتا نہ کہ ایسا مبہم کر کے لکھتا کہ وہ بیٹا یوسف کا تھا، وہ بیٹا ہلی کا، اور یوں مراد رکھتا (لیتا) کہ یوسف ہلی کا داماد ہے۔

اور ایک اعتراض تو سب توجیہوں پر پڑتا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر یہ نسب نامہ متیٰ نے لکھا ہے تو اور حواریوں نے بھی کسی صحیح سند کے ساتھ جانا ہوگا، اور یہی حال لوقا کے نسب نامہ کا بھی ہے، تو لازم آتا ہے کہ حواری لوگ ان سے دو نسب ناموں سے واقف ہوں جو دونوں صحیح ہوں، اور ظاہر میں ان میں ایسا اختلاف ہو کہ دوسری ہی

صدی سے وہ اختلاف بہت مشکل سمجھا جاتا ہوتو اس صورت میں اس حواری یا انجیل نویس کو جو جانتا تھا کہ دوسرے نے بھی جس کی تحریر کا اعتبار میرے تحریر کے اعتبار کے برابر ہے، ایسا نسب نامہ لکھا ہے کہ میرے نسب نامے لکھے ہوئے سے بادی النظر میں مخالف ہے، اس امر کا لحاظ ہوتا کہ توضیح کے واسطہ ایک دو حرف بڑھا دیتا، لیکن لوقا نے جب ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس کو معلوم نہ تھا"۔

یہاں تک نورٹن کا قول تھا، اور اس قول سے کہ "ہر توجیہ پر ایک نہ ایک بڑا اعتراض پڑتا ہے" "اور ایک اعتراض تو ساری ترجیہوں پر پڑتا ہے" "اور دوسری ہی صدی سے یہ اختلاف مشکل سمجھا جاتا ہے" "اور متاخرین میں جواب یہ توجیہ مختار عام ہے کہ لوقا نے مریم کا نسب نامہ لکھا ہے رکیک ہے" صاف سمجھا جاتا ہے کہ سب توجیہیں واہی ہیں، اور محقق نورٹن سچ کہتا ہے کہ:

"اگر ایسا ہوتا تو ضرور لوقا توضیح کے واسطہ ایک دو حرف بڑھا دیتا، اور باوجود متیٰ کی ایسی تحریر کے کبھی ایسا مبہم نہ لکھتا کہ انب (آم) بولتا اور انبلی (املی) مراد رکھتا (لیتا)، اور کہتا یوسف بیٹا ہلی کا اور مراد (لیتا) رکھتا یوسف داماد ہلی کا"۔

اور کالون جو فرقہ پروٹسٹنٹ کا پیشوا اور مصلح دین عیسوی کا کہلاتا ہے، وہ بھی اس توجیہ کو رد کرتا ہے، اور کہتا ہے جس نے یسوع مسیح کے نسب نامہ سے سلیمان کو خارج کیا اس نے فی الحقیقت یسوع کو مسیح نہ رکھا۔

توجیہ کے بطلان کی چار وجوہ

علاوہ اس کے اس توجیہ کے بطلان کے لئے چار وجہ اور بھی ہیں۔

پہلی وجہ

ایک یہ کہ کسی قوی سند سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ مریم کے باپ کا نام ہلی تھا، اور نہ یہ بات کہ وہ ناثان کی اولاد سے ہیں، اور عیسائی مذہب کے بعض علماء کا مجرد احتمال بلا دلیل جس کو ان کے علماء محققین اور ان کے پیشوا بھی رد کرتے ہیں ہم پر بلکہ کسی مخالف پر سند نہیں ہوسکتا، اور بعض کتابوں سے گو ان کو پروٹسٹنٹ واجب التسلیم نہ سمجھتے ہوں اس کے مخالف معلوم ہوتا ہے، یعقوب کی انجیل میں حضرت مریمؑ کے باپ اور ماں کا نام یہویا قیم اور عانا لکھا ہے، اور آگستائن لکھتا ہے کہ:

"اس کے وقت میں بعض کتابیں تھیں کہ ان میں لکھا تھا کہ مریمؑ لیوی کے قوم سے ہیں"۔

کہتا ہوں میں کہ لوقا کے پہلے باب کے پانچویں اور چھتیسویں درس اور کتاب شمار کے چھتیسویں باب کے درسوں کو اگر ملاؤ تو اس مجموعہ سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے، لوقا کی عبارت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۵: یہودیہ کے بادشاہ ہیرودے کے وقت میں ابیاہ کے باری داروں سے زکریا نامی ایک امام تھا، اس کی جورو (بیوی) ہارون کی بیٹیوں میں سے تھی، اس کا

نام الیشبع تھا۔

۳۶: اور دیکھ تیرے رشتہ دار الیشبع کو بھی بڑھاپے میں بیٹے کا حمل ہے، اور اس کے حمل کا جو بانجھ کہلاتی ہے چھٹا مہینہ ہے"۔

اور کتاب شمار کی عبارت یوں ہے (ہندیہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۸: اور ہر ایک عورت جس کی میراث بنی اسرائیل کے ایک فرقہ میں ہے، اپنے باپ کے فرقہ میں سے ایک کے ساتھ بیاہ کرے، تا کہ بنی اسرائیل میں ہر ایک شخص اپنے باپ کی میراث پر قائم رہے۔

۹: اور ایک فرقہ کی میراث دوسرے فرقہ میں مل نہ جاوے، بلکہ بنی اسرائیل کے فرقوں میں ہر ایک شخص اپنی میراث سے ملا رہے۔

۱۰: چنانچہ صلفحاد کے بیٹوں نے جیسا یہوواہ نے موسیٰ کو فرمایا ویسا ہی کیا"۔

اب جو لوقا کی تصریح کے موافق الیشبع ہارون کی اولاد سے ہیں، اور حضرت مریمؑ ان کی رشتہ دار ہیں، خواہ ماں کی طرف سے ہوں خواہ باپ کی طرف سے تو یہ بھی بنی لیوی سے ہیں، کیونکہ کتاب شمار کے موافق بنی اسرائیل کے ہر ایک فرقہ کی عورت اپنے باپ ہی کے فرقہ میں بیاہی جاتی تھی، پس اگر ماں باپ مریم کے بنی لیوی سے نہ ہوتے تو کس طرح حضرت مریمؑ رشتہ دار الیشبع کی کہلاتیں۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ کہ وہ توجیہ انجیل کے بعض فقروں کے بھی خلاف ہے کیونکہ متیٰ کے الفاظ یوں ہیں:

"یعقوب اگینیسی ٹون یوسف" اور لوقا کے الفاظ یوں ہیں "دیوس یوسف توراالی" اور ان دونوں کے ایک ہی معنیٰ ہیں، یعنی دونوں یوسف کا نسب نامہ لکھتے ہیں،

اور وہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ ''تُو'' کے لفظ سے اور رشتہ دار بھی مراد لیے جاسکتے ہیں، پس لوقا کے ''جتیئو'' کا یہ مطلب ہے کہ جیسا مشہور ہے کہ یسوع یوسف کا بیٹا جوالی کا داماد ہے یا یہ کہ یسوع یوسف کا بیٹا اور الی کا نواسہ ہے، سو یہ بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اوپر کی چونتیس پشتیں جو عہد عتیق سے ثابت ہیں کہ ایک دوسرے کا بیٹا تھا (اس میں) یہی ''جتیئو'' واقع ہے۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ یہ کہ اگر قدماء کو یہ ثابت ہوتا کہ حضرت مریم ہلی کی بیٹی اور ناثان کی اولاد سے ہیں تو کیوں اس توجیہ کو چھوڑ کر ایسی رکیک رکیک توجیہیں کرتے جن کو متاخرین نے مردود سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ بات تو دوسری صدی کے علماء کو بھی یقین سے معلوم نہ تھی، چہ جائے کہ بعد کے علماء کو، حالانکہ ان میں حواریوں کے تابعین اور تبع تابعین بھی موجود تھے۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ یہ کہ اگر بالفرض حضرت مریمؑ ناثان کی اولاد سے بھی ہوں، تو اس صورت میں بھی لوقا کا نسب نامہ لکھا ہوا جب صحیح ہوگا جب کسی دلیل معتبر سے یہ بات ثابت ہوجاوے کہ اس زمانہ کا رواج تھا کہ کبھی داماد کو بیٹے کی جگہ سلسلہ نسب میں داخل کر کے سسرے کا بیٹا لکھا کرتے تھے، اور یہ کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں ہوا۔

اور آدم کلارک جواب فرقۂ پروٹسٹنٹ کا بڑا مشہور مفسر ہے لوقا کی انجیل کے تیسرے باب کی تفسیر کے ذیل میں اپنے علماء کی توجیہیں نقل کر کے سب کو ناپسند کرتا ہے، پھر آپ ہاتھ پاؤں گم کر کے بہ ناچاری ایک عذر بودا، نامسموع مسٹر ہارسی

(سے) یوں نقل کرتا ہے (نسخہ مطبوعہ ۱۸۵۱ء کی پانچویں جلد اور صفحہ ۴۰۸):

"یہودیوں میں نسب نامے بہت احتیاط سے رکھے جاتے تھے، اور ہر ذی علم جانتا ہے کہ نسب نامے خداوند کی بابت جو متیؔ اور لوقا کی تحریر میں فرق واقع ہوا ہے ان سے متاخرین اور قدماء کے محققوں کو حیران کر دیا ہے، اور جیسے اور مواقع پر مؤلف کے حق میں اعتراض سمجھا گیا ہے پھر وہی اعتراض اس کا حامی بن گیا ہے، ایسا ہی جب یہ صاف ہو جائے گا، دوہرا حامی بن جائے گا، زمانہ ہی اسے ایسا کرے گا"۔

اس مفسر اور ہارمر نے تو اتنا مانا کہ یہ فرق تو ایسا ہے کہ جس نے قدماء اور متاخرین کے محققوں کو حیران کر دیا ہے، اور بہ ناچاری یہ امید رکھی کہ جب صاف ہو جائے گا دوہرا حامی بن جائے گا، اور زمانہ بھی اسے ایسا کرے گا۔

کہتا ہوں میں کہ یہ امید عبث ہے، کیونکہ جب اس اٹھارہ سو برس کے زمانہ میں خصوصاً دوسری صدی میں کہ جس میں حواریوں کے تابعین اور تبع تابعین پائے جاتے تھے، اور تقریباً ساڑھے تین برس ان اخیر کی صدیوں سے جن میں علم عقلی اور نقلی کا بڑا ہی چرچا یورپ کے ملک میں ہوا، اور انہیں میں پروٹسٹنٹ کا فرقہ بیچ میں اچھل نکلا، اور دین عیسوی کی اصلاح بھی کر بیٹھا، یہ صاف نہ ہوا تو جناب مسیحؑ کے نزول سے قبل کبھی صاف نہ ہوگا، اور ہمیں تو امید ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نزول فرما کے انشاء اللہ دونوں نسب ناموں کو غلط فرما دیں گے، کیونکہ دونوں میں غلطیاں موجود ہیں، چنانچہ ان کا بیان گذرا۔

اب رہی مفسر کی یہ بات کہ یہودیوں میں نسب نامے بہت احتیاط سے رکھے جاتے ہیں، سو اس کا جواب یہ ہے کہ اے جناب! کیا آپ کو اپنا لکھا بھی یاد نہیں رہا کہ آپ نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں کیا لکھا ہے۔

اخبار الایام کی پہلی کتاب ساتویں باب کے چھٹے درس کی تفسیر کے ذیل میں یوں لکھاہے (نسخہ مطبوعہ ۱۸۵۱ء جلد ۲ صفحہ ۱۴۸۱):

"بے تمیزی سے بیٹے کی جا (جگہ) پوتا اور بالعکس لکھا گیا، ایسے اختلافوں میں تطبیق دینا بے فائدہ ہے، یہود کے علماء کہتے ہیں کہ عزراء کو جس نے یہ کتاب، لکھی معلوم نہ تھا کہ آیا بعض ان کے بیٹے تھے یا پوتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ دے (وہ) فردیں جن سے اس نے نقل کیا اکثر ناقص تھیں، اور یہاں ہم کو چاہئے کہ ایسے معاملوں کو چھوڑ دیں"۔

پھر اسی کتاب کے آٹھویں باب کے انتیسویں درس کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

"اس درس سے اڑتیسویں درس کے آخر تک اور باب نویں کے پینتسویں درس سے چوالیسویں درس تک نام کچھ اختلاف کے ساتھ پائے جاتے ہیں، اور علماء یہود کے کہتے ہیں کہ عزرا کی دو کتابیں تھیں جن میں یہ فقرے ناموں میں کچھ اختلاف کے ساتھ پائے جاتے تھے، اور جو عزرا کو تمیز نہ ہو سکی کہ کون ان میں بہتر ہے تو اس نے دونوں لکھ دیا"۔

پس اے جناب! جب بابل کے گردے (گرد) کے سبب یہود کے نسب ناموں کا عزرا ہی کے وقت میں یہ حالِ ابتر ہو تو متّیٰ اور لوقا کے وقت کا کیا ٹھکانا۔

اور جب کاہنوں اور ذی عزت شخصوں کے نسب ناموں کا وہ حال ہو تو غریب یوسف بڑھئی کے نسب نامہ کا کیا ذکر؟ اور جب عزرا نبی کا کہ جو پیغمبر صاحب الہام تھا اور اسی کی نقل پر عہد عتیق کی کتابوں کا اعتبار ہے، یہ حال ہو کہ بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس اور بعض نام کی جگہ اور نام لکھ بیٹھے، اور ناقص فردوں سے نقل کرے، صحیح اور غیر صحیح کتاب میں تمیز نہ کر سکے، اور دونوں کے موافق لکھ دے تو پھر لوقا کو کون پوچھتا

ہے کہ کس کھیت کا بھوا تھا، کہ یہ شخص نہ تو نبی ہے اور نہ صاحب الہام۔

اور مخالف کہہ سکتا ہے کہ جیسے عزرا سے وہ بے تمیزی ہوئی اسی طرح متیٰ بھی بے تمیزی سے تیرہ (۱۳) کی جگہ چودہ لکھ گیا، اور باقی غلطیاں کر گیا، اور اسی طرح لوقا بھی اس بلا میں پھنس گیا، یا دونوں کو ایک ایک فرد نسب نامہ کے ناقص ملے ہوں گے، انہوں نے انہیں ناقص فردوں سے نقل کر دیا، یا دونوں کو دونوں فردیں ملے تھے، اور دونوں کو ان دونوں فردوں میں تمیز نہ ہو سکی، ایک نے اٹکلوں (اٹکل سے) ایک کو، دوسرے نے دوسرے کو پسند کر لیا۔

پس اے جناب! جیسا آپ نے وہاں فرمایا ایسا ہی یہاں بھی ایک کو یقیناً غلط سمجھ کر فرمایئے کہ ایسے اختلافوں میں تطبیق دینا بے فائدہ ہے، اور ہم کو چاہئے کہ ایسے معاملوں کو چھوڑ دیں۔

اب ناظرین کو یہاں عدد متبرک تثلیث کے موافق تین باتیں عمدہ ہاتھ لگتی ہیں:

پہلی عمدہ بات

ایک یہ کہ جب عزرا نبی کا یہ حال ہو کہ ناقص فردوں سے نقل کرے، اور کتاب صحیح اور غیر صحیح میں اس کو تمیز نہ ہو، اور بے تمیزی سے اس کو غلط لکھ جائے، تو اب توریت اور عہد عتیق کی کتابوں کا کچھ اعتبار نہ رہا، کیونکہ بخت نصر کے عہد سے پہلے ہی عہد عتیق کی کتابوں کا بہت ہی حال ابتر ہو گیا تھا، اس کے وقت میں ابتری کا کیا ذکر کیا جاوے، پس ممکن ہے کہ عزرا کو توریت وغیرہ ایسے ہی خراب محرف نسخے ہاتھ آئے ہوں جیسے وہ فردیں اور وہ کتابیں ناقص تھیں تمیز نہ کر سکا ہو، بلکہ اٹکل سے اس کو جو صحیح معلوم ہوا ہو وہی لکھ دیا ہو، اور بعضے سنی سنائی روایتی باتیں بھی خواہ صحیح ہوں خواہ غلط، ان میں ملا دیں ہوں۔

دوسری عمدہ بات

دوسری یہ بات کہ جب ایک کتاب خراب اور محرف ہو جائے تو اس کی خرابی اور تحریف کے بعد اس کو نبی الہام والا بھی صحیح نہیں کر سکتا، اور اللہ کی عادت نہیں کہ اس کو الہام جدید کر کے اس کی سب غلطیاں نکلوا دے، ورنہ عزرا سے وہ بے تمیزی کیوں ہوتی۔

تیسری عمدہ بات

تیسری بات یہ کہ میزان الحق کے مؤلف اور پادریوں کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ نبی وحواری اگرچہ اور امور میں قابل سہو اور نسیان ہیں، لیکن پیغام کی تبلیغ وتحریر میں معصوم ہیں، اور اس وجہ سے انبیاء اور حواریوں کا لکھا سہو ونسیان سے مبرا ہے، کیونکہ اے حضرات! تمہارے اور یہود کے علماء کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ عزرا بے تمیزی سے چوکا، اور اس کو صحیح اور غیر صحیح کی تمیز نہ ہوئی، اور انشاء اللہ سترویں سوال کے جواب میں ایسی باتوں کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کروں گا، بہرحال عیسائی مذہب کے علماء کی سب توجیہات اس جگہ رکیک اور خراب ہیں، اور سارے عذر بارد اور غیر مسموع ہیں۔

پادری صاحبان کی دو توجیہیں

اب دو توجیہوں کو جن کو پادری لوگ قوی سمجھ کر مسلمانوں کے سامنے کرتے ہیں، ذکر کر دیتا ہوں۔

صاحب استفسار اپنی کتاب استفسار کے گیارہویں استفسار میں لکھتا ہے:

"اس تفاوت صریح کی وجہ میں نے اہل علم عیسائیوں سے پوچھی، سب نے کہا کہ ایک میں یوسف کا پشت نامہ پدری اور دوسرے میں مادری ہے، میں

نے کہا اگر یوں ہی تھا تو چاہیئے کہ انجیل والا یوسف کے اوپر عورت کا نام اور اس عورت کے اوپر مرد کا نام لکھتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ دونوں میں جو یوسف کے اوپر نام ہے سو بالاتفاق مرد کا نام ہے، اس لئے کہ پشت ناموں میں بیک سلسلہ صرف اصلاب کا ذکر ہوتا ہے، نہ کہ بطون کا، علاوہ بریں یہ توجیہ اس وقت سماعت کے قابل تھی، جب کہ انجیل کے کسی اور مقام سے ایسا کچھ ثابت ہو لیتا کہ مؤلفین اناجیل نے کسی روایت میں باہم دیگر اختلاف نہیں کیا، اوران کا کلام مثل انبیاء کے ہے، اور ہر گاہ ایسا کچھ انجیل سے ثابت نہیں ہے، تو کسی طرح ازروئے قاعدے مناظرے کے الزام اختلافِ روایت کا مرتفع نہیں ہو سکتا، اس کا جواب کسی عیسائی نے نہ دیا"۔

کہتا ہوں میں کہ توجیہ انتہائی کمزور تھی، اور اعتراض قوی، کوئی کیا خاک جواب دیتا، اور میزان الحق کا مولف اس کے جواب میں کتاب حل الاشکال کے اندر جمہور متاخرین کے موافق توجیہ کر کے یوں لکھتا ہے، (نسخہ مطبوعہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۱۲۹):

"اور لوقا نے اس سبب سے مریم کا نسب نامہ یوسف کے نام سے لکھا کہ یہودیوں کی عادت تھی کہ جب کوئی آدمی ایسی لڑکی سے شادی کرے کہ جس کا بھائی نہ ہو اور اپنے باپ کی وارث وہی ٹھہرے، تو اس کا شوہر نسب نامہ میں اس کے باپ کے بیٹے کے نام سے لکھا جائے، اور اسی جہت سے لوقا یوسف کو ہلی کا بیٹا یعنی موسر کا بیٹا کہتا ہے، اور متی لکھتا ہے کہ یوسف یعقوب کا بیٹا ہے، اور یعقوب اس کا حقیقی باپ تھا، پس دونوں نسب ناموں میں کچھ بھی اختلاف پایا نہیں جاتا، اور یہودیوں کی مذکورہ عادت توریت کی آیتوں سے بھی سمجھی جاتی ہے، مثلاً گنتی کے ۳۶ باب کے ۸، ۹، ۱۰ آیتوں کو اور نحمیا کے ساتویں باب کے ۶۳ آیت کو دیکھنا چاہیئے"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ وہی ہے جس کو محقق نورٹن محض خیالی اور مردود بتلاتا

ہے، اوراس پر وہ اعتراض عام نورٹن والا بھی پڑتا ہے۔

اور کالون صاحب نے جو فرقۂ پروٹسٹنٹ کا پیشوا ہے تو یقیناً میزان الحق کے مولف کا بھی پیشوا واجب الاطاعت ہے رد کر کے کہا ہے کہ:

''اس توجیہ کے کرنے والے نے یسوع کو مسیح ہی نہ رکھا''

آدم کلارک اس فرقہ کے مفسر مشہور نے اس کو ناپسند کیا ہے، اور باوجود ان علماء کی تصریحات کے وہ چاروں اعتراض بھی جن کا ذکر اوپر گزرا اس پر پڑتے ہیں، اوران کے سوا دو اعتراض اور بھی میزان الحق کی تقریر پر پڑتے ہیں۔

میزان الحق کی تقریر پر دو اعتراض

پہلا اعتراض

ایک یہ کہ قول اس کا کہ ''جب کوئی ایسی لڑکی سے شادی کرے کہ جس کا بھائی نہ ہو......الخ جب مسلم ہوگا کہ پہلے توجیہ کرنے والا ثابت کرے کہ حضرت مریم ہلی کی ایسی ہی بیٹی تھیں کہ ان کا کوئی بھائی نہ تھا، اور اپنے باپ کی یہی وارث ٹھہری تھیں، حالانکہ اب تک کسی معتبر دلیل سے یہ بھی ثابت نہیں کہ یہ داؤدؑ کے اولاد سے تھیں، چہ جائے اس کے کہ ناثان کی اولاد سے ہوں، اور جب یہ بات ثابت نہ ہوئی تو ہلی کے بیٹے ہونے کا تو کیا ذکر، پھر ایسے بیٹے ہونے کا کہ جس کا کوئی بھائی نہ ہو اور وہ ہلی کی وارث ہو کیا ٹھکانا، بلکہ بعض کتب اور انجیل لوقا کے بعضے مقامات سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ عنقریب گذرا۔

اب پادری صاحب کو لازم ہے کہ اول معتبر کتابوں سے حضرت مریمؑ کا ایسا ہونا ثابت کریں، پھر یہودیوں کی عادت کا نام لیں۔

دوسرااعتراض

دوسرا یہ کہ اب تک کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں ہوا کہ یہودیوں کی ایسی عادت تھی کہ اس کا شوہر نسب نامہ میں اس کے باپ کے بیٹے کے نام سے لکھا جائے، اوراس کے اثبات کے لئے جو دوروایتیں نقل کرتے ہیں ان سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ گنتی کے چھتیسویں باب کے درسوں سے جن کی نقل گزری ہے فقط اسی قدر مستنبط ہوسکتا ہے کہ حضرت مریمؑ اوران کا شوہر مزعوم یوسف ایک ہی خاندان سے ہوں نہ یہ کہ یوسف نسب نامے میں سسر کا بیٹا لکھا جاوے، بلکہ ان درسوں سے تو الٹا پادری صاحب کا بڑا نقصان ہوتا ہے کیونکہ جب اگستائن کے وقت کی کتابوں سے حضرت مریمؑ کا لیوی کی قوم سے ہونا ثابت ہوا، اورلوقا کے کلام سے بھی یہ بات سمجھی جاوے تو پھر واجب ہے کہ ان درسوں کے موافق حضرت مریمؑ کا نکاح بھی ہوا ہو، تو ایسے سے ہوا ہو کہ وہ لیوی کی قوم سے ہو، تو اس صورت میں ضرور ہے کہ یوسف بھی لیوی کی قوم سے ہو، پس اب دونوں نسب نامے غلط ہوگئے، اورایک بڑی قباحت لازم آئی کہ حضرت عیسیٰ لیوی کی قوم سے نکلے نہ یہوداکے، پس مسیح موعود نہ ہوئے اور یہود کے انکار کے لئے یہ بھی ایک دلیل ہے۔

اورنحمیا کے باب ساتویں کا درس بریسٹھواں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اورکاہنوں میں سے بنی جنایاہ، بنی قوض، بنی برظل جو جلعادی برظلی کے بیٹیوں میں ایک لڑکی کو بیاہ لایا تھا اوران کے نام سے کہا جاتا تھا"۔

اس سے اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ شخص اپنے سسرے کے نام سے مشہور ہوا تھا۔

پس اس سے اگر کچھ ثابت ہوسکتا ہے تو اتنا ثابت ہوسکتا ہے کہ بنی اسرائیل

میں کبھی ایسا بھی ہوتا رہا ہے، نہ یہ کہ ان میں یہ قاعدہ عام تھا، اور اگر عام بھی ہوئے تو ایک شخص کے نام سے مشہور ہونا اور چیز ہے، اور نسب نامہ میں لگایا جانا، اور باپ بیٹا کر کے لکھا جانا اور چیز ہے۔

دیکھو یہ رواج عام ہے کہ جس نسبت سے آدمی کو ایک امتیاز حاصل ہو جاتا ہے تو اس نسبت سے اپنے تئیں مشہور کیا کرتا ہے، مثلاً ایک شخص کا چچا اور ماموں کسی جگہ کا صوبہ دار یا نواب ہو، یا اس کا آقا، امیر کبیر ہو یا اس کا استاد کامل ہو یا وہ پیرو کسی مجتہد کا ہو یا اس کے پیرو میں سے کوئی اس کا پیروے کامل ہو تو وہ اپنے تئیں ان کی طرف نسبت دیکر مشہور کرے گا، مثلاً یوں کہے گا کہ میں فلانے نواب یا صوبہ دار کا بھتیجا یا بھانجہ ہوں یا نواب، گورنر جنرل کا نوکر ہوں، یا فلانے شخص کا شاگرد ہوں یا حنفی ہوں یا قادری ہوں، نہ یہ کہ نسب نامہ میں باپ بیٹا کر کے لکھے جاویں گے، پس ایک کے نام سے مشہور ہونا اور چیز ہے، اور نسب نامہ میں داخل ہو کر باپ بیٹا لکھا جانا اور چیز۔

اس کے علاوہ اس درس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ لڑکی ایسی تھی کہ اس کے کوئی بھائی نہ تھا، اور وہی اپنے باپ کی وارث تھی۔

پس اس درس کو پادری صاحب کے دعوے سے کیا تعلق؟

پس جب یہ توجیہ جو جمہور متاخرین کی مختار ہے باطل نکلی، اور دوسری توجیہیں خود انہیں کے نزدیک پوچ تھیں، تو اب وہ اختلاف بھی بدستور رہا، اور جو غلطیاں دونوں نسب ناموں میں بدستور تھیں وہی بحال خود رہیں، پس دونوں نسب نامے باہم متناقض و غلط ہیں، والحمد للہ۔

دوسرا اختلاف

متیٰ نے اپنے انجیل کے دوسرے باب میں لکھا ہے کہ:

"جناب مسیح ہیرود بادشاہ کے وقت میں بیت لحم میں پیدا ہوا، اور مجوسی ان کا ستارہ دیکھ کر یورپ سے یوروشالم (یروشلم) کو آئے، اور ان سے ہیرود بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا، اور وہ یروشالم والے لوگ یہ حال معلوم کر کے گھبرائے، اور اس نے ان کو بیت اللحم (۱) میں بھیجا، اور فریب سے یوں کہا: کہ مجھکو بھی خبر دیجیو کہ میں بھی آکر اسے سجدہ کروں گا، اور وہ ستارے کی رہبری سے بیت اللحم کو آئے، اور یہاں دیکھ کر، خواب میں یہ خبر (۲) کہ "ہیرود کے پاس نہ جائیو" پاکر اپنے ملک کو دوسرے راہ سے چلے گئے، اور ان کے جانے کے بعد یوسف کو فرشتے نے خواب میں کہا: کہ تو اس کی لڑکی اور اس کی ماں کو لیکر مصر کو بھاگ جا، اور اس نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد ہیرودشاہ نے بیت اللحم اور اس کے اطراف کے سب لوگوں کو جن کی عمر دو برس یا کچھ کم کی تھی مروا ڈالا (۳)، اور یوسف مع اپنی زوجہ اور لڑکے کے ہیرودشاہ کے مرنے تک مصر میں رہا، اور اس کے مرنے کے بعد پھر خواب کے موافق دونوں کو ہمراہ لیکر اپنے ملک کو آیا، لیکن اس نے جب سنا کہ ارخلاوا اپنے ہیرودشاہ باپ کے تخت پر بیٹھ کر یہودیہ کا بادشاہ ہوا ہے تو جلیل کی طرف چلا گیا، اور وہاں جاکر ناصرہ شہر میں مقیم ہوا"۔

---

(۱) اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ ہیرود اتنا بے عقل نہ تھا کہ نہ جانتا کہ گو میں چھپاؤں گا لیکن اور لوگ ان سے کہہ دیں گے کہ یہ اس کا دشمن ہے، علاوہ اس کے بیت لحم تو ایک چھوٹی بستی تھی، اس میں تحقیق کرنا کچھ مشکل نہ تھا، آپ آدمی بھیج کر تحقیق کر لیتا یا کسی آدمی کو ان کے ساتھ کر دیتا۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

(۲) اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ جیسا خدا نے یہاں مجوسیان کو خواب میں مطلع کیا، اول سے ہی ان کو خواب میں سیدھا راستہ بیت اللحم کا کیوں نہ بتلایا کہ یروشالم کو نہ جاتے، اور سیدھے بیت اللحم کو آتے، تا کہ ہیرود کو خبر نہ ہوتی، اور اتنے بے گناہ لوگوں کی جان نہ ماری جاتی، علاوہ اس کے جب ستارے نے یروشالم سے رہبری کی ایسی ادھر سے کیوں نہ کی تا کہ کچھ آفت نہ آتی۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

(۳) یہ امر باوجودیکہ کسی تاریخ میں قدماء کے نہیں پایا جاتا، عقل میں بھی نہیں آتا، کیونکہ بیت اللحم جب اس کی عملداری میں تھا تو اس کو یہ بات بہت آسانی سے ممکن تھی کہ وہاں کے لوگوں سے پوچھ لیتا کہ مجوسی کس گھر میں آتے تھے، اور انہوں نے کس کو نذر دی تھی، اور بے گناہ لڑکوں کو کیوں قتل کرتا؟

اور لوقا اپنی انجیل کے دوسرے باب میں لکھتا ہے کہ:

''یوسف اپنی بی بی مریم سمیت شہر ناصرہ میں رہتا تھا، لیکن جب قیصر اگستی کے وقت میں حکم جاری ہوا'' کہ سارے ملک کے لوگوں کی اسم نویسی ہو'' تو یوسف بھی اس لئے کہ داؤد کی نسل سے تھا، مع اپنی بی بی مریم کے بیت لحم کو نام لکھانے گیا، اور ان دنوں مریم کے جننے کے دن پورے ہوئے تھے، انہوں نے وہاں جناب مسیحؑ کو جنا، اور نفاس کی مدت تک وہاں رہیں، اور جب نفاس کی مدت پوری ہوئی تو یہ قربانی گذراننے کو یروشالم کو آئے اور یروشالم میں ہیکل کے اندر شمعون نے جو نیک مرد صاحب روح القدس تھا جناب مسیحؑ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا، اور شکر کر کے ان کے حق میں بشارت دی، اور ان کے ماں باپ کو مبارک باد دی، اور حناہ نامی ایک عورت نے جو نبی تھی انہیں دیکھ کر شکر کیا، اور اس نے یروشالم میں سب منتظروں کو جا کر یہ خبر سنائی، اور قربانی گذران چکی تو جلیل میں اپنے شہر ناصرہ کو چلے گئے، اور لڑکا بڑھتا گیا، اور اس کے ماں باپ ہر برس عید نجات میں یروشالم کو جاتے تھے، اور جب جناب مسیحؑ بارہ برس کے ہوئے اور عید کی رسم کے موافق یروشالم کو گئے تو اس نوبت میں ماں کے بدون اطلاع کے وہاں ٹھہر گئے، اور تین روز کے بعد پھر ماں باپ کے ساتھ شہر ناصرہ میں آئے''۔

اب متیٰ اور لوقا کے کلام میں بڑا اختلاف (۱) ہے، ایک پورب کو اور دوسرا پچھم کو جاتا ہے، اور اختلاف کے سوا ان کے کلام میں اور غلطیاں اور اعتراض بھی ہیں۔

اختلاف تو یہ ہے کہ لوقا کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفاس کی مدت کے سوا مسیح

(۱) اور اس اختلاف کی بابت بھی ملحد بڑی اُچھل کرتے ہیں، جان کلارک بطور استہزاء کے لکھتا ہے کہ:
''متیٰ اور لوقا کی تحریر مسیح کی پیدائش کے بابت ایسے مختلف ہیں کہ ہر ناظر جان لے گا کہ مختلف روح القدس نے الہام کیا ہے، یا ہر ایک نے نفسانیت سے ایسا کچھ کیا ہے''۔
پھر لکھتا ہے کہ: ''یہ دونوں عقل اور علم کے خلاف ہیں''۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

کے ماں باپ شہر ناصرہ میں تھے نہ بیت اللحم میں، پس اس کے موافق اگر مجوسی آئے ہوتے تو راہ میں ملتے یا ناصرہ میں، نہ بیت اللحم میں۔

اور اسی طرح کہتا ہے:

''ہر سال وہاں سے عید کی رسم کے موافق یروشالم جایا کرتے تھے، اور بارہویں برس میں مسیحؑ ماں کے بدون اطلاع کے تین روز یروشالم میں رہ گئے تھے''۔

پس اس کے موافق مصر کا جانا اور وہاں رہنا نہیں ثابت ہوتا، اور متیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللحم میں رہتے تھے، اور ولادت کے بعد دو برس کے قریب تک وہاں ہی رہے، پھر مصر کو چلے گئے، اور ہیرودشاہ کی زندگی تک وہاں رہے، اس کے مرنے کے بعد پھر آ کر ناصرہ میں رہے۔

اور متیٰ کہتا ہے کہ:

''ہیرود اور یروشالم والے دشمن تھے، اور ان کو مجوسیوں کے خبر دینے سے پہلے ان کی ولادت کا حال معلوم نہ تھا''۔

اور لوقا کے کلام سے اس کا عکس معلوم ہوتا ہے، کہ شمعون نبی نے خود ہیکل کے اندر علی الاعلان کہا تھا، اور جناہ نبیہ نے یروشالم میں سب منتظروں کو یہ بشارت سنادی، بھلا اگر ہیرود اور یروشالم والے دشمن ہوتے تو شمعون اور جناہ باوجود صاحب روح القدس اور صاحب الہام ہونے کے کس طرح یروشالم میں جو خاص تخت گاہ ہیرودشاہ کا تھا اس خبر کو مشہور کرتے۔

متیٰ کہتا ہے کہ:

''جناب مسیح ہیرود بادشاہ کے وقت میں پیدا ہوئے، اور ان دِنوں یہودیہ میں ہیرود کا عمل تھا، اور اس کی موت کے بعد ارخلاداس کا بیٹا یہودیہ کا بادشاہ

ہوا"۔

اور لوقا کہتا ہے کہ:

"اس وقت پیدا ہوئے جب قیصر اگستی کا حکم سارے ملک کے اسم نویسی کے بابت جاری ہوا تھا"۔

اور چونکہ قیصر اگستی نے ارخلاد کی سلطنت کے دسویں سال اس کو تخت سلطنت سے اٹھا کر یہودیہ کے ملک کو روما کے ملک کا ایک صوبہ بنالیا تھا تو اس کا حکم بھی اگر نکلا ہوگا تو یہودیہ کے لے لینے کے بعد نکلا ہوگا، اور ہیرودشاہ کے وقت میں تو اس حکم کے نکلنے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ اس کی زندگی تک اس ملک میں اسی کا عمل تھا، اور رومیوں کی حکومت میں نہ آیا تھا، پس اس کے وقت اس اسم نویسی کی جس کی علت غائی (مقصد) خراج کا لگانا تھا قیصر گستی کے حکم سے جاری ہونے کی کیا وجہ ہے؟

اور فاضل نورٹن (Norton) اس جگہ بھی دونوں انجیلوں میں تناقض اور اختلاف مان گیا، اور اس نے اس اختلاف میں متّٰی کے بیان کو غلط اور لوقا کے بیان کو صحیح بتلایا، اور اس اختلاف میں اور دلائل کا لحاظ کر کے حکم کیا کہ متّٰی کی انجیل کے اول کے دونوں باب الحاقی ہیں، ہرگز متّٰی کی تصنیف نہیں، اور اپنی کتاب اسناد کی جلد اول میں یوں لکھا ہے (نسخہ مطبوعہ ۱۸۳۷ء صفحہ ۵۳):

"ہمیں خیال کرنا چاہئے کہ مسیح کی ولادت کا حال اگر لوقا کی تحریر کے موافق سچ ہے تو مسیح کی ماں اور ان کے اقارب سے منقول ہوا ہوگا، اور وہ حال جو متّٰی نے دونوں بابوں میں لکھا ہے چھوڑنے اور بھولنے کے قابل نہ تھا، اور اس کا احتمال نہیں ہوسکتا کہ سچے مبدء سے (یعنی مسیح کی ماں اور ان کے اقارب سے) دونوں حال جو ایک معاملہ میں بھی متفق نہیں، اور آپس میں متناقض ہیں منقول ہوں، اور جو (چونکہ) لوقا کے حال کو حواریوں نے مان لیا ہے، پس جو

حال اس کے مخالف ہے ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ متیٰ نے نہیں لکھا (یعنی دونوں باب کسی اور نے پیچھے سے (بعد میں) ملادئے ہیں)"۔

پھر صفحہ ۵۹ میں لکھتا ہے کہ:

"یہ دونوں باب اپنی خاصیت ذاتی سے جھوٹی انجیلوں کے ساتھ مثل انجیل طفولیت وغیرہ کے مناسبت رکھتے ہیں"۔

پھر صفحہ اکسٹھویں میں تحقیق کرکے لکھتا ہے کہ:

"ادلۂ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اول کے دونوں باب متیٰ کی تصنیف نہیں"۔

ان قولوں میں نورٹن صاف اقرار کرتا ہے کہ دونوں باب الحاقی ہیں، اور لوقا اور متیٰ کی تحریر ولادت کے حال میں ایک معاملہ میں بھی متفق نہیں، بلکہ متناقض ہیں، اور لوقا کی تحریر سچی ہے۔

اور ابیونی فرقہ (Ebionites) جس کا ظہور حواریوں ہی کے وقت میں ہوا، اور پولوس کا مخالف تھا، بلکہ اس کو ناپاک اور مرتد بتلاتا تھا، متیٰ کی انجیل اپنے پاس رکھتا تھا، اس میں بھی یہ دونوں باب نہ تھے بلکہ وہ انجیل اس انجیل متعارف کے تیسرے باب سے شروع ہوتی ہے، اپی فالیس کہتا (۱) ہے کہ:

"انجیل ابیونی یوں شروع ہوتی تھی، "ہیرود یہودیہ" کے بادشاہ کے وقت یحییٰ غوطہ دلانے والے نے یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے وعظ کرکے کہا.........." الخ

(۱) لیکن اس کے قول کے موافق یہاں ایک اور خدشہ ہے، وہ یہ کہ ہیرود یہودیہ کا بادشاہ حضرت یحییٰ کے ظہور سے تقریباً تیس برس پہلے مرچکا تھا، پس اس کے وقت میں حضرت یحییٰ کا ظہور کس طرح ہوا، یا تو اپی فالیس نے نقل میں غلطی کی جو اپنے طرف سے یہودیہ کے بادشاہ کا لفظ بڑھادیا، اور اصل میں یوں ہو: "ہیرود کے وقت میں الخ" اور ہیرود سے مراد وہ ہیرود ہو جو ربع مہملیل کا حاکم تھا، یا اسی انجیل میں غلطی ہو۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

اور یونی ٹیرین کا فرقہ اب تک بھی ان دونوں بابوں کو الحاقی بتلاتا ہے، لیکن اگر نورٹن کے موافق لوقا کی تحریر صحیح مانیں اور متیٰ کی تحریر کو غلط تو بھی لوقا کی تحریر پر دو اعتراض اور پڑتے ہیں۔

لوقا کی تحریر پر دو اعتراض

پہلا اعتراض

ایک یہ کہ وہ لکھتا ہے کہ:

''قیصر اگستس کا حکم ہوا کہ سارے ملک کے لوگوں کے نام لکھے جاویں''

ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قیصر کے وقت میں روما کی سلطنت کے سب ملکوں میں یہ حکم جاری ہوا تھا، حالانکہ قدما میں سے کسی مؤرخ نے، کیا رومی اور کیا یونانی اس کو اپنی تاریخ میں نہیں لکھا، اور ظاہر یہ ہے کہ اگر یہ بات ہوئی ہوتی تو کوئی نہ کوئی لکھتا، اور کسی کسی نے جو لوقا کے بہت مدت بعد اس حادثہ کو نقل کیا ہے اس کا اعتبار نہیں، اس لئے کہ اس نے لوقا سے نقل کیا ہوگا، اور اگر سارے ملک سے سارا ملک یہودیہ کا مراد رکھیں تو بھی یہی اعتراض ہے۔

دوسرا اعتراض

دوم یہ کہ دوسرے درس میں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''اور اسی اسم نویسی کا جس وقت قورینیوس سوریا کا حاکم تھا شروع ہوا تھا''

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

''واین نخستین اسم نویسی بود کہ در آوانیکہ کرینیوس حاکم شام بود شد''

حالانکہ یہ "قورینیو" یا "کرنیوس" سوریا کا حاکم مسیح کی ولادت کے پندرہ برس بعد ہوا ہے۔

پس اس کے وقت میں اس اسم نویسی کے شروع ہونے کے کیا معنیٰ؟ اور اس کے وقت میں مسیح کی ولادت کس طرح متصور ہو، کیوں کہ وہ خود باب اول میں اقرار ہے کہ الیشبع حضرت زکریا کی جورو بیوی ہیرود یہودیہ(۱) کے بادشاہ کے عہد میں حاملہ ہوئی تھی، اور اس کے حاملہ ہونے کے چھ مہینے بعد حضرت مریم حاملہ ہوئی ہیں۔

پس کیا یہ حمل پندرہ برس ٹھہرا تھا؟ اور بعض نے حکم کیا ہے کہ یہ درس الحاقی ہے، لوقا نے نہیں لکھا۔

اور متیٰ کی انجیل کے اول کے دو باب میں ان اختلافات کے سوا جن کا ذکر پہلے اور دوسرے اختلاف میں گذرا غلطیاں اور اعتراض یہ ہیں:

پہلی غلطی اور اعتراض

اول یہ کہ دوسرے باب میں ہے کہ:

"مجوسی لوگ حضرت مسیح کا ستارا دیکھ کر یورپ سے یروشالم کو آئے تھے"۔

اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجوم کے حکم بھی سچے ہوتے ہیں، کیونکہ مجوسی لوگ تو آتش پرست ہیں، اور کسی سچے نبی کے تابع نہیں، اگر ان کو یہ بات معلوم ہوئی ہوگی تو نجوم سے معلوم ہوئی ہوگی، اور وہ تارا اس کا نشان ہوگا، اگر عیسائی اس قصہ کو سچا جانتے

---

(۱) اور ہیرود کے بادشاہ کے وقت میں سوریا کا حاکم سن ٹی لیس سیٹر نی نس تھا، اور اس کے بعد کوئن ٹی لیس و برس حاکم ہوا، اور ہیرود کے وفات سے مدت کے بعد قورنیو وہاں کا حاکم ہوا، ہاں اس بات کو یوسفیس نے لکھا ہے کہ "اس قورنیو کے عہد میں یہودیہ کے ملک میں اسم نویسی ہوئی تھی، مگر اس کا زمانہ کہاں؟ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

ہیں تو چاہئے کہ نجوم کے احکام کی تصدیق کریں، حالانکہ یہ اس کے منکر ہیں، اور کتاب استثناء کے اٹھارویں باب (۱) میں نجوم اور شگون کی تصدیق حرام لکھی ہے۔

دوسری غلطی اور اعتراض

دوم یہ کہ پہلے باب کے درس بائیسویں اور تیئسویں ہیں اس خبر کو جو اشعیا کی کتاب کے ساتویں باب کے چودھویں درس میں واقع ہے جناب مسیحؑ کی خبر بتلاتا ہے، حالانکہ اس پر کئی اعتراض قوی پڑتے ہیں، جن کی تشریح پہلے سوال کے جواب کے آخر میں اثبات رسالت کی چوتھی وجہ میں گذری۔

تیسری غلطی اور اعتراض

سوم یہ کہ دوسرے باب کے پندرہویں درس میں اس خبر کو جو ہوسیع کی کتاب کے گیارہویں باب کے پہلے درس میں واقع ہے حضرت عیسیٰؑ پر جماتا ہے، اور یہ صریح غلطی ہے اور چوک، اور اس کی تشریح بھی اسی اثبات رسالت کی چوتھی وجہ میں گذری۔

چوتھا اعتراض اور غلطی

چہارم یہ کہ لکھتا ہے کہ:

"ہیرودنے بیت اللحم اور اس کے چاروں طرف کے سب لڑکوں کو جن کی عمر دو برس یا کچھ کم تھی مرواڈالا"

حالانکہ یہ غلط ہے، اور اس کی تشریح بھی اسی وجہ میں گذری۔

---

(۱) پہلے سوال کے جواب کے اندر شق القمر کے معجزے کے بیان میں نقل اس کی گذری، ۱۲ منہ

پانچواں اعتراض اور غلطی

پنجم یہ کہ ان لڑکوں کے قتل کے واقعہ پر اس خبر کو جو یرمیاہ کی کتاب کے اکتیسویں باب کے پندرہویں درس میں مذکور ہے جماتا ہے، اور یہ بھی صریح غلطی اور چوک ہے، اور اس کی تشریح بھی اسی وجہ میں گذری۔

چھٹا اعتراض اور غلطی

ششم یہ کہ دوسرے باب کے آخر میں لکھتا ہے:

"اسی طرح جو نبیوں کی معرفت سے کہا گیا تھا کہ وہ ناصری کہلائے گا پورا ہوا"۔

اور یہ بھی صحیح نہیں، اور اب جو کوئی ان اعتراضوں اور غلطیوں کو جن کا ذکر پہلے اختلاف کے بیان میں گذرا ان غلطیوں اور اعتراضوں کے ساتھ جن کا اس اختلاف میں ذکر ہوا ملا دیگا، تو اس کو معلوم ہوگا کہ دو ہی بابوں میں دونوں انجیلوں نے کس قدر ٹھوکریں کھائی ہیں، اور متّیٰ کی انجیل کے تو یہ دونوں باب ان اعتراضوں اور غلطیوں کے کھان (کان) ہیں کیا روح القدس کے الہام کی تحریر ایسی ہی ہوا کرتی ہے؟

تیسرا اختلاف

تیسرا اختلاف یہ کہ متّیٰ تیسرے باب کے اول درس میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"انہی دنوں میں یحییٰ غوطہ دلانے والے نے یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے وعظ کر کے کہا"۔

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"اندران ایام یحییٰ تعمید دہندہ در بیابان یہودیہ ظاہر گشت و وعظ می

نمود ومی گفت"۔

عربیہ (۱۸۱۷ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۲۶ء):

"وفی تلك الأيام.........الخ"

اور چونکہ دوسرے باب کے آخر کے فقروں میں ارخلاد کا یہودیہ کے ملک میں اپنے باپ ہیرود کی وفات کے بعد تخت نشین ہونا اور یوسف کا مع مریمؑ اور مسیحؑ کے ہٹ کے شہر ناصرہ میں مقیم ہونا مذکور ہے، تو اس درس کے یہ معنیٰ ہوں گے کہ جن دنوں ارخلاد تخت نشین ہوا، اور یوسف مع مریم اور مسیح علیہما السلام کے مصر سے ہٹ کر شہر ناصرہ میں آکر رہا، اور انہی دنوں میں یحییٰ غوطہ دلانے والے نے........." الخ حالانکہ یہ نفس الامر میں غلط ہے، کیونکہ حضرت یحییٰ کا ظہور ان دنوں میں نہیں ہوا، بلکہ تقریباً تیس برس کے بعد ہوا ہے، اور باوجود غلطی کے لوقا کے کلام کے مخالف ہے، لوقا کے تیسرے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۶ء):

"۱۔ تبریاہ قیصر کے جلوس کے پندرہویں جب پنتیاہ پلات یہودیہ کا حاکم اور ہیرود جلیل کا بادشاہ اور اس کا بھائی فلپ آنوریہ اور ملک تراخونیتی کا بادشاہ اور لوسانیاہ ابلیتی کا بادشاہ تھا۔

۲۔ اور حانن اور قیافاہ سردار امام تھے، تب خدا کا کلام بیابان میں زکریاہ کے بیٹے یحییٰ کو پہنچا"۔

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"۱۔ اور سال پانزدہم در سلطنت تبریوس قیصر کہ پینتوس پیلاطس حاکم یہودیہ و ہیرودس رئیس جلیل و فیلپوس برادرش رئیس اتوریہ و مرز بوم تراخونی و لیسیناس رئیس ربع ابلینی۔

۲۔ وضا و قیافاہ کاہناں بزرگ می بودند کلام خدا نازل شد بہ یحییٰ بن زکریا

در بیابان"۔

دیکھو اس جگہ لوقا حضرت یحییٰ کے ظہور کو یہودیہ کے حاکم پلاط کے عہد میں لکھتا ہے، اور تاریخوں سے ثابت ہے کہ یہ پلاط ولادت مسیح سے اٹھائیس برس بعد یہودیہ کا حاکم ہوا ہے، اور اس کے حاکم ہونے کے تقریباً دو برس بعد حضرت یحییٰ کا ظہور ہوا ہے، اور جیسے یہاں متیٰ کے کلام میں غلطی ہے، لوقا کے کلام میں بھی اس تیسرے کلام کے اندر دو غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

لوقا کے کلام میں دو غلطیاں

پہلی غلطی

ایک یہ کہ باتفاق سب مترجمین کے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فلپ اور ہیرود کے ہم عہد بسینیاس نامی آبلینی کا حاکم تھا، حالانکہ کسی تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی، البتہ یوسفیس نے یہ تو لکھا ہے کہ:

"چالسس کا حوابلینی کے ضلع کے قریب ہی ایک حاکم سیناس نامی تھا"

شاید لوقا نے سنی سنائی یہ بات لکھی ہوگی، اور چالسس اور ابلینی میں اس کو تمیز نہ رہی، مگر پھر بھی اس میں اور فساد ہے کہ یہ شخص مسیحؑ کی ولادت سے تیس برس پہلے مارا گیا ہے، اور جب یحییٰؑ کے ظہور کے وقت مسیح کی عمر تیس برس کی تھی تو اس حساب سے لسنیاس ساٹھ برس سے بھی زائد یحییٰؑ کے ظہور سے پہلے چالسس کا حاکم تھا۔

اور کالون صاحب پیشوا فرقہ پروٹسٹنٹ کا اپنی تفسیر کے جلد اول میں لکھتا ہے:

"یہ خیال جھوٹ ہے کہ لسیناس وہ لسیناس ہے جو چالسس کے بادشاہ بطلیموس کا بیٹا تھا کیونکہ اس کو کلوپٹرا نے ولادت مسیح سے تیس برس پہلے مروا ڈالا

تھا، اور یہ بھی مشکل ہے کہ یہ کوئی بطلیموس کا پوتا ہو جس کا نام لسیناس تھا، شاید یہ کوئی بطلیموس کا پڑپوتا اس نام کا تھا"۔

کہتا ہوں میں کہ اس مفسر نے اس قول کو کہ "یہ بطلیموس کا بیٹا تھا" یقیناً غلط بتایا، اور جھوٹا خیال کیا، اور اس احتمال سے بھی کہ کوئی بطلیموس کا پوتا ہو انکار کیا، مگر احتمالاً یوں کہا کہ شاید کوئی بطلیموس کا پڑپوتا ہو، لیکن مجرد احتمال مخالف کے روبرو کب پذیرائی کے قابل ہے، اور اس جگہ ترجموں میں ایک خبط ہے کہ اور ترجموں والوں نے ہیرود کو جلیل کے چوتھائی کا حاکم اور لسیناس کو ابلینی کے چوتھائی کا حاکم لکھا ہے، اور اردو کے مترجم (۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء) والوں نے دونوں جگہ سے چوتھائی کا لفظ بالکل اڑا دیا ہے، اور ۱۸۴۴ء والے نے تو اور بھی طرفہ خبط کیا ہے کہ دوسرے درس میں یوں ترجمہ کیا:

"تب خدا کا کلام بیاباں میں یحییٰ کے بیٹے زکریاؑ کو پہنچا"

اس میں باپ کو بیٹا اور بیٹے کو باپ بنا دیا، اور یہ لفظ "ہیرود جلیل کا بادشاہ" اور یہ لفظ "لوسانیاہ ابلیتی کا بادشاہ" اور ترجموں میں یوں ہے (عربیہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"و هيرود بس رئيس الربع على الجليل وليسانيوس رئيس الربع على الأبيلينى"

دوسری غلطی

دوسرے یہ کہ اسی تیسرے باب کے انیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"ہیرود بادشاہ نے اپنے بھائی فلپ کی جورو (بیوی) ہیرودیا کو رکھنے کے سبب...." الخ

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

"پر ہیرود چوتھائی کے حاکم نے اپنے بھائی فلیپ کی جورو (بیوی)

ہیرودیا کے سبب......'' الخ

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

''در ئیس ربع ہیرودیس کہ بسبب ہیرودیا زن برادر فیلبوس......'' الخ

ان ترجموں کے موافق لفظ فلپ کا اس جگہ واقع ہوا ہے، اور یقیناً یہ غلط ہے کیونکہ یہ ''ہیرودیا'' اس ہیرود چوتھائی کے حاکم کے اس بھائی کی جورو تھی جس کا نام بھی ہیرود تھا، اس لئے ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں اس اعتراض کو نقل کر کے یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۶۳۲):

''غالباً فلیپ کا نام کاتب کی غلطی سے متن میں داخل ہو گیا ہے، اس کو متن سے نکالا جاوے، اور گریس بیگ نے اس لفظ کو متن سے نکال دیا ہے''۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

''فیلپ کا لفظ کاتب کی غلطی سے متن میں داخل ہو گیا ہے، اور اس کو بہت خطی نسخوں اور اکثر ان نسخوں میں جو اول مطبوع ہوئے ہیں چھوڑ دیا ہے''۔

دیکھو اس جگہ غلطی ان کے مفسرین کے نزدیک مسلم ہے خواہ کاتب کے سر تھوپو خواہ لوقا کے۔

اور کسی تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ فیلپ کی جورو (بیوی) ہیرودیا ہو، بلکہ یوسفیس کی تاریخ کی اٹھارویں کتاب کے پانچویں باب میں لکھا ہوا ہے کہ:

''ہیرودیا کے شوہر کا نام ہیرود تھا''۔

کہتا ہوں میں کہ جب لوقا کی یہ غلطی ان کے مفسرین اور علماء کے نزدیک مسلم ہوئی تو ان پر واجب ہے کہ متیٰ اور مرقس کی بھی اس بات میں غلطی مانیں کیونکہ متیٰ چودہویں باب کے تیسرے درس میں یوں لکھا ہے (۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''ہیرود نے یحییٰ کو ہیرودیا کے لئے جو اس کے بھائی فلپ کی جورو تھی

گرفتار کرکے باندی کے قید خانہ میں ڈال دیا تھا''۔

فارسیہ (۱۸۱٦ء و۱۸۲۸ء و۱۸۴۱ء و۱۸۴۲ء):

''زائرو کہ ہیرودیس بجہت خاطر ہیرودیا زن برادر خود فیلپوس......'' الخ

اور مرقس چھٹے باب کے سترہویں درس میں یوں لکھتا ہے (ہندیہ مذکورہ):

''ہیرودنے آپ ہی ہیرودیا کے واسطے جواس کے بھائی فلپ کی جوروتھی لوگ بھیج کر یحیٰی کو پکڑوا کے قید خانہ میں بند کیا تھا......'' الخ

فارسیہ مذکورہ:

''کہ ہیرودیس بجہت خاطر ہیرودیا زن برادرش فیلپوس......'' الخ

اس جگہ تینوں انجیل غلطی کرتے ہیں، سبحان اللہ! روح القدس کا الہام کیا ایسا ہی غلط ہوتا ہے؟ اور مترجم عربی (۱٦۷۱ء و۱۸۲۱ء) والا کام کر گیا کہ اپنی انجیلوں کے عیب چھپانے کو متیٰ اور لوقا کی انجیلوں کے ترجمے میں اپنے سلف کے طریقہ کو برت کر تحریف کرکے فیلپ کے نام کو صاف اڑا گیا، اور یوں ترجمہ کیا (متیٰ کی انجیل کے چودہویں باب کا تیسرا درس):

"و كان هيروديس قد أمسك يوحنا و وثقه و جعله في السجن من أجل هيروديا إمرأة أخيه"۔

اور لوقا کی انجیل کے تیسرے باب کا انیسواں درس:

"فأما هيرودس رئيس الربع إذ كان يبكته يوحنا من أجل هيروديا إمرأة أخيه و لأجل جميع الشرور ......" الخ

چوتھا اختلاف

مرقس اپنی انجیل کے چوتھے باب میں جناب مسیحؑ کا جماعتوں کو رخصت کرنا اور دریا میں طوفان کا آنا تمثیلوں کے وعظ کے بعد لکھتا ہے اور متیٰ اپنی انجیل کے آٹھویں

باب میں لکھتا ہے کہ:

''یہ ماجرا پہاڑ کے وعظ کے بعد ظہور میں آیا''

اور تمثیلوں کے وعظ کے تیرہویں باب میں لکھتا ہے:

''حالانکہ دونوں وعظوں میں ایک زمانہ کا فرق ہے''

پس ایک انجیلی نے غلط لکھا ہے۔

پانچواں اختلاف

مرقس اپنی انجیل کے گیارہویں باب میں یہودیوں کا سوال و جواب جناب مسیحؑ سے اور شلیم کے پہنچنے کے بعد ''تیسرے دن'' لکھتا ہے، اور متیٰ اپنی انجیل کے اکیسویں باب میں ''دوسرے دن''۔

پس ایک انجیلی کی تحریر غلط ہے۔

ہارن صاحب نے ان دو اختلافوں کی بابت جن کا اب ذکر چوتھے اور پانچویں اختلاف کے بیان میں ہوا، اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں یوں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء صفحہ ۲۷۵و۲۷۶):

''کہ ان حالات میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں نکلتی''

دیکھو! اس مفسر نے ان دو مقامات میں صاف اقرار کیا کہ دونوں انجیلوں کی تحریر میں ایسا تناقض ہے کہ کوئی صورت تطبیق کی نہیں نکل سکتی۔

کہتا ہوں میں کہ اس قسم کا اختلاف تو انجیل کے اور مقامات میں بھی پایا جاتا ہے، پس وہاں بھی اس مفسر کے نزدیک یہی حال ہوگا، اور ان دونوں مقامات کا ذکر علیٰ سبیل المثال کیا ہوگا، مثلاً متیٰ اپنی انجیل کے آٹھویں باب میں پہاڑ سے اترنے کے بعد اول ایک کوڑھی کا، پھر کفر ناحوم میں داخل ہونے کے بعد ایک صوبہ دار کی چھوکری

(لڑکی) کا، پھر پطرس کی ساس کا اچھا کرنا، پھر دریا میں طوفان کا آنا لکھتا ہے۔

اور لوقا اول پطرس کی ساس کو اچھا کرنا اپنی انجیل کے چوتھے باب میں، پھر اسی کوڑھی کا اچھا کرنا پانچویں باب میں، پھر صوبہ دار کی چھوکری کو اچھا کرنا ساتویں باب میں، پھر دریا میں طوفان کا آنا آٹھویں باب میں لکھتا ہے، اور ان حالات کے بیان میں بھی کچھ کچھ اختلاف ہے۔

چھٹا اختلاف

مرقس دوسرے باب کے چھبیسویں درس میں سردار امام کا نام ابیاہتر لکھتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے، اور اس کا نام اخیملک تھا، جیسا کہ سموئیل کی پہلی کتاب کے اکیسویں باب میں ہے۔

ساتواں اختلاف

متیٰ ستائیسویں باب کے نویں درس میں لکھتا ہے:

"تب جو یرمیا نبی کی معرفت سے کہا گیا تھا پورا ہوا......" الخ

حالانکہ یہ حوالہ محض غلط ہے، اور اس چھٹے اور ساتویں اختلاف کی تشریح پہلے سوال کے جواب کے آخر میں اثبات رسالت کی چوتھی وجہ میں گذری، اور وہاں معلوم ہو گیا کہ ان کے محققین نے مان لیا ہے کہ ان مقامات میں غلطی ہوئی۔

آٹھواں اختلاف

یوحنا اپنی انجیل کے پہلے باب کے اکیسویں درس میں اماموں، اور لیویوں کا سوال وجواب حضرت یحییٰ کے ساتھ یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"پھر انہوں نے اس سے پوچھا، بس کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں......" الخ

اس کے موافق حضرت یحیٰ انکار کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں۔

اور متیٰ کے گیارہویں باب کے چودھویں درس میں حضرت عیسیٰ کا قول یحیٰ کے حق میں یوں نقل کرتا ہے (نسخہ مذکورہ):

"اور اگر تم قبول کیا چاہتے ہو تو ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے"۔

اور سترہویں باب میں یوں لکھتا ہے:

"۱۰۔ تب اس کے مریدوں نے اس سے سوال کیا کہ پھر کاتب کیوں کہتے ہیں کہ پہلے ایلیاہ کا آنا ضرور ہے۔

۱۱۔ یسوع نے ان کے جواب میں کہا: سچ ایلیاہ پہلے آتا، اور سب چیزوں کو سرانجام کرتا۔

۱۲۔ پر میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ آچکا ہے، پر انہوں نے اس کو نہ پہچانا، اور جو کچھ کہ انہوں نے چاہا سو اس کے ساتھ کیا، اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ پاوے گا۔

۱۳۔ تب مریدوں نے دریافت کیا کہ اس نے یحیٰ غوطہ دلانے والے کا ذکر کیا"۔

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے حضرت یحیٰ کے حق میں فرمایا ہے کہ یہی ایلیاہ موعود ہے، پس اب حضرت یحیٰ اور عیسیٰ کے قولوں میں تناقض ہے، تو پھر کس کو سچا اور کس کو جھوٹا جانا جاوے؟

اور اس اختلاف کے سوا یہاں دو باتیں اور بھی تحریر کے قابل ہیں:

اول

اول یہ کہ جب یحیٰ خود انکار کرتے ہوں اور یوں کہتے ہوں کہ میں ایلیاہ نہیں،

اور یہودیوں کا یہ قول سچا ہو کہ مسیح سے پہلے ایلیاہ ضرور آوے گا، اور حضرت عیسیٰ خود اس بات کے مقر ہوں کہ یہودیوں نے نہیں پہچانا کہ یحیٰی ایلیا تھا، تو پھر اب حضرت عیسیٰ کے نہ ماننے میں یہودیوں پر کیا الزام ہے، کیونکہ ان کے لئے بڑا عذر صریح ہے کہ ایلیاہ کا آنا مسیحؑ سے پہلے ضروری تھا، اور وہ نہیں آیا، اور جس کو عیسیٰ نے ایلیاہ کہا تھا اس نے علی الاعلان خود ہی انکار کر کے صاف کہا تھا کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں، اور عیسیٰ نے عیسائیوں کے اعتراف کے موافق اور اس انجیل متعارف کی عیسائیوں کی تفسیر کے مطابق اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ میں خدا ہوں، اور اس دعوےٰ کے سبب کتاب استثناء کے تیرہویں (۱) باب کے موافق واجب الانکار اور واجب القتل تھے۔

اگر کہو کہ عیسیٰ نے معجزے دکھلائے، پس ان معجزات کے سبب ان کو سچا جاننا چاہئے۔

کہوں گا کہ اول ان کے نزدیک ان معجزات کا دکھلانا ہی مسلم نہیں، اور انجیل میں اس باب میں جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے نزدیک ایسا فسانہ ہے، جیسے عیسائیوں کے نزدیک زردشت کے ہزاروں معجزے جو زردشتیوں کی مقدس کتابوں میں ہیں اور کنہیا اوتار کے ہزاروں معجزے جو ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، محض فسانے ہیں، بلکہ جیسے عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ اور حواریوں کے وہ معجزات جو ان اناجیل میں مرقوم ہیں جن کو یہ لوگ اناجیل کاذبہ (جھوٹے انجیل) کہتے ہیں مثل انجیل طفولیت وغیرہ کے محض فسانے ہیں، اور اگر صادر ہونے کی صورت میں ان معجزات کو مان بھی لیں تو ان معجزات کا کتاب استثناء کے تیرہویں باب کے موافق کچھ اعتبار نہیں، اور نہ ان کی انجیل کے موافق معجزات کا صدور دلیل صداقت (سچائی کی دلیل) ہے گو وہ

---

(۱) اور اس کی نقل پہلے سوال کے جواب کے آخر میں اثبات رسالت کی نویں وجہ کے اندر گذری۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

معجزات کیسے ہی بڑے ہوں، اور توریت اور دوسری کتابوں کے موافق بھی کوئی دلیل صداقت کی نہیں، چنانچہ بڑی تشریح سے پہلے سوال کے جواب میں معجزات تفصیلی کے بیان کے آخر میں اس کا بیان گذرا، پھر کس طرح یہودی حضرت یحییٰ کے اس انکار کا اعتبار نہ کریں، اور کس طرح کتاب استثناء کے تیرہویں باب کے حکم سے ہاتھ اٹھالیں؟

اگر کہو کہ حضرت عیسیٰ نے اپنے کو وہی خدا بتلایا ہے جو کل مخلوقات کا خالق ہے، اور عیسائی بھی ان کو اپنا خدا مانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس نے عیسیٰؑ کے بدن کو اپنے اوپر قبول کرلیا تھا۔

تو کہوں گا کہ اس سے بھی واجب الانکار ہونے سے نہیں نکلتی، اور ہندوؤں کے اعتقاد کے موافق ان کے اوتاروں نے بھی ایسا ہی کچھ دعویٰ کیا ہے، اور وہ بھی ان کو وہی خدا سمجھتے ہیں جو کل مخلوقات کا خالق ہے، اور کہتے ہیں کہ اسی نے مختلف وقتوں میں جنم لیا ہے، اور اسی طرح جو فرقہ کسی کو خدا کہتا ہے اسی معنیٰ کر کے کہتا ہے۔

اگر کہو کہ جب ان کے نزدیک عیسیٰ مسیحؑ موعود نہ ہوئے تو اور مسیح کو آنا چاہئے، اور مسیحؑ کی بعضے بشارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جلد آوے گا، اور اس کو اتنی مدت نہ لگے گی جواب تک گذری؟

تو کہوں گا کہ وہ حقیقت میں دوسرے مسیح کے آنے کے مدعی ہیں، اور اب تو اس کے ظہور کے بہت ہی منتظر ہیں، اور گمان رکھتے ہیں کہ اب جلد ظہور ہوگا، اور اتنی تاخیر کا سبب یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"ہمارے گناہوں کے سبب مسیحؑ کے آنے میں تاخیر ہوئی، اور خدائے تعالیٰ بندوں کے گناہوں کے سبب کبھی ایسا کچھ کردیتا ہے"۔

اور یہ ان کا عذر عہد عتیق کی کتابوں کے موافق کچھ بیجا نہیں، بلکہ چسپاں ہے، کیونکہ ان کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بندوں کے گناہ یا کسی اور سبب کی وجہ سے کبھی اپنے ارادے اور حکم کو بالکل بدل ڈالتا ہے، اور کبھی اپنے وعدے کو بالکل توڑ ڈالتا ہے، اور کبھی ڈھیل میں ڈال دیتا ہے، اور ان کتابوں میں ان کے شواہد بہت ہیں، مثلاً گنتی کی کتاب کے چودہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۱۔ اور یہواہ نے موسیٰ کو فرمایا کہ یہ لوگ کب تک میری اہانت کریں گے، اور تا کبے (کب تک) میری ساری قدرتوں کی جو میں نے انہیں دکھائی تصدیق نہ کریں گے۔

۱۲۔ میں انہیں وبا سے ماروں گا، اور انہیں دفع کروں گا، اور تجھے اور قوم (دوسری قوم) جو ان سے بڑے اور زیادہ زور آور ہے بناؤں گا۔

۱۳۔ موسیٰ نے کہا...... الخ۔

۱۹۔ اب تو اپنی رحمت کی فراوانی سے اس امت کا گناہ بخش دے ...... الخ

۲۰۔ یہواہ نے فرمایا کہ: میں نے تیرے کہے سے بخشا۔

۲۸۔ ان سے کہہ کہ یہواہ کہتا ہے مجھے اپنی حیات کی قسم...... الخ

۳۰۔ تم بے شک اس زمین تک نہ پہنچو گے جس کی بابت میں نے قسم کھائی کہ تمہیں وہاں بساؤں گا...... الخ

"۳۴۔ تب (۱) تم میری عہد شکنی کو جان لو گے"

دیکھو یہاں بنی اسرائیل کے گناہ کے سبب خدا نے فرمایا تھا کہ:

"میں انہیں وبا سے ماروں گا، اور انہیں دفع کروں گا"۔

پھر حضرت موسیٰ کی شفاعت سے جلد اپنا یہ ارادہ اور حکم پلٹ ڈالا، اور فرمایا کہ

---

(۱) ۳۴ درس سے یہ آخر کا جملہ لیا ہے۔

میں نے تیرے کہے سے بخشا، لیکن پھر بھی قسم کھا کر فرمایا کہ ان کے ساتھ اس وعدے کو جس پر میں نے قسم کھائی ہے وفا نہ کروں گا، اور خود ہی اپنی عہد شکنی کا اقرار کیا۔

اور سموئیل کی پہلی کتاب کے دوسرے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۲۷۔ تب ایک مرد خدا عالی پاس آیا، اور اس سے کہا کہ یہواہ یوں فرماتا ہے: کیا میں تیرے باپ کے گھرانے (بلانے) پر جب وہ مصر میں فرعون کے ملک میں تھا یقیناً جلوہ گر نہیں ہوا۔

۲۸۔ اور میں نے اس بنی اسرائیل کے سارے فرقوں میں سے برگزیدہ کیا، تاکہ میرا کاہن ہو، اور میرے مذبح پر قربانی کرے، اور خوشبو جلاوے، اور میرے آگے جبہ پہنے، اور ساری قربانیاں جو بنی اسرائیل آگ پر جلاتے ہیں میں نے تیرے باپ کے گھرانے کو دیا۔

۲۹۔ پس تم کیوں کر میرے ذبیحوں اور میری قربانیوں کو جو چاہے کہ میرے حکم سے ہیکل میں رکھے جاویں ٹھکراتے ہو، اور تو اپنے بیٹوں کو مجھ سے زیادہ بزرگی دیتا ہے کہ میری قوم بنی اسرائیل کے ہدیوں سے اچھے سے اچھا کھا کے موٹے بنو۔

۳۰۔ سو یہواہ اسرائیل کا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تو کہا تھا کہ تیرا گھر اور تیرے باپ کا گھر ہمیشہ میرے آگے کام کیا کرے، پر اب یہواہ کہتا ہے کہ یہ کبھی مجھ کو گوارا نہ ہوگا، بلکہ وہ جو مجھے تعظیم کرتے ہیں میں ان کو بزرگی دوں گا، اور وہ جو میری تحقیر کرتے ہیں بے قدر رہوں گے۔

۳۱۔ دیکھ وہ دن آتے ہیں کہ میرا بازو اور تیرے باپ کے گھرانے کا بازو کاٹ ڈالوں کہ تیرے گھر میں کوئی بوڑھا نہ ہونے پاوے۔

۳۵۔ اور میں اپنے لئے ایک دیندار کاہن کھڑا کروں گا، جو سب کچھ میرے دل خواہ اور میرے خاطر خواہ کیا کرے گا......الخ

"۳۶۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر ایک شخص جو تیرے گھر میں بچ رہے گا ایک روپیہ اور ایک نوالے روٹی کے لئے اس کی خوشامد کرے گا، اور کہے گا، ان کاہنوں میں سے مجھے ایک کی خدمت دیجئے کہ میں ایک ٹکڑا روٹی کھایا کروں"۔

دیکھو کہ درس تیسویں کے موافق خدائے تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ تیرا گھر اور تیرے باپ کا گھر ہمیشہ میرے آگے کام کیا کرے، لیکن خدائے تعالیٰ نے عالی کے بیٹوں کے گناہ کے سبب اس وعدہ کو توڑ ڈالا اور ان کے گناہ کے سبب عالی کے باپ کے گھرانے پر بھی عذاب لایا۔

اور داوٴد زبور نواسیویں کے درس انتالیسویں میں خدائے تعالیٰ کے خطاب میں فرماتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"تونے اس اقرار کو جو اپنے بندے سے کیا تھا جھوٹا کیا....." الخ

ہندیہ (۱۸۴۳ء):

"تونے اس عہد کو جو اپنے بندے سے کیا تھا باطل کیا،....." الخ

اس میں صاف فرماتے ہیں کہ تونے اپنے عہد کو باطل کر دیا۔

اور گنتی کی کتاب کے بائیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۲۰۔ پھر خدا رات کو بلعام کے پاس آیا، اور اسے کہا کہ اگر لوگ تجھے بلانے آویں تو اٹھ اور ان کے ساتھ جا، پر جو بات میں تجھے کہوں گا وہی کیجو۔

۲۱۔ سو بلعام صبح کو اٹھا اور اپنے گدھے پر زین رکھا، اور مواب کے امیروں کے ہمراہ گیا۔

۲۲۔ تب خدا کا قہر بھڑکا اس لئے کہ وہ گیا اور یہواہ کا فرشتہ جا کے راہ میں کھڑا ہوا تا کہ اس سے دشمنی کرے....." الخ

دیکھو! یہاں رات کوخود ہی حکم فرمایا تھا کہ اگر لوگ تجھے بلانے آویں تو ان کے ساتھ جا، اور صبح کو اپنے اس حکم سے پھر گیا، اور اپنا ارادہ بدل ڈالا، اور قہر میں آ کے فرشتے کو دشمنی کرنے کے لئے بھیج دیا۔

اور خروج کی کتاب کے تیکسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''پھر یہواہ نے موسیٰ کو کہا: کہ یہاں سے جا تو، اور وہ قوم کہ چڑھایا تو نے ان کو مصر کی زمین سے، اس زمین کو جو قسم کھائی ہے میں نے ابراہیم اور اسحٰق سے یہ کہہ کر کہ وہ تمہاری نسل کو دوں گا۔

۲۔ اور آگے تمہارے فرشتے بھیجوں گا...... الخ۔

۳۔ پس تم چلے جاؤ کہ میں تمہارے درمیان نہ چھوڑوں گا، اس لئے کہ تم ایک قوم سخت گراں ہو، تا کہ میں تم کو راہ میں ہلاک نہ کروں۔

۱۲۔ پھر موسیٰ نے یہواہ کو کہا...... الخ

۱۴۔ تب اس نے کہا کہ میں خود تیرے ساتھ جاونگا، اور میں تجھے آرام دوں گا۔

۱۵۔ موسیٰ نے کہا: اگر تو خود ہمارے ساتھ نہ چلے تو ہم کو یہاں سے نہ چھڑا۔

۱۷۔ یہواہ نے موسیٰ سے کہا: یہ سوال بھی جو تو نے کیا ہے میں پورا کر دوں گا......'' الخ

دیکھو اول فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ نہ چلوں گا، اور فرشتہ کو بھیجوں گا، پھر موسیٰ کی عرض پر تھوڑی سی دیر میں وہ حکم بدل ڈالا، اور فرمایا کہ خود میں تیرے ساتھ جاوں گا، اور تیرا سوال پورا کر دوں گا۔

دوم یہ کہ صاحب استفسار ایک عیسائی صاحب کا ایک عجیب قول یوں نقل کرتے ہیں کہ:

"ایک عیسائی صاحب کہتے تھے کہ یہ یحییٰ وہی ایلیاہ ہے جس کا ذکر سلاطین کی کتابوں میں ہے، چنانچہ تیسری انجیل کے پہلے باب کے تیرہویں درس میں بہ نسبت حضرت یحییٰ کے لکھا ہے کہ "وہ ایلیاہ کی روح اور قدرت سے اس کے آگے چلے گا" ایں گل دیگر شگفت، یہ ہندوؤں کے یہاں کیسی بات ہوئی"۔

کہتا ہوں میں کہ ہندوؤں کے یہاں کی طرح بات اس لئے ہے کہ حضرت یحییٰ کی ولادت سے آٹھ سو چھیانوے (۸۹۶) برس پہلے ایلیاہ پیغمبر کا عروج آسمان کی طرف ہو چکا ہے، تو اس عیسائی صاحب کے قول کے موافق لازم آتا ہے کہ اتنے برسوں کے بعد پھر ایلیاہ پیغمبر نے الیشع حضرت زکریاؑ کی بیوی کے پیٹ میں پڑ کر جنم لیا ہو جیسے ہندو لوگ ایسی باتوں کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

نواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے گیارہویں باب کے دسویں درس میں جناب مسیح کا قول یحییٰ کے حق میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"کہ یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھو میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں، وہ تیرے آگے راہ تیار کرے گا"۔

اور یہ جملہ "دیکھو میں اپنے رسول کو......" الخ

اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"دیکھو میں اپنا رسول تیرے آگے بھیجتا ہوں، جو تیرے آگے راہ درست کرے گا"۔

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"اینک من رسول خود را پیش روی تو میفرستم کہ راہِ ترا در پیش روی تو

درست نماید"۔

اورلوقا کی انجیل کے ساتویں باب کے ستائیسویں درس میں وہی قول جناب مسیح کا یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"یہی وہ ہے جس کے حق میں لکھا ہے: دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں، وہ تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا"

اور یہ جملہ "دیکھو میں....." الخ اور ترجموں میں یوں ہے (۱۸۴۲ء):

"دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں، جو تیری راہ کو تیرے آگے درست کرے گا"۔

(فارسیہ مذکورہ):

"من قاصد خودرا پیش روے تو میفرستم کہ راہ ترا در پیش روے تو مہیا خواہد کرد"۔

اور مرقس کی انجیل کے پہلے باب کا دوسرا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء و ۱۸۴۲ء):

"نبیوں کی کتابوں میں جیسا لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا ہوں، وہ راہ کو تیرے سامنے درست کرے گا"۔

اور یہ جملہ "دیکھ....." الخ اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"واینک من رسول خودرا درپیش روی تو میفرستم کہ راہ ترا درپیش تو آراستہ گرداند"۔

اگرچہ ان ترجموں میں کچھ تفاوت ہے لیکن اتنی بات تو باتفاق سب ترجموں کا حاصل ہے کہ لفظ "تیرے آگے" کا اس جملہ میں "اپنے رسول کو تیرے آگے بھیجتا

ہوں'' موجود ہے، اور لفظ ''تیرے آگے راہ......'' الخ کا ضمیر خطاب کے ساتھ واقع ہے، حالانکہ متّیٰ اور لوقا نے جناب مسیحؑ کے قول کے مطابق اور مرقس نے جس قول کا حوالہ لیا ہے ان کے مفسرین کی تصریح کے موافق وہ ہے جو ملاکیا کی کتاب کے تیسرے باب کے پہلے درس میں منقول ہوا ہے، اور وہ درس باتفاق نسخہ عبری اور سب پرانے ترجموں کے اس حوالہ سے دونوں باتوں میں مخالف ہے، کیونکہ اس میں لفظ ''تیرے آگے'' کا موجود نہیں، اور بجائے ''تیرے آگے راہ......'' الخ ''میرے آگے راہ......'' الخ ضمیر متکلم کے ساتھ واقع ہے، پس اس جگہ چار حال سے خالی نہیں:

(۱) یا تو جناب مسیحؑ نے عیاذاً باللہ غلط نقل کیا تھا، اور تینوں انجیلوں نے ان کی تقلید سے ویسا ہی غلط نقل کیا۔

(۲) یا جناب مسیحؑ نے تو صحیح نقل کیا تھا، لیکن متّیٰ نے اپنے الہام کے موافق اسے غلط نقل کیا، اور لوقا اور مرقس نے اس کی تقلید کی۔

(۳) یا انجیلوں نے بھی صحیح نقل کیا تھا مگر حضرات عیسائیوں نے بعد میں تحریف کر کے خراب کر ڈالا، اور تینوں انجیلوں میں ان کی تحریف چل گئی۔

(۴) یا یہودیوں نے ملاکیا کی کتاب اور سب پرانے ترجموں میں انجیل کے غلط کرنے کو تحریف کی۔

ہارن صاحب چوتھی شق کو اختیار کرتا ہے، اور اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ:

''اس فقرے میں عبری معلوم ہوتی ہے کہ محرف ہوئی''۔

اور حاشیہ منہیہ میں لکھتا ہے:

''کہ ڈاکٹر ریڈلف کہتا ہے کہ یہ حوالہ عبری اور تمام پرانے ترجموں سے

دوطرح سے مخالفت رکھتا ہے:

پہلے طریقہ سے مخالفت

ایک یہ کہ لفظ ''تیرے آگے'' اس جملہ میں اپنا رسول......الخ'' زائد ہے۔

دوسرے طریقہ سے مخالفت

دوسرے یہ کہ بجائے اس لفظ کے ''وہ میرے آگے راہ.....'' الخ یہ لفظ ''وہ تیرے آگے.....'' الخ واقع ہوا ہے، اور اس فرق کا کوئی آسان سبب بیان نہیں ہوسکتا، اس کے سوا کہ پرانے نسخوں میں کچھ خرابی ہوئی ہے''۔

دیکھو اس جگہ ہارن صاحب کو جو بڑا ہی متعصب ہے، اور ڈاکٹر ریڈلف کو انجیل بچانے کے لئے کوئی بات اس کے سوا نہ بن پڑی کہ سب پرانے نسخوں میں تحریف ہونا قبول کرلیا اور باتفاق سب ترجموں کے فقط لوقا کی انجیل میں اور فارسی کے ترجمے کے موافق تینوں انجیلوں میں لفظ ''تیرے کا'' اس جملہ میں ''جو تیری راہ کو تیرے آگے.....'' الخ زائد ہے، اور اس صورت میں تینوں انجیلوں کے حوالوں میں تین طرح سے اختلاف ہوا، اور اردو کے ترجموں کے موافق چونکہ اس لفظ میں لوقا کی انجیل ان دونوں انجیلوں کے مخالف ہے، تو یا تو لوقا نے اپنی انجیل میں تحریف کر کے بڑھایا ہے، یا ان دو انجیلوں نے اپنی اپنی تحریرات میں تحریف کر کے گھٹایا ہے، اور وہ درس جس کا ان تینوں انجیل والوں نے حوالہ لیا ہے ملاکیا کی کتاب کے تیسرے باب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے رستہ بنادے گا''۔

فارسیہ (۱۸۳۸ء):

''اینک رسول خود را میفرستم تا راہ را پیش روے من آراستہ کند''۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"اینک رسول خودرا خواہم فرستاد داد در برابرم راہ را آمادہ خواہد ساخت"۔

دسواں اختلاف

مرقس کی انجیل کے دسویں باب کے موافق یریحو سے نکلتے جناب مسیحؑ کو ایک اندھا ملا اور اس کو شفا بخشی، اور متیٰ کے بیسویں باب کے موافق دو اندھے ملے، اور ان کو شفا بخشی۔

گیارہواں اختلاف

مرقس کی انجیل کے پہلے باب کے چھٹے درس میں ہے کہ:

"ٹڈے اور جنگلی شہد یحییٰ کی خوراک تھی"۔

اور متیٰ کے گیارہویں باب کے اٹھارویں درس میں ہے کہ:

"یحییٰ نہ کھاتا تھا، اور نہ پیتا تھا"۔

بارہواں اختلاف

مرقس کی انجیل کے پہلے باب میں اور متیٰ کی انجیل کے چوتھے باب میں ہے کہ:

"حضرت یحییٰ کی گرفتاری کے بعد جناب مسیحؑ نے دریائے جلیل کے کنارے پر شمعون اور اندریاہ کو جال ڈالتے دیکھا، اور ان سے کہا کہ تم میرے پیچھے آؤ کہ میں تمہیں آدمیوں کا شکاری بناؤں گا، وے (وہ) جال چھوڑ کے اس کے پیچھے ہو لئے، اور وہاں سے دور آگے بڑھ کے یعقوب اور یوحنا کو کشتی پر دیکھا، اور انہیں بلایا وہ بھی ساتھ ہو لئے"۔

اور یوحنا کی انجیل کے پہلے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ کے گرفتار ہونے سے پہلے یردن ندی کے کنارے کے قریب اندریاہ اور اس کا دوست جس کو مفسرین یوحنا سمجھتے ہیں حضرت یحییٰ کی زبان سے جناب مسیحؑ کی تعریف سن کر جناب مسیحؑ کے پاس آئے تھے، پھر اندریاہ دوسرے دن اپنے بھائی پطرس کو جن کا شمعون نام ہے جناب مسیحؑ کے پاس لایا تھا، اور اس کے دوسرے روز جناب مسیح نے ارادہ کیا کہ جلیل کو جاویں، اور جاتے ہوئے راہ میں فلپ اور ناثائیل ملے، پس متیٰ اور مرقس کی تحریر اور یوحنا کی تحریر میں تین طرح کا اختلاف ہے:

پہلا اختلاف

اول یہ کہ متیٰ اور مرقس کے موافق شمعون اور اندریاہ اور یعقوب اور یوحنا دریائے جلیل کے کنارے پر ملے تھے، اور یوحنا کے موافق یردن کے کنارے کے قریب۔

دوسرا اختلاف

دوم یہ کہ متیٰ اور مرقس کے موافق دریائے جلیل کے کنارے اول اندریاہ اور شمعون ملے، پھر تھوڑے عرصے کے بعد یوحنا اور یعقوب، اور یوحنا کے موافق اول اندریاہ اور یوحنا یردن کے قریب ملے، پھر اندریاہ کے کہنے سے دوسرے روز شمعون ملا، اور اس کے دوسرے روز جب جلیل کو چلے تو راہ میں فلپ اور ناثائیل ملے، اور یعقوب کا اس میں ذکر نہیں۔

تیسرا اختلاف

سوم یہ کہ متیٰ اور مرقس کے موافق مچھلیاں پکڑتے ملے تھے، اور یوحنا کے

موافق جال مچھلی کا کچھ ذکر نہیں، بلکہ اندریاہ اور یوحنا حضرت یحییٰ سے تعریف سن کر ملے تھے، اور پطرس اندریاہ سے سن کر آیا تھا۔

اور لوقا کی انجیل کے پانچویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ شمعون اور یعقوب اور یوحنا کو جناب مسیحؑ نے ایک ہی جگہ سے یعنی جنسرت جھیل پر سے ساتھ لیا تھا، اور اندریاہ کا صراحۃً اس میں ذکر نہیں۔

تیرہواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے آٹھویں باب میں ہے کہ:

''گدریی کے ملک میں جناب مسیحؑ نے دو دیوانوں کو اچھا کیا''۔

اور مرقس کی انجیل کے پانچویں باب میں اور لوقا کی انجیل کے آٹھویں باب میں یہ ہے کہ ''ایک دیوانے کو''۔

چودہواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے نویں باب کے نویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا نام جو جناب مسیحؑ پر ایمان لایا تھا متیٰ تھا، اور مرقس کی انجیل کے دوسرے باب کے چودہویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ لیوی تھا، اور وہ الفی کا بیٹا تھا، اور لوقا کی انجیل کے پانچویں باب کے ستائیسویں درس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام لیوی تھا، حالانکہ تینوں ایک ہی ماجرا لکھتے ہیں، اور اس امر پر اگلی پچھلی عبارت ان کی دلیل ہے۔

ایک سوال کا جواب

اگر کہو کہ متیٰ اور لیوی دونوں ایک ہی شخص کے نام ہوں گے، اور وہ شخص الفی کا بیٹا ہوگا، تو اب اختلاف نہ رہا؟

جواب

کہوں گا یہ توجیہ مردود ہے، کیونکہ متّٰی کی انجیل کے دسویں باب اور مرقس کی انجیل کے تیسرے باب اور لوقا کی انجیل کے چھٹے باب میں جہاں حواریوں کے نام لکھے ہیں وہاں الفی کے بیٹے کا نام یعقوب لکھا ہے، اور متّٰی کے نام کو الگ لکھا ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متّٰی الفی کا بیٹا نہیں۔

پندرہواں اختلاف

متّٰی کی انجیل کے دسویں اور مرقس کی انجیل کے تیسرے، اور لوقا کی انجیل کے چھٹے باب میں حواریوں کے نام لکھے ہیں، اور تینوں انجیل ان گیارہ ناموں میں متفق ہیں۔

(۱) پطر (۲) اندریاہ (۳) یعقوب (۴) یوحنا (۵) فلپ (۶) برتولما (۷) توما (۸) متّٰی (۹) الفی کا بیٹا یعقوب (۱۰) شمعون کنعانی (۱۱) یہودا الیش کریوطی۔

لیکن بارہویں میں لوقا اختلاف کرتا ہے، کیونکہ متّٰی لکھتا ہے کہ:

''نام اس کا لبی تھا، اور لقب اس کا تدی''۔

اور مرقس لکھتا ہے کہ ''تدی''

اور لوقا کہتا ہے کہ:

''وہ یہودا یعقوب کا بھائی تھا''۔

سولہواں اختلاف

متّٰی کی انجیل کے نویں باب میں ہے کہ:

''ایک حاکم نے جناب مسیحؑ کو آ کر کہا: کہ میری بیٹی ابھی مرگئی ہے، اگر تم اپنا ہاتھ اس پر رکھو وہ جی اٹھے، جناب مسیحؑ سن کر ساتھ ہولئے''۔

اور مرقس اسی انجیل کے پانچویں باب، اور لوقا اپنی انجیل کے آٹھویں باب میں لکھتے ہیں کہ:

"اس نے آکر کہا: کہ میری بیٹی مرنے پر ہے اس پر چل کر ہاتھ رکھئے، تاکہ اچھی ہوجاوے، اس پر جناب مسیحؑ سن کر ساتھ ہولئے، جب راہ میں تھے تب ایک آدمی نے آکر حاکم کو خبر دی کہ تیری بیٹی مرگئی، مرشد کو اب تکلیف نہ دے، جناب مسیحؑ نے سن کر کہا: غم مت کھا، اور اس کے گھر گئے"۔

دیکھو کہاں "ابھی مرگئی"، اور کہاں "مرنے پڑی"، کہاں "وہ جی اٹھے" اور کہاں "اچھی ہوجاوے"، کہاں "خود کہا"، اور کہاں یہ کہ "آدمی نے آکر راہ میں خبر دی"۔

اور ان اختلافات کے سوا ان انجیلوں کی تحریر میں اور طرح سے بھی فرق ہے، کہ مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حاکم کا نام یائر تھا، اور وہ عبادت گاہ کا حاکم تھا، اور اس لڑکی کی عمر بارہ برس کی تھی، اور جناب مسیحؑ اس کے زندہ کرنے کے وقت پطر اور یعقوب اور یوحنا کو اپنے ساتھ لے گئے تھے، اور لوقا نے ان سب باتوں کو لکھ کر ایک بات اور بھی لکھا ہے "کہ وہ اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی" اور متیٰ کی تحریر میں ان باتوں میں سے ایک بات کا بھی نشان نہیں، اور محققین متاخرین نے ان تحریروں میں اختلاف کو مان لیا ہے، لیکن بعض نے مرقس کی تحریر کو ترجیح دی ہے، اور بعض نے متیٰ کی تحریر کو، اور بعض نے اس جگہ سے دلیل پکڑی ہے کہ پہلی انجیل متیٰ حواری کی تصنیف نہیں، ورنہ وہ ایسا مجمل نہ لکھتا، اور اس لڑکی کی موت میں بھی اختلاف ہے، نینڈر (۱) اس کی موت کا یقینی طور پر اعتقاد نہیں رکھتا، بلکہ اس کا گمان غالب یہ ہے کہ صرف دیکھنے میں مردہ

(۱) اور ان کے اس قول کی تائید حضرت عیسیٰ کا یہ قول "رہتی لڑکی مر نہیں گئی سوتی ہے" جو مرقس کے ۳۹ درس میں منقول ہے کیونکہ اس میں تاویل کی حاجت نہیں رہتی ۔۱۲ منہ

تھی، اور پالس اور شلی میشر اور اولشاشن کہتے ہیں کہ وہ مری نہ تھی، بلکہ اس کو نیند کی سی غشی تھی۔

پس ان علماء کے موافق یہاں زندہ کرنے کا معجزہ بھی جناب مسیحؑ سے ظہور میں نہیں آیا۔

سترہواں اختلاف

لوقا کی انجیل کے نویں باب کے تیسرے درس میں حواریوں کی نسبت جناب مسیحؑ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"سفر کے لئے کچھ مت لو، نہ لاٹھی، نہ جھولی، نہ روٹی، نہ روپیہ، نہ دو کرتے"۔

پھر لوقا کے بائیسویں باب کے پینتیسویں درس میں جناب مسیحؑ کا قول اس امر کو یاد دلانے کے لئے حواریوں کی نسبت یوں ہے:

"جب میں نے تمہیں بے تھیلی، اور بے جھولی، اور بے جوتے کے بھیجا تھا کیا تم کسی چیز کے محتاج ہوئے تھے؟"۔

اور متی کے دسویں باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۹۔ سونا اور روپا اور تانبا اپنے کمر بند میں مت رکھو۔

۱۰۔ اور نہ تھیلی سفر کے لئے، اور نہ جوتی، اور نہ دو قبا، اور نہ لاٹھی"۔

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ نے ان کو جوتی اور لاٹھی لینے سے بھی منع کیا، اور وہ جوتی اور لاٹھی کے بغیر گئے تھے، اور مرقس کی انجیل کے چھٹے باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۸۔ سفر کے لئے سوائے لاٹھی کے کچھ نہ لو، نہ جھولی نہ روٹی، نہ اپنے کمر بند میں پیسہ۔

۹۔ جوتیاں پانوں میں بند کرو، پر دو کرتے مت پہنو"۔

پس مرقس ان دونوں کے مخالف جوتی اور لاٹھی لینے کی اجازت لکھتا ہے۔

اٹھارواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے تیسرے باب میں ہے کہ:

"جب حضرت مسیحؑ غوطہ کھانے کو حضرت یحییٰ کے پاس آئے تو حضرت یحییٰ نے منع کر کے یوں کہا کہ: "تو کیوں میرے پاس آتا ہے؟ چاہئے کہ میں تیرے ہاتھ سے غوطہ کھاؤں، لیکن حضرت مسیحؑ نے پھر درخواست کی تب انہوں نے ان کو غوطہ دیا، اور جب غوطہ کھا کر نکلے، خدا کا روح کبوتر کے مانند ان پر اترا"۔

اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ غوطہ دینے سے پہلے جناب مسیحؑ کو پہچانتے تھے۔

اور یوحنا کی انجیل کے پہلے باب میں حضرت یحییٰ کا قول یوں منقول ہے کہ:

"میں نے روح کو کبوتر کے مانند آسمان پر سے اترتے دیکھا، اور وہ اس پر ٹھہری، اور میں نے اسے نہ پہچانا تھا، پھر جس نے مجھے بھیجا کہ پانی میں غوطہ دلاؤں اس نے مجھے کہا تھا: جس پر تو دیکھے کہ روح اتری اور ٹھہری وہی ہے جو روح قدس میں غوطہ دلاتا ہے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غوطہ کھانے کے بعد روح القدس کے نزول سے پہچانا تھا کہ مسیحؑ ہے، اور پہلے نہ جانتے تھے۔

اور متیٰ کی انجیل کے گیارہویں باب میں ہے کہ:

"یحییٰ نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا بیان سن کے اپنے دو مریدوں کو یہ بات پوچھنے بھیجا کہ جس کے آنے کی بات تھی کیا تو وہی ہے یا ہم دوسرے کی

راہ تکیں"۔

اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس کے نزول کے بعد بھی حضرت یحییٰ نے جناب مسیحؑ کو نہ پہچانا تھا کہ وہ مسیحؑ ہے، پہلے غوطہ سے تو کیا ذکر، وگرنہ جناب مسیحؑ کے کاموں کا بیان قید خانہ میں سن کر شک میں کیوں پڑتے؟ اور پوچھنے کیوں بھیجتے؟ "حل الاشکال" والا متیٰ کی انجیل کے تیسرے باب کے اور یوحنا کی انجیل کے پہلے باب کی روایتوں کے اختلاف دور کرنے کے لئے یوں توجیہ کرتا ہے (نسخہ ۱۸۴۶ء صفحہ ۱۳۳):

"اس سے (یعنی متیٰ کی تحریر سے) یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یحییٰ نے مسیح کو وہی شخص موعود جانا تھا، ان باتوں سے صرف اتنا سمجھا جاتا ہے کہ وہ اسے بڑا جانتا تھا، اور شاید یہ گمان بھی ہو کہ یسوع وہی شخص موعود ہوگا، لیکن اس بات کا یقین اسے صرف بپتسما دینے کے بعد جب روح قدس یسوع پر اترتے دیکھا حاصل ہوا، اور اسی سبب سے یحییٰ نے کہا: میں نے آگے (پہلے) اس کو نہیں پہچانا، یعنی درستی اور یقین سے نہیں پہچانا تھا، پس دونوں آیتوں کے بیچ کچھ اختلاف نہیں"۔

کہتا ہوں میں کہ: اولاً اس توجیہ سے متیٰ کی دونوں روایتوں سے اختلاف نہیں اٹھتا۔

ثانیاً یہ کہ یہ توجیہ باطل ہے، کیونکہ لوقا کی انجیل کے پہلے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ الیشبع حضرت مریم کی رشتہ دار تھیں، اور ان کے حاملہ ہونے کے چھ مہینے بعد حضرت مریمؑ بھی حاملہ ہوئی تھیں، اور حاملہ ہونے کے بعد جب الیشبع کے گھر آکے ان کو سلام کیا تو حضرت یحییٰ الیشبع کے پیٹ میں خوشی کے مارے اچھل پڑے، اور الیشبع نے بھی روح القدس کے الہام سے جان لیا تھا کہ مریم کے پیٹ کا بچہ خداوند (یعنی مسیحؑ) ہے، اور میرے پیٹ کا بچہ جو خوشی کے مارے اچھلا ہے سو مریم کے پیٹ کے بچہ کو اپنا خداوند سمجھ کر اچھلا ہے، اور حضرت مریمؑ اپنے حاملہ ہونے کے بعد تین مہینے کے قریب الیشبع کے گھر میں رہی تھیں، اور جب حضرت یحییٰ پیدا ہوئے تھے تو حضرت

زکریا نے روح القدس سے بھرپور ہو کر نبوت کی راہ سے یحیٰ کے حق میں کہا تھا کہ:

"اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کا نبی کہلائے گا، کیونکہ تو خداوند کے آگے جائیگا کہ اس کی راہ تیار کرے، اور گناہوں کی معافی کے ساتھ اس کے لوگوں کو نجات کی خبر دے، اور حضرت یحییٰ لڑکپن سے مملوٴ بروح القدس اور نبی تھے"۔

اور لوقا کی انجیل کے دوسرے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عیسیٰؑ بیت اللحم میں پیدا ہوئے تو فرشتہ نے اتر کر بھیڑی والوں کو جو میدان میں رہتے تھے یہ بشارت دی کہ:

"آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک نجات دہندہ پیدا ہوا، وہ مسیح خداوند ہے"

اس بشارت کے بعد حضرت عیسیٰ کا پتہ دیا اور وہ اس پتے کے موافق بیت اللحم میں آئے، اور ان کو دیکھا، اور یوسف اور مریم سے ملے، اور ملنے کے بعد انہوں نے ان سب باتوں کا جن کو فرشتوں سے سنی تھیں شہرہ کیا، اور حضرت عیسیٰ کے ماں باپ جب ان کو قربانی گزرانے کو ہیکل میں لے گئے تو شمعون نے (جو مملوٴ بروح القدس تھا، اور روح القدس نے اس کو خبر دی تھی کہ وہ جب تک خداوند کے مسیح کو نہ دیکھ لے نہ مرے گا) الہام سے پہچان کر حضرت عیسیٰ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا، اور شکر کر کے کہا کہ میری آنکھوں نے اس نجات کرنے والے کو دیکھا، اور ان کے ماں باپ کو مبارک باد دی، اور حنا نبیہ نے شکر کر کے یروشالم کے سب منتظروں کو مسیح کی بشارت دی۔

اور متی کے دوسرے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مجوسی یروشالم کو آئے تھے تو انہوں نے ہیرودشاہ سے آ کر کہا تھا کہ یہودیوں کا وہ شاہ جو پیدا ہوا کہاں ہے؟ اور یہ سن کر ہیرودا اور یروشالم کے سب رہنے والے گھبرائے، اور ہیرود نے سب سردار امام اور کاتبوں سے دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ: "یہودیا کے بیت اللحم میں" تو ہیرود نے

بیت اللحم اور اس کے چاروں طرف کے لڑکوں کو جن کی عمر دو برس یا اس سے کم کی تھی مروا ڈالا۔

پس ان ابواب کے موافق حضرت یحییٰ لڑکپن سے مملو بروح القدس اور نبی تھے، اور حضرت عیسیٰ کے رشتہ دار، اور ماں کے پیٹ سے حضرت عیسیٰ کو پہچانتے تھے، بلکہ ان کا کیا ذکر، ان کا سارا کنبہ پہلے ہی سے پہچانتا تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح موعود ہیں، کیونکہ الیشبع حضرت یحییٰ کی ماں نے روح القدس کے الہام سے جان لیا تھا کہ مریم کے پیٹ کا بچہ خداوند (یعنی مسیح) ہے، اور حضرت زکریاؑ نے علی الاعلان الہام سے کہا تھا کہ یحییٰ مسیحؑ کا پیشرو ہوگا۔

اور چونکہ مریمؑ تین مہینہ حاملہ ہونے کے بعد ان کے گھر رہی تھیں، اور الیشبع اور زکریاؑ اور ان کے سارے گھر کو یہ بات معلوم تھی کہ مریم کنواری تھی، اور یوسف سے اس کا حمل نہیں، تو انہوں نے اس عرصہ میں ضرور اپنے حمل کے رہنے اور جبرئیل کے قول کی سب کیفیت الیشبع وغیرہ سے کہی ہوگی، اور الیشبع اور حضرت زکریاؑ کا کیا ذکر، سب بھیڑی والے بھی فرشتہ کی خبر دینے سے، اور ان کا شہرہ کرنے سے بیت اللحم والے بھی جانتے تھے کہ مریم علیہا السلام کا بچہ مسیح موعود ہے، اور شمعون نے اور حنانبیہ کی بشارت سے سب یروشالم کے لوگ بھی خبردار ہو گئے تھے، اور مجوسیوں کے آنے اور ہیرود کے لڑکوں کو قتل کرانے سے تعجب نہیں کہ یہودیہ کے سارے ملک میں اس بات کا غل مچ گیا ہو کہ مسیح پیدا ہولیا۔

پس اس صورت میں یہ بات ہرگز متصور نہیں کہ حضرت یحییٰ باوجود ایسے حال کے تیس برس کی عمر تک نہ پہچانتے ہوں کہ عیسیٰ مسیح موعود ہیں۔

بڑے غضب کی بات ہے کہ بھیڑی والے اور ان کی خبر سے بیت اللحم والے،

اور شمعون اور حنہ وا اور ان کی خبر سے یروشلم والے، اور الیشبع اور ان کی خبر سے زکریا کے سب گھر کے لوگ تو حضرت عیسیٰ کے حمل ہونے کے زمانہ میں اور ولادت کے بعد فوراً واقف ہوں، اور حضرت یحییٰ جو لڑکپن سے مملو بروح القدس اور نبی ہوں، اور ان سب حادثوں کو سن بھی رکھا ہو، اور ماں کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ کو پہچان کر خوشی کے مارے اچھلتے بھی ہوں، پیدا ہونے کے بعد تیس برس کی عمر تک نہ پہچانیں، اور کنواری کا حاملہ ہونا تو روح القدس سے ایسی نشانی تھی کہ اس بات سے واقف شخص کے لئے ممکن نہیں کہ پھر شک رہے، خصوصاً جب کہ لڑکپن سے مملو بروح القدس اور نبی تھے۔

اور حضرت عیسیٰ کے ان اقوال کے موافق ''میں تم سے کہتا ہوں: وہ نبی سے بڑا ہے'' ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان کے درمیان جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ایک بھی یحییٰ غوطہ دلانے والے سے بڑا نہ اٹھا...... الخ''۔ یحییٰ سب اگلے انبیاء سے کیا موسیٰ اور کیا اور افضل تھے، اور عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق حضرت عیسیٰ ان کے دوسرے خدا تھے، جو عقیدہ تثلیث کے موافق پہلے خدا سے حقیقۃً ممتاز ہو کر پھر متحد تھے، پس اس اتحاد کا لحاظ کر کے ان کے حقیقی خدا اور خالق اور معبود اور مرسل بھی تھے، اور خدا کی معرفت تو نبوت کی پہلی سیڑھی ہے، پس کس طرح اس کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ یہ افضل الانبیاء باوجود اس علو رتبہ کے تیس برس کے عرصہ تک اپنے خالق اور خدا اور معبود اور مرسل کو نہ پہچانے، اور جب تک تیسرا خدا (جو باوجود امتیاز حقیقی کے اول اور دوئم خدا کے ساتھ متحد ہے) کبوتر کی شکل میں اس دوسرے خدا پر نہ اترے، اس پیغمبر عظیم الشان کو معلوم نہ ہو کہ عیسیٰ میرا خدائے ثانی ہے جس نے انسان کی ماہیت کو کنواری مریم کے پیٹ میں پڑ کر اختیار کیا، ایسا کہ دونوں ماہیت یعنی الوہیت اور انسانیت ساری اور پوری ایک اقنوم میں اکٹھے ہوں، بھلا جو شخص اپنے خدا اور معبود اور مرسل کو نہ جانتا ہو تو

پھر نبوت کس کی طرف سے؟ اور عبادت کس کی کرے؟ کیا خدائے مجہول کی؟ اور جب ایسے عظیم الشان نبی کا خدا کی معرفت میں یہ حال ہوتو اور اگلے انبیاء سے اس معرفت کی کیا خاک امید رہی، پس حق یہ ہے کہ وہ تاویل یقینی طور پر باطل ہے، اور یحیٰی قطعاً عیسیٰ کو مسیح موعود جانتے تھے۔

اور چوتھی انجیل کا مؤلف چوکا، اور پہلی انجیل کا مؤلف گیارہویں باب میں اپنے تیسرے باب کے لکھے کو بھول گیا، اور ان روایتوں میں یقیناً اختلاف ہے، اور بعضے پادری صاحبوں نے متیٰ کی انجیل کی دونوں روایتوں میں یوں تطبیق بھی دی ہے کہ یحیٰی آدمی تھا، اور دریافت کرنے کے وقت دیر سے مقید تھا، سو تعجب نہیں کہ شیطان کے بہکانے سے اس کے دل میں شک آیا ہو، باوجودیکہ اس نے ابتدا میں جان لیا تھا کہ مسیح موعود یہی ہے۔

سبحان اللہ! عیسائی مذہب کے علماء کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیا ہی خوش عقیدتی ہے، بھلا جب یہ نبی جو لڑکپن سے مملو بروح القدس اور نبی تھا، اور حضرت عیسیٰ کے قول کے مطابق افضل الانبیاء تھا، اور یوحنا کی تحریر کے موافق اس پر وحی بھی ہو چکی تھی کہ جس پر تو دیکھے کہ روح القدس اترا اور ٹھہرا تو جان لیجئے کہ وہی مسیح موعود ہے، اور اس امر کو اس نبی نے بچشم خود دیکھ بھی لیا تھا، اور دیکھ کر یقین بھی کر لیا تھا لیکن پھر شیطان کے بہکانے سے شک میں پڑ گیا؟

تو اے حضرات! اب مخالف کہہ سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو تو وحی بھی ہوئی تھی کہ اپنے کو فقط رسول اللہ کہیو، چنانچہ اس کے موافق بھی ان کے بہت قول اس انجیل متعارف میں موجود ہیں، لیکن شیطان کے بہکانے سے باوجود حادث اور مخلوق ہونے کے خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے، یا انہوں نے ایسا دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن ان انجیلوں کے

مؤلفین نے شیطان کے بہکانے سے ایسا کچھ لکھ دیا۔

فائدہ

ان روایتوں اور عیسائی مذہب کے علماء کی توجیہ سے ایک بڑا عظیم الشان مطلب حاصل ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی نبی مقدم نے کسی نبی مؤخر کی (یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کی بھی) ایسی خبر صاف نہیں دی کہ اس مؤخر کے ظہور کے وقت اس خبر کے واقفوں کو شبہ نہ پڑے، دیکھو ان کے اقرار کے موافق باوجودیکہ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کے قرابتی تھے اور لڑکپن سے مملو بروح القدس اور نبی تھے، اور افضل الانبیاء تھے، اور ان کی ماں کو الہام ہو چکا تھا کہ مریمؑ کا بچہ مسیح موعود ہے اور شمعون نبی اور حناہ نبیہ کے الہام سے سب یروشالم والے بھی اس بات سے واقف ہو گئے تھے، اور بھیڑی والے اور ان کے کہنے سے سب بیت اللحم والے بھی واقف تھے، اور ہیرود کے لڑکوں کے قتل کرانے سے یہودیہ کے گویا سارے ملک میں غل پڑ گیا تھا کہ مسیح پیدا ہو لیا، اور زکریا اور ان کے باپ نے خاص کر کے ان کے حق میں کہا تھا کہ یہ مسیح کا پیشرو ہوگا، اور ان کا سب کنبہ اس خاص نشانی سے بھی واقف تھا کہ مریم روح القدس سے حاملہ ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ تثلیث کے عقیدہ کے موافق حضرت عیسیٰ ان کے خدا اور خالق اور معبود اور مرسل بھی تھے، پھر بھی انہوں نے چوتھی انجیل کے پہلے باب کی روایت کے موافق تیس برس کے عرصہ تک درستی اور یقین سے نہ پہچانا کہ یہی مسیح موعود ہے، اور متیٰ کی انجیل کے گیارہویں باب کی روایت کے موافق اور ان کے علماء کی توجیہ کے موافق پہچان لینے کے بعد پھر شک میں پڑ گئے، اور آٹھویں اختلاف میں گذرا کہ انہوں نے اپنے آپ کو بھی نہیں پہچانا تھا کہ میں ایلیاہ ہوں، پس صاف معلوم ہوا کہ نبی مقدم کی خبر نبی مؤخر کے حق میں اہل کتاب کے نزدیک ایسی نہیں کہ جس کی بشارت دی

گئی ہے کے ظہور کے وقت اس خبر سے واقف شخص کو شبہ نہ رہے، بلکہ باوجود واضح قرائن کے واقف کو خواہ وہ نبی عظیم الشان ہی ہو) بعض وقت شبہ ہو جاتا ہے، بلکہ بعض وقت جس کے بارے میں بشارت دی گئی اس کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس خبر کا مصداق میں ہوں، اور الٹا انکار کر بیٹھتا ہے۔

انیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے ستائیسویں باب میں یہودا اسکریوتی کا حال یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۳۔ جب اس کے قتل کا فتویٰ دیا گیا تب اس کے پکڑنے والے یہودا نے پشیمان ہو کے وے (وہ) تیس روپیہ سردار اماموں اور مشائخ کے پاس پھر لا کے کہا۔

۴۔ کہ میں نے بے گناہ کو پکڑوا کے گناہ کیا، تو وہ بولے پھر ہمیں کیا تو جان؟

۵۔ اور وہ ان روپیوں کو عبادت گاہ میں پھینک کر چلا گیا، اور جا کر اپنے تئیں پھانسی دی۔

۶۔ سردار اماموں نے روپیہ لے کر کہا کہ: انہیں خزانہ میں رکھنا روا نہیں کہ یہ خون کا مول ہے۔

۷۔ تب مشورہ کر کے ان روپیوں سے کمہار کا کھیت مسافروں کے دفن کے لئے مول لیا۔

۸۔ اس لئے وہ کھیت اب تک خون کا کھیت کہلاتا ہے۔

۹۔ تب وہ جو یرمیاہ نبی کی معرفت سے کہا گیا تھا پورا ہوا کہ انہوں نے تیس روپیہ اس کی قیمت جس کا مول ٹھہرایا (یعنی جس کا بنی اسرائیل میں سے بعضوں نے مول ٹھہرایا)۔

۱۰۔ دے (وہ) تیس روپئے لیکر جیسا خداوند نے مقرر کیا تھا کمہار کا کھیت مول لیا"۔

اور یہ جملہ "جب اس کے قتل کا فتویٰ دیا گیا" اور ترجموں میں یوں ہے،

فارسیہ (۱۸۱۲ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"براو حکم نمودند"۔

عربیہ (۱۸۲۶ء):

"قد قضیٰ علیه...... "الخ

اور اعمال کی کتاب کے پہلے باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۱۵۔ انہیں دنوں میں پطرس مریدوں کے درمیان جو ایک سو بیس کے قریب تھے کھڑا ہو کے بولا۔

۱۶۔ اے بھائیو! وہ بات جو روح قدس نے داؤد کی معرفت سے یہوداہ کے حق میں (جو یسوع کے پکڑنے والوں کا رہنما ہوا) آگے کہتے تھے اس کا پورا ہونا ضرور تھا۔

۱۷۔ وہ ہم میں گنا گیا، اور اس خدمت کا حصہ پایا تھا۔

۱۸۔ اور اس کی بدی کی مزدوری سے ایک کھیت مول لیا گیا، اور وہ اوندھے منہ گرا، اور اس کا پیٹ پھٹ گیا، اور اس کی ساری انتڑیاں نکل پڑیں۔

۱۹۔ یہ یروشالم کے سارے باشندوں کو معلوم ہوا، یہاں تک کہ اس کھیت کا نام ان کی زبان میں حقل دما ہوا، جس کا ترجمہ لہو کا کھیت ہے"۔

اور یہ جملہ "وہ اوندھے منہ" الخ اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ مذکورہ):

"وبررو افتادو شکمش دریدہ امعایش ریختہ شد"۔

پس یہودا کی بت، متیٰ کی تحریر اور پطرس کی تقریر میں (جس کو لوقا نے نقل کیا) بڑا فرق ہے، اور ایک ان میں یقیناً غلط ہے۔

اور محقق نورٹن متیٰ کی تحریر کو غلط بتلاتا ہے، اور اپنی کتاب اسناد کی پہلی جلد کے ۶۳ صفحہ میں لکھتا ہے (نسخہ مطبوعہ ۱۸۳۷ء):

''یہودا کا یہ حال بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ الحاقی ہے، اور عبارت کے ربط کو برہم کر ڈالا ہے، اگر اس کو متن سے نکال دیں خوب ربط ہو جاتا ہے، گویا اصل میں اسی طرح تھا، الحاقی ہو یا نہ ہو، اتنا تو یقینی ہے کہ اپنی جگہ پر نہیں، اور ساری یہ حکایت صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ یہ حال اس وقت میں ہوا ہو کہ اس وقت کے بعد جس میں یہ مذکور ہے وہ وقت آوے گا، اس لئے کہ مسیح رات کو گرفتار ہوئے، اور یہ حال اس رات کی صبح کو ہوا، اور معلوم نہیں ہوتا کہ یہودا کے سے شخص کا مزاج اتنے عرصہ ایسا پھر جاوے، کیونکہ جب اس نے گرفتار کرایا تھا یقیناً جانتا تھا کہ یہودی اس کے جان کے خواہاں ہیں، اور یہ بھی ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ اس پر حکم کیا حالانکہ اس پر حکم نہ ہوا تھا، علاوہ اس کے اس میں لکھا ہے کہ تیشیاہ پلات کو جو حاکم تھا سپرد کیا۔

اور گیارہویں درس میں ہے ''یسوع حاکم کے سامنے کھڑا تھا......الخ، اس سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سردار امام اور مشائخ حاکم کے پاس تھے، پھر یہودا کے ہیکل میں جانے اور تیس روپیہ ان کے سامنے پھینک دینے کے کیا معنیٰ؟ اور یہ بھی ہے کہ متیٰ کہ یہ تحریر لوقا کی تحریر سے جو کتاب اعمال کے پہلے باب کے ۱۸ و ۱۹ درس میں ہے مطابق نہیں۔

اور لوقا کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ جس حال کو اس نے لکھا ہے وہ یروشالم میں بہت ہی مشہور تھا، اور مجھے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوقا کی تحریر سچی ہے تو متیٰ کی تحریر بہر صورت غلط ہے، لیکن شبہ نہیں کہ لوقا کی تحریر سچی ہے، اور حواریوں کو بھی یہی اعتقاد تھا۔

اور اس قصہ کے اخیر میں ایک حوالہ بری طرح استعمال میں آیا ہے جو تعجب بڑھاتا ہے، کیونکہ مصنف کہتا ہے کہ یرمیاہ سے نقل کیا، اور ہم اس بات کے

معتقد نہیں کہ متّی نے اس کو اس جعلی کتاب سے جو یرمیا کی طرف منسوب ہے نقل کیا ہوگا، اس لئے کہ اس کتاب کا ذکر تو اس انجیل کی تصنیف سے ساڑھے تین سو برس بعد جیروم کے کلام میں پایا جاتا ہے، اور یہ غلطی کہ زکریا کی جگہ یرمیا لکھا گیا ظاہر کرے گی کہ اس مصنف نے محض اپنے یاد پر حوالہ دیا ہے، اور یہ بھی ظاہر کرے گی کہ زکریا کا حوالہ بھی اس جا (جگہ) بیگانہ ہے، اس کے مضمون سے مطابقت نہیں کھاتا، اور یہ مضمون زکریا کی عبارت سے مناسبت نہیں رکھتا، اور اگر ہم یقین کریں کہ متّی کے اول کے دونوں باب الحاقی ہیں تو پھر متّی کے کلام میں کوئی کلام ایسا نہیں کہ اس حوالہ کے مناسب ہو، بلکہ اس جگہ کے سوا جہاں حوالہ لیا ہے وہ وہاں کے مضمون سے مطابقت (رکھتا) ہے، اور جب اس کا حال ایسا ہو تو غالب نہیں کہ یہ حوالہ اس کا ہو"۔

یہاں تک نورٹن کا قول تھا، اور اس کے اس کلام سے:

"مجھے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوقا کی تحریر سچی ہے تو متّی کی تحریر بہر صورت غلط ہے، لیکن شبہ نہیں کہ لوقا کی تحریر سچی ہے، اور حواریوں کا بھی یہی اعتقاد تھا"۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک متّی کی تحریر یقیناً غلط ہے، اور اس کی اور دلیلوں سے یہ ظاہر ہے کہ غلطی کے سوا اس قصہ کے سبب اس جگہ بے ربطی بھی ہے۔

اور اس کے اس کلام سے "اس قصہ کے اخیر میں ایک حوالہ بری طرح استعمال میں آیا ہے" الخ صاف ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک یہ حوالہ یقیناً غلط ہے، اور زکریا کی عبارت اور مضمون سے بھی مناسبت نہیں رکھتا۔

اور اس کے اس کلام سے "اس کتاب کا ذکر تو اس انجیل کی تصنیف سے" الخ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کتاب جعلی اس انجیل کی تصنیف سے پیچھے تیار ہوئی اور اغلب بھی یہی ہے، اور شاید دوسری، تیسری صدی میں کسی حضرت عیسائی نے اپنے دیانت اور

امانت کو کارفرما کر کے دوسری صدی والوں کے مقرر کیے ہوئے قاعدے کے موافق اس حوالہ کے صحیح بنانے کو اس کتاب کو گڑھ لیا ہوگا، جیسے اس کے اور بھائیوں امانت دار نے اس قسم کے پچہتر اناجیل وغیرہ کے قریب حضرت عیسیٰ اور حواریوں اور حضرت مریم کے نام سے گڑھ لیا تھا، اور ایسی تحریف تو ان حضرات کی عادت جبلی ہے۔

بیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے آٹھویں باب میں ہے کہ:

”جس صوبہ دار کے نوکر کو جناب مسیحؑ نے اچھا کیا تھا اس میں صوبہ دار نے خود ہی حضرت عیسیٰ کے حضور آ کے اس نوکر کی شفا کی درخواست کی تھی“۔

اور لوقا کی انجیل کے ساتویں باب میں ہے کہ:

”وہ خود نہیں آیا تھا، بلکہ بنی اسرائیل کے بعض مشائخ اس کے بھیجے ہوئے آئے تھے، اور انہوں نے شفا کی درخواست کی تھی“۔

اکیسواں اختلاف

جناب مسیحؑ کا قول یوحنا کی انجیل کے پانچویں باب کے اکتیسویں درس میں یوں منقول ہے:

”اگر میں اپنے لئے گواہی دوں تو میری گواہی مقبول نہیں“۔

پھر اسی انجیل کے آٹھویں باب کے چودہویں درس میں یوں منقول ہے:

”اگر چہ میں اپنے جی میں گواہی دیتا ہوں، پر میری گواہی مقبول ہے“۔

بائیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے پندرہویں باب کے بائیسویں درس میں ہے کہ:

”جس عورت نے جناب مسیح سے اپنے بیٹے کے اچھے ہونے کے لئے

استغاثہ کیا، وہ کنعانی تھی"۔

اور مرقس کی انجیل کے ساتویں باب کے چھبیسویں درس میں ہے کہ:

"وہ یونانی اور قوم صوفین کی تھی"۔

تیئیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے پندرہویں باب میں ہے کہ:

"بہت گونگوں، لنگڑوں، ٹنڈوں کو، اندھوں کو اچھا کیا"۔

اور مرقس کی انجیل کے ساتویں باب میں ہے کہ:

"ایک گونگے، بہرے کو"۔

اور تشریح اس کی دوسرے شبہ کے جواب میں گزری۔

چوبیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے بیسویں باب میں ہے کہ:

"یعقوب اور یوحنا کی ماں نے دونوں کو مسیح کے پاس لا کر عرض کیا کہ:

"میں چاہتی ہوں کہ تیری سلطنت میں ایک داہنے ہاتھ اور دوسرا بائیں ہاتھ بیٹھے"۔

اور مرقس کی انجیل کے دسویں باب میں ہے کہ:

"خود یعقوب اور یوحنا نے آ کر یہ درخواست کی تھی"۔

اور اس اختلاف کے سوا یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ متیٰ کی انجیل کے بیسویں باب کے سترہویں درس میں ہے:

"یسوع نے یروشالم کو جاتے ہوئے بارہ مریدوں کو راہ میں کنارے لے کے کہا"۔

اور اسی انجیل کے دسویں باب کے موافق یعقوب اور یوحنا زبدی کے بیٹے بھی ان بارہ میں داخل ہیں"۔

اس کے موافق وہ تو ساتھ ہی تھے، پھر ان کی ماں کا لانا یا ان کا خود ہی آنے کے کیا معنیٰ؟

پچیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے بیسویں اور اکیسویں باب، اور مرقس کی انجیل کے دسویں اور گیارہویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیحؑ یریجو سے چل کر یروشالم کو آئے، اور یوحنا کی انجیل کے گیارہویں اور بارہویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ افرایم سے چل کر بیت اینا کو آئے، اور رات کو وہاں رہے، اور دوسرے روز یروشالم کو گئے۔

چھبیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے بیسویں باب میں ہے کہ:

"جناب مسیحؑ شہر اورشلیم میں پہنچے، اور بڑی عبادت گاہ میں داخل ہو کے وہاں سے خرید فروخت کرنے والوں کو نکال دیا، اور صرافوں کے تختے اور کبوتر بیچنے والوں کی چوکیاں الٹ دیں، اور وہاں سے ہٹ کر بیت اینا میں آئے، اور وہاں رات کو رہے، اور دوسرے دن پھر شہر کی طرف چلے، راہ میں انجیر کے ایک درخت کو بد دعا دی کہ وہ اسی وقت سوکھ گیا، اور اسی دوسرے دن میں یہود کے علماء سے سوال و جواب ہوا"۔

اور مرقس کی انجیل کے گیارہویں باب میں ہے کہ:

"جس دن شہر اورشلیم میں پہنچے بڑی عبادت گاہ میں داخل ہو کے سب چیزوں پر نگاہ کی، اور شام کے وقت بیت اینا میں ہٹ آئے، اور رات کو وہاں رہے، اور دوسرے دن صبح کو شہر کی طرف چلے، اور راہ میں انجیر کے درخت کو بد دعا

دی، اور شہر میں پہنچ کے بڑی عبادت گاہ میں داخل ہو کے خرید و فروخت کرنے والوں کو نکال دیا، اور صرافوں کے تختے اور کبوتر بیچنے والوں کی چوکیاں الٹ دیں، اور شام کو شہر کے باہر گئے، اور تیسرے دن صبح کو جب پھر شہر کو چلے تو دیکھا کہ انجیر کا درخت سوکھ گیا ہے، اسے دیکھ کر پطرس حواری کو یاد آیا اور جناب مسیحؑ سے کہا کہ آپ کی بددعا سے وہ درخت سوکھ گیا ہے، اور تیسرے دن میں یہود کے علماء سے سوال جواب ہوا"۔

ستائیسواں اختلاف

مرقس کی انجیل کے چودھویں باب میں ہے کہ:

"یہودیوں نے عید نجات سے دو روز پہلے جناب مسیحؑ کے گرفتار کرنے کا مشورہ کیا، اور بیت اینا میں شمعون کوڑی (کوڑھی) کے گھر میں جب کھانا کھانے بیٹھا تو ایک عورت نے اچھا بیش قیمت عطر لا کر ان کے سر پر ڈالا، تب بعضے بعضے اپنے دل میں آزردہ ہو کے کہنے لگے: عطر کی یہ خرابی کس لئے ہوئی، یہ عطر تو اگر بیچا جاتا تو تین سو دینار سے زائد کا بک جاتا"۔

اور یوحنا کی انجیل کے بارہویں باب میں ہے کہ:

"چھ (٦) روز پہلے جب جناب مسیحؑ بیت اینا میں العازر کے گھر کھانے کے لئے آئے تو العازر کی بہن مریم نے اچھا عطر بیش قیمت ان کے پاؤں پر ملا، تب یہودا اسکریوتی نے کہا کہ یہ عطر تین سو دینار کا کیوں نہ بیچا گیا"۔

تو دونوں انجیلوں کی تحریر میں پانچ طرح کا اختلاف ہے:

اول

اول یہ کہ مرقس کے موافق دو دن اور یوحنا کے موافق چھ (٦) دن۔

دوم

دوم یہ کہ مرقس کے موافق شمعون کا گھر اور یوحنا کے موافق العازر کا گھر تھا۔

سوم

سوم یہ کہ مرقس کے موافق سر پر اور یوحنا کے موافق پاؤں پر ڈالا تھا۔

چہارم

چہارم یہ کہ مرقس اعتراض کرنے والوں کو عام لفظ سے تعبیر کرتا ہے، اور یوحنا خاص ایک یہودی کو بتلاتا ہے۔

پنجم

پنجم یہ کہ مرقس اس عطر کی قیمت تین سو دینار سے زائد اور یوحنا تین سو دینار کہتا ہے(۱)

اٹھائیسواں اختلاف

متی کی انجیل کے چھبیسویں باب میں ہے کہ:

"کھانا کھاتے وقت جناب مسیحؑ نے حواریوں سے فرمایا کہ: ایک تم میں سے مجھ کو پکڑ وادے گا، اس پر ہر ایک نے کہا: کیا وہ میں ہوں؟ حضرت مسیحؑ نے فرمایا: جو میرے ساتھ رکابی میں ہاتھ ڈالتا ہے وہی ہے، یہودا بولا: کیا وہ میں

---

(۱) اور اگر دو واقعوں پر محمول کرو تو یہ بعید ہے، کیونکہ ہر بار دعوت اور کھانے ہی کے وقت عطر کا ملا جانا اور ہر بار ملنے والے کا بھی عورت ہی ہونا اور ہر بار دیکھنے والوں کا اس عورت کے فعل پر اعتراض کرنا اور حضرت مسیح کا عذر فرمانا، بہت بعید معلوم ہوتا ہے، اور مریدوں اور حواریوں سے بعید ہے کہ جس بات کا جناب مسیح ابھی جلد عذر کر چکے ہوں اور ایک بار اس عورت کے فعل کو اچھا کہہ چکے ہوں، پھر بھی یہ لوگ اس پر اعتراض کریں، پس حق یہ ہے کہ واقعہ ایک ہے اور یہ اختلاف انجیل نویسوں کی عادت کے موافق ہے۔۱۲ منہ رحمہ اللہ

ہوں؟ جناب مسیحؑ نے فرمایا کہ: تو ہی ہے، آپ کہا (خود کہا)''۔

اور یوحنا کے تیرہویں باب میں ہے کہ:

''جناب مسیحؑ کے اس اول قول کے بعد ہر مرید شبہ میں پڑا کہ وہ کون ہوگا، اور پطرس نے ایک مرید کو اشارہ کیا کہ جناب مسیحؑ سے پوچھے، اس نے جب پوچھا فرمایا: جسے میں نوالا ترکر کے دوں وہی ہے، پھر نوالا تر کر کے یہودا کو دیا''۔

انتیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے چھبیسویں اور مرقس کی انجیل کے چودہویں باب میں جناب مسیحؑ کی گرفتاری کی صورت یوں لکھی ہوئی ہے کہ:

''یہودا نے ان یہودیوں سے جن کو اپنے ساتھ لایا تھا یہ کہا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں تم اس کو پکڑ لینا، اور اس نے ویسا ہی کیا، اور اس پر یہودیوں نے ان کو پکڑ لیا''۔

اور یوحنا کی انجیل کے اٹھارویں باب میں ہے کہ:

''خود جناب مسیحؑ نے یہودیوں کو دیکھ کر پوچھا کہ تم کسے ڈھونڈتے ہو؟ انہوں نے کہا عیسیٰ کو، جناب مسیحؑ نے فرمایا کہ میں ہوں، وہ سنتے ہی زمین پر گر پڑے، پھر دوسری بار فرمایا کہ: تم کسے ڈھونڈتے ہو؟ انہوں نے کہا: عیسیٰ کو، جناب مسیحؑ نے فرمایا کہ: میں نے تم سے کہا: میں ہوں، اس پر انہوں نے گرفتار کر لیا۔

تیسواں اختلاف

پطرس حواری کا انکار چاروں انجیلوں میں الگ الگ طریقہ سے منقول ہے، پس چاروں میں مخالفت ہے، اور متیٰ کے موافق پہلے انکار کے بعد پطرس حواری دیوان خانہ کے صحن سے دہلیز کے باہر نکل آئے تھے، پھر بھی لوقا کہتا ہے کہ: تین انکار کے بعد

جناب مسیحؑ نے متوجہ ہوکر پطر پر نگاہ کی، اور پطر کوان کا ارشاد یاد آیا۔

بھلا جب جناب مسیحؑ دیوان خانہ کے اندر گرفتار تھے، اور پطر پہلے ہی انکار کے بعد دہلیز کے باہر آ گئے تھے، اور رات کا وقت تھا، پھر توجہ اور نگاہ کے کیا معنیٰ؟

اکتیسواں اختلاف

متیٰ کی انجیل کے ستائیسویں باب اور مرقس کی انجیل کے پندرہویں باب، اور لوقا کی انجیل کے بتیسویں باب میں ہے کہ:

"یہودیوں کے حکم سے ایک شخص بیگاری جس کا نام شمعون تھا صلیب کو اٹھا کر سولی دینے کی جگہ تک جناب مسیحؑ کے پیچھے پیچھے لے گیا"،

اور یوحنا کے انیسویں باب میں ہے کہ:

"خود جناب مسیحؑ اس صلیب کو اٹھا کر لائے تھے"۔

بتیسواں اختلاف

مرقس کی انجیل کے پندرہویں باب میں ہے کہ:

"صلیب پر چڑھانے سے پہلے جناب مسیحؑ کو مازو ملی شراب دی"۔

اور متیٰ کی انجیل کے ستائیسویں باب میں ہے کہ:

"صلیب دینے سے پہلے سرکہ پت ملا ہوا دیا"۔

اور لوقا اور یوحنا لکھتے ہیں کہ:

"صلیب پر کھینچنے کے بعد سرکہ دیا"۔

تینتیسواں اختلاف

کتبہ جو پلات کے حکم سے صلیب پر لگایا گیا تھا اس میں متیٰ نے کہا ہے کہ یہ لکھا تھا:

"یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع ہے"۔

اور مرقس کہتا ہے کہ یہ لکھا تھا:

"یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے"

اور لوقا لکھتا ہے کہ یہ لکھا تھا:

"یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے"۔

اور یوحنا کہتا ہے کہ یہ لکھا تھا:

"ناصری یسوع یہودیوں کا بادشاہ"۔

دیکھو ان سب کی تحریر آپس میں مختلف ہے، اگر ان تحریروں میں سے دونوں غلط نہیں تو ایک تو ضرور ہی غلط ہے، اس پر بعض منکر عیسائی ملت کو طعناً یوں لکھتا ہے کہ:

"شاید مدرسہ کا ایک لڑکا بھی اگر اس طرف کو گذرتا اور اس کتابہ (کتبہ) کو دیکھ لیتا تو ان الفاظ کو ویسے ہی یاد رکھتا، مگر تعجب ہے کہ ان چاروں انجیلوں کی یہ تھوڑی سی بات بھی پوری طرح حفظ نہ رہی، اور اگر کہو کہ انہوں نے خیال نہ کیا ہوگا تو ہم اور باتوں میں اب کیا بھروسہ کریں، کیونکہ جب ایسے آسان حال میں بہکے تو پھر مشکل میں کیا کہنا۔

اگر کہو کہ یوحنا کی گواہی اعتبار کے قابل ہے کیونکہ وہ وہاں تھا اور دور سے دیکھا بھی تھا، اور سن کر لکھا ہوگا تو کہوں گا کہ کیا متی نے بھی سن کر لکھا ہوگا، اور جب اس کے سننے کا حال ایسا ہو تو اس نے ایسا ہی یوسف کو فرشتہ کے خواب میں مریم کے حمل کے مقدمہ میں کہنا بھی سن کر لکھا ہوگا۔

اگر کہو کہ وہ روح القدس کے الہام سے لکھا ہے تو کہوں گا پھر کیوں روح القدس نے یہاں ٹھیک ٹھیک الہام نہیں کیا کہ آدمی نہ بہکتے، اور اپنی بے ایمانی کی اس کو بنیاد نہ کرتے، کیونکہ روح القدس کو تو پہلے ہی سے معلوم ہوگا کہ اس پر ایسے فساد ہوں گے، علاوہ اس کے اب کس طرح معلوم ہو سکے کہ روح القدس کے

الہام سے کون سی تحریر ہے، اور اس کے بغیر کون سی۔

یہ اعتراض اگرچہ بہت بڑا نہیں لیکن چھوٹا بھی نہیں، کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی سنی گواہی پر اعتبار کرنا خبط ہے کہ ہمیشہ کے آرام کو خراب کرتا ہے، اور کوئی قاعدہ اس کے پہچان کا بھی نہیں"۔(۱)

چونتیسواں اختلاف

مرقس کہتا ہے کہ:

"پورے پہر دن چڑھے جناب مسیحؑ کو صلیب پر کھینچا"۔

اور یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ دوپہر کو یا اس کے بعد، کیونکہ اس کے انیسویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ دوپہر کے قریب تک تو جناب مسیحؑ پلات کی عدالت میں موجود تھے، اور وہ عبارت یوں ہے (فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"۱۳۔ پس پلاطیس این سخن را شنیده، عیسیٰ را بیرون آورده بر محکمہ در جائیکہ سفہ نام داشت، ودر عبری کبتہ گویند نشست۔

۱۴۔ ووقت تہیہ فصح وقریب بساعت ششم از روز بود پس بیہودہ گفت اینک بادشاہ شما۔

۱۵۔ آنہا فریاد کردند کہ ببر واورا صلیب کن......" الخ

اور درس چودہویں اور ترجموں میں یوں ہے (عربیہ ۱۶۷۱ھ و ۱۸۲۱ء):

"وكان جمعة الفصح كان نحو ستة ساعات فقال اليهود هو ذا ملككم"۔

عربیہ (۱۸۲۶ء):

"وكان الزمان زمان تهيئة الفصح والساعة قريبة من

---

(۱) یہاں تک قول اس منکر کا تھا۔۱۲ منہ رحمہ اللہ

السادسة ......" الخ۔

نسخہ ۱۸۴۷ء:

"اور یہ فصح کی تیاری کا وقت تھا، اور چھٹے گھنٹے کے قریب تھا......" الخ

پینتیسواں اختلاف

متّی کی انجیل کے ستائیسویں باب اور مرقس کی انجیل کے پندرہویں باب میں ہے کہ:

"دونوں چور جن کو جناب مسیحؑ کے دائیں بائیں سولی پر چڑھایا تھا، جناب مسیحؑ کو گالیاں دیتے تھے"۔

اور لوقا کی انجیل کے تیئیسویں باب میں ہے کہ:

"ایک نے برا کہا تھا، اور دوسرے نے تعریف کی تھی، اور اس دوسرے کے ساتھ جناب مسیحؑ نے وعدہ کیا تھا کہ تو آج میرے ساتھ فردوس میں ہوگا"۔

اور یوحنا کی انجیل میں اس کچھ بھی نہیں لکھا، اور جناب مسیحؑ کے اس وعدہ سے معلوم ہوا کہ جناب مسیحؑ مصلوب ہونے کے بعد فردوس اعلیٰ کو گئے، نہ جہنم کو، جیسا کتاب الصلوٰۃ کے تیسرے عقیدہ میں اس طرح لکھا ہوا ہے:

"جس طرح کہ مسیح ہمارے لئے مرا اور دفن ہوا، اسی طرح یہ اعتقاد فرض ہے کہ وہ جہنم میں گیا"۔

اور جواد بن ساباط نے اس عقیدہ کو اسی طرح نسخہ مطبوعہ ۱۶۰۳ء سے نقل کیا ہے، اور پادری فیلبس کواڈ نونس راہب اس عقیدہ کے بیان میں اپنی کتاب کے اندر جس کا نام "خیالات فیلبس" (۱) ہے، اور اس نے اس کو احمد شریف زین العابدین

---

(۱) اس کتاب کا ایک نسخہ مطبوعہ پرانا دلی کے مدرسہ میں سرکاری کتب خانہ کے اندر اب تک موجود ہے، اور میزان الحق کے مولف نے تحریف کے شبہ میں اکثر اس کتاب کا مضمون لیا ہے۔۱۲ منہ

اصفہانی کے رسالہ کے جواب میں عربی عبارت میں لکھا ہے، اور وہ کتاب رومیہ کبریٰ میں موضع بسلوقیت کے اندر ۱۶۶۹ء عیسوی میں چھپی ہے یوں لکھتا ہے:

"الذی تألم لخلاصنا وهبط إلیٰ الجحیم، ثم فی الیوم الثالث قام من بین الأموات"۔

یعنی مسیح ایسا شخص ہے جس نے ہماری خلاصی کے لئے دکھ اٹھایا، اور دوزخ میں گیا، پھر تیسرے دن مُردوں میں سے جی اٹھا۔

اور پرٹیز بوک مین اتھانیسیش کے عقیدہ میں جس پر سب لوگ عیسائی ایمان لاتے ہیں، احمد عیسوی کے ضمن میں "ہل" (Hell) کا لفظ واقع ہے، جس کا ترجمہ دوزخ ہے، اور جواد بن ساباط نے اپنی کتاب براہین ساباطیہ میں اس عقیدہ کے نقل کے بعد یوں لکھا ہے کہ:

"پادری مارطیروس نے اس عقیدہ کی توجیہ مجھ سے یوں بیان کی: جب مسیحؑ نے انسانی بدن کو قبول کیا تو اس کو سب عوارض انسانی اٹھانے پڑے، اور اس کے موافق دوزخ میں بھی گیا، اور وہاں عذاب بھی پایا، اور جب دوزخ سے نکلا تو ان سب کو جو اس کے نزول سے پہلے جہنم میں تھے لے نکلا"۔

میں نے پوچھا کہ اس عقیدہ کی کوئی دلیل نقلی بھی ہے؟ بولا: یہ عقیدہ دلیل کا محتاج نہیں، ایک ظریف عیسائی وہاں بیٹھا تھا، سن کر بولا: باپ سخت دل تھا، وگرنہ اپنے بیٹے کو جہنم میں نہ چھوڑتا، پادری سن کر خفا ہوا، اور اسے اپنی مجلس سے نکلوا دیا، اور وہ میرے پاس آکر مسلمان ہو گیا، اور قسم دی کہ میرے جیتے جی اس حال کو ظاہر نہ کرنا، اور پادری یوسف ولف صاحب جو اپنی یکتائی کا علم میں دعویٰ کرتا تھا اور اپنے صاحبِ الہام ہونے کا بھی مدعی تھی، اور ۱۲۴۸ ہجری مطابق ۱۸۳۳ء کے لکھنؤ میں وارد ہوا تھا، اس پر مجتہد صاحب شیعی نے یہ طعن کیا تھا، اس کے جواب میں جہنم میں جانے اور عذاب کے

پانے کو تسلیم کر کے یوں کہا تھا کہ: اس میں کیا مضایقہ ہے، جو اپنی امت کے نجات کے لئے جہنم میں گیا۔

دیکھو یہ عقیدہ کیسا گندہ ہے کہ عیسائیوں کے سوا آج تک کسی امت نے اپنے نبی کے حق میں ایسا اعتقاد نہیں رکھا، باوجود اس کے پادری صاحب پہلے اس کو بدیہی غیر محتاج دلیل بتلاتے ہیں، اور پادری صاحب دوسرے اس بات میں کچھ مضائقہ نہیں فرماتے ہیں۔

سچ، ان حضرات سے کیا بعید، عیسائی مذہب کے بعض فرقے تو اس عقیدہ کے ساتھ اور نمک مرچ بھی لگا کر یوں اعتقاد رکھتے تھے جیسی بل صاحب اپنی تاریخ میں مارسیونی کے فرقہ کے بیان میں یوں لکھتا ہے کہ:

"یہ فرقہ عقیدہ رکھتا تھا کہ عیسیٰ مرنے کے بعد جہنم میں گئے، اور وہاں قابیل اور سدوم کے لوگوں کی ارواح کو نجات دی، کیونکہ وہ عیسیٰ کے سامنے حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی زندگی میں خدائے خالقِ شر کی اطاعت نہ کی تھی، اور ہابیل اور نوح اور ابراہیم اور دوسرے قدماء صالحین کی ارواح کو دوزخ میں رہنے دیا، کیونکہ انہوں نے اول گروہ کے خلاف کیا تھا، اور یہ فرقہ عقیدہ رکھتا تھا کہ خالق جہاں کا وہی خدا نہیں جس نے ت عیسیٰ کو بھیجا ہے، اسی لئے عہد عتیق کی کتابوں کو الہامی نہ مانتا تھا"۔

کہتا ہوں میں کہ اس فرقہ سدوم والوں کے بھائی بند کا کیا کہنا، ان کے نزدیک تو مسیحؑ کے مصلوب ہونے کا یہ نتیجہ نکلا کہ انبیاء بنی اسرائیل اور دوسرے صالحین کی ارواح کو خوب عذاب ہو، اور سدوم والوں اور قابیل اور ان جیسوں کو دوزخ کے عذاب سے نجات حاصل ہو، اللہ ایسے خرافات سے سب کو بچائے۔

فائدہ

اس جگہ دو باتیں تحریر کے قابل ہیں، ایک بات یہ کہ اناجیل میں تناقض کے دفع کرنے کو اردو کے مترجمین میں سے مترجم ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء والوں نے کمال بیباکی اور جرأت سے متیٰ اور مرقس کی انجیلوں کے درسوں کو محرف کرڈالا، اور متیٰ کی انجیل کے ستائیسویں باب کے چوالیسویں درس کا یوں ترجمہ کیا (نسخہ ۱۸۳۹ء):

"اور ایک چور جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچا گیا تھا اس کو ملامت کرتا تھا"۔

نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء:

"اور چور جو اس کے ساتھ مصلوب ہوا تھا اسی طرح سے اس کو ملامت کرتا تھا"۔

اور مرقس کی انجیل کے پندرہویں باب کے تیئسویں درس کا یوں ترجمہ کیا (نسخہ ۱۸۳۹ء):

"اور وہ چور جو اس کے ساتھ صلیب دیا گیا تھا، اسے ملامت کرتا تھا"۔

نسخہ ۱۸۴۰ء ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء:

"اور وہ جو اس کے ساتھ صلیب دیا گیا تھا اسے ملامت کرتا تھا"۔

مگر بحمداللہ کہ ان کی یہ خیانت پیش نہ گئی، اور عربی وفارسی اور اردو کے دوسرے ترجموں سے وہ سب پر کھل جاتی ہے، درس ۴۴ باب ۲۷ متیٰ (عربیہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"اللصان اللذان صلبا معه كانا يعيرانه"۔

عربیہ ۱۸۱۱ء:

"اللصان اللذان صلبا يعيرانه"۔

عربیہ ۱۸۱۶ء:

"والسارقان اللذان صلبا معه كانا يسبانه"۔

عربیہ ۱۸۲۶ء:

"وكان السارقان اللذان صلبا معه كانا يسبانه"۔

فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء:

"آن دزدان کہ باوے مصلوب شدند بروے فحش میدادند"۔

ترجمہ ہندیہ (۱۸۱۴ء):

"وے (وہ) چٹے (چور) جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے اس کو ملامت کرتے تھے"۔

اور ایسا ہی کچھ حال درس ۳۲ باب ۱۵ مرقس کا سب (۱) ترجموں کے موافق ہے۔

اور اس جگہ صاحب استفسار سچ کہتا ہے کہ:

"تثنیہ کا مفرد سے بدل ڈالنا صرف سادگی کی راہ سے نہیں ہوتا رہا جیسا اربانوش ثامن نے کہا ہے، بلکہ عمداً اپنے مطلب کے لئے بھی ہوتا رہا ہے"۔

دوسری بات یہ کہ "میزان الحق" کے مؤلف نے "حل الاشکال" کے تیسرے عقیدے کے بارے میں اپنے عار کو دفع کرنے کے لئے "کشف الاستار" کے جواب میں یوں توجیہ کی ہے (نسخہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۸۱ و ۸۲):

"سچ ہے کہ مسیحی عقیدہ میں یہ بات ہے کہ مسیح موت کے بعد جہنم میں گیا،

(۱) عربیہ (۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء): "واللذان صلبا معه يعيرانه أيضاً"، فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء): "وآنان کہ باوے مصلوب شدہ بودند فحش میدادند"، عربیہ (۱۸۲۶ء): "وكان المصلوبان معه يسبانه"۔ ۱۲ منہ

اور تیسرے دن قیام عروج کیا، مگر اس جگہ جہنم سے ہاؤس مراد ہے نہ اصل جہنم، اور ہاؤس وہ جگہ ہے جو اصل جہنم اور اصل آسمان کے بیچ میں ہے، اور اگر مصنف اس بات کو یوں سمجھا کہ گویا مسیحؑ امت کے عوض جہنم کے دکھ اور عذاب اٹھانے کے لئے ہاؤس میں داخل ہوا، تو یہ باطل اور خلاف بات ہے کہ اس نے اپنے دل سے تراشی ہے، اور عقائد مسیحیہ سے اس کے بے خبر ہونے کے لئے ایک واضح دلیل ہے، اس کو ضرور (ضروری) تھا کہ اول مسیحیوں سے اس بات کے معنیٰ پوچھتا، من بعد (اس کے بعد) اس پر بات کرتا، اور اگر پوچھتا تو اس کو معلوم ہوتا کہ معنیٰ یہ نہیں ہے کہ مسیح ہاؤس میں جہنم کے عذاب اٹھانے کے لئے گیا، بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ ہاؤس کے رہنے والوں کو اپنی بزرگی دکھلادے، اور ان کو آگاہ کرے کہ زندگی کا مالک میں ہوں، اور معنیٰ صلیب پر مرنے سے گناہ کا کفارہ وفدیہ دیکر گناہ اور شیطان کو اور جہنم کو مغلوب اور ایمان داروں کے واسطے کالمعدوم (معدوم کی طرح) کیا ہے"۔

کہتا ہوں میں کہ اے جناب! صاحبِ کشف الاستار نے وہ بات اپنے دل سے نہیں تراشی، بلکہ آپ کے علماء کی تحریر وتقریر سے اس کو معلوم ہوئی ہے، اور اس نے اول اس آپ کے ضرور کو ادا کرلیا تھا، کیونکہ جواد بن ساباط کے کلام سے پادری مارطیروس کی توجیہ دیکھ لی تھی، پھر خود اس نے پادری یوسف ولف کے منہ سے بالمشافہ اسی بات کو سن لیا تھا، اور وہی بات خیالات فیلبس وغیرہ کی عبارات سے متبادر ہے، اور وہی اتھانیسیش کے عقیدہ سے سمجھی جاتی ہے، اور آپ بھی خود اتنی بات کے معترف ہیں کہ "سچ ہے کہ مسیحی عقیدے میں یہ بات ہے کہ مسیح موت کے بعد جہنم میں گیا"، پھر باوجود اس اعتراف کے ایسی توجیہ کہ آم بولیں اور املی مراد لیں عبارت سے بعید ہے، اور دوسرے پادریوں کی تحریر وتقریر کے مخالف ہے، تو یہ تادیل آپ کے یا آپ کے فرقہ کے بعض علماء کی گڑھی ہوئی ہے، بھلا عقائد میں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ زمین بولیں

اور آسمان مراد لیں، اس میں تو خلقت کو گمراہ کرنا ہے، اگر جہنم سے جہنم مراد نہ تھا تو جہنم کو ہاوس کی جگہ کیوں بولا، ہاوس ہی کیوں نہ کہا؟ کہ آپ کے اہل علم بھی مثل ان دو پادریوں مذکور بالا کے نہ بچلتے، جاہلوں کا تو کیا ذکر۔

اور اب ہم فرقہ مارسیونی کے عقیدہ پر خاک ڈال کے اور ان دونوں پادریوں کی تقریر اور تسلیم اور خیالات فیلبس اور اتھانیسیشن کے عقیدے وغیرہما کی ظاہر عبارت اور متبادر سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ:

آپ کے ذمہ اس توجیہ کے کرنے سے پہلے لازم ہے کہ اپنے کتب مقدسہ سے ثابت کیجئے کہ اصل جہنم اور اصل آسمان کے بیچ میں ایک مقام ہاوس ہے، اور وہاں مسیح اپنی بزرگی دکھلانے کو اور وہاں کے لوگوں کو اطلاع کرنے کو موت کے بعد گئے تھے، یا آپ مارطیروس کی طرح فرمادیجئے کہ اس عقیدہ کے لئے دلیل کی کچھ ضرورت نہیں، تاکہ ہم اتنی بات کہ حضرات مسیحی عقائد گڑھے ہوئے بلا دلیل رکھتے ہیں، معلوم کر کے صبر کریں، اور آپ کے علماء محققین کے نزدیک تو آسمان کا وجود کچھ ایسا نہیں جیسا اور ملت والے سمجھتے ہیں۔

پس اب بتلائے کہ یہ آپ کا اصل آسمان زمین سے کتنے فاصلہ پر شروع ہوتا ہے، اور وہ اصل جہنم زمین سے کس طرف ہے کہ اس کے بیچ میں اس ہاوس کا ہم اعتبار کریں، اور یہ مقام جس کا آپ نام ہاوس رکھتے ہیں، کیسا مقام ہے، آیا وہ مقام ہے جہاں سرور جاودانی اور لذت روحانی ہے، یا وہ مقام ہے جہاں سراسر رنج والم اور سرتاپا دکھ وغم ہے، اگر اول ہے تو پھر جناب مسیحؑ کے ملعون ہونے اور اپنی امت کے گناہوں کی سزا اپنے اوپر قبول کر لینے اور ان کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر فدیہ ہونے کے کیا معنیٰ؟

اور یہ امور تو جب ہوتے جب مرنے کے بعد بھی ان کے گناہوں کے عوض اذیت اور تکلیف اٹھاتے، اس لئے کہ ہر گنہ گار کے گناہوں کی سزا کامل طرح سے تو دوسرے عالم میں ہے، نہ دنیا میں، اور اسی طرح وہاں والوں کو آگاہ کرنے کا کیا فائدہ تھا وہ تو پہلے ہی سے سرور جاودانی اور لذت روحانی کی جگہ تھے، اور شیطان اور جہنم کو ان سے کچھ تعلق نہ تھا، اور اسی طرح تین رات دن وہاں رہنے کے کیا معنیٰ؟ کیونکہ اس کے بعد بھی اب تک جو اٹھارہ سو برس سے زائد کا عرصہ گذرا جناب مسیحؑ سرور جاودانی اور لذت روحانی کے مقام پر ہیں، اور انشاء اللہ قیامت کے قریب تک ایسے مقام میں رہیں گے، اور قیامت کے بعد تو اس سے بھی افضل جگہ میں۔

اور اگر دوم ہے تو خود ہی فرمایئے کہ اس صورت میں آپ کا یہ قول کہ "گویا مسیحؑ امت کے عوض جہنم کے دکھ اور عذاب اٹھانے کے لئے ہاوس میں داخل ہوا باطل اور خلاف بات ہے" کیسی باطل اور خلاف بات نکلی، اور باتفاق جمہور حکماء اور تمام مذاہب والوں کے عالم ارواح جہنم ایسے ہی مقام کو کہتے ہیں کہ جس میں قیامت کے دن جانے والے وہاں جائیں گے۔

دوسرے قسم کی جہنم ہو، تو اس صورت میں جہنم سے انکار بھی لغو نکلا، اور جناب مسیحؑ کا ملعون ہونا تو آپ کے نزدیک اب بھی بلا تاویل بکمال کشادہ پیشانی مسلم ہے۔

اور اس ملعونیت پر آپ بڑے فخر سے اپنی تصنیفات میں باوجود اعتقادِ الوہیت جناب مسیحؑ کی تصریح کرتے ہو، اور ہمارے نزدیک تو یہ عقیدہ بھی کچھ پہلے سے کم نہیں جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں معجزات تفصیلیہ کے آخر میں اس کا بیان گذرا۔

سبحان اللہ! ہر کوئی اپنے عقیدہ پر نازاں ہے، فرقۂ مارسیون اپنے اسی عقیدہ پر

نازاں تھے، سچ ہے۔

تسلی داد ہر اک رابر نگے

چھتیسواں اختلاف

متیٰ، مرقس اور لوقا لکھتے ہیں کہ:

"صلیب دینے کے دن دو پہر سے لے کر تین پہر تک ساری زمین اندھیری ہو رہی تھی، اور تین پہر کے اختتام پر جناب مسیحؑ کی جان نکلی"۔

اور لوقا اتنا اور اضافہ کرتا ہے کہ:

"سورج اندھیرا ہو گیا"۔

پھر تینوں لکھتے ہیں کہ:

"عورتیں جو جلیل سے آئی تھیں، صلیب سے دور تھیں"۔

لیکن مرقس لکھتا ہے کہ:

"دور سے بیٹھے ہوئے دیکھ رہی تھیں"۔

اور متیٰ گول مول یوں لکھتا ہے کہ:

"دور سے دیکھتی تھیں"۔

بہر حال دو پہر سے تین پہر تک ساری زمین کی اندھیری ہو رہنے اور عورتوں کے صلیب سے دور رہنے میں تو تینوں انجیلوں کا اتفاق ہے، اور یوحنا کے کلام میں اس اندھیرے کا کچھ پتہ نہیں، بلکہ اس کے بدلہ لکھا ہے کہ:

"دو پہر کے بعد سپاہی دیکھ سکتے تھے، کہ یسوع کی پوشاک پر قرعہ ڈال کر بانٹ لیں، اور یسوع کی ماں اور خالہ اور مریم مجدلیہ اور یسوع کا ایک مرید صلیب کے پاس کھڑے تھے، اور آخری وقت میں یسوع نے اپنی ماں اور اس مرید سے باتیں کیں"۔

بھلا اگر ان تینوں انجیلوں کے لکھنے کے موافق ایسا اندھیرا تھا، اور عورتیں دور تھیں تو سپاہی قرعہ ڈال کر جناب مسیحؑ کے کپڑے کس طرح بانٹتے، اور اس اندھیرے میں اتنے دور سے کیا شناخت ہوتی، اور کس طرح بات چیت آخری وقت میں کی جاتی؟ اس کے علاوہ یوحنا تو صراحۃً کہتا ہے کہ: کئی عورتیں صلیب کے پاس تھیں، اور انیسویں باب میں یوں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۲۵۔ تب یسوع کے صلیب کے پاس اس کی ماں اور اس کی ماں کی بہن، کلیوپاہ کی جورو مریم اور مجدلیہ مریم کھڑی تھیں۔

۲۶۔ یسوع نے اپنی ماں کو اور اس مرید کو جسے وہ پیار کرتا تھا، پاس کھڑے ہوئے دیکھ کر اپنی ماں سے کہا: اے عورت اپنے بیٹے کو دیکھ۔

۲۷۔ پھر اس مرید سے کہا......" الخ

سینتیسواں اختلاف

متیؔ اور مرقس لکھتے ہیں کہ:

"اس حادثہ کے بعد بڑی عبادت گاہ کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ گیا"۔

اور لوقا بھی ان کے قریب قریب لکھتا ہے کہ:

"بڑی عبادت گاہ کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا"۔

بہر حال پردہ کے پھٹ جانے میں تینوں متفق ہیں، اور یوحنا کی انجیل میں اس تعجب والی بات کا کچھ پتہ نہیں، اور اس میں یہ خدشہ ہے کہ شاید اس زلزلہ سے پھٹا ہوگا جس کا ذکر متیؔ نے کیا ہے، اور تینوں نے نہیں، مگر پردہ تو ایک ملائم چیز ہے، اس کا زلزلہ سے پھٹنا متصور نہیں، علاوہ اس کے اگر ایسا زلزلہ آیا ہوتا جس میں پردہ کا یہ حال ہوا تو ہیکل کی عمارت کس طرح سلامت رہی، اور اس کی دیواریں تو بطریق اولیٰ پھٹ

جاتیں۔

اڑتیسواں اختلاف

متّی کی انجیل کے ستائیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۵۱۔ اور بڑی عبادت گاہ کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ گیا، اور زمین لرزی، اور پہاڑ پھٹ گیا۔

۵۲۔ اور قبریں کھلیں، اور نیک لوگوں کی بہتیرے لاشیں جو سوتی تھیں اٹھیں۔

۵۳۔ اور اس کے اٹھنے کے بعد قبروں سے باہر آکر شہر مقدس میں گئیں، اور بہتیروں کو دکھلائی دیں"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ پھٹ گیا تھا، اور بہت نیک لوگ جو مردہ تھے وہ زندہ ہوگئے تھے، اور مسیحؑ کے زندہ ہونے کے بعد قبروں سے باہر آکر شہر مقدس میں گئے تھے، اور ان کو بہت لوگوں نے دیکھا ہے، اور مرقس اور لوقا اور یوحنا نے اس امر میں کچھ بھی نہیں لکھا، اور اسی طرح اس وقت کے کسی اور مؤرخ نے بھی نہیں لکھا ہے، اگر ایسے امور ہوتے تو چھپ نہیں سکتے تھے، اگر مخالف نہ لکھتے تو عظمت کا لحاظ کر کے موافق تو لکھتے، خصوصاً لوقا جو بہت بڑا حریص ایسے ماجروں کے لکھنے پر ہے ضرور ہی لکھتا، اور محقق نورٹن اپنی کتاب اسناد میں دلیلیں لکھ کر لکھتا ہے کہ:

"یہ جھوٹی حکایت ہے، اور غالب یہ ہے کہ یروشالم کی بربادی کے بعد چونکہ عبری یہودیوں میں ایسی حکایتیں رائج تھیں کسی نے عبری انجیل کے حاشیہ پر اس حکایت کو لکھ دیا ہوگا، کاتب نے اس حاشیہ کو متن میں داخل کر لیا، اور وہی نسخہ مترجم یونانی کے ہاتھ پڑا، اور اس نے اسی کے موافق ترجمہ کر لیا"۔

دیکھو نورٹن اس کو صاف جھوٹی حکایت بتلاتا ہے، اور اس کے کلام سے یہ

بھی معلوم ہو گیا کہ متیٰ کی انجیل کا یہ نسخہ متیٰ کی تصنیف نہیں، اور یہ یونانی مترجم ایسا شخص ہے جس کو صحیح اور غلط میں کچھ تمیز نہیں، جو اس نسخۂ غلط میں اس نے دیکھا صحیح غلط سب کا یک لخت ترجمہ کر گیا، پس خدا جانے ایسی واہیات اس نسخہ میں اور کتنے جگہ ہوں گے۔

اب ایسی بے سند کتاب کا جس کا مترجم ایسا ہو کیا اعتبار، اور اس حکایت کی نسبت بعضے منکر دین عیسوی کی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے جو یوں لکھتا ہے:

"شاید یہ حکایت اس لئے گڑھی ہو کہ پہلے مسیحیوں کا اعتقاد تھا کہ جب مسیحؑ آوے گا اس کے ساتھ ولی لوگ زندہ ہوں گے، اور ہزار برس تک بادشاہت کریں گے، اور اگلے مسیحی اس سے زندہ ہونے کو مراد رکھتے تھے"۔

اور اس حکایت کی تکذیب اور بھی دو طرح سے ہے:

اول

ایک یہ کہ جب ایک دن پہلے ایسے ایسے عجیب کام ظاہر ہوئے تھے تو دوسرے ہی دن سب سردار، امام اور فریسی لوگ اکٹھے کیسے پلات کے پاس جا کے حضرت عیسیٰ کو دغا باز بتلاتے، حالانکہ س وقت تک اس حادثہ سے پردہ اور پہاڑ پھٹا ہوا موجود تھا اور قبریں کھلی ہوئی تھیں، اور وہ مردے زندہ موجود تھے، جیسا اگلے اختلاف میں بیان اس کا آتا ہے۔

اور پلات اور جورو اس کی تو پہلے ہی سے جناب مسیحؑ کو نیک مرد جانتے تھے، اور ان کی مرضی نہ تھی کہ مار ڈالیں، پس اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہ یہودیوں کا دشمن بن جاتا، اور ان کی تکذیب کرتا، اور اس کے ساتھ صدہا آدمی ان عجائب کے دیکھنے والے ان کی تکذیب پر کمر باندھتے۔

دوم

دوم یہ کہ اگر اس دن ایسے ایسے ماجرے عجیب وغریب ظہور میں آئے ہوتے تو عادتاً ممکن نہ تھا کہ بہت سے یہودی اور رومی ایمان نہ لے آتے، دیکھو کتاب اعمال کے دوسرے باب کے موافق جس دن روح القدس حواریوں پر اترا تھا، اور وہ اجنبی بولیاں بولنے لگے تھے تو سب سننے والے تعجب میں آگئے تھے، اور ایک ہی دن میں تین ہزار آدمی ایمان لے آئے تھے، پس حق یہ ہے کہ یہ حکایت جھوٹی ہے، اور حاشیہ سے متن میں گھس گئی، اور مترجم کے حاطب اللیل ہونے کے سبب اس کا ترجمہ ہوگیا ہے، جیسا کہ محقق نورٹن نے کہا۔

انتالیسواں اختلاف

اس انجیل متعارف سے شکاً یا صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے مصلوب ہونے تک تین مُردوں کو زندہ کیا ہے، ایک تو حاکم کی لڑکی کو کہ جس کا ذکر متی نے اپنے انجیل کے نویں باب اور مرقس نے پانچویں باب اور لوقا نے آٹھویں باب میں کیا ہے، اور دوسرے بیوہ کے لڑکے کو جس کا ذکر صرف لوقا ہی نے اپنی انجیل کے ساتویں باب میں کیا ہے، تیسرے العازر کو جس کا ذکر صرف یوحنا ہی نے اپنے انجیل کے گیارہویں باب میں کیا ہے، اور صلیب دینے کے وقت فقط متی نے اپنی انجیل کے ستائیسویں باب میں ان مُردوں کا زندہ ہونا لکھا ہے، جن کا ذکر اڑتیسویں اختلاف میں گذرا، اور یوسی بیس اپنی تاریخ میں ان حالات کی تصدیق کرتا ہے، اور اپنی تاریخ کی پہلی کتاب کے تیرہویں باب میں لکھتا ہے کہ:

"اس نے اڈیسا میں کچھ مکتوبات پائی کہ اس میں ابگارس بادشاہ اڈیسا اور مسیح کے خطوط کی نقل تھی، اور اس میں شدی حواری اور ابگارس بادشاہ

کی ملاقات کا حال مسیح کی وفات کے بعد لکھا پایا، اور تدی کی باتوں سے یہ بات بھی لکھی تھی کہ اس نے اس بادشاہ سے کہا تھا، جب عیسیٰ اٹھے تھے، تو ان کے ساتھ اور مُردوں کی لاشیں بھی زندہ ہو اٹھیں تھیں"۔

پھر چوتھی کتاب کے تیسرے باب میں کواڈری ٹس کے حال کے بیان میں یوں لکھا ہے کہ:

"اس نے ایک کتاب میں جس کو ادریان شہنشاہ روما کو قریب ۱۲۰ء کے پیش کی تھی یہ بھی لکھا تھا کہ ہمارے شفیع کا کام تمہارے سامنے تھا، اس لئے کہ وہ سچے معجزے تھے، وہ لوگ جو تندرست ہوئے، اور وہ مردے جو زندے ہوئے، تو ان کو صرف اسی وقت نہیں دیکھا، جبکہ وہ اچھے یا زندہ ہوئے، بلکہ وہ ہمیشہ حاضر و زندہ رہے، فقط اتنے ہی بہت دنوں تک نہیں، جب تک عیسیٰ زمین پر تھے، بلکہ ان کے عروج کے بعد بھی اور بعض ان کے ہمارے وقت تک بھی زندہ رہے"۔

کہتا ہوں میں کہ متی کے ستائیسویں باب کا وہ حال تو محقق نورٹن کے اور بعض دلائل کا خیال کر کے تحقیق کے اعتبار سے محض ایک جھوٹی حکایت ہے، جیسا کہ اڑتیسویں اختلاف میں گذرا، اور جو یوسی بیس نے اپنی تاریخ کی پہلی کتاب کے تیسرے باب میں لکھا ہے وہ بھی اعتبار کے قابل نہیں، اور ہرگز اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس جھوٹی حکایت کی تائید کرے، بلکہ وہ بھی ایک ایسی ہی جھوٹی حکایت ہے، کیونکہ جمہور علماء عیسائی مذہب کے ابگارس بادشاہ اور مسیح کے ان خطوط کو جعلی گنتے ہیں، اور یقین ہوتا ہے کہ کسی عیسائی جعلساز نے براہ تحریف ان مکتوبات کو بنا کر اڈیسیا کے دفتر میں شامل کر دیا ہوگا۔

پس ان مکتوبات سے تدی حواری کی ملاقات کا حال، اور تدی کا وہ قول جو

یوسی بیس نے نقل کیا ہے بالکل بے اعتبار ہے۔

میور صاحب اپنی تاریخ کلیسا کے دوسرے باب کی دسویں دفعہ میں دیار بکر کے حال میں لکھتے ہیں (نسخہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۳۳):

"اس کے دار السلطنت شہر اوسہ کے کاغذات میں سے یوسی بیوس نے دو خط پائے، پہلا خط مسیح کے نام انگرس بادشاہ کے طرف سے جس میں وہ درخواست کرتا ہے کہ مسیح اسے ایک سخت بیماری سے چنگا کرے، اور دوسرا مسیح کے طرف سے جواب، اکثر صاحبان عقل اس قصہ کا اعتبار نہیں کرتے، کس واسطے کہ قرینے سے خطوط جعلی معلوم ہوتے ہیں"۔

اور انجیل میں ان کا ذکر نہیں ہے، اور حاکم کی لڑکی کا زندہ ہونا ان انجیلوں کی تحریر سے صاف نہیں سمجھا جاتا، اسی لئے فاضل نینڈر اس کی موت کا یقیناً اعتقاد نہیں رکھتا، اور اس کا گمان غالب یہ ہے کہ وہ صرف دیکھنے ہی میں مردہ تھی، اور ہالس اور شلی میسر اور اولشاشن کہتے ہیں کہ وہ مری نہ تھی بلکہ اس کو نیند کی سی غشی تھی، ان تینوں انجیلوں کی تحریر میں اختلاف اور فرق ہے، پس یہ بھی اعتبار کے قابل نہیں، باقی رہا بیوہ کا لڑکا اور العازر، ان میں اگر اس بات سے قطع نظر کریں کہ یہ دونوں روایت آحاد سے ثابت ہیں تو بھی اختلاف اور قباحت سے خالی نہیں، اور یہ اختلاف اور قباحت ان پہلے دو حالوں کی نسبت بھی لازم ہے۔

اول

کیونکہ اول یہ ہے کہ جناب پولوس اپنے نامہ اول کے پندرہویں باب میں کرنتھیوں کو یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ و ۱۸۴۴ء):

"۲۰۔ مسیح تو البتہ مردوں میں سے اٹھا ہے، اور ان میں سے جو سو گئے تھے پہلا پھل ہوا ہے۔

۲۲۔ جیسا آدم کے سبب سے سب مرتے ہیں، ویسا ہی مسیح کے سبب سے سب جلائے جائیں گے۔

۲۳۔ لیکن ہر کوئی اپنی اپنی نوبت میں پہلا پہل مسیح پھر اس کے آتے وقت وہ جو مسیح کے ہیں"۔

اور یہ جملہ "اور ان میں سے جو سو گئے تھے، پہلا پہل ہوا ہے" اور یہ جملہ "پہلا پہل مسیح" الخ اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"ونو بر خوابیدگان شدہ است نخست مسیح کہ نو بر است" الخ

پھر اپنے نامہ کے پہلے باب کے اٹھارہویں درس میں جناب مسیح کے حق میں کلیسیوں کو یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"اور مردوں میں سے وہی پہلے جی اٹھنے والا ہے تاکہ وہ سب کے سب میں اول ہو"

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء)

"واز میان مردگان مولود نخست تا آنکہ در ہمہ امور اور اتقدیم باشد"

اور کتاب اعمال کے چھبیسویں باب میں جناب پولوس کا قول یوں منقول ہے، (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء)

"۲۲۔ اور ان ماجروں کے سوا جن کے ہونے کی خبر نبیوں نے اور موسیٰ نے دی کچھ نہیں کہتا ہوں۔

۲۳۔ یعنی کہ مسیح دکھ اٹھاوے گا، اور مردوں میں وہ پہلا جی اٹھے گا" الخ

اور یہ جملہ "اور مردوں میں سے پہلا جی اٹھے گا" اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ مذکورہ)

"واز مردگان اول برخیزد"۔

اس میں جناب پولوس صاف اقرار کرتے ہیں کہ اگلے نبیوں نے بھی یہی خبر

دی تھی کہ "مردوں میں سے پہلے مسیح ہی اٹھے گا" بھلا اگر وہ حاکم کی لڑکی اور وہ بیوہ کا لڑکا اور العازر جناب مسیح کے مصلوب ہونے سے پہلے اور وہ مردے مصلوب ہونے کے دن زندہ ہوتے تو عیسائیوں کے پولوس مقدس کا یہ قول "اور ان میں سے جو سو گئے تھے پہلا پھل ہوا ہے"، اور یہ قول "پہلا پھل مسیح" اور یہ قول "اور مردوں میں وہی پہلے جی اٹھنے والا ہے" الخ کب صادق ہوگا؟ اور اس مقدس عیسائیوں کے زعم کے موافق اگلے نبیوں کی خبر بھی یقیناً غلط ہو جائے گی، کیونکہ اس صورت میں وہ سب مردے جناب مسیح سے پہلے جی اٹھے تھے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ سب حال اس عیسائیوں کے مقدس کے نزدیک محض بے اصل اور جھوٹی حکایتیں اور اگلے نبیوں کے کلام کے خلاف ہیں، اب عیسائیوں کا اختیار ہے چاہیں اب اس اپنے مقدس کی تکذیب کریں، چاہیں ان حالات کی۔

دوم

دوم یہ کہ ایوب کی کتاب کے ساتویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"۹۔ حال کسے کہ در گور فرو می رود باز نخواہد برخاست بہ ابرے ماند کہ زائل و ناپدید می شود۔

۱۰۔ باز بہ خانۂ خود مراجعت نخواہد کرد و مسکن وے از وے مطلع نخواہد شد"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"۹۔ ابر پراگندہ شدہ نابود می شود بہ ہمیں طور کسی کہ بہ قبر فرو میرود بر نمی آید۔

۱۰۔ بخانہ اش دیگر بر نخواہد گردید و مکانش دیگر وی را نخواہد شناخت"۔

(ہندیہ ۱۸۴۲ء)

"۹۔ بادل گذرتا اور جاتا رہتا ہے اسی طرح جو گور میں اترا نہ چڑھے گا۔

۱۰۔ وہ پھر اپنے گھر کو نہ پھرے گا، اور اس کا مقام اسے پھر نہ جائے گا"۔

اور اسی کتاب کے چودہویں باب کا بارہواں اور چودہواں (درس) یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"۱۲۔ انسان میخواہد ونخواہد برخاست مادامیکہ آسمان محونشود، بیدار نخواہند شد واز خواب نخواہند برخاست۔

۱۴۔ آدمی ہرگاہ بمیرد آیا باز زندہ می شود" الخ

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"۱۲۔ ہم چنان انسان میخواہد و برنمی خیزد تا معدوم شدن آسمانہا بیدار نخواہند شد۔

۱۴۔ آدمی اگر بمیرد آیا دیگر زندہ می شود" الخ

(ہندیہ ۱۸۴۳ء)

"۱۲۔ ویسا ہی آدمی سو جاتا ہے، اور نہیں اٹھتا، جب تک آسمان ٹل نہ جائیں وہ نہ جاگیں گے، اور اپنی نیند سے نہ چونکیں گے۔

۱۴۔ اگر آدمی مرے تو کیا وہ پھر جیئے گا" الخ

ان اقوال کے موافق معلوم ہوتا ہے آدمی مر کر پھر نہیں جیتا، پس ان مردوں کا جینا کس طرح تسلیم ہو؟

پس انجیل کی یا وہ حکایتیں بے اصل ہیں، یا ایوب کے یہ قول، بہر حال دونوں میں اختلاف ہے، حضرات عیسائی جس کی چاہیں تصدیق کریں، اور جس کی چاہیں تکذیب۔

فائدہ

متی، یوحنا، لوقا اور مرقس کی انجیل کی غلطیوں کا عیسائی علماء کو اعتراف

ایوب کے ان اقوال کے موافق حضرت عیسیٰ کا مر کر زندہ ہو جانا بھی غلط ٹھہرتا ہے، اور ہمارے نزدیک بھی یہی ہے، اور جناب مسیحؑ کے مصلوب ہونے اور زندہ ہونے کے بارے میں ان اناجیل کی تحریر پر اعتماد نہیں، کیونکہ متی کی انجیل تو ہر گز متی کی تصنیف نہیں، اور اس پر جمہور علماء عیسائی مذہب کا سلفاً وخلفاً اتفاق ہے، مثل (۱) اونیوس (۲) اور جیروم (۳) اور ارجن (۴) اور یوسی بیس (۵) اور اتھانی سیش (۶) اور سرل (۷) اور ابی فانیس (۸) اور گریز اشتم (۹) اور اسی ڈور (۱۰) اور اگسٹائن (۱۱) اور بلرمن (۱۲) اور گرڈیس (۱۳) اور کسابن (۱۴) اور بشب والٹن (۱۵) اور بشب تاملائن (۱۶) اور ڈاکٹر کیسو (۱۷) اور ڈاکٹر ہمنڈ (۱۸) اور مل (۱۹) اور ہارود (۲۰) اور ادون (۲۱) اور کبن بل (۲۲) اور ای کلارک (۲۳) اور سائمن (۲۴) اور ٹلی منٹ (۲۵) اور پری ٹیس (۲۶) اور ڈوین (۲۷) اور کامٹ (۲۸) اور میکالس (۲۹) اور گریگرے نازین زن (۳۰) اور ایڈ جسو (۳۱) اور تہیو فلکٹ (۳۲) اور یوتھی میس (۳۳) اور پی پیس اور دوسرے علماء متقدمین اور متاخرین عیسائی مذہب کے جن کو لارڈنر اور واٹسن اور ہارن وغیرہم نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں ہے پچھلے زمانے میں بڑا اختلاف تھا کہ متی

نے اپنی انجیل کس زبان میں لکھی، اور بہت قدماء صراحۃً کہتے ہیں کہ متی نے اپنی انجیل عبری زبان میں لکھی ہے، اور اس قسم میں قول متفق علیہ قدماء کا (یعنی یہ کہ یہ انجیل عبری زبان میں تھی) قول فیصل گنا جائے۔

اور ایسا ہی نورٹن اپنی کتاب الاسناد کی پہلی جلد میں لکھتا ہے:

"اور جیروم فہرست مورخین میں لکھتا ہے کہ متی نے اپنی انجیل یہودیہ میں یہودی ایمان داروں کے لئے عبری زبان میں اور عبری حرفوں میں لکھی، اور یہ بات کہ کس نے اس کا ترجمہ یونانی میں کیا محقق نہیں۔

اور محقق نورٹن کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مترجم کوئی ایسا شخص ہے جس کو صحیح اور غلط کی شناخت میں تمیز نہیں، بھلا جب اصل گم ہو، اور مترجم ایسا گمنام، بے سلیقہ ہو، اور باوجود اس کے پھر اس ترجمہ میں بھی الحاق ثابت ہو، (چنانچہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں تفصیل سے معلوم ہو جائے گا) اور اکثر غلطیاں بھی اس کی پکڑی گئی ہوں (جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں ان اختلافات کے بیان کے اندر بعض کا ذکر گذرا) تو پھر ایسے انجیل کو کون واجب التسلیم سمجھ سکتا ہے۔

اور یوحنا کی انجیل کے بارے میں اولاً ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہ یوحنا کی تصنیف ہے، اور عیسائی علماء بھی (مثلاً محقق برشینڈر اور اسٹاڈلن) نے صاف انکار کر کے کہا ہے کہ یہ انجیل یوحنا کی تصنیف نہیں، اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے، اور اس انجیل کا خود حال اسی بات کی گواہی دیتا ہے، اور فرقہ الوجین کا بھی جو دوسری صدی میں تھا، اس انجیل سے انکار کرتا تھا، گو فرقہ پروٹسٹنٹ اسکو بدعتی کہتا ہو، جیسا وہ اس کو بدعتی کہتا ہے، اور محقق گرونیس مدعی ہے کہ اس انجیل کا اکیسواں باب یوحنا کی تصنیف نہیں، بلکہ افسس کے کلیسہ نے یوحنا کی موت کے بعد اس باب کو اپنی طرف سے ملا دیا ہے، اور لوقا اور مرقس کی انجیل اس قابل نہیں کہ ان کی ہر تحریر واجب التسلیم

ہو، اور باوجود اس کے ان میں الحاق یقینی ہے، چنانچہ مفصلاً سترہویں سوال کے جواب میں معلوم ہو جائے گا، اور متی کی انجیل کی طرح ان دونوں کی غلطیاں بھی پکڑی گئیں، چنانچہ اختلاف کے ضمن میں بعض کا ذکر گذرا۔

اور محقق نورٹن اپنی کتاب الاسناد کے پہلے جلد کے صفحہ اکسٹھویں میں لکھتا ہے کہ:

''جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے ان میں جھوٹی روایتیں بھی مل گئی ہیں، اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ کی راہ سے درج کر دیا ہے، اور اس زمانے میں سچ کو اس جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے''۔

دیکھو یہ عیسائیوں کا محقق جھوٹی روایتوں کے لوقا کی انجیل میں مل جانے کا خود معترف ہے، اور پہلے طبقے کے عیسائی کئی باتوں میں صریح غلطی کھا گئے ہیں، منجملہ ان غلطیوں کے بعضی غلطی تو ایسی تھی کہ کئی برس کے بعد نکل گئی، اور بعضے غلطیاں ایسی تھیں کہ کل یا اکثر کو مدت العمر رہیں، مثلاً یہ کہ سب حواری اور پہلے طبقے کے عیسائی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انہیں کے طبقے کے لوگوں کی زندگی میں قیامت آجائے گی، اور اسی عقیدۂ خلاف واقع پر اپنی موت تک ثابت رہے، حالانکہ حواری لوگ دوسری بار بھی روح القدس کے فیضان سے بھرپور ہو چکے تھے، اور اپنے کمال کے رتبہ کو پہنچ گئے تھے، اور مثلاً یہ کہ یوحنا کے سوا سب حواری یہاں تک کہ جناب پطرا اعظم الحوارین بھی اور دوسرے بہت لوگ اس پہلے طبقے کے اپنی مدت العمر یقین رکھتے تھے کہ یوحنا قیامت تک نہ مرے گا، اور اسی غلطی کی طرف یوحنا کی انجیل کے اکیسویں باب کے تیسویں درس میں اشارہ ہے، چنانچہ انشاء اللہ ان سب امور کی تفصیل بھی سترہویں سوال کے جواب میں آتی ہے، اور جب اس قدر معلوم ہوا تو کہتا ہوں میں کہ اولاً ان اناجیل اربعہ کا وہ حال ہے، اگر ثانیاً اس ابتری سے قطع نظر کریں، تو پہلے طبقے والوں کا غلطی کھانا کچھ بعید نہیں۔

پس ایسے قصص کچھ فسانہ سے زائد نہیں، بلاشبہ صلیب پرستوں نے اپنی صلیب پرستی کی تقویت کے لئے عمداً یا جھوٹی روایتوں سے لے کر ان کو لکھ دیا ہے، اور ممکن ہے کہ پہلے طبقے کے لوگوں میں سے بعضوں نے جناب مسیحؑ کے مصلوب ہونے، اور زندہ ہونے کے بارے میں ایسی غلطی کھائی ہو، جیسی اور باتوں میں، اور بعض نے بعض اقوال مسیحی کو غلط سمجھا ہو، اور خود اس انجیل میں بعض باتیں اس کی مؤید ہیں۔

مثلاً یہ بات کہ متی کی انجیل کے بارہویں باب میں جناب مسیح کا قول کاہنوں اور فروسیوں کے جواب میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۳۹۔ اس زمانے کے بدذات اور حرام کار لوگ معجزہ ڈھونڈتے ہیں، پر انہیں کوئی معجزہ سوا یونس نبی کے نشان کے دکھایا نہ جائے گا۔

۴۰۔ کہ جس طرح یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں تھا، اسی طرح ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا"۔

اور یہ جملہ "اسی طرح ابن آدم" الخ اور ترجموں میں یوں ہے، (عربیہ ۱۶۷۰ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۱ء):

"كذلك يكون ابن الإنسان في قلب الأرض ثلثة أيام و ثلث ليالي"

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"فرزند انسان نیز سہ شبان روز در شکم زمین خواہد ماند"۔

(ہندیہ ۱۸۴۲ء):

"ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا"

اور متی کی انجیل کے ستائیسویں باب میں ہے، (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''۶۲۔تیاری کے دن کے پرے دن سب سردار امام اور فروسی نے اکھٹے ہو کے پلات پاس آکے کہا۔

۶۳۔اے خداوند ہمیں یاد ہے کہ وہ دغاباز اپنے جیتے جی کہتا تھا کہ میں تین دن پیچھے پھر اٹھوں گا''۔

اور یہ جملہ ''میں تین دن پیچھے الخ'' اور ترجمے میں یوں ہے (عربیہ ۱۶۷۱ء اور ۱۸۲۱ء):

"إن بعد ثلثة أيام أنا أقوم"

(فارسیہ ۱۸۱۶ء اور ۱۸۲۸ء اور ۱۸۴۱ء اور ۱۸۴۲ء):

''بعد از سہ روز خواہم برخواست''۔

اس انجیل کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے کاہنوں اور فروسیوں سے فرمایا تھا کہ: ''میں تین رات اور تین دن زمین کے اندر مدفون رہوں گا، اور تین دن کے بعد پھر اٹھوں گا'' حالانکہ یہ تو بالکل غلط ہے، کیونکہ انہیں اناجیل کے موافق بھی جناب مسیح زمین کے اندر کُل ایک دن اور دو رات مدفون رہے ہیں، نہ تین دن اور تین رات، اور ایک دن دو رات کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، نہ تین دن کے بعد، اس لئے کہ جمعہ کی شام کے بعد یوسف نامی ایک شخص نے پلات کے پاس جا کے جناب مسیح کی لاش مانگی تھی، اور اس نے تحقیق کر کے وہ لاش یوسف کو دلا دی تھی، پھر اس نے کفنا کر دفنا دیا تھا، جیسا مرقس کی انجیل کے پندرہویں باب میں ہے، اور اتوار کے دن آفتاب کے طلوع سے پہلے وہ لاش قبر سے غائب تھی، جیسا یوحنا کی انجیل کے بیسویں باب میں ہے۔

اور یہ صریح غلطی دیکھ کر بعض علماء مسیحی مذہب نے مثل پالس اور شلز کے اقرار کیا کہ متی نے اپنے گمان کے موافق مسیح کے قول کے ساتھ یہ تفسیر ملا دی ہے، اور مسیح

کا قول نہیں، اور ان کے قول کا اصل مطلب (۱) یہ تھا کہ جیسے نینوی والے اس کے وعظ اور ذات پر بدون طلب معجزات کے راضی ہو گئے تھے، اسی طرح اس زمانے کے لوگ مجھ سے میرے وعظ اور ذات پر راضی ہو جاویں، اب اس انجیل کے حامیوں کو اختیار ہے کہ ان چار باتوں میں سے ایک کو اختیار کریں، یا تو کہیں کہ جناب مسیحؑ نے یہ اقوال فرمائے تھے، مگر غلط نکل گئے، یا کہیں کہ مسیحؑ نے ان کو نہ فرمایا تھا، لیکن متی نے اپنی طرف سے ان کو گھڑ لیا ہے، یا اول میں پالس وغیرہ کی طرح کہیں کہ سارا درس چالیسواں متی نے بطور تفسیر کے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے، اور غلطی کر گیا، اور جناب مسیحؑ کا قول فقط وہی تھا، جو انتالیسویں درس میں منقول ہے، جیسا کہ اسی قدر اسی انجیل کے سولہویں باب کے چوتھے درس میں منقول ہوا ہے، اور دوسرے میں کہیں کہ یہود نے غلط نقل کیا ہے یا کہیں کہ یہ درس تفسیر کے طور (۲) سے صلیب پرست یاروں کا ملایا ہوا ہے، اور متی غلطی سے بری ہے، اور دوسرے میں وہی عذر کریں، اور ہر شق میں اس انجیل کی بے اعتباری ظاہر ہے، اور ایسا ہی حال مصلوب ہونے اور زندہ ہونے کا سمجھو۔

اور مثلاً یہ بات کہ اس انجیل میں جا بجا لکھا ہوا کہ جناب مسیحؑ نے حواریوں سے بار بار فرمایا تھا کہ:

"میں مارا جاؤں گا، اور پھر جی اٹھوں گا"۔

اور اپنے مصلوب ہونے سے چند روز پہلے یروشلم کو آتے ہوئے راہ میں الگ

---

(۱) یا یہ مطلب ہے کہ تم لوگ اس قابل ہو کہ تم پر یونس کے قوم کی طرح عذاب آسمانی اترے تب تم مانو، اور یہ فرمانا چونکہ محض بطور تہدید کے تھا، نہ بطور وعید کے، تو اس کا واقع ہونا ضروری نہ تھا، تا کہ حضرت مسیحؑ کے قول میں پھر کذب لازم آوے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

(۲) اس تفسیر کو بڑھانے والے نے انجیلی ہو یا کوئی صلیب پرست شاید یہ وہم کر کے بڑھایا ہو کہ یونس کا نشان اور معجزہ تو وہ عذاب آسمانی تھا، اور وہ عذاب تو نہ یہود پر اترا، تو اس سے اب وہ دوسرا نشان مراد رکھنا چاہیے، لیکن وہ تو اس مثل مشہور کے موافق "کھائی سے نکلا تو کویں میں گرا" دوسری غلطی میں پڑ گیا۔ ۱۲ منہ رحمۃ اللہ علیہ

کر کے سمجھایا تھا کہ:

"دیکھو! میں یروشلم میں سردار کاہن اور فقیہوں کے ہاتھ سونپا جاؤں گا، اور وہ غیر قوموں کے حوالے کریں گے، اور صلیب پر کھینچیں گے، پھر مر کر جی اٹھوں گا"۔

اور جیسا اوپر مذکور ہوا، یہ خبر ان سے ایسی مشہور تھی کہ یہودی بھی جانتے تھے، اور بڑی تعجب کی بات اور عادۃً محال ہے کہ جب یہ خبر ایسی مشہور ہو، اور انجیل کی تصریحات کے موافق عیسیٰؑ نے بارہا اس سے اپنے حواریوں اور مریدوں کو خبردار کیا ہو، اور اپنے مصلوب ہونے سے چند روز پہلے بارہ حواریوں کو الگ کر کے خوب سمجھا دیا ہو، باوجود اس کے پھر بھی نہ کسی حواری اور نہ کسی اور مرید کو اور نہ مریمؑ کو یہ بات یاد رہی، غضب خدا کا اس انجیل کے اقرار کے موافق یہودیوں کو جنہوں نے اتنا سنا نہ تھا، اور کافر تھے یاد رہی، اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے خلوت اور غیر خلوت میں بارہا سنا تھا (خصوصاً بارہ حواری جو باوجود بارہا سننے کے پادریوں کے اعتقاد کے موافق روح القدس سے بھرپور اور نبوت میں موسیٰ سے بڑھ کر تھے، اور مصلوب ہونے مسیحؑ کو کفارہ جانتے تھے) کسی کو یاد نہ رہی، اور پھر کسی کے خبر دینے کے بعد بھی وہ جناب مسیحؑ کا قول یاد نہ آوے، اور اس خبر کو جھوٹ سمجھیں، اور تعجب کریں، مثلاً (۱) یوحنا کی انجیل کے بیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۱۔ ہفتے کے پہلے دن مریم مگدلانہ تڑکے ایسا کہ ہنوز اندھیرا تھا قبر پر آئی، اور پتھر کو قبر سے ٹالا ہوا دیکھا۔

(۱) لفظ مثلاً کے بعد اصل منقول عنہ میں مقدار ایک صفحہ کے صحیح البیاض تھا، کاتب نے نہیں چھوڑا بہ سبب سہو کے، غرض مصنف کی اس صحیح البیاض کے چھوڑنے میں یہ ہے کہ آئندہ اس جگہ کے لائق اور بھی سندیں مل جاویں تو داخل کی جاویں۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

۲۔ تب وہ شمعون پطرس اور اس دوسرے شاگرد پاس جسے یسوع پیار کرتا تھا دوڑے آئے، اور انہیں کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے، اور ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اسے کہاں رکھا"۔

اور یہ جملہ "ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے الخ" اور ترجموں میں یوں ہے (عربیہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"ولا علم لنا أين تركوه"

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"ونمی دانیم اورا کجا گذاشتہ اند"۔

دیکھو! اگر جناب مسیح نے بار بار جی اٹھنے کو کہا ہوتا، تو یہ عورتیں کہ جن میں سے یوحنا نے ایک کا نام لکھا ہے، پتھر کو قبر سے الگ دیکھ کر فوراً یقین کرتیں کہ جناب مسیح اپنی پیشین گوئی کے موافق زندہ ہو گئے، اور یوں نہ کہتیں کہ:

"لوگ خداوند کو قبر سے چرا لے گئے، اور ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے اسے کہاں رکھا"۔

اور اس جگہ مترجم ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء نے پہلے مترجمین کے مخالف یوں ترجمہ کیا:

"اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اسے کہاں رکھا"۔

پس پہلے مترجمین یا ان پچھلوں نے تحریف کی کہ مفرد کی جگہ جمع کو یا جمع کی جگہ مفرد کو لکھ دیا، اور پچھلے ترجموں میں لفظ "جانتا" (بصیغہ مفرد مذکر) اس مقام میں بظاہر لغو ہے۔

اور لوقا کی انجیل کے چوبیسویں باب میں ہے (۱۸۴۲ء):

"۱۰۔ اور مریم مگدلینیا، اور یوحنا اور یعقوب کی ماں مریم اور دوسری

عورتیں جو ساتھ تھیں، انہوں نے رسولوں سے یہ باتیں کہیں۔

۱۱۔ پر انہیں ان کی باتیں کہانی سی سمجھ پڑیں، اور ان کا اعتبار نہ کیا۔

۱۲۔ تب پطرس اٹھ کر قبر کی طرف دوڑا، اور جھک کر دیکھا کہ صرف کفن پڑا ہے، اس ماجرے سے اپنے جی میں تعجب کرتا چلا گیا"۔

دیکھو اگر جناب مسیحؑ نے بار بار فرمایا ہوتا، تو حواری لوگ ان عورتوں کی باتوں کو کیوں جھوٹ سمجھتے، اور جناب پتر اعظم الحواریین قبر کو خالی دیکھ کر اپنے جی میں تعجب کر کے کیوں چلے جاتے۔

اور مرقس کی انجیل کے سولہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۱۲۔ اس کے بعد وہ دوسری صورت میں ان میں سے دو کو جس وقت کہ وہ جگتے تھے، اور دیہات کی طرف جاتے تھے دکھائی دیا۔

۱۳۔ انہوں نے جا کے باقی لوگوں کو خبر دی، اور انہوں نے بھی ان کی باتوں پر یقین نہ کیا، آخر اس نے ان گیارہوں کو جب وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا، اور ان کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی، کیونکہ انہوں نے ان کی باتوں کا جنہوں نے اس کے جی اٹھنے کے بعد اسے دیکھا یقین نہ لایا تھا"۔

دیکھو! صورت مذکورہ میں باوجود یکہ پہلے عورتیں گواہی دے چکی تھیں، پھر دوسری بار دو حواریوں نے گواہی دی تھی، کس طرح ہوتا کہ باقی حواری یقین نہ لاتے، اور سبحان اللہ بارہ حواریوں نے گواہی دی تھی، کس طرح ہوتا کہ باقی حواری یقین نہ لاتے، اور سبحان اللہ! عجب ماجرا ہے کہ سالہا سال حواریوں نے رات دن جناب مسیحؑ کی صحبت پائی، پھر بھی بے ایمانی اور سخت دلی ان میں موجود رہی، اور مریدوں سے کیا توقع رکھئے۔

سوم

سوم یہ کہ اگر یہ مردے زندہ ہوئے ہوتے، اور ادریان کے زمانے تک جو اسی (۸۰) برس کا تخمیناً فاصلہ ہے زندہ رہے ہوتے تو صدوقیوں کا فرقہ جو قیامت کا منکر تھا کس طرح جناب مسیحؑ سے انکار کرتا؟ اور ان کے جواب میں ان کے انکار کے توڑنے کو جناب مسیحؑ کیوں نہ یوں الزام دیتے کہ دیکھو حاکم کی وہ لڑکی اور بیوہ کا وہ لڑکا اور العازر مرنے کے بعد زندہ ہوگئے ہیں، اور اب تک موجود ہیں، ایسے ہی قیامت کے دن سب مردے زندہ ہو جاویں گے، اگر یوں فرما دیتے تو ان کو انکار کی جگہ بھی نہ رہتی، اور یقیناً پورا الزام ہو جاتا۔

اور وہ لڑکی اور بیوہ کا وہ لڑکا اکتیسویں سال میں اور العازر تینتیسویں سال میں زندہ ہو چکے تھے، اور ان کا وہ سوال تینتیسویں سال میں ہوا ہے، اور ان کا وہ سوال متی کی انجیل کے بائیسویں باب اور لوقا کی انجیل کے بیسویں باب میں مرقوم ہے، حالانکہ یوں نہ فرمایا بلکہ توریت کی بعض آیت کی طرف اشارہ کیا جس سے ہرگز قیامت کی حقیقت صراحۃً نہیں سمجھی جاتی۔

اور اسی طرح جناب پولوس گرنتھیوں کے نامہ اول کے پندرہویں باب میں کیوں بودے بودے (کمزور) عذر کرتے، اور اسی طرح کوہ مریخ میں جب جناب ممدوح نے وعظ کیا، اور قیامت کی بات سنکر بعضوں نے ان کا ٹھٹا کرلیا، جیسا کتاب اعمال کے سترہویں باب میں ہے، کیوں چپکے رہتے، بلکہ دونوں جگہ اتنا کفایت کرتا تھا کہ فرماتے کہ یروشلم میں مسیحؑ کے مصلوب ہونے سے پہلے اور مصلوب ہونے کے دن بہت مردے زندہ ہوئے تھے، اور سارے یروشلم والے اس کو جانتے ہیں، اور اب تک ان میں سے بعضے موجود ہیں، اگر کسی کو شک ہو تو جا کر دیکھ لے، بس جس طرح وہ زندہ

ہوئے ہیں، اسی طرح قیامت میں سب مردے زندہ ہوں گے۔

اور اسی طرح مسیحؑ کے عروج کے بعد بھی صدوقیوں اور قیامت کے اور سب منکروں پر اس سے بڑھ کر کون سی دلیل تھی، جو کہا جاتا تم قیامت کا کیوں انکار کرتے ہو؟ دیکھو جیسے یہ مردے زندہ ہوگئے، اسی طرح قیامت میں سب زندہ ہو جائیں گے۔

چہارم

چہارم یہ کہ ان مردوں نے جب اتنے زندہ رہے، تو بیشک عیسائیوں کے پہلے طبقے والوں کو بھی خبر دی ہوگی کہ عالم برزخ میں عذاب وثواب ہوتا ہے، جیسا رومن کاکیتھولک کہتے ہیں، یا نہیں ہوتا، جیسے پروٹسٹنٹ کہتے ہیں، اور وہ چونکہ کثرت سے تھے، تو ان کی گواہی بھی یقیناً قبول کے لائق ہے، اور چونکہ یہ بات بڑی ہی عمدہ اور ضروری تھی تو اس طبقے والوں نے تحریر یا روایت زبانی کے ذریعہ سے تاکیداً دوسرے طبقے کے لوگوں کو پہنچائی ہوگی، اور دوسرے طبقے والوں نے تیسرے طبقے والوں کو اور اسی طرح وہ خبر پشت در پشت تحریر یا روایت زبانی کے ذریعہ سے منقول ہوئی ہوگی، پس ان دونوں فرقوں میں باوجود ایسی شہادت کے اس بات میں کیوں اختلاف ہوا۔

چالیسواں اختلاف

مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کے پہلے درس کے مطابق یوم السبت کے گذرنے کے بعد مجدلیہ مریمؑ اور یعقوبؑ کی ماں مریمؑ وغیرہما نے خوشبو کی چیزیں مول لی تھیں، اور لوقا کی انجیل کے تیئیسویں باب کے چھتیسویں درس کے موافق یوم السبت کو یا اس سے ایک دن پہلے۔

اکتالیسواں اختلاف

متی کی انجیل کے اٹھائیسویں باب کے موافق ان عورتوں نے قبر پر جا کر ایک فرشتہ دیکھا کہ قبر سے پتھر ڈھلکا کر اس پر بیٹھا تھا، اور مرقس کے سولھویں باب کے موافق قبر کے اندر ایک جوان کو دائیں طرف بیٹھے دیکھا، اور لوقا کی انجیل کے چوبیسویں باب کے موافق جب عورتیں قبر میں بڑھیں اس وقت انہوں نے اپنے برابر دو مرد جگمگے پوشاک پہنے ہوؤں کو دیکھا۔

بیالسواں اختلاف

متی کے موافق وہ عورتیں قبر پر سے جب پھریں، تو راہ میں جناب مسیحؑ سے ملیں، اور لوقا کے موافق ان عورتوں کا ملنا ثابت نہیں، بلکہ یوں لکھتا ہے کہ وہ عورتیں ان دو مردوں جگمگے پوشاک والوں سے یہ بات سنکر کہ وہ جی اٹھا ہے، قبر سے پھر کر آئیں، اور گیارہ حواریوں اور باقی سبھوں کو خبر دی، انہوں نے ان کی باتیں ہوائی سی جانیں، اور یقین نہ کیا، اور یوحنا کے موافق مریم کی ملاقات جناب مسیحؑ سے قبر ہی پر ہوئی۔

تینتالسواں اختلاف

لوقا کی انجیل کے چوتھے باب کے پچیسویں درس اور یعقوب کے نامہ کے پانچویں باب کے سترویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایلیا پیغمبر کی دعا سے ساڑھے تین برس تک مینہ نہ برساتھا، اور سلاطین کی پہلی کتاب کے اٹھارہویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسرے سال میں مینہ برساتھا۔

چوالیسواں اختلاف

مرقس کی انجیل کے سولہویں باب کے چودھویں درس میں ہے کہ:

''جناب مسیحؑ جی اٹھنے کے بعد گیارہویں کو دکھائی دیئے''۔

اور یہ بظاہر ان اناجیل کے موافق بھی حق ہے، اس لئے کہ یہوداسکریوتی جناب مسیحؑ کے پکڑوانے کے بعد ان کے مصلوب ہونے سے پہلے پشیمان ہو کر مر گیا تھا، جیسا کہ انیسویں اختلاف کے بیان میں گذرا، اور جناب پولوس اپنے نامہ اول کے پندرہویں باب کے پانچویں درس میں کرنتھیوں کو لکھتے ہیں کہ ''بارہویں کو دکھائی دیا'' اور اس تناقض کے دفع کرنے کو بعض دیندار مسیحی حضرات نے خدا کا خوف دور کر کے بارہ کے لفظ کو محرف کر کے گیارہ بنا دیا تھا، مگر حیف کہ یہ ان کی تحریف اس جگہ نہ چلی۔

پینتالسواں اختلاف

لوقا کی انجیل کے گیارہویں باب کا اکاونواں درس یوں ہے، (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''ہابیل کے خون سے لے کے زکریا کے خون تک جو قربان گاہ اور عبادت گاہ کے بیچ مارا گیا، میں تم سے سچ کہتا ہوں سب کا بدلا اس زمانے کے لوگوں سے لیا جاوے گا''۔

اور اس قول میں جناب مسیح بڑی تاکید سے فرماتے ہیں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہابیل کے وقت سے زکریا کے وقت تک جتنے خون ہوئے سب کا بدلا میرے زمانے کے لوگوں سے لیا جاوے گا، تو اس کے موافق اگلوں کے گناہ پچھلوں کو صدہا پشت کے بعد اٹھانے پڑے۔

اور خرقیل کی کتاب کے اٹھارہویں باب کا بیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو وہی مرے گی، بیٹا باپ کا گناہ نہ سہے گا، اور نہ باپ بیٹے کا گناہ سہے گا، صادق کی صداقت اسی پر ہوگی، اور شریر کی شرارت اسی پر پڑے گی''۔

اس کے موافق کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھاتا۔

اگر کہو کہ خرقیل کی کتاب بے سند ہے، اور یہود کے علماء کو تردد تھا کہ اس کو مقدس کتابوں میں داخل کریں یا نہیں، اور یہ قول عہد عتیق کی کتابوں کے بہت قولوں کے مخالف ہے، مثلاً کتاب خروج کے بیسویں باب کے پانچویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ و ۱۸۲۹ء):

''میں یہواہ تیرا خدا غیور ہوں کہ آبادی کے بدکاریوں کی سزا ان کے لڑکوں کو جو میرا کینہ رکھتے ہیں، ان کے تیسری اور چوتھی نسل تک دینے والا ہوں''۔

اور کتاب خروج کے چونتیسویں باب کے ساتویں درس میں خدا تعالیٰ کی منادی میں یوں منقول ہے، (نسخہ ۱۸۲۲ و ۱۸۲۹ء):

''آباء کے گناہ ان کے فرزندان اور فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری چوتھے پشت تک مطالبہ کرتا ہے''۔

اور کتاب شمار کے چودہویں باب کے اٹھارہویں درس میں حضرت موسیٰ کے قول کے اندر خدا تعالیٰ کے وصف میں یوں ہے (نسخہ مذکورہ):

''باپ دادوں کے گناہوں کو ان کے لڑکوں سے جو ان کے تیسری چوتھے پشت ہیں، مطالبہ کرتا ہے''۔

اور کتاب استثناء کے پانچویں باب کے نویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ مذکورہ):

''میں یہواہ تیرا خدا غیور خدا ہوں، جو باپ دادوں کے بدکاری کا بدلہ جو میرا کینہ رکھنے والے ہیں ان کے اولاد سے تیسرے اور چوتھے پشت تک لیتا ہوں''۔

اور کتاب یرمیا کے بتیسویں باب کے اٹھارہویں درس میں خدا تعالیٰ کی تعریف میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''باپ دادوں کے برائی کا بدلا، ان کے بعد ان کے لڑکوں کی چھاتی دیتا ہے''(۱)۔

اور نوحہ یرمیا کے پانچویں باب کا ساتواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''ہمارے باپ دادے گنہ گار ہوئے، وہ جاتے رہے، اور ہم ان کا گناہ سہتے ہیں''۔

کہوں گا کہ گویہ جواب نفس الامر میں اچھا ہے، لیکن عیسائیوں کو مفید نہیں، کیونکہ یہ لوگ تو کتاب حزقیل کو توریت کے مثل واجب التسلیم سمجھتے ہیں، تو ان پر وہ سوال دوہرا ہو گیا کہ حزقیل کا کلام انجیل اور عہد عتیق کی اور کتابوں کے مخالف نکل گیا، علاوہ ازیں جناب مسیح کا وہ قول توریت کے اقوال سے بھی مخالف ہے، کیونکہ ان کے رو سے باپ دادوں کے گناہ کا مطالبہ تیسرے اور چوتھے پشت تک ہوا کرتا ہے، اور جناب مسیح صدہا پشت تک بتلاتے ہیں۔

---

(۱) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ترجمہ صحیح طور پر نقل نہیں ہوسکا ہے، اس لئے مفہوم خبط ہو گیا، برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور کی شائع کردہ ''کتاب مقدس'' (اردو) کے چھٹے ایڈیشن میں ترجمہ اس طرح ہے:

''اور باپ دادوں کی بدکاریوں کا بدلہ ان کے بعد ان کے فرزندوں کی گود میں رکھ دیتا ہے''۔ صفحہ ۸۶۵ (عتیق احمد)

چھیالسواں اختلاف

انجیل یوحنا کے پہلے باب کے اٹھارہویں درس اور یوحنا کے نامہ اول کے چوتھے باب کے بارہویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"کسی نے خدا کو کبھی نہیں دیکھا"۔

اور تمتھی کے نامۂ اول کے چھٹے باب کے سولہویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور اسے (یعنی خدا کو) کسی انسان نے نہیں دیکھا، اور نہ دیکھ سکتا ہے"۔

ان اقوال کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو کسی نے نہ کبھی دیکھا ہے، اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے۔

اور کتاب خروج کے چوبیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ و ۱۸۲۹ء):

"۹۔تب موسیٰ اور ہارون اور ناداب اور ابہلیو اور ستر اکابر اسرائیل اوپر گئے۔

۱۰۔اور انہوں نے اسرائیلیوں کے خدا کو دیکھا، اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچکاری اور شفافی جرم آسمان کی مانند تھی۔

۱۱۔اور بنی اسرائیل کے امیروں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا، انہوں نے خدا کو بھی دیکھا اور کھایا اور پیا"۔

اور درس دسواں اور گیارہواں اور ترجموں میں یوں ہے (ہندیہ ۱۸۴۲ء):

"۱۰۔اور انہوں نے اسرائیلوں کے خدا کو دیکھا، اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی گچکاری اور اس کی شفافی جرم آسمان کی مانند تھی۔

۱۱۔اور بنی اسرائیل کے اصلیوں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا، انہوں نے

خدا کو بھی دیکھا اور کھایا اور پیا''

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

''۱۰۔ وخدای اسرائیل رامشاہدہ کردند وزیر پایش مثل کار سنگبست ازیاقوت کبود کہ ازصفا چوں خودآسمانہا بود۔

۱۱۔ وبرعظمای بنی اسرائیل دست نگذاست، وخدا مشاہدہ کردند وخوردند، وہم نوشیدند''

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

''۱۰۔ و نظروا إلی إله إسرائيل و تحت رجليه مثل عمل الحجر السما نجونی و كمثل لون السماء و نور ظاهر۔

۱۱۔ فلم يبسط يده علی شيوخ بني إسرائيل و أبصروا الله و أكلوا و شربوا"

اس کے موافق موسیٰ اور ہارون اور ناداب اور ابیہو اور بنی اسرائیل کے اور ستر مشائخ نے خدا کو دیکھا ہے بلکہ اس کو کھایا اور پیا بھی ہے۔

اور رسالہ ''طریق الأولیاء'' میں جو تصنیف پادری ولیم اسمٹ کی ہے، ابراہیمؑ کے حال میں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۸۰):

''کہ خدا بارہا اس پر تجلی فرما ہوا، اسی دنوں میں جب آسمانی کتاب نازل نہ ہوئی تھی تب خدا اپنے بندوں کو اکثر دکھائی دیتا تھا، اور ابراہیم کو خاص کر یہ بزرگی بخشی تھی''۔

دیکھو! اس کے موافق کئی مرتبے ابراہیم کو دیکھائی دیا، اور اگلے دنوں میں خدا اسی طرح اکثر لوگوں کو دکھائی دیتا تھا۔

فائدہ

توریت کی اس عبارت سے جو منقول ہوئی، معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی صورت

آسمانی رنگ بعینہ کنھیا اوتار کی مورت ہے، اور جناب یوحنا حواری خدا کا رنگ ابلق فرماتے ہیں، اور اپنی کتاب مشاہدات کے چوتھے باب کے تیسرے درس میں لکھتے ہیں کہ:

"وہ دیکھنے میں یشم (یشب) اور عقیق سا ہے"

اور حضرت خرقیل اپنی کتاب کے پہلے باب کے ستائیسویں درس میں کہربائی بلکہ آتشیں بتلاتے ہیں۔

اب یہ تردد ہے کہ آیا توریت کے موافق موسیٰ اور ہارون اور ابہیو اور ناداب اور بنی اسرائیل کے اور ستر مشائخ کی گواہی کے مطابق خدا کا رنگ آسمانی مانیں، یا جناب یوحنا کی گواہی کے مطابق ابلق، یا حضرت خرقیل کی شہادت کے مطابق کہربائی بلکہ آتشیں تسلیم کریں، یا عیسائیوں کی تثلیث کے اعتقاد کے مطابق ان رنگوں کے اعتبار سے بھی تثلیث حقیقی اور توحید حقیقی دونوں کو مجتمع جانیں۔

سینتالسواں اختلاف

یوحنا کی انجیل کے پانچویں باب کے سینتیسویں درس میں جناب مسیح کا قول یعنی یہود کو مخاطب کرتے ہوئے یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"تم نے کبھی اس کی آواز نہیں سنی"

اور استثنا کی کتاب کے پانچویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

"۲۱۔ اور تم نے کہا کہ دیکھ یہواہ ہمارے خدا نے اپنی شوکت اور اپنی عظمت ہم کو دکھلائی، اور ہم نے آگ میں سے اس کی آواز سنی، ہم نے آج کے دن دیکھا کہ خدا آدمی سے باتیں کرے اور آدمی جیتا بچے۔

۲۳۔ کیونکہ یہاں جانداروں میں سے ایسا کون ہے جس نے ہماری مانند آگ کے بیچ میں جیتے خدا کی آواز سنی، اور جیتا رہا"۔

اس کے موافق بنی اسرائیل کے لاکھوں آدمیوں نے خدا کی آواز سنی ہے۔

اڑتالیسواں اختلاف

جناب پولوس اپنے نامہ عبرانیہ کے ساتویں باب کے اٹھارویں درس میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"پس اگلا حکم (یعنی توریت) کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہے"۔

پھر اسی نامہ کے آٹھویں باب کے ساتویں درس میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"کہ اگر وہ پہلا (یعنی توریت) بے عیب ہوتا تو دوسرے کے جگہ کی تلاش نہ ہوتی"(۱)

پس ان قولوں میں جناب پولوس توریت کو کمزور اور بے فائدہ اور عیب دار بتلاتے ہیں۔

اور حضرت داؤد انیسویں زبور کے ساتویں درس میں کہتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"یہواہ کی توریت پوری ہے کہ دلوں کی پھیرنے والی ہے، یہواہ کی گواہی سچی ہے کہ نادانوں کو تعلیم دینے والی ہے، یہواہ کی شریعتیں سیدھی ہیں کہ دل کو

---

(۱) اور گرنتھیوں کے دوسرے نامہ کے تیسرے باب میں حضرت موسیٰ اور توریت کی کچھ ہجو کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ "توریت کے پڑھنے سے دل پر پردہ پڑتا ہے، اور عقل اندھی ہوتی ہے" سبحان اللہ! کیا خدا نے یہ کتاب لوگوں کو گمراہ کرنے کو دی تھی۔ ۱۲ منہ"

خوشی بخشتے ہیں، یہوواہ کا حکم صاف ہے کہ آنکھوں کو نور(۱) دیتا ہے"

دیکھو! کہاں "کمزور" اور "بے فائدہ" اور "عیب دار" اور کہاں یہ الفاظ "پوری سچی" "سیدھی صاف" وغیرہ، اب معلوم نہیں کہ آیا جناب پولوس جولانی کرتے ہیں یا عیاذاً باللہ حضرت داؤدؑ جھوٹ بولتے ہیں کہ کمزور بے فائدہ عیب دار چیز کی ایسی تعریف کرتے ہیں، حضرات عیسائیوں کو اختیار ہے جس شق کو چاہیں اختیار کریں، لیکن ہم کو اتنا تو معلوم ہے کہ شریعت موسویہ کا تحقیر کرنے والا اس شریعت کے حکم کے موافق واجب القتل ہے، اور جناب پولوس بھی اس بات کے مقر ہیں، چنانچہ اسی نامہ کے دسویں باب کے اٹھائیسویں درس میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"جو کوئی موسیٰ کی شریعت کو ناچیز جانتا ہو سو دو تین گواہوں سے بغیر رحم کے مارا(۲) گیا"۔

اور تعجب نہیں کہ باوجود اس امر کے عیسائی لوگ جناب پولوس کو حق بجانب

---

(۱) اور زبور پچیسویں کے دسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"یہوواہ کی ساری راہیں ان کے لئے جو اس کے قول وقرار کو یاد رکھتے ہیں رحمت اور صداقت ہیں"۔

اس کے موافق توریت ایمان والوں کے لئے رحمت اور صداقت تھی، نہ بے فائدہ اور بے مصرف۔

اور زبور چورانویں کے بارہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"نیک بخت وہ آدمی ہے، یہوواہ جسے تو ادب دینا کرے، اور اپنی شریعت میں سے اس کو سکھلا دے"۔

اس کے موافق توریت کا سیکھنے والا نیک بخت تھا نہ کج رو، اور دل کا اندھا اور ایک سو انیسویں زبور کے بہت درسوں میں توریت کی تعریف اور اس کی احکام کے بجالانے والوں کی تعریف مذکور ہے۔ ۱۲ منہ"

(۲) اور اشعیا کی کتاب کے پانچویں باب میں بنی اسرائیل کی بربادی کا سبب یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"کیونکہ انہوں نے رب الافواج کی شریعت کو ناچیز اور اسرائیل کے قدوس کے سخن کو ذلیل جانا" ۱۲ منہ"

مانیں، جیسا کہ ان کے بعض علماء کے کلام سے ایسا کچھ مفہوم ہوتا ہے، لیکن اس صورت میں حضرت داؤد کا وہ قول یقیناً غیر صادق نکلے گا، اور ایک اور قباحت لازم آئی جس کا ذکر اگلے اختلاف میں آتا ہے۔

انچاسواں اختلاف

مشاہدات کے پندرہویں باب کے تیسرے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''اے خداوند! اللہ قادر مطلق! تیرے کام بڑے اور عجیب ہیں، اے پاک لوگوں کے بادشاہ تیری راہیں برحق اور سچ ہیں''

اور کتاب حزقیل کے بیسویں باب کے پچیسویں درس میں موسیٰ کی شریعت کے حق میں جو خدا کی خاص قوم بنی اسرائیل کو ملی تھی، اور عیسیٰ کے خروج تک سارے بنی اسرائیل کو کیا نبی اور کیا غیر نبی اسی کا ماننا، اور برتنا واجب تھا، خدا تعالیٰ کا قول یوں ہے (ہندیہ ۱۸۴۳ء):

''اور میں نے بھی انہیں حقوق دیئے، جو بھلے نہیں، اور قوانین جن سے وہ جیتے''

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

''لہذا من نیز قوانین نامرغوب واحکامے کہ دران نتوانند زیست'' الخ

اس میں صراحۃً مذکور ہے کہ موسوی شریعت کے قانون اور حکم نامرغوب اور بُرے تھے، سبحان اللہ! کیا خدا تعالیٰ نے صدہا سال تک اپنی خاص قوم کے انبیاء اور غیر انبیاء پر ایسے ہی نکمے حکم واجب کئے تھے، اور ایسے ہی احکام کے بجا نہ لانے والوں کو ملعون ٹھہرایا تھا۔

کتاب استثناء کے ستائیسویں باب کے چھبیسویں درس میں ہے (نسخہ

۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"جو کوئی اس شریعت کے حکموں پر قائم نہ رہے اور عمل نہ کرے، اس پر لعنت"(۱)

پچاسواں اختلاف

جناب پولوس اپنے نامہ اول کے باب دوسرے کے درس چوتھے میں تمتھی کو لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"وہ (یعنی خدا) چاہتا ہے کہ سب لوگ نجات پاویں، اور کلام حق کی پہچان تک پہنچیں"

اور اپنے نامہ دوم کے باب دوم میں تسلینکیون کو لکھتے ہیں (نسخہ مذکورہ):

"خدا ان کی پاس فریب کی تاثیر کو بھیجے گا یہاں تک کہ وہ جھوٹ پر ایمان لاویں گے۔

۱۲۔ تا کہ وہ سب جو کلام حق پر ایمان نہ لا کے ناحق سے راضی ہیں سزا پاویں"۔

اول سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی مرضی یہی ہے کہ سارے آدمی نجات پاویں اور دوسرے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود خدائے تعالیٰ فریب کے تاثیر کو بھیج کر جھوٹ کو سچ اعتقاد کرا کے سزا دیتا ہے، اور حضرات عیسائیوں سے پوچھا جاتا ہے کہ اے حضرات فریب کی تاثیر بھیج کر جھوٹ کو سچ اعتقاد کرا دینا کیا کوئی طریقہ نجات کا ہے؟

اور اس قسم کی باتیں ان کی کتب مقدسہ میں اور جگہ بھی ہیں، چنانچہ بہت

---

(۱) اور کیا خدا نے یوشع کو ایسی ہی شریعت اور احکام نامرغوب کی حفاظت کے لئے کہا تھا، اور فرمایا تھا کہ "تم رات دن اس کی تلاوت کرتے رہو، اور اس کے احکام پر عمل کرتے رہو، تا کہ اپنی راہ میں کامیاب رہو" جیسا کہ ان کی کتاب کے پہلے باب کے آٹھویں درس میں ہے۔ ۱۲ منہ"

مثالیں پہلے سوال کے جواب میں لکھی گئیں ہیں، اور انشاء اللہ اسی سوال کے جواب میں پادریوں کے چوتھے شبہ کے جواب کے اندر اور بھی آتی ہیں۔

اکاونواں اختلاف

پتر کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب کا چوتھا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"خدا نے گنہگار فرشتوں پر رحم نہ کیا، بلکہ جہنم میں ڈال کے تاریکی کی زنجیروں میں عدالت تک سپرد کیا"

اور یہودا کے نامہ کا چھٹا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اوران فرشتوں کو جواپنی پہلی حکومت نہ رہی، بلکہ اپنے مقام کو چھوڑ دیا، انہیں ہمیشہ کے زنجیر میں حساب کے بڑے دن کے لئے تاریکی میں رکھا"۔

ان اقوال کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے شیطانوں کو جہنم میں قید کر کے رکھا ہے، اور قیامت کے دن تک وہاں قید رہیں گے۔

اور ایوب کی کتاب کے باب اول میں ہے، (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۶۔ اور ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ خداوند کے آگے حاضر ہونے کو آئے، اور شیطان بھی ان کے بیچ میں آیا۔

۷۔ تب خداوند نے شیطان سے پوچھا تو کہاں سے آتا ہے؟ شیطان نے خداوند کو جواب دیا کہ زمین میں گذر کر کے اور اس پر سیر کر کے آیا ہوں۔

۸۔ پھر خداوند نے شیطان سے کہا کہ کیا تو نے میرے بندے ایوب کا حال بھی دریافت کیا کہ زمین پر اس سا کوئی شخص نہیں ہے کہ وہ کامل اور صادق ہے، اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا ہے۔

۹۔ شیطان نے خداوند کو جواب دیا، اور کہا کیا ایوب مفت میں خداترس ہے؟

۱۰۔ کیا تو اس کو اور اس کے گھر کو اور اس کے سب کچھ کو چاروں طرف سے گھیرا نہیں کرتا ہے، تو اس کے ہاتھ کے کام میں برکت بخشتا ہے، اور اس کا مال زمین پر بڑھتا جاتا ہے۔

۱۱۔ لیکن اپنا ہاتھ بڑھا کے اس کا سب کچھ چھو، تو کیا وہ تیرے آگے تجھ سے وداع نہ ہو جائے گا؟

۱۲۔ خداوند نے شیطان سے کہا: دیکھ اس کا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے، فقط اسی پر اپنا ہاتھ مت بڑھا، تب شیطان خداوند کے حضور سے چل نکلا"۔

اور اسی قسم کی اس کی حضوری (حاضر ہونا) دوسرے دن بھی پہلی حضوری کے بعد، اور خدا سے ہم کلام ہونا، اور پہلے مرتبہ سے زائد اختیار کا ملنا، اسی کتاب کے دوسرے باب میں مرقوم ہے۔

اور مرقس کی انجیل کے پہلے باب کا بارہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور اس بیاباں میں چالیس دن تک شیطان نے اسے (یعنی عیسیٰ) کو آزمایا"۔

اور پطرس کے پہلے نامہ کے پانچویں باب کا آٹھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"ہوشیار اور بیدار رہو کہ تمہارا دشمن شیطان گرجنے والے شیر کی مانند پھرتا ہے، اور کسی کو کھانے کے لئے ڈھونڈتا ہے"۔

ان اقوال کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ شیطان جناب مسیح سے پہلے ہی چھٹا ہوا تھا، اور خدا کے حضور جایا کرتا تھا، اور ہم کلام ہوتا تھا، اور اس کو مال اور جان کے تلف کرنے کا اختیار بھی ملتا تھا، اور جناب مسیح کے وقت میں بھی چھٹا ہوا تھا، اور اس نے خود جناب مسیحؑ کو جو عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق خدا ہیں، چالیس دن تک آزمایا ہے۔

پس اس حساب سے ایسا شریر اور قدرت والا ہے کہ خدا کو بھی اپنے امتحان سے نہ چھوڑا، اور جناب مسیح کے عروج کے بعد بھی چھپتا ہوا شریر کی مانند ڈھونڈتا پھرے ہے کہ کس کو پھاڑ ڈالے۔

پس انجیل اور ایوب کی کتاب اور اسی طرح خود انجیل میں بلکہ خود پطرس حواری کے دو قولوں میں اختلاف ہے۔

باونواں اختلاف

یوحنا کے پہلے نامہ کے دوسرے باب کا دوسرا درس جناب مسیحؑ کے حق میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے، اور فقط ہمارے گناہوں کا نہیں، بلکہ تمام دنیا کے"۔

پھر اسی نامہ کے چوتھے باب کا دسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"سو اس میں محبت ہے کہ ہم نے خدا کو پیار کیا، ایسا نہیں بلکہ اس نے ہم کو پیار کیا، اور اپنے بیٹے کو بھیجا کہ ہمارے گناہاں (گناہوں) کا کفارہ ہووے۔"

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیحؑ جو آخری درجہ کے راست باز تھے، دنیا کے ناراست اور خطا کاروں کے کفارہ بنے۔

اور کتاب امثال کے اکیسویں باب کا اٹھارواں درس یوں ہے (ہندیہ ۱۸۴۳ء):

"شریر لوگ صادقوں کے بدلے اور خطا کار پرہیز گاروں کے عوض فدیہ دئے جائینگے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریر اور خطا کار لوگ صادق اور پرہیزگار لوگوں کے کفارہ ہوں گے۔

فائدہ:

مسلمان ہی سچے مسیحی ہیں

کتاب امثال کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ پادری لوگ جو دعوے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب کے موافق کوئی فدیہ نہیں، بالکل غلط ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جو رسول پر ایمان نہیں لایا خطا کار اور شریر ہے، اور ایسے خطا کار اور شریر اب بھی اکسٹھ کروڑ کے قریب جہاں میں موجود ہیں، مرے مٹوں کا تو کیا ذکر، پس ایک ایک مسلمان کے لئے کئی کئی فدیے موجود ہیں، اس کے علاوہ درس دوم باب دوم نامہ اول یوحنا کے موافق جب جناب مسیح تمام دنیا کے گناہوں کا کفارہ ہوئے، تو مسلمانوں کے لئے جو خدا کی توحید کامل اور مسیحؑ کی رسالت کے اقرار کرنے والے ہیں یقیناً کفارہ ٹھہرے، بلکہ حقیقۃً حیات ابدی کے مستحق، اور مسیح کے سچے جاننے والے یہی لوگ ہیں، کیونکہ جناب مسیح کا قول خدا تعالیٰ کے خطاب میں یوحنا کی انجیل کے سترہویں باب کے تیسرے درس میں یوں ہے (۱۸۱۴ء):

"حیات ابدی یہ ہے کہ وہ تجھے اکیلا سچا خدا اور عیسیٰ مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں"۔

اور دنیا کے فرقوں میں سے اہل اسلام کے سوا کوئی ایسا نہیں کہ خدا کو اکیلا سچا خدا اور عیسیٰ کو سچا رسول پہچانتا ہو، اس لئے کہ دنیا کے بت پرست تو دونوں باتوں سے محروم ہیں، اور عیسائی لوگ بھی تثلیث کے عقیدے کے سبب ایسے ہی محروم ہیں، اور یہودی لوگ اگرچہ پہلی بات کو مانتے ہیں، مگر دوسرے سے محروم ہیں، اور اہل اسلام

دونوں باتوں کو مانتے ہیں، پس سچے مسیحی یہی ہیں نہ کوئی دوسرا۔

ترپنواں اختلاف

مرقس کی انجیل کے چھٹے باب میں ہے کہ ہیرود نے ہیرودیا کے واسطے جو اس کے بھائی فلپ کی بیوی تھی، آدمی بھیج کر یحییٰ کو پکڑوا کے قید خانے میں بند کیا تھا، اور ہیرودیا یحییٰ سے دشمنی رکھتی تھی، اور چاہتی تھی کہ اسے جان سے مارے، پر ایسا نہ کر سکتی تھی، کیونکہ ہیرود یحییٰ کو نیک مرد اور پاک جان کر ڈرتا اور اس کی پاسداری کرتا، اور اس کی نصیحت سن کر بہت سی باتوں پر عمل کرتا، اور اس کی باتیں خوشی سے سنتا تھا، آخر کو قابو کا دن آیا کہ اس نے اپنے سالگرہ میں سب امیروں کی ضیافت کی اور اس دن ہیرودیا کی بیٹی نے ناچ کر اس کو اور اس کے مہمانوں کو خوش کیا، اس پر ہیرود نے قسم کھا کر کہا کہ اگر تو آدھی بادشاہت مجھ سے مانگے، تو تجھے دوں گا، اس پر اس نے یحییٰ کا سر مانگا، ہیرود بہت غمگین ہوا، پر اپنے قسم کا لحاظ کر کے یحییٰ کا سر کٹوایا۔

اور لوقا کی انجیل کے تیسرے باب میں لکھا ہے:

"۱۹۔ ہیرود بادشاہ نے اپنے بھائی فلپ کی جورو ہیرودیا کو رکھنے کے سبب اور اپنے تمام کاموں کے سبب یحییٰ سے ملامت سن کے۔

۲۰۔ ان سب کاموں پر یہ زیادتی کی کہ یحییٰ کو قید خانے میں بند کیا"۔

پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیرود خود تو حضرت یحییٰ سے راضی تھا، اور کسی طرح ناخوش نہ تھا، اور ان کی نصیحتیں خوشی سے سنتا تھا، اور اکثر باتوں پر عمل کرتا تھا، اور فقط ہیرودیا کے سبب ظلم کیا، اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہیرودیا کے سبب ظلم نہیں کیا، بلکہ اپنے تمام اور برے کاموں کے سبب بھی حضرت یحییٰ سے ناخوش تھا۔

چونواں اختلاف

متی کی انجیل کے انیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۳۔ فریسیوں نے اس کے امتحان کے لئے اس کے پاس آ کے کہا، کیا مرد کو ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو طلاق دینا روا ہے۔

۴۔ اس نے جواب دیا کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے ابتدا میں انہیں پیدا کیا، اس نے ایک نر اور ایک مادہ بنایا؟

۵۔ اور کہا کہ اس لئے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا، اور اپنی جورو سے ملا رہے گا، اور وہ دونوں ایک تن رہیں گے۔

۶۔ اس لئے وہ دونہیں بلکہ ایک تن ہیں، پس جو کچھ خدا نے جوڑا ہے، آدمی اسے جدا نہ کرے۔

۷۔ انہوں نے اس سے کہا پھر کیوں موسیٰ نے طلاق نامہ دینے اور اسے چھوڑانے کی اجازت دی۔

۸۔ اس نے ان سے کہا موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تم کو اجازت دی کہ اپنے جوروؤں کو چھوڑ دو، پر ابتدا میں ایسا نہ تھا۔

۹۔ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے حرام کاری کے اور کسی سبب سے طلاق دے، اور دوسرے سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے، اور جو کوئی اس چھوڑی گئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے"۔

اور مرقس کی انجیل کے دسویں باب میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"۲۔ اور فریسیوں نے اس پاس آ کے امتحان کے راہ سے اس سے پوچھا: کیا عورت کو مرد کا چھوڑنا روا ہے؟

۳۔ اس نے جواب دیا کہ موسیٰ نے تمہیں کیا حکم دیا؟

۴۔ وہ بولے موسیٰ نے تو طلاق نامہ لکھنے کی اور طلاق دینے کی اجازت

دی۔

۵۔ تب یسوع نے جواب دیا کہ تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لئے وہ بات لکھی۔

۶۔لیکن خلقت کے ابتدا سے تو خدا نے انہیں ایک نر اور ایک مادہ بنایا۔

۷۔ اس سبب سے آدمی اپنے ماں باپ کو چھوڑ کے اپنی جورو سے ملا رہے گا۔

۸۔ اور وہ دونوں ایک تن ہوں گے، سو وہ اب دو تن نہیں بلکہ ایک تن ہیں۔

۹۔ تو جسے خدا نے جوڑا کیا ہے آدمی جدا نہ کرے۔

۱۰۔گھر میں اس کے مریدوں نے اس کے حق میں پھر اس سے پوچھا۔

۱۱۔ اس نے ان سے کہا اگر کوئی اپنے جورو کو چھوڑے، اور دوسرے سے بیاہ کرے تو اپنی جورو کے برخلاف زنا کرتا ہے۔

۱۲۔اور اگر جورو اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو وہ بھی زنا کرتی ہے"۔

پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے فروسیوں کے سوال کے جواب میں طلاق کے عدم جواز کی علت یوں بیان فرمائی:

"کیا تم نے نہیں پڑھا" الخ۔

اس پر انہوں نے اعتراض کیا، اور جناب مسیح نے اس کا جواب دے کر طلاق کو سوائے علت زنا کے غیر جائز فرمایا، اور اس مطلقہ کے نکاح کو حرام بتلایا، اور اس ارشاد سے طلاق کا جواز زنا کے سبب سمجھا گیا۔

اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سوال پر جناب مسیحؑ نے پوچھا کہ موسیٰ نے تمہیں کیا حکم دیا، جب انہوں نے بیان کیا، سن کر موسیٰ کے ارشاد کا سبب

اور طلاق کے عدم جواز کی علت بیان کی۔

اور یہ کلام:

"جو کوئی اپنی جورو کو چھوڑے، اور دوسرے سے" الخ

اپنے گھر کے مریدوں کے جواب میں کہا، اور طلاق کو مطلقاً ناجائز فرمایا، اور عورت کے نکاح کی حرمت اس صورت میں بیان کی کہ اس نے آپ اپنے خاوند کو چھوڑ دیا ہو۔

فائدہ

ترجمہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء میں مرقس کی انجیل کے دوسرے باب کے دوسرے درس کے اندر یوں ہی واقع ہے:

"کیا عورت کو مرد کا چھوڑنا روا ہے"

اور ترجموں میں یوں ہے (عربیہ ۱۶۷۱ء، ۱۸۲۱ء):

"هل يحل للرجل أن يطلق امرأته"

یعنی کیا مرد کو روا ہے کہ اپنی جورو کو چھوڑ دے۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء) کہ:

"آیا مرد را طلاق دادن زن جائز است"۔

پچپنواں اختلاف

متی کے انجیل کے نویں باب میں ہے کہ ایک عورت نے جس کا بارہ برس سے لہو جاری تھا عیسیٰ کے پیچھے سے آکر اس نیت سے جبہ کو چھوا کہ صرف کپڑے کے چھونے سے تندرست ہو جاؤں گی، اور عیسیٰ نے پیچھے طرف پھر کر اس عورت کو پہچان لیا، اور کہا کہ تیرے ایمان نے تجھے چنگا کیا، اور وہ عورت اسی گھڑی چنگی ہوئی۔

اور مرقس کی انجیل کے پانچویں باب میں ہے کہ:

"وہ عورت کپڑے کے چھوتے ہی فوراً اچھی ہوگئی، اور عیسیٰ (نے) اتنا تو جانا کہ مجھ میں سے علاج کی قوت نکلی، مگر اس کو نہ پہچانا، اور جماعت کی طرف منہ کرکے پوچھا کہ میرے کپڑے کو کس نے چھوا، شاگردوں نے کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ آپ پر آدمی گرے پڑتے ہیں، پھر پوچھتے ہیں کہ مجھے کس نے چھوا، تب عیسیٰ نے ہر طرف دیکھا، اور وہ عورت ڈرتی آگے آکے گر پڑی، اور سب سچ سچ بیان کردیا۔"

چھپنواں اختلاف

جناب پولوس کے ایمان لانے کی کیفیت کتاب اعمال کے نویں اور بائیسویں اور چھبیسویں باب میں منقول ہے، پہلی جگہ میں لوقا خود حال نقل کرتا ہے، اور دوسری اور تیسری جگہ میں جناب پولوس کی تقریر کے اندر نقل کرتا ہے، اور ان تینوں جگہ میں چھوٹے موٹے دس طرح کی کے اختلافات ہیں۔

ایک یہ کہ نویں میں ہے:

"اس کے ہمراہی آواز سنتے، اور کسی کو نہ دیکھتے، حیران کھڑے رہے"۔

اور ۲۲ میں ہے:

"وہ جو میرے ساتھ تھے، روشنی دیکھ کے ڈرے، لیکن آواز اس کی جو مجھ سے بولے نہ سنی"۔

اور ۲۶ میں آواز کے سننے اور نہ سننے کا کچھ ذکر نہیں۔

پس دیکھو اول میں ہے:

"آواز سنی" اور دوسرے میں "نہیں سنی"۔

اور تیسرے میں اس بات سے سکوت ہے۔

دوسری یہ کہ نویں میں ہے:

"خداوند نے کہا اٹھ اور شہر میں داخل ہو، اور تجھے کیا کرنا ہوگا کہا جائے گا"۔

اور ۲۲ میں ہے:

"خداوند نے مجھے فرمایا کہ اٹھ کر دمشق میں جا، اور جو کچھ مقرری کام تجھے کرنا ہوگا وہاں سب تجھ سے کہا جائے گا"۔

اور ۲۶ میں ہے:

"اٹھ اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کہ میں اپنے تئیں اس لئے تجھے دکھائی دیا ہے کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے، اور جو کچھ میں تجھے دکھاؤں گا، اس کا گواہ اور واعظ تجھے بناؤں، اور میں تجھے ان لوگوں اور غیر ملکیوں سے بچاؤں گا، جن کے پاس اب تجھے بھیجتا ہوں" الخ۔

اول میں مطلق وعدہ ہے کہ دمشق میں سب تجھ سے کہا جائے گا، اور تیسرے کے موافق اسی جگہ جہاں آواز سنی تھی حکم ہو گیا، پس حکم کے حق میں تینوں جگہ اختلاف ہے۔

تیسری یہ کہ ۹ کے موافق ہمراہی حیران کھڑے رہے اور ۲۶ کے مطابق سب گر پڑے، اور ۲۲ میں ان دونوں کا کچھ پتہ نہیں۔

چوتھی یہ کہ ۹ و ۲۲ کے موافق صرف پولوس کا زمین پر گرنا ثابت ہوتا ہے، اور ۲۶ کے مطابق سب کا۔

پانچواں یہ کہ ۲۲ و ۲۶ کے موافق یہ ماجرا دوپہر کے وقت ہوا، اور ۲۶ میں وقت کا کچھ پتہ نہیں۔

چھٹی یہ کہ ۹ کے موافق روشنی اور ۲۲ کے موافق بڑی روشنی اور ۲۶ کے مطابق

روشنی سورج سے زیادہ روشن دیکھی۔

یہاں کتاب اعمال کا مؤلف جتنا اپنی تالیف میں بڑھا اتنا ہی اس کو مبالغہ سوجھا۔

ساتواں یہ کہ ۹ و ۲۲ کے موافق اس طرح آواز پانچ بار مذکور ہے۔

اول آواز عیسیٰ پھر آواز پولوس پھر آواز عیسیٰ پھر آواز پولوس پھر آواز عیسیٰ۔

اور ۲۶ کے مطابق فقط تین بار اس طرح مذکور ہے، اول آواز عیسیٰ پھر آواز پولوس پھر آواز عیسیٰ۔

آٹھواں یہ کہ ۲۶ کے موافق آواز عیسیٰ کی عبری زبان میں تھی، اور ۹ و ۲۲ کے مطابق زبان کی بابت کچھ مذکور نہیں۔

نویں یہ کہ ۲۶ کے مطابق پہلے آواز عیسیٰ میں یہ بھی مذکور ہے "کانٹے پر لات مارنا تجھے مشکل ہے" اور ۹ و ۲۲ میں پہلی آواز کے اندر اس کا پتہ نہیں۔

دسواں یہ کہ ۹ کے مطابق مسیحؑ کی دوسری بار کی آواز میں یہ بھی مذکور ہے: "کانٹوں پر لات مارنا تجھے دشوار ہے"، اور ۲۲ و ۲۶ کے موافق اس کا پتا نہیں۔

ستاونواں اختلاف

کتاب اعمال کے ساتویں باب کا چودھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"تب یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو اور اپنے سب کنبے کو جو پچھتر شخص تھے، بلوا بھیجا"۔

اس کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ یوسف کے بلانے کے موافق ان کے کنبے کے آدمی جو مصر میں آئے پچھتر تھے، پس ان میں حضرت یوسف اور ان کی اولاد جو اس

بلانے سے پہلے مصر میں موجود تھے داخل نہیں ہوسکتے، بلکہ وہی لوگ داخل ہیں، جن کو بلوا بھیجا۔

اور یہ جملہ ''جو پچھتر شخص تھے'' اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۱۶ و ۱۸۲۸ و ۱۸۴۱ و ۱۸۴۲ء):

''ہفتاد و پنج نفر بودند''

(عربیہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"وكانوا فی العدد خمس وسبعين نفساً"

اور اب تک سب ترجمے کیا، انگریزی اور کیا اردو اور کیا فارسی، اور کیا عربی جو دیکھنے میں آئے سب کے سب اس عدد میں موافق ہیں، آئندہ کی خدا جانے۔

اور کتاب پیدائش کے چھیالیسویں باب کے ستائیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''سو وہ سب جو یعقوب کے گھرانے کے تھے، اور مصر میں آئے ستر جنے (لوگ) تھے''

(ہندیہ ۱۸۴۲ء):

''سو وہ سب جو یعقوب کے گھرانے کے تھے، اور مصر میں آئے ستر شخص تھے''۔

(فارسیہ ۱۸۳۹ء):

''ہمگی اہل بیت یعقوب کہ بمصر آمدند ہفتاد کس بودند''

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

''پس تمامی نفوس خاندانِ یعقوب کہ بہ مصر آمدہ بودند ہفتاد نفر بود''۔

اور ترجمے عربی اور انگریزی کے جتنے دیکھنے میں آئے اب تک اس عدد میں

موافق ہیں، آئندہ کی خدا جانے۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں اس درس کے ذیل میں ستر کی تفصیل یوں لکھی ہے:

''لیاہ کے اولاد کے ۳۲ نفر، نفا کے اولاد کے ۱۶ نفر، راحیل کی اولاد کے ۱۱ نفر، بلہا کی اولاد کے نفر ۷، اور کل چھیاسٹھ ہوئے، اور یعقوب اور یوسف اور یوسف کے دو بیٹوں کے ساتھ مل کر ستر بنیں''۔

اس کے موافق جب یوسف اور ان کے دو بیٹوں کو ملاؤ جب ستر ہوتے ہیں، پچھتر کا تو کیا ذکر۔

اور کتاب استثناء کے دسویں باب کے بائیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء اور ۱۸۲۹ء اور ۱۸۴۲ء):

''تمہارے باپ دادے جب مصر میں اترے تو ستر آدمی تھے''

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

''پدران تو بقدر ہفتاد نفر بمصر فرود آمدند''

پس انجیل اور توریت میں اختلاف ہے جسے چاہو محرف یا غلط مانو۔

اٹھاونواں اختلاف

اول گرنتھیوں کے دسویں باب کا آٹھواں درس یوں ہے، (نسخہ ۱۸۴۰ء اور ۱۸۴۴ء):

''اور کسبی بازی (حرام کاری) نہ کریں، جیسے اکثروں نے کی، اور ایک دن میں تیئیس ہزار مارے گئے''۔

اور یہ جملہ ''اور ایک دن میں'' الخ اور ترجموں میں یوں ہے، (ہندیہ ۱۸۳۹ء):

''اور ایک دن میں تیئس ہزار مارے گئے''

(ہندیہ ۱۸۴۲ء):

''اور دن بھر میں تیئس ہزار مر گئے''۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ و ۱۸۲۸ و ۱۸۴۱ و ۱۸۴۲ء):

''وساقط گشتند در یک روز بست وسہ ہزار نفر''

عربیہ (۱۶۷۱ و ۱۸۲۱ و ۱۸۳۱ء):

"فهلك منهم في يوم واحد ثلثة وعشرون ألفا"

اور کتاب شمار کے پچیسویں باب کے نویں درس میں جہاں سے پولوس نے حوالہ لیا ہے یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ و ۱۸۲۹ و ۱۸۴۲ء):

''وہ جو اس وبا میں مرے چوبیس ہزار تھے''

فارسیہ (۱۸۳۹ء):

''اما کسانیکہ ازیں قہر الٰہی مردند بست وچہار ہزار نفر بودند''

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

''وکسانے کہ ازیں طاعون مردند بست وچہار ہزار نفر بودند''

عربیہ (۱۸۳۱ء):

"وكان من مات أربعة وعشرين ألفا من البشر"

اور ترجمے انگریزی بھی موافق ہیں، پس انجیل اور توریت میں ایک ہزار نفر کا اختلاف ہے۔

انسٹھواں اختلاف

گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے دوسرے باب کے نویں درس میں ہے (ہندیہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

''لیکن جیسا لکھا تھا، خدا نے جو کچھ اپنے پیار کرنے والوں کے لئے تیار کیا اسے اپنی آنکھوں نے نہیں دیکھا، اور کانوں نے نہیں سنا، اور وہ آدمی کی عقل میں نہیں آیا''۔

اور کتاب اشعیا کے چوسٹھویں باب کا درس چوتھا جس کا حوالہ پولوس نے لیا ہے، یوں ہے (ہندیہ ۱۸۴۳ء):

''کیونکہ قدیم سے انسان نے نہ سنا، نہ کسی کے کانوں تک پہنچا، کسی کی آنکھوں نے تیرے سوا کوئی خدا نہ دیکھا، جو اپنے انتظار کھینچنے والے کے ساتھ ایسا کچھ کرے''

دیکھو یہ عبارت کہاں اور عیسائیوں کے مقدس پولوس کی عبارت کہاں، اس اختلاف میں ان کے مفسر گھبرائے، جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ نے عبری (عبرانی) کو محرف کہا، اور آدم کلارک نے بہت سے قول رطب و یابس نقل کرکے اور بہت کچھ ردو قدح کرکے اپنی حیرانی ظاہر کی، تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے:

''یہ خیال معقول ہے کہ اس جگہ عبری میں تحریف ہوا''۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر میں عبارت اشعیا کے ذیل میں اقوال نقل کرنے اور ردو قدح کے بعد یوں لکھتا ہے:

''میں حیران ہوں کہ ان مشکلوں میں کیا کروں، اس کے سوا کہ ناظر کے سامنے گو اس کو ناگوار ہو، دو باتوں میں سے ایک کو پیش کردوں، یا تو وہ خیال کرے کہ عبرانی اور ترجمہ یونانی میں یہودیوں نے اس جگہ قصداً تحریف کی ہے، جیسا اور حوالوں میں جو عہد عتیق سے عہد جدید کے اندر لئے گئے ہیں ان پر شبہ قوی ہے، دیکھو ڈاکٹر اودون کی کتاب کی فصل چھٹی سے نویں تک ترجمہ سیٹو اجنت کے بابت) یا سمجھے کہ پولوس نے اس کتاب سے حوالہ نہیں لیا، بلکہ ایک یا دو جھوٹی کتابوں سے جس کا نام معراج اشعیا اور مشاہدات ایلیا ہے، اور ان دونوں میں یہ

نقرہ پایا گیا ہے، اور بعضوں نے خیال کیا ہے کہ حواری نے ایسی جھوٹی کتابوں سے نقل کیا ہے، اور شاید پہلا احتمال لوگ آسانی سے قبول نہ کرینگے۔

پس ناظرین کو میں اچھی طرح سے مطلع کردیتا ہوں کہ دوسرے احتمال کو جیروم نے الحاد سے بدتر گنا ہے"۔

دیکھو یہ مفسر کیسا مضطرب ہوا۔

ساٹھواں اختلاف

نامہ عبرانیہ کے دسویں باب کے پانچویں درس میں ترجمہ یونانی کے مطابق یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"تونے ذبح اور قربانی کو نہ چاہ کے میرے لئے ایک بدن تیار کیا ہے"

ہندیہ (۱۸۴۲ء):

"قربانی اور نذر کو تونے نہ چاہا، پر میرے لئے ایک بدن تیار کیا"۔

اور چالیسویں زبور کا چھٹا درس جس کا حوالہ پولوس نے لیا ہے، عبری نسخے کے اندر یوں ہے، نسخہ (۱۸۴۱ء):

"ذبح اور نذر کی قربانی کو تو نہیں چاہتا، تونے میرے کان کھولے"۔

اور یہ جملہ "تونے میرے کان کھولے" اور ترجموں میں یوں ہے (ہندیہ ۱۸۴۳ء):

"تونے میرے کان کھولے"۔

فارسیہ (۱۸۳۸ء):

"اما گوشہائے مرا کشادہ"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"گوشہائے مرا سوراخ کردہ"۔

دیکھو ''کہاں میرے لئے ایک بدن تیار کیا''، اور کہاں ''تو نے میرے کان کھولے''۔

تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ یہ فرق کاتب کی غلطی سے ہوا ہے، جونسا مطلب صحیح ہو، اور آدم کلارک کی تفسیر کی تیسری جلد میں ہے۔(۱)

''ڈاکٹر کنے کاٹ نے ایک بڑا تیز خیال کیا ہے، جو کہتا ہے کہ سیٹو اجنٹ اور حواری نے ان لفظوں کے معنی لکھے ہیں، جو اس نسخہ میں تھے، جس سے ترجمہ یونانی ترجمہ ہوا ہے، اور اب کا عبرانی متن محرف ہے، اس میں لفظ ''اذگوہ'' کی جگہ لفظ ''اذنیم'' کا لکھا گیا ہے۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں ہے کہ:

''عجب ہے کہ ترجمہ یونانی اور نامہ عبرانیہ کے دسویں باب کے پانچویں درس کے اندر اس فقرے کے عوض یوں واقع ہوا ہے، تو نے میرے لئے ایک بدن تیار کیا''۔

دیکھو اس جگہ مفسرین بالاتفاق مان گئے کہ اختلاف ہے، اور ایک صحیح اور دوسرا غلط، مگر پھر آپس میں مختلف ہو کر انہوں نے تثلیث کے عدد متبرک کے موافق تین راہ اختیار کی۔

جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ کے تو معین نہ کر سکے کہ کون سا غلط ہے، مگر بلا تعیین ایک کو غلط کہہ کر غلطی کو کاتب کے سر تھوپ گئے، اور ڈاکٹر کنی کاٹ اور آدم کلارک نے اس غلطی کو زبور میں مانا، اور اس جگہ اس کو محرف بتلایا اور ڈوالی اور رچرڈ مینٹ نے ظاہراً اس غلطی کو یونانی ترجمہ کے مترجمین اور اپنے پولوس مقدس کے سر پر تھوپا۔

---

(۱) باب چالیسویں کے درس چھٹے کے شرح میں ۱۲ منہ''

حاصل بحث

اوراب جوتھوڑا تھوڑا لکھتے ساٹھ اختلاف کی نوبت پہنچی، اوران ساٹھ کے اندر بھی بعض بعض اختلاف کے اندر کئی کئی اختلاف یا اعتراض مذکور ہوئے کہ اگر کوئی ان سب کو تفصیل وار دیکھے گا تو بلاشبہ سو اختلافات اور اعتراضات سے زائد پائے گا، پس موافق اس وعدے کے جو اس تیسرے شبہ کے جواب کے شروع میں کیا تھا، طوالت کے اندیشہ سے انہیں اختلافات پر) جو نمونہ کے طور منقول ہوئے، اور میرے دعوے کے اثبات کے لئے کافی ہیں،) اکتفا کر کے پادری صاحبان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اے حضرات ان اختلافات کو دیکھ کر انصاف فرمایئے، اور یہ تیسرا شبہ پھر زبان پر نہ لایئے، اور اگر اس کو پھر زبان پر لانا منظور ہو تو پہلے ان سب اختلافات میں تطبیق دیجئے، پھر ان احادیث صحیحہ کو جن کو آپ مختلف سمجھیں پیش کیجئے، اور دیکھئے کہ جیسے ان اختلافات کی آپ لوگ تاویل کر کے تطبیق دیتے ہیں، یا اور اعتراضات اور غلطیوں کے بابت عذر کرتے ہیں، علماء اسلام ان احادیث صحیحہ میں جن کو آپ لوگ مختلف سمجھتے ہیں ایسی تاویلات سے جو آپ کے تاویلوں اور عذروں سے کم ہوں تطبیق دیتے ہیں یا نہیں۔

اور ایسا نہ کیجئے جیسا ''میزان الحق'' کے مؤلف نے کیا کہ ''استفسار'' والے نے بائیس تئیس اختلاف کے قریب لکھے تھے، مؤلف ممدوح نے ان سے فقط دو اختلافوں میں ایک نسب نامہ اور دوسرے شناخت اور عدم شناخت یحییٰ کے بابت انتہائی کمزور تطبیق دی، جن کو ہم نے پہلے اور اٹھارویں اختلاف میں نقل کر کے رد کیا ہے، اور ان اختلافات کے بابت دو ہی توجیہوں کو لکھ کر اپنے اثبات دعوے کے لئے کافی سمجھا، ورنہ مجھ کو ایسی شکایت کرنی پڑے گی جیسے صاحب ''استبشار'' کو ان

دو توجیہوں کا جواب دے کر شکایۃً یوں لکھنا پڑا ہے کہ:

"استفسار میں بیس بائیس اختلافات اور لکھے ہیں کہ اس کی توجیہ سے پادری صاحب نے سکوت محض کیا، اور مع ھذا بکمال شہامت اور فتوت در ضمن تاویلات مذکورہ فرماتے ہیں کہ:

"اسی پر اور اختلافات کو قیاس کرلو، بھلا یہ دونوں تطبیقیں در صورت صحت اور جگہ کیا کام آویں گے"۔

مگر پادری صاحب مجبور ہیں، ان کی عادت میں داخل ہے "دروغ گویم برروئے تو"۔ (میں تمہارے منہ پر جھوٹ بولتا ہوں)

چوتھا شبہ

اکثر احادیث کے معنی ایسے ہیں کہ ہر عاقل سمجھ لیتا ہے کہ ان سب باتوں کا ممکن اور درست ہونا محال ہے۔

جواب

احادیث میں ایسی کوئی حدیث نہیں کہ اس کا مضمون عقلاً محال اور ممتنع ہو، اور میزان الحق کے مؤلف نے اس شبہ کے لئے دو قسم کی احادیث نقل کی ہیں۔

ایک تو وہ حدیثیں جو جنت اور جہنم کے بیان میں وارد ہیں، اور ان میں کوئی عقلاً محال اور ممتنع نہیں، ورنہ مدعی پر لازم ہے کہ برہان عقلی سے ان کا امتناع ثابت کرے، اور محض دعویٰ کو کون سنتا ہے، اور اس قسم کا دعویٰ تو ان کے ہموطن لوگ (جو عیسائی مذہب کے قبائح پر مطلع ہو کر مرتد بن گئے ہیں، اور یورپ کے ممالک میں اب ان کے گروہ کا شمار لاکھوں کو پہنچا ہے، اور روز بروز ان کی ترقی ہوتی جاتی ہے، جیسا ان کا کچھ حال پہلے سوال کے جواب کے اندر معجزات تفصیلیہ کے بیان میں گذر چکا ہے، اور ان کی سیکڑوں کتابیں اور رسالے اس مذہب کے رد میں چھپ چکے ہیں) ان کی کتب مقدسہ کی ہزار ہا روایات کی نسبت کرتے ہیں۔

پس اگر ان کا محض دعویٰ معتبر ہو تو ان کے ہم وطنوں کا وہ دعویٰ کیوں نہ معتبر ہوگا، جب ان کے علم اور کمال کے خود یہ لوگ بھی معترف ہیں۔

اور دوسرے وہ جن میں بعض معجزات مصطفویہ کا بیان ہے، مثلاً مسجد نبوی کے ستون کا رونا، جس کا بیان معجزات میں گزرا، اور مثلاً درخت کا خدا کی وحدانیت پر گواہی دینا، اور ان چیزوں کو محال عقلی سمجھنا تعصب ہے، اور یہ چیزیں ہر گز عقلاً ممتنع نہیں، ہاں عادۃً محال ہیں، اور انبیاء کے سب معجزات ایسے ہی ہوتے ہیں، اور یہ کچا خیال تو ان سب معجزات کو باطل بناتا ہے، اس لئے کہ ایک لاٹھی سے مار کر سمندر کو دو ٹکڑے کر کے سوکھا رستہ نکال دینا یا لاٹھی مار کر نیل کے سارے پانی کو خون بنا دینا، یا مردے کو زندہ کر دینا کب عادت کے موافق ہیں، البتہ ان کی کتب مقدسہ کی بعض روایات یقیناً کاذب ہیں، اور بعضے روایات ایسی ہیں کہ اگر ہم ان پر ان لوگوں کے ان شبہات کو جو ہمارے مذہب کی کتب کی روایات پر کرتے ہیں الٹ کر کریں، تو الزاماً اور ان کے زعم کے موافق کہہ سکتے ہیں کہ ان سب باتوں کا ممکن، اور درست ہونا محال ہے، اور بعضے روایات ایسی ہیں کہ جن پر ان کے ہم وطن جن کا ذکر ابھی گزرا بہت ہی استہزا کرتے ہیں، اور نادرست بتلاتے ہیں، اور انشاء اللہ ان تینوں قسم کے شواہد نمونہ کے طور پر کچھ کچھ لکھتا ہوں، اور ان سے بعض کی تحریر کو تو اگر چہ دل میرا نہیں چاہتا مگر مجبوراً اور الزاماً ان کو نقل کرتا ہوں، کیا کروں پادری لوگ ہم پر ایسے واہی تباہی شبہ کر کے ایسی تحریر پر ہم کو مجبور کرتے ہیں۔

پس ناظر ہم کو بعض کی تحریر میں معذور سمجھے، اور کان لگا کر سنے۔

قسم اول: کتب مقدسہ کی وہ روایات جو یقیناً غلط ہیں

اور اس قسم میں طوالت کا اندیشہ کر کے تراسی مثالوں پر اکتفا کروں گا، وباالله التوفیق۔

پہلی مثال

کتاب خروج کے بارہویں باب کا چالیسواں درس یوں ہے (عربیہ ۱۸۳۱ء):

"فكان جميع ماسكن بنو اسرائيل فی أرض مصر أربع مائة و ثلثون سنة"

یعنی اور تھی سب مدت بنی اسرائیل کی زمین مصر میں رہنے کے چار سوتیس برس۔

حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ بنی اسرائیل زمین مصر میں کل دوسو پندرہ برس رہے ہیں، نہ چار سوتیس برس، اور توریت سامری اور ترجمہ یونانی میں اس کو اصلاح دے کر یوں لکھا ہے:

"اور بنی اسرائیل اور ان کے آباء واجداد کا رہنا زمین کنعان اور زمین مصر میں چار سوتیس برس تھا"۔

اور عیسائیوں کی پولوس مقدس اپنے نامہ کے تیسرے باب میں گلاتیوں کو یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۱۶۔ پس جب ابراہیم اور اس کے نسل سے وعدہ کیا گیا الخ

۱۷۔ اب میں یہ کہتا ہوں کہ اس عہد نامہ کو جسے خدا نے مسیحؑ کے حق میں آ کے مقرر کیا تھا، شریعت جو عہد نامہ سے چار سو تیس برس کے بعد آئی منسوخ نہیں کرتی" الخ

یہاں جناب پولوس سامری اور یونانی کے موافق مدت کو حساب کرتے ہیں، اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد پہلی کے صفحہ ۳۶۹ میں کتاب خروج کے بارہویں باب کے چالیسویں درس کے ذیل میں یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۱ء):

"سب لوگ قائل ہیں کہ اس درس کا مضمون بہت ہی مشکل ہے"

پھر سامری کی عبارت نقل کر کے لکھتا ہے کہ:

"اسکندریانوس کی عبارت سامری کی عبارت کے موافق ہے، اور بہت فاضل پانچ کتاب موسیٰؑ کے بابت سامری کے نسخہ کو نہایت صحیح مانتے ہیں، اور ترجمہ سپٹواجنٹ کے نقلوں سے اسکندریانوس کے نسخے کو نہایت صحیح اور سب سے پرانا مانا جاوے، اور پولوس کی وثاقت میں کسی کو گفتگو نہیں، پس ان تینوں کی گواہی سے سب معاملہ فیصل ہوا، اور اس بات کو کہ حق بجانب ان تینوں گواہوں کے ہے، خود تاریخ ہی ثابت کرتی ہے، اس لئے کہ ابراہیم کے کنعان کے داخل ہونے سے اسحاق کی ولادت تک پچیس برس اور اسحاق کی عمر یعقوب کی ولادت کے وقت ساٹھ برس اور یعقوب کی عمر مصر کے پہنچنے کے وقت ایک سو تیس برس کی کل دو سو پندرہ اور بنی اسرائیل کے وہاں رہنے کی مدت دو سو پندرہ، دونوں کی جمع چار سو تیس"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں سامری کی عبارت کے نقل کے بعد یوں ہے:

"یہ بلاشبہ صحیح عبارت ہے، اور متن کے ہر مشکل کو دور کر دیتی ہے"۔

دیکھو آدم کلارک نے اول اقرار کیا کہ سب کے نزدیک اس درس کا مضمون

بہت ہی مشکل ہے، پھر نسخہ سامری اور اسکندریانوس اور جناب پولوس کی شہادت سے اسے غلط ٹھہرایا، پھر تاریخ کی گواہی سے اس کی غلطی کو خوب پکا کر دیا، اور جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ نے بھی اسے غلط ٹھہرایا، اور سامری کی عبارت کو بلاشبہ سچی عبارت بتلائی۔

کہتا ہوں میں کہ اس درس کا مضمون چونکہ بلاشبہ غلط تھا، اور صریح غلط کی کبھی کسی سے اچھی توجیہ نہیں ہوسکتی، اس لئے جو توجیہ کے درپے ہوئے ان سے کوئی اچھی توجیہ نہ بن پڑی، اور اپنی بات اور مذہب کا پاس کر کے "صریح غلط" کہنے سے رکے، یہ حیلہ زبان پر لائے، اور غلط ہونے کے علاوہ کتاب پیدائش کے باب پندرہویں کے درس تیرہویں کے مخالف ہے، جیسا کہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں اس کا بیان آتا ہے۔

دوسری مثال

سموئیل کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب کا نواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور یواب نے لوگوں کے شمار کی فرد بادشاہ کو دی، سو بنی اسرائیل آٹھ لاکھ شمشیر زن بہادر تھے، اور بنی یہوداہ پانچ لاکھ جنگے تھے"۔

اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے اکیسویں باب کا پانچواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"تب یواب نے لوگوں کی حاضری داؤد کو دی، اور سارے اسرائیل گیارہ لاکھ شمشیر زن اور یہودا چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن تھے"۔

دیکھو کہاں آٹھ لاکھ اور کہاں گیارہ لاکھ، تین لاکھ کا فرق ہے، اور کہاں پانچ لاکھ

اور کہاں چار لاکھ ستر ہزار، تیس ہزار کا فرق ہے، اور ایک ان میں سے یقیناً غلط ہے۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں سموئیل کی عبارت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتا ہے:

"تاریخ میں (بنو اسرائیل) گیارہ لاکھ اور یہود چار لاکھ ستر ہزار ہیں، اور دونوں عددوں میں اگرچہ کوئی بہت بڑا فرق نہیں، لیکن دونوں صحیح نہیں ہوسکتے، اور اس بات کو کہ کون صحیح ہے؟ بتلانا مشکل ہے، غالباً پہلا (یعنی سموئیل کی عبارت والا عدد) صحیح ہو، اور عہد عتیق کی تاریخ کی کتابوں میں نسبت اور جگہ کے بہت سی تحریفیں ہوئی ہیں، اور ان کی تطبیق میں محنت کرنا عبث ہے، بہتر یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ اس بات کو قبول کرلیں، جس کا انکار فتحیابی سے نہیں ہوسکتا کہ، گو اصل عہد عتیق کے لکھنے والوں کو الہام تھا، لیکن نہیں کہہ سکتے کہ وہ الہام نقل نویسوں کو بھی تھا"۔

دیکھو یہ مفسر صاف اقرار کرتا ہے کہ دونوں صحیح نہیں ہوسکتے، اور اب صحیح کو غیر صحیح سے تمیز کرنا مشکل ہے، اور اٹکل سے سموئیل کی عبارت کو صحیح بتلاتا ہے، اور یہ بھی کہتا ہے:

"بہتر یہی ہے کہ ایک دفعہ قبول کرلیں کہ عہد عتیق کی تحریری کتابوں میں اور جگہ کی نسبت بہت سی تحریفیں ہوئی ہیں"۔

پس اس مفسر نے عہد عتیق کی تاریخ کی کتابوں میں بہت جگہ غلطی کا اقرار کیا لیکن غلطی کاتبوں کے سر تھوپی۔

تیسری مثال

سموئیل کے اسی کتاب کے اسی باب کا تیرہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"سو جاد داور پاس آیا، اور اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ تیرے ملک میں سات برس کا کال پڑے یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے بھاگتا پھرے، اور وہ تجھے رگیدیں یا تیری مملکت میں تین دن تک وبا پڑے" الخ

اور اخبار الایام کی اسی کتاب کے اسی باب میں یہ حال یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۱۱۔ سو جاد داؤد پاس آیا، اور اس سے کہا کہ خداوند یوں فرماتا ہے: قبول کر۔

۱۲۔ کہ تین برس کا کال ہو یا تین مہینے اپنے بیریوں (دشمنوں) کے آگے ہلاک ہو، اور تیرے دشمنوں کی تلوار آپڑے، یا تین دن خداوند کی تلوار اور ملک میں بری ہو" الخ۔

دیکھو کہاں سات برس کا کال اور کہاں تین برس کا، ایک یقیناً غلط ہے، آدم کلارک سموئیل کے عبارت کے تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے:

"اخبار الایام میں تین برس ہیں نہ سات برس، اور یونانی میں بھی اس جا جگہ تین برس ہیں جیسے اخبار الایام میں، اور یہی بلاشبہ سچی عبارت ہے"۔

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

"کاتب کی غلطی ہوئی ہوگی"۔

یہاں بھی مفسرین نے غلطی مانی گو بعض نے کاتب کے سر رکھی۔

چوتھی مثال

اخبار الایام کی دوسری کتاب کے بائیسویں باب کا دوسرا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اخزیاہ بیالیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا" الخ۔

اور یہ بھی صریح غلط ہے، اس لئے کہ اخذیاہ کے باپ یہورام کی، جس کی موت کے بعد اخذیاہ تخت نشیں ہوا تھا، کل عمر چالیس برس کی ہوئی تھی۔

پس یہ بیٹا دو برس بڑا اپنے باپ سے کس طرح ہوا، اخبار الایام کی اسی کتاب کے اکیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۵۔ یہورام تیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا، اور آٹھ برس تک یروشلم میں مسلط رہا۔ الخ

۲۰۔ وہ بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا، اور آٹھ برس تک یروشالم میں مسلط رہا"۔

اور سریانی اور عربی کے مترجموں اور فارسی کے مترجم (۱۸۳۸ء والے) نے غضب کیا کہ اس عیب کے چھپانے کو تحریف کی راہ سے بیالیس کو بائیس بنا دیا، جیسا کہ سلاطین کی دوسری کتاب کے آٹھویں باب کے چھبیسویں درس میں ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"وہ یعنی اخذیاہ بائیس برس کا تھا، جبکہ سلطنت پر بیٹھا" الخ

شاید یہ صحیح ہو، آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں اخبار الایام کی عبارت کی تفسیر کے ذیل میں یوں لکھتا ہے:

"سریانی اور عربی میں بائیس اور سپٹو جنٹ کے بعض نسخوں میں بیس برس واقع ہے، غالب یہ ہے کہ اصل عبرانی متن میں بھی ایسا ہی ہو، لیکن جب عدد حروف کے ساتھ لکھے جاتے تھے غلطی سے میم کاف کے جگہ لکھا گیا"۔

پھر لکھتا ہے:

"سلاطین کی دوسری کتاب کی عبارت سے صحیح ہے، اور دونوں عبارتیں کسی طرح مطابق نہیں ہو سکتیں، کس طرح وہ عبارت درست ہو سکے، جو بیٹے کو

باپ سے دو برس بڑا ابتلاوے"۔

اور ہارن کی تفسیر کی پہلی جلد میں اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ کے جامعین نے بھی غلطی کو مان لیا ہے، مگر کاتبوں کے سر پر رکھی ہے۔

پانچویں مثال

اخبار الایام کی دوسری کتاب کے چھتیسویں باب کا نواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا، اور تین مہینے دس روز یروشلم میں مسلط رہا، اور اس نے وہ کام کئے جو خداوند کی نظر میں برے ہیں"۔

اور یہ بھی غلط ہے، اور غلط ہونے کے علاوہ سلاطین کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب کے آٹھویں درس کے مخالف ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور یہویکین جب تخت پر بیٹھا تب اٹھارہ برس کا تھا اور یروشلم میں اس نے تین مہینے بادشاہت کی" الخ

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں سلاطین کی دوسری کتاب کی عبارت کے ذیل میں لکھتا ہے:

"دوسری کتاب اخبار الایام کے چھتیسویں باب کے نویں درس میں آٹھ واقع ہوئے ہیں، اور یہ ضرور غلط ہے، کیونکہ یہویکین نے تین مہینے سلطنت کی، اور اس کے بعد قید ہو کے بابل کو گیا، اور قید خانے میں اس کے ساتھ جوروواں (بیویاں) تھیں، اور یہ غالب نہیں کہ آٹھ نو برس کے لڑکے کے جوروواں ہوں، اور ایسے ملائم عمر پر کہنا مشکل ہے کہ اس نے وہ کیا جو خداوند کی نظر میں برا تھا، اسی لئے یہ موضع تاریخ میں محرف ہے"۔

دیکھو اول کہتا ہے کہ یہ ضرور غلط ہے، پھر کہتا ہے یہ مقام تاریخ یعنی اخبار الایام میں محرف ہے، پس تحریف اور غلطی اس کے نزدیک یقینی ہے۔

چھٹی مثال

سموئیل کی پہلی کتاب کے چھٹے باب کا انیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور خداوند نے بیت شمس کے لوگوں کو مارا، اس لئے کہ انہوں نے خداوند کے صندوق کو کھول کے دیکھا، سو اس نے پچاس ہزار اور ستر آدمی ان میں کے مار ڈالے"۔

اور یہ بھی غلط ہے۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی جلد دوسری میں رد وقدح کے بعد اپنی تحقیق یوں لکھتا ہے:

"غالب یہ بات ہے کہ اس جگہ متن میں تحریف ہے، بعض لفظ جاتے رہے ہیں، یا پچاس ہزار کا عدد جہالت یا ارادے سے بڑھایا گیا ہے، کیونکہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس چھوٹے گاؤں میں اتنے رہتے ہوں، یا فصل کاٹنے میں مصروف ہوں، اور اس سے زیادہ بعید یہ ہے کہ پچاس ہزار ایک ہی دفعہ صندوق کو یوشع کی کھلیان میں ابل کے پتھر پر دیکھ لیں"

پھر لکھتا ہے کہ:

"لاطینی میں ستر آدمی سردار اور پچاس ہزار عوام الناس اور یونانی میں عبری کے موافق پچاس ہزار ستر آدمی اور سریانی میں پانچ ہزار ستر آدمی، اور اسی طرح عربی میں پانچ ہزار ستر آدمی واقع ہیں، اور یوسفیس مؤرخ فقط ستر آدمی لکھتا ہے، اور رب سلیمان جارجی ادر اور ربیوں نے کچھ اور لکھا ہے۔

پس یہ اختلافات اور وہ عدم امکان ہم کو یقین کراتا ہے کہ یہاں ضرور تحریف ہے، یا کچھ بڑھایا گیا یا گھٹایا گیا"

اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہے کہ:

"مارے ہوؤں کی گنتی اصل میں ایک الٹے طور پر لکھی ہے، اور قطع نظر اس کے کہ ایک چھوٹی سی بستی میں اتنے بہت آدمیوں کا خطا کرنا، اور مارا جانا بعید ہے، اس معاملے کے سچے ہونے میں بھی شک ہے"۔

اور یوسفیس ان مارے ہوؤں کی گنتی فقط ستر لکھتا ہے۔(۱)

ساتویں مثال

سموئیل کی دوسری کتاب کے پندرہویں باب کا آٹھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء) کہ:

"تیرے غلام نے جب کہ آرامی جسور میں تھا یہ نذر مانی تھی کہ اگر خداوند مجھے پھر یروشلم میں بلا لیوے تو میں خداوند کی عبادت کروں"

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"زیرا کہ بندہ ات ہنگام سکونتش در کشور ارم نذرے کردہ گفتم" الخ

لفظ آرامی کا یہاں یقیناً غلط ہے، آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں اس جگہ یوں لکھتا ہے:

"جسور ملک نلمائے کا یقیناً آرامی میں نہ تھا، بلکہ کنعان کے جنوب میں ادوم یا اس کے قریب میں تھا، جیسا کتاب القضاۃ پہلے باب کے دسویں درس

---

(۱) اور بشپ مارسل اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

"کنے کاٹ کے جو تیں نسخے قلمی ہیں ان میں فقط ستر ہیں اور اسی پر یوسفیس کی گواہی ہے"۔

کہتا ہوں میں کہ کنی کاٹ نے غلط سمجھ کر اصلاح دے دی تھی۔ ۱۲ منہ

اور کتاب اول سموئیل کے ستائیسویں باب کے آٹھویں درس اور کتاب دوم سموئیل کے تیرہویں باب کے سینتیسویں درس سے سمجھا جاتا ہے، اور غالب یہ ہے کہ یہاں آرامی غلطی سے ادوم کی جگہ لکھا گیا"۔

آٹھویں مثال

سموئیل کی اسی کتاب کے اسی باب کا ساتواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور بعد چالیس برس کے ایسا ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ کو کہا" الخ

اور چالیس کا لفظ یہاں بھی غلط ہے، کیونکہ حضرت داؤد نے کل چالیس (۱) ہی برس سلطنت کی ہے، اور ابی سلوم کی بغاوت کے بعد کئی سال جیتے رہے ہیں، اور اس درس کے موافق یہ بغاوت چالیس برس کے بعد ہوئی، تو لازم آتا ہے کہ داؤدؑ کی وفات کے بعد ہوئی ہو، اسی لئے سریانی اور عربی کے مترجمین اور دوسرے مترجموں نے اصلاح دے کر چالیس کو چار بنادیا، اور مترجم فارسیہ ۱۸۳۸ء والے نے ہاتھ پاؤں گم کر کے چالیس اور چار میں اپنے زعم میں کچھ ترجیح نہ دیکھ کر دونوں میں تردید کی، اور چار کی سند کے لئے اتنا جملہ "چنانچہ در عربی وسریانی نوشتہ شدہ است" اپنی طرف سے بڑھادیا، اور یوسفیس یہودی مؤرخ نے بھی اپنی تاریخ کے ساتویں کتاب کے نویں باب میں جو اس حال کو لکھا ہے، تو چار برس لکھے ہیں نہ چالیس۔

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس کا لفظ اس کے نزدیک بھی غلط ہے، اور عیسائی مذہب کے جمہور علماء کی رائے اس کے غلط ہونے پر متفق ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد کے پہلے حصہ کے آٹھویں باب میں

---

(۱) جیسا سموئیل کی اسی کتاب کے پانچویں باب کے چوتھے اور پانچویں درس اور سلاطین کی پہلی کتاب کے دوسرے باب کے گیارہویں درس اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے انیسویں باب کے ستائیسویں درس میں مصرح ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

لکھتا ہے:

"ظاہراً یہ غلط ہے"

پھر لکھتا ہے کہ:

"ترجمہ سریانی اور ترجمہ عربی اور اس ترجمہ لاطینی میں جس کو پوپ سکٹس نے درست کر کے چھپوایا تھا، اور تاریخ یوسیفس اور تھیوڈورڈ اور لاطینی کے بہت نسخوں میں چالیس کی جگہ چار ہے، اور بہت علماء کی رائے یہ ہے کہ اربعین کا لفظ اربع کے جگہ لکھا گیا"۔

اور مسٹر لوتھ لائڈ نے ترجمہ سریانی کے موافق اپنے ترجمہ میں لکھا ہے، اور تفسیر ہنری اور اسکاٹ میں ہارن کے قریب قریب لکھا ہے۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ:

"اس میں شبہ نہیں کہ یہ عبارت محرف ہے"۔

پھر لکھتا ہے کہ:

"بہت فضلاء کی رائے یہ ہے کہ غلطی سے چالیس چار کی جگہ لکھا گیا"۔

نویں مثال

اخبار الایام کی دوسری کتاب کے تیسرے باب کا چوتھا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور آگے کے اسارے (برآمدہ) کی لمبائی گھر کی چوڑائی کے موافق بیس ہاتھ اور اونچائی ایک سو بیس ہاتھ" الخ

اور یہ غلط ہے کیونکہ جب ہیکل کا ارتفاع (اونچائی) تیس ہاتھ تھا، جیسا کہ سلاطین کی پہلی کتاب کے چھٹے باب کے دوسرے درس میں ہے، تو اسارے کا ارتفاع (اونچائی) ایک سو بیس ہاتھ کہاں سے آیا؟ اسی لئے عربی اور سریانی کے مترجمین نے

اصلاح دے کر ایک سو بیس کی جگہ فقط لفظ بیس کا لکھا، اور سیکڑے کو اڑا دیا، اور ترجمہ یونانی کے نسخے اسکندریانوس میں بھی بیس واقع ہیں۔

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے:

"غالباً یہاں غلطی ہے، جو حروف کی مشابہت کے سبب آسانی سے ہوسکتی تھی"۔

دسویں مثال

یوشع کی کتاب کے تیرہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۲۴۔ اور موسیٰ نے بنی جاذ کے فرقہ کے گھرانوں کے موافق حصہ دیا۔

۲۵۔ اور ان کی سرحد یہ تھی، یغزار اور جرموس کے سارے شہر، اور بنی عمون کی آدھی سرزمین عراد عیر تک جو ربا کے سامنے ہے"۔

اور یہ قول "بنی عمون کی آدھی سرزمین عراد عیر تک جو ربا کے سامنے ہے" بالکل غلط ہے، اور حضرت موسیٰ نے یہ سرزمین ہرگز ہرگز بنی جاذ کو نہیں دی تھی، کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم کتاب استثناء کے دوسرے باب کے انیسویں درس میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور جب تو بنی عمون کے آمنے سامنے آپہنچے تو انہیں دکھ نہ دے، نہ ان کا مقابلہ کر کیونکہ میں بنی عمون کی سرزمین میں تجھے میراث نہیں دینے کا، کہ اسے میں نے بنی لوط کے میراث میں دیا ہے"۔

بھلا جب خدا فرماتا ہو کہ "میں بنی عمون کی سرزمین میں تجھے میراث نہیں دینے کا" الخ تو پھر کس طرح متصور ہو کہ موسیٰؑ نے اس میں سے آدھی سرزمین کو بنی جاذ کے حصہ میں دیا ہو، بلکہ خدا کے حکم کا لحاظ کر کے اس سرزمین کے گرد بھی نہ گئے تھے، اسی باب کے درس سینتیسویں میں ہے (ہندیہ نسخہ مذکورہ):

"مگر بنی عمان کی سرزمین جس کے نزدیک ہم نہ گئے، اور وادی یبوق کے نواحی اور کوہستان کی بستیاں اور بعضے بعضے مقام جہاں یہواہ ہمارے خدا نے ہمیں جانے نہ دیا"۔

اور بنی عمان سے وہی بنی عمون مراد ہیں، اس لئے اور ترجموں میں یہ جملہ مگر بنی عمان الخ یوں ہے (ہندیہ ۱۸۴۲ء):

"مگر بنی عمون کی سرزمین جس کے نزدیک ہم نہ گئے"

(فارسیہ ۱۸۴۷ء):

"امابسرزمین بنی عمون" الخ

اور گنتی کی کتاب کے بتیسویں باب میں جو حضرت موسیٰ کے اس حصہ دینے کا حال مرقوم ہے، وہاں اس کا پتا نہیں۔

پس یہ یقیناً غلط ہے، اور بشب ہارسل کوئی تاویل اس کی نہیں دیکھتا، اور لاچار ہوکر یوں لکھتا ہے کہ:

"اس جگہ عبری متن محرف ہے"۔

دیکھو اس سے تحریف کے اقرار کے سوا کچھ نہ بن پڑا۔

گیارہویں مثال

یوشع کی کتاب کے اٹھارہویں باب کے چودہویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء):

"اور حد وہاں سے گذر کر اس پہاڑ پاس جو بیت حوروں کے جنوب کو ہے جا کے بحر کے ساحل تک پہنچے" الخ

اور یہ قول "بحر کے ساحل تک پہنچے" محض غلط ہے، اور اس حد میں سمندر کا ساحل نہ تھا، تفسیر ڈوالی اور رچرڈ منٹ میں ہے کہ:

"یقیناً بنی بنیامین کی سرحد میں سمندر کا ساحل یا اس کا قریب نہ تھا، اس لئے یہ خیال کیا جائے کہ جس عبری لفظ کا ترجمہ سمندر کیا ہے، اس کے معنی مغرب کے ہیں"۔

دیکھو ان مفسروں نے غلطی کو مان کر ایک واہی خیال نکالا، کیونکہ کسی مترجم نے جن کے ترجمے دیکھنے میں آئے ہیں اس طرح ترجمہ نہیں کیا۔

بارہویں مثال

کتاب یوشع کے انیسویں باب کے چونتیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۹ء):

"اور بنی یہودا کی سرحدیں اردن سے مشرق کے سمت جا ملیں"

اور یہ بھی غلط ہے، کیونکہ بنی یہودا کی زمین بہت دور جنوب کے جانب تھی اسی لئے یونانی ترجمہ والے اس عبارت کو صاف اڑا گئے۔

اور کلارک اپنی تفسیر میں لکھتا ہے کہ:

"یہ بات بہت ہی غالب معلوم ہوتی ہے کہ یہاں کے متن کے لفظوں میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے"۔

تیرہویں مثال

کتاب یوشع کے تیرہویں باب کے ساتویں اور آٹھویں درس کی بارے میں بشب ہارسل نے غلطی کا حکم کیا ہے۔

چودہویں مثال

کتاب القضاۃ کے سترہویں باب کا ساتواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۹ء):

"اور یہوداکے گھرانے کا یہودا کے بیت لحم میں ایک جوان تھا، جو لاوی

تھا جس نے وہاں سکونت اختیار کی تھی"

بشب ہارسل لکھتا ہے کہ:

"یہ لفظ "جولاوی تھا" غلط ہے، کیونکہ یہودا کے گھرانے کا لاوی کس طرح ہوسکتا ہے، اور ہیلوبی گینٹ نے اسکوالحاقی سمجھ کر متن سے نکال ڈالا ہے"۔

پندرہویں مثال

اخبارالایام کی دوسری کتاب کے تیرہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۳۔ اور ابیاہ نے چار لاکھ جنگی مردوں کے لشکر سے جو منتخب جواں مرد تھے، جنگ کے لئے صف باندھی، اور یربعام نے بھی اس کے مقابلے میں آٹھ لاکھ چنے ہوئے بہادر لوگوں سے جنگ کے لئے صف باندھی۔

۱۷۔ اور ابیاہ اور اس کے لوگوں نے بڑے قتال میں انہیں کاٹ ڈالا، سو اسرائیل میں پانچ لاکھ چنے ہوئے مرد مارے پڑے"۔

اور یہ اعداد بھی صحیح نہیں، اسی لئے ترجمہ لاطینی کے بہت سے نسخوں میں اصلاح دے کر لاکھ کی جگہ چالیس ہزار اور آٹھ لاکھ کی جگہ اسی ہزار اور پانچ لاکھ کی جگہ پچاس ہزار بنادیئے ہیں۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں لکھتا ہے کہ:

"اغلب یہ ہے کہ انہیں نسخوں کا (یعنی ترجمہ لاطینی کے نسخوں کا) عدد صحیح ہو"۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھتا ہے کہ

"معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹا عدد (یعنی جو لاطینی کے نسخوں میں پایا جاتا ہے) نہایت صحیح ہے، اور ان تاریخ کی کتابوں کے عدد میں ہم کو اکثر تحریف کے وقوع کی فریاد کا موقع ملا ہے"۔

دیکھو یہ مفسر لاطینی کے نسخوں کے عدد کو صحیح جانتے ہیں، اور دوسرا مفسر صاف اقرار کرتا ہے کہ ان تاریخ کے کتابوں کے عدد میں اکثر تحریف کی فریاد ہے۔

سولہویں مثال

اخبار الایام کی پہلی کتاب کے ساتویں باب کا چھٹا درس یوں ہے، (نسخہ ۱۸۴۵ء):

"پسران بنیامیں بلع وبکر و یدیع میل سہ نفر"

اور اسی کتاب کے آٹھویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۵ء):

"وبنیامین اول زادہ اش بلع و دویمی اشبیل وسیومی احرح وچہارمی توحاہ وپنجمی رافا را تولید نمود"

اور کتاب پیدائش کے چالیسویں باب کا اکیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۵ء):

"وپسران بنیامیں (۱) بلع (۲) وبکر (۳) واشبیل (۴) وگیرا (۵) ونعمان (۶) وایحی (۷) وروش (۸) ومپیم (۹) وحپیم (۱۰) وآرد"۔

دیکھو ان میں دو طرح کا اختلاف ہے، اول ناموں میں، دوم عدد میں، پہلی سے تین دوسرے سے پانچ تیسرے سے دس معلوم ہوتے ہیں، غضب خدا کہاں تین اور کہاں پانچ اور کہاں دس، یقیناً دو تو ان میں سے غلط ہیں، تیسرے کی صحت اور غلطی کو خدا جانے اور عزرا کے کلام میں بھی تناقض ہے۔

اور آدم کلارک اپنی تفسیر میں اخبار الایام کی عبارت کے ساتویں باب کے چھٹے درس کی تفسیر میں یوں لکھتا ہے۔

"اس جگہ بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھا گیا، ایسے اختلافوں میں تطبیق دینی بے فائدہ ہے، اور علماء یہود کے کہتے ہیں کہ عزراء کو

جس نے یہ کتاب لکھی معلوم نہ تھا کہ آیا بعضے ان کے بیٹے تھے یا پوتے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ فردیں جن سے اس نے نقل کیا اکثر ناقص تھیں، اور یہاں ہم کو چاہئے کہ ایسے معاملوں کو چھوڑ دیں''۔

دیکھو اس جگہ اہل کتاب کو، کیا یہودی اور کیا عیسائی، اس کے سوا کچھ نہ سوجھا کہ غلطی کا اقرار کرلیں اور عزرا نبی کی طرف بے تمیزی کی نسبت کریں، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد عتیق کے لکھنے والے گو نبی ہی ہوں کبھی کبھی بے تمیزی کے سبب غلطیاں کرتے تھے، اور لکھنے کے بعد بھی ان کی وہ غلطی نہیں نکلتی تھی۔

پس اب ان عہد عتیق کی کتابوں کی سب تحریر کو الہامی کہنا محض غلط ہے، اور تیسرے شبہ کے جواب میں پہلے اختلاف کے بیان کے اندر بھی اس کی تشریح گذر چکی ہے۔

سترہویں مثال

آدم کلارک اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں کتاب اول اخبار الایام کے آٹھویں باب کے اٹھیسویں درس کی تفسیر کے ذیل میں یوں لکھا ہے:

''اس درس سے اڑتیسویں درس کے آخر تک نویں باب کے پینتیسویں درس سے چوالیسویں درس تک نام کچھ اختلاف کے ساتھ پائے جاتے ہیں، اور علماء یہود کے کہتے ہیں کہ عزراء نے دو کتابیں پائی تھیں، جن میں یہ فقرے کچھ اختلاف کے ساتھ ناموں میں پائے جاتے تھے، اور جو عزرا کو یہ تمیز نہ ہوسکی کہ کون ان میں بہتر ہے، تو اس نے دونوں کو لکھ دیا''

دیکھو اس جگہ بھی اہل کتاب کے علماء نے عزرا نبی کی طرف بے تمیزی کی نسبت کی، پس اس جگہ بھی وہی بات کہہ سکتے ہیں جو سولہویں مثال کے اندر مذکور ہوئی، اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب عزرا نبی کا یہ حال ہو کہ ناقص فردوں سے نقل کریں، اور

کتاب صحیح اور غیر صحیح میں اس کو لکھتے وقت اور اس کے بعد تمیز نہ ہو، بلکہ بے تمیزی کے سبب دونوں سے نقل کردے، اور وہی باقی رکھے، تو اب اہل کتاب کا اس کی تصحیح پر ناز کرنا لغو ہے۔

اور مخالف کہہ سکتا ہے کہ چونکہ بخت نصر کے عہد سے آگے عہد عتیق کی کتابوں کا براہی حال ہو گیا تھا، اور اس کے عہد میں تو ابتری کمال کے درجے کو پہنچ گئی تھی، پس عزرا کو عہد عتیق کے خصوصاً توریت کے ایسے ہی نسخے خراب اور محرف ہاتھ لگے ہوں گے، جیسے وہ ناقص فردیں تھیں، اور عزرا نے اٹکل سے انہیں نسخوں سے نقل کیا ہوگا، اور صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکا ہوگا، جیسا ان ناقص فردوں اور ان دو کتابوں میں، اور انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں اس امر کو وضاحت سے بیان کریں گے۔

اٹھارویں مثال

سموئیل کی دوسری کتاب کے تیئسویں باب کا آٹھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء):

"اور داؤد کے بہادروں کے نام یہ ہیں، پہلا تحکمونی واشب بسپت جو سارتھیوں کا سردار تھا، اسی نے آٹھ سو پر بھالا چلایا اور انہیں ایک بار قتل کیا"۔

اور اخبار الایام کی پہلی کتاب کے گیارہویں باب کا گیارہواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور داؤد کے بہادروں کا شمار یہ ہے یسبعام بن حکمانی جو سارتھیوں کا سردار تھا، اس نے تین سو پر اپنا بھالا چلایا، اور انہیں یک بار قتل کیا"۔

دیکھو ایک کتاب میں سارتھیوں کے سردار کا نام "تحکمونی واشب بسپت" اور دوسری میں "یسبعام بن حکمانی" مرقوم ہے، اور ایک میں آٹھ سو اور دوسرے میں تین

سو لکھا ہے۔

پس ایک ان میں یقیناً غلط ہے، آدم کلارک اس غلطی کو سموئیل کی کتاب پر لگاتا ہے، اور اپنی تفسیر کے دوسرے جلد میں سموئیل کی عبارت کے تفسیر کے ذیل میں یوں لکھتا ہے:

"ڈاکٹر کنی کاٹ کہتا ہے کہ اس درس میں عبرانی متن کے اندر بڑی تین تحریفیں ہیں"۔

دیکھو اس بڑے محقق کو تین تحریفوں کے اقرار کے سوا کچھ نہ سوجھا۔

انیسویں مثال

اخبار الایام کی دوسری کتاب کے اٹھارہویں باب کے انیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"خداوند نے شاہ اسرائیل آخز کے سبب یہودا کو گھٹایا"

حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ آخز شاہِ یہودا تھا نہ شاہِ اسرائیل، اور پہلے سوال کے جواب کے آخر میں اثبات رسالت کے چوتھی وجہ کے اندر اس کا بیان گذرا۔

بیسویں مثال

اخبار الایام کی دوسری کتاب کے چھتیسویں باب کے دسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اور اس کے (یعنی یہویکین) کے بھائی صدقیاہ کو یہودا اور یروشلم پر مسلط کیا"

حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ صدقیاہ تو یہویکین کا چچا تھا، نہ بھائی، اسی لئے مترجم عربی ۱۸۳۱ء والے نے چچا لکھا، اور یوں ترجمہ کیا:

"وملك صدقياه عمه على يهودا"

یروشلم اور رومن کا تلک (کیتھولک) کے انگریزی ترجمے میں بھی چچا کرکے لکھا ہے۔

اور یہی سلاطین کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب کے سترہویں درس کے موافق ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''اور شاہ بابل نے اس کے چچا تیناہ کو اس کی جگہ تاج بخشا، اور اس کا نام بدل کے صدقیاہ رکھا''

وارڈ صاحب اپنی کتاب اغلاط نامہ میں لکھتا ہے کہ:

''جو (چونکہ) یہ غلط تھا، تو ترجمہ یونانی اور اور ترجموں میں اس کو بدل کر چچا لکھا گیا''۔

اکیسویں مثال

سموئیل کی دوسری کتاب کے دسویں باب کے سولہویں اور انیسویں درس میں تین جگہ اور کتاب اول اخبار الایام کے اٹھارہویں باب کے تیسرے اور پانچویں اور ساتویں اور آٹھویں اور نویں اور دسویں درس میں سات جگہ لفظ ''ہدرعزر'' کا غلطی (۱) سے واقع ہوا ہے، اور صحیح ''ہدوعزر'' ہے، جیسا سموئیل کی دوسری کتاب کے تیسرے اور پانچویں اور ساتویں اور آٹھویں اور نویں اور دسویں اور بارہویں درس میں واقع ہوا ہے۔

تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں ہے کہ عبری میں چونکہ دال اور رے کی شکل بہت ہی قریب ہے، تو کاتبوں سے غلطی ہو جانا بہت آسان ہے۔

---

(۱) اس جگہ ناموں کی بعضے بعضے ترجموں میں اصلاح دیدی ہے ۱۲ منہ

بائیسویں مثال

کتاب یوشع کے ساتویں باب کے اٹھارہویں درس میں ''عکن'' نون کے ساتھ واقع ہوا ہے، اور ''عکر'' رائے مہملہ کے ساتھ چاہیۓ، جیسا کہ پہلی کتاب اخبار الایام کے دوسرے باب کے ساتویں درس میں ہے۔

تیئیسویں مثال

کتاب اول اخبار الایام کے تیسرے باب کے پانچویں درس میں ''عمی ایل'' کے بیٹے ''بت سوع'' غلط ہے، اور ''الیعام'' کے بیٹے ''بت سبع'' چاہیۓ، جیسا سموئیل کی دوسری کتاب کے گیارہویں باب کے تیسرے درس میں ہے۔

چوبیسویں مثال

سلاطین کی دوسری کتاب کے چودہویں باب کے اکیسویں درس میں غلطی سے ''عزریاہ'' ہے، اور ''عزیاہ'' چاہیۓ، جیسا کہ اخبار الایام کی دوسری کتاب کے چھبیسویں باب کے پہلے درس میں واقع ہے۔

پچیسویں مثال

کتاب دوم اخبار الایام کے اکیسویں باب کے سترہویں درس میں ''یہواخذ'' غلط ہے، اور ''اخذیاہ'' چاہیۓ، جیسا کہ سلاطین کی دوسری کتاب کے آٹھویں باب کے چوبیسویں درس میں ہے۔

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں ان مقامات میں جو اٹھارہویں اور اکیسویں اور بائیسویں اور تیئیسویں اور چوبیسویں اور پچیسویں مثال میں منقول ہوئے ہیں، غلطی کا اقرار کر کے کہتا ہے کہ:

''اسی طرح اور جگہ بھی ناموں میں غلطی ہے، جس کو زائد منظور ہو، ڈاکٹر کنے کاٹ کی کتاب ۲۳ صفحہ سے ۲۶ صفحہ تک دیکھے، اور اس غلطی کے صحیح کرنے کے لئے ایک قاعدہ یوں لکھا ہے کہ:

ان غلط ناموں کی تصحیح کتب مقدسہ کے اور مواضع سے جن میں یہ نام واقع ہوئے ہیں، اور توریت سامری اور پرانے ترجموں اور یوسفیس کی تاریخ سے کی جاوے''۔

دیکھو اس مفسر نے چند مثالیں لکھ کر اقرار کیا کہ اور جگہ بھی ناموں میں غلطی ہے۔

پس اس لئے طوالت کا خوف کر کے غلط ناموں کی تشریح سے باز رہ کر ایک اور نمونہ پر ختم کر دیتے ہیں:

کہ اخبار الایام کی پہلی کتاب کے گیارہویں باب اور سموئیل کی دوسری کتاب کے تیئسویں باب کے ملانے سے بہت غلطیاں ناموں میں پائی جاتی ہیں، اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں کتاب اخبار الایام کے گیارہویں باب کی تفسیر میں یوں ہے کہ:

''یہ غلطیاں کاتبوں سے ہوئی ہیں، اور ان ناموں کی بابت کیا روویں، ان کتابوں میں تو ہر بات میں کیا نام اور کیا عدد اور کیا وہ غلطیاں ہوئی ہیں، کہ بائبل کے مفسروں کے ناک میں دم کر دیا ہے، اور وہ لاچار ہو کر غلطی کا اقرار کرتے ہیں، کہیں خود مصنف پر الزام لگاتے ہیں، اور کہیں کاتب پر''۔

اور آدم کلارک نے صاف کہدیا ہے کہ:

''عہد عتیق کی تاریخ کی کتابوں میں اور جگہ کی نسبت بہت سی تحریفیں ہوئی ہیں، اور ان کی تطبیق میں محنت کرنا عبث ہے، بہتر یہی ہے کہ ایک ہی دفعہ اس بات کو قبول کر لیں، جس کا انکار فتحیابی سے نہیں ہو سکتا''۔

اور یہ بھی کہدیا ہے کہ:

''ان تاریخ کی کتابوں میں عدد کے اندر ہم کو اکثر تحریف کے وقوع کی فریاد کا موقع ہوا ہے''۔

اور یہ بھی کہہ دیا کہ:

''بے تمیزی سے بیٹے کی جگہ پوتا اور بالعکس لکھا گیا، اور ایسے اختلافات میں تطبیق دینی بے فائدہ ہے''۔

اور علماء یہود سے نقل کرتا ہے کہ:

''وہ کہتے تھے کہ عزرا کو ناقص فردیں اور ناقص کتابیں ملی تھیں، اس نے ان سے غلطی کھا کر غلطی کی''۔

چھبیسویں مثال

کتاب دوم سموئیل کے پانچویں اور چھٹے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے صندوق کو داؤد علیہ السلام فلسطینیوں کی لڑائی کے بعد لائے تھے، اور کتاب اول اخبار الایام کے تیرہویں اور چودہویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑائی سے پہلے، پس ان دونوں میں سے ایک غلط ہے۔

ستائیسویں مثال

اخبار الایام کی دوسری کتاب کے چھتیسویں باب میں ہے، (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''یہویقیم پچیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا، اور گیارہ برس یروشلم میں مسلط رہا الخ۔

۶۔ اس پر شاہِ بابل بنوخوذ نصر چڑھ آیا، اور اُسے بیڑیوں سے باندھ کر بابل میں لے گیا''۔

اور یہ بھی غلط ہے، اور مؤرخوں کے نزدیک یہویقیم کو قید کر کے بابل میں لے

جانا ثابت نہیں۔

یوسفیس مؤرخ اپنی تاریخ کی دسویں کتاب کے چھٹے باب میں لکھتا ہے کہ:

"یہویقیم کی سلطنت کے چوتھے برس بخت نصر بابل کا بادشاہ ہوا"۔

پھر لکھتا ہے کہ:

"یہویقیم کی سلطنت کے آٹھویں برس بخت نصر بڑے لشکر جرار سے یہود پر چڑھ آیا، اور یہویقیم کو دھمکایا، یہویقیم نے خراج اپنے ذمہ مقرر کرلیا، مگر تیسرے ہی سال میں مصریوں کی امید پر خراج کے دینے سے انکار کیا، مگر اس کی وہ امید نہ برآئی، اور بابل کا بادشاہ لشکر جرار سے چڑھ آیا، اور شہر کو بدون لڑائی کے لے لیا، اور شہر کے اندر داخل ہوکے نوعمر جوانوں کو مارا، اور یہویقیم کو قتل کرکے اس کی لاش کو شہر پناہ کی دیوار کے باہر پھینکوادیا، اور دفن کرنے نہ دیا، اور یہویکین اس کے بیٹے کو بادشاہ کیا، اور تین ہزار آدمیوں کو پکڑ کے لے گیا، اور انہیں اسیروں میں حزقیئل پیغمبر بھی تھے"۔

یہاں تک یوسفیس کا کلام بطور خلاصہ کے تھا۔

پس اس میں مصرح ہے کہ یہویقیم یروشلم کے اندر مارا گیا ہے۔

اٹھائیسویں مثال

کتاب استثناء کے تیئسویں باب کا دوسرا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء اور ۱۸۲۹ء):

"حرامی بچہ اور اس کے دسویں پشت تک یہواہ کی جماعت میں کوئی داخل نہ ہوئے"۔

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

"حرامزادہ داخل جماعت خداوند نشود، ہم تا پشت دہم داخل جمعیت

خداوند نشود"

اور یہ فقرہ "اور اس کے دسویں پشت تک" غلط ہے ورنہ عیاذاً باللہ لازم آئے کہ حضرت داؤد اور ان کے باپ دادے فارض تک یہواہ کی جماعت میں داخل نہ ہوں، کیونکہ داؤدؑ فارض بن یہودا کی دسویں پشت ہیں، جیسا جناب مسیحؑ کے نسب نامہ سے جو متی کی انجیل کے پہلے باب میں لکھا ہوا ہے، ظاہر ہوتا ہے، اور فارض یقیناً تامار کے پیٹ سے زنا سے پیدا ہوا تھا، جیسا کہ کتاب پیدائش کے اڑتیسویں باب میں مصرح ہے۔

اور بشب ہارسل اس باب کے تیسرے درس کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

"معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا (یعنی لفظ دسویں پشت تک کا) اسی درس سے دوسرے درس میں الحاق ہو گیا ہے"

دیکھو اس محقق نے اپنا پیچھا چھڑانے کو اس لفظ کو غلط اور الحاق بتلایا۔

انتیسویں مثال

کتاب پیدائش کے چھیالیسویں باب کا پندرواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء اور ۱۸۲۹ء):

"یہ بنی لیاہ ہیں، جو فدان ارم میں یعقوب سے دنیا سمیت جو اس کی بیٹی تھی پیدا ہوئی، سو اس کے سارے بیٹے بیٹیاں تینتیس ہیں"۔

اور لفظ "تینتیس" کا غلط ہے، "چونتیس" چاہئے، کیونکہ اس قول کے موافق "ان کے سارے بیٹے بیٹیاں" الخ، دنیا کو بھی بیٹوں میں شمار کرنا چاہئے، جیسے اشیر کی بیٹی سارح کو سترہویں درس میں زلفا کی اولاد میں شمار کر کے اٹھارہویں درس میں اس سمیت اس کی اولاد کو سولہ گنا ہے، بشب ہارسل لکھتا ہے:

"ناموں کو اگر شمار کرو تو "دنیا" کو لے کے چونتیس ہوتے ہیں، اور دنیا

کو شامل کرنا چاہئے، جیسا زلفا کی اولاد کے شمار سے معلوم ہوتا ہے، جس میں سارح اشیر کی بیٹی سولہ میں سے ایک ہے"۔

دیکھو اس محقق نے بھی اقرار کیا کہ تینتیس کا لفظ غلط ہے۔

تیسویں مثال

اسی کتاب کے اسی باب کے چوتھے درس میں خدا تعالیٰ کا وعدہ یعقوب کے ساتھ یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"میں تیرے ساتھ مصر کو جاؤں گا، میں تجھے مقرر پھر لے آؤں گا" الخ

حالانکہ یہ وعدہ غلط نکلا، اس لئے کہ یعقوب مصر سے زندہ نہیں پھرے، بلکہ مصر ہی میں مرے ہیں، جیسا اسی کتاب کے انچاسویں باب میں مرقوم ہے۔

اکتیسویں مثال

کتاب شمار کے اکتیسویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ کے عہد میں سب مدیانی نیست و نابود ہو چکے تھے، اور کتاب القضاۃ کے چھٹے باب کے پہلے اور دوسرے درس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حادثہ سے تقریباً دو سو برس کے بعد مدیانی ایسی قوت والے تھے کہ انہوں نے سات برس تک سب بنی اسرائیل کو مغلوب اور لاچار کر دیا تھا، بھلا جب موسیٰ کے عہد میں وہ سب کے سب نیست و نابود ہو چکے تھے، تو اتنے عرصے کے بعد اتنی قوت والے کہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔

بتیسویں مثال

کتاب خروج کے نویں باب کے چھٹے درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء)

"اور مصریوں کے سب مواشی مر گئے"۔

حالانکہ اسی باب کا بیسواں درس یوں ہے:

"فرعون کے نوکروں میں ہر ایک نے جو یہواہ کے کلام سے ڈرتا تھا، اپنے نوکروں اور اپنے مواشی کو گھروں میں بھگایا"۔

بھلا جب مصریوں کے سب مواشی مر گئے تھے، تو فرعون کے نوکروں کے مواشی کہاں سے آئے؟

تینتیسویں مثال

کتاب پیدائش کے سترہویں باب کے آٹھویں درس میں خدا تعالیٰ کا وعدہ ابراہیم سے یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور میں تجھے اور تیرے بعد تیرے اولاد کو یہ زمین جس میں تو پردیسی ہے، یعنی کنعان کی ساری زمین دوں گا کہ وہ ابد تک تیرے مملوک ہوئے"۔

اور یہ وعدہ بھی غلط نکلا، کیونکہ کنعان کی ساری زمین نہ ابراہیم کو ملی، اور نہ ان کی اولاد کی ابد تک مملوک رہی، بلکہ جیسا انقلاب اس ملک میں رہا، ویسا کبھی کسی ملک میں نہیں رہا، اور اب تو ہزاروں برس گذر گئے کہ اسرائیل کی حکومت کا وہاں سے نام ونشان مٹ گیا۔

چونتیسویں مثال

کتاب پیدائش کے آٹھویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۴۔ اور ساتویں مہینے کے سترویں دن کشتی قروا کے پہاڑوں پر ٹھہری۔

۵۔ اور پانی دسویں مہینے تک گھٹتی چلی جاتی تھی، اور دسویں مہینے کے پہلے دن پہاڑوں کی چوٹیاں دکھائی دیں"۔

پچھلا درس اگلے کی تکذیب کرتا ہے، بھلا جب دسویں مہینے میں پہاڑوں کی

چوٹیاں دکھائی دی تھیں تو ساتویں مہینے میں کشتی قردا کے پہاڑوں پر کس طرح ٹھہری ہوگی؟

پینتیسویں مثال

کتاب پیدائش کے چھٹے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۹۔ اور سب حیوانوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو جو ایک نر اور ایک مادہ ہو کشتی میں اپنے ساتھ لانا، تاکہ وہ تیرے ساتھ بچ رہیں۔

۲۰۔ اور پرندوں میں سے ہر ایک جنس کے اور چار پایوں میں سے ہر ایک جنس کے اور زمین کے سارے رینگنے والوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو تیرے پاس آویں تاکہ جیتے بچیں"۔

پھر اسی کتاب کے ساتویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۲۔ تو سارے بہیموں (جانوروں) میں سے جو پاک ہیں سات سات نر اور ان کی مادینے اور ان بہیموں میں سے جو پاک نہیں، دو دو نر اور ان کے مادینے اپنے ساتھ لے۔

۳۔ اور آسمانی پرندوں میں سے سات سات نر اور مادہ تاکہ تمام روئے زمین پر ان کی نسل باقی رہے۔

۸۔ اور ان بہیموں سے جو پاک ہیں، اور ان میں سے جو ناپاک ہیں، اور پرندوں میں سے اور زمین کے سب کیڑے مکوڑے میں سے۔

۹۔ دو دو نر مادہ نوح کے ساتھ کشتی میں جیسا خدا نے نوح کو فرمایا تھا داخل ہوئے"

چھٹے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ سب چوپایوں اور پرندوں سے کیا پاک ہوں، کیا ناپاک ایک ایک جوڑی لینے کا حکم ہوا تھا اور یہی ساتویں باب کے آٹھویں اور نویں درس

سے معلوم ہوتا ہے، اور ساتویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب پرندوں سے پاک ہوں یا ناپاک اور پاک بہیموں سے سات سات جوڑے اور ناپاک بہیموں سے دو دو جوڑے لینے کا حکم تھا۔

چھتیسویں مثال

کتاب پیدائش کے دوسرے باب کے سترویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول آدمؑ کے خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"پر نیک و بد کی شناخت کے درخت سے مت کھانا، کیونکہ جس دن تو اسے کھائے گا، تو مر جائے گا"۔

اور یہ وعدہ غلط نکلا، اس لئے کہ آدم نے اس درخت سے کھایا، اور اس دن نہ مرے بلکہ نو سو تیس برس تک اس کے بعد جیتے رہے۔

سینتیسویں مثال

کتاب اشعیا کے ساتویں باب کے آٹھویں درس میں ایک پیشینگوئی مذکور ہے، اور وہ غلط ہے، اور اس کی غلطی کا بیان پہلے سوال کے جواب کے آخر میں اثبات رسالت کی چوتھی وجہ کے اندر گذرا۔

اڑتیسویں مثال

یرمیا کی کتاب کے پچیسویں باب کا پہلا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"وہ کلام جو یہواہ کے سارے لوگوں کی بابت یرمیاہ پاس آیا، یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم بن یوسیا کے چوتھے برس میں، جو بابل کے بادشاہ بنوخوذ ندر کا پہلا برس تھا"

اور اسی کتاب کے انتیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"اور یہ اس خط کی باتیں ہیں، جسے یرمیاہ نبی نے یروشلم سے بزرگوں کے بچے ہوؤں (جو اسیری میں گئے تھے) کو اور کاہنوں کو اور نبیوں کو اور ان سارے لوگوں کو جن میں بنوخوذ نذر یروشلم سے بابل میں اسیر لے گیا تھا (ارسال کیا)۔

۲۔ اس کے بعد کہ یکناہ بادشاہ اور ملکہ اور خوجے اور یہوداہ اور یروشلم کے سردار اور بڑھئی اور لوہار یروشلم سے روانہ ہوئے۔

۱۰۔ خداوند یوں کہتا ہے کہ بابل میں ستر برس پورے ہونے کے بعد میں تم سے مطالبہ کروں گا، اور تم کو اس مقام میں پھر لانے سے میں اپنی اچھی بات کو قائم کروں گا"۔

اور یہ جملہ کہ "بابل میں ستر برس" الخ اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"بعد انقضائی ہفتاد سال در بابل من برشمار جوع خواہم کرد"

فارسیہ (۱۸۴۵ء):

بعد از تمام شدن ہفتاد سال در بابل شمارا باز دید خواہم نمود"۔

اور اسی کتاب کے باونویں باب میں ہے، (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۲۸۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں بنوخوذ نذر اسیر لے گیا، ساتویں برس میں تین ہزار تئیس یہودی۔

۲۹۔ بنوخوذ نذر کے اٹھارویں برس میں آٹھ سو تئیس آدمی وہ اسیر لے گیا۔

۳۰۔ بنوخوذ نذر کے تیئسویں برس میں جلوداروں کا سردار بنوسرادان سات سو پینتالیس آدمی یہودیوں میں سے اسیر لے گیا، سب آدمی چار ہزار چھ سو تھے"

ان عبارتوں سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

پہلی بات

ایک یہ کہ یہویقیم کی سلطنت کے چوتھے سال میں بخت نصر بابل کا بادشاہ سلطنت کے تخت پر بیٹھا تھا، اور یہی بات یوسفیس مؤرخ کی تحریر سے ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اس نے اپنی تاریخ کی دسویں کتاب کے چھٹے باب میں لکھا ہے کہ:

''یہویقیم کی سلطنت کے چوتھے برس بخت نصر بابل کا بادشاہ ہوا''۔

پس اب اگر کوئی یرمیاہ کی پیشین گوئی کے صحیح کرنے کو اس کے خلاف کہے گا، اس کا قول غلط ہوگا، اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو بھی اس کے موافق یرمیاہؑ کی پیشین گوئی کی توجیہ نہ ہو سکے گی، کیونکہ ان کے کلام میں تو خود مصرح ہے کہ یہویقیم کی سلطنت کا چوتھا برس بخت نصر کی سلطنت کا اول برس تھا۔

دوسری بات

دوسری بات یہ ہے کہ جب یکھنیاہ بادشاہ اور یہودی قید ہو کر بابل کو روانہ ہو چکے تھے، اس کے بعد یرمیاؑ نے سب قیدیوں کو لکھ بھیجا تھا کہ تم بابل کے اندر پورے ستر برس قید رہو گے، اور ستر برس کے بعد وہاں سے تمہاری رہائی ہوگی۔

پس اس کے موافق چاہئے کہ بابل کے پہنچنے کے بعد سب قیدی ستر برس تک وہاں رہیں، اور ستر برس کے بعد ان کی رہائی ہو۔

تیسری بات

تیسری بات یہ ہے کہ اسیری تین دفعہ ہوئی، پہلی اسیری بخت نصر کے ساتویں سال جلوس میں، اور دوسری اسیری اس کے اٹھارہویں سال جلوس میں، اور تیسری

اسیری اس کے تیئسویں سال جلوس میں، اور تینوں اسیریوں میں چار ہزار چھ سو آدمی اسیر ہوئے، اب یہاں تین خدشے ہیں۔

پہلا خدشہ

پہلا خدشہ یہ ہے کہ باب ۲۹ کی عبارت کے موافق چاہئے کہ سب قیدی بابل میں پورے ستر برس تک قیدر ہے ہوں، حالانکہ یہ غلط ہے، کیونکہ مؤرخین کی تصریح کے موافق پہلی اسیری پانچ سو ننانوے برس اور دوسری اسیری پانچ سو نوے برس، اور تیسری اسیری پانچ سو تراسی برس قبل ولادت مسیح کے ہوئی ہے، اور ان کی رہائی کورش بادشاہ ایران کے حکم سے جس کو بعضے مترجم خسرو لکھتے ہیں، پانچ سو چھتیس برس پہلے ولادت مسیح سے ہوئی ہے۔

پس اس کے موافق پہلی اسیری کے قیدی کل ترسٹھ برس، اور دوسری اسیری کے قیدی کل چون برس، اور تیسری اسیری کے قیدی کل سینتالیس برس بابل کے اندر رہے ہیں۔

پھر اب یہ قول ”خداوند کہتا ہے کہ بابل میں ستر برس پورے ہونے کے بعد الخ“ کس طرح صحیح ہوگا؟

دوسرا خدشہ

دوسرا خدشہ یہ ہے کہ باب ۵۲ کے موافق تینوں اسیریوں میں کل چار ہزار چھ سو آدمی اسیر ہوئے، حالانکہ سلاطین کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب کے چودہویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی اسیری میں دس ہزار امیر اور بہادر جنگی یروشلم سے بابل کو اسیر گئے تھے، اور پیشے والے ان کے علاوہ تھے، پس ہزارہا کا فرق ہے، اور وہ درس یوں ہے، (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اور ساری یروشلم کو یعنی امیروں اور جنگی بہادروں کو جو دس ہزار آدمی تھے، اور سارے پیشے والوں اور کاریگروں کو اسیر کر کے لے گیا" الخ۔

تیسرا خدشہ

تیسرا خدشہ یہ ہے کہ باب ۵۲ کے موافق بنوسرادان بخت نصر کے تیئسویں سال جلوسی میں اسیر کر کے لے گیا ہے، اور سلاطین کی دوسری کتاب کے پچیسویں باب کے آٹھویں درس کے موافق بخت نصر کے انیسویں سال جلوسی کے پانچویں مہینے کے ساتویں دن۔

انتالیسویں مثال

کتاب خرقیئل کے چھبیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"اور گیارہویں برس کے پہلے دن یوں ہوا کہ خداوند کا کلام مجھے آیا، اور بولا:

۷۔ خداوند خدا یوں فرماتا ہے: دیکھ میں شاہِ بابل شاہ سے شہنشاہ بنوخوذ ندر کو گھوڑوں اور رتھوں اور سواروں اور ہجوم اور بہت عوام سمیت لاتا ہوں۔

۸۔ وہ خشکی پر تیرے دیہات کو تلوار سے قتل کرے گا، اور تجھ پر برج بناوے گا، اور تجھ پر پشتہ باندھے گا، اور تجھ پر سپر اٹھاوے گا۔

۹۔ وہ اپنی منجنیق تیرے شہر پناہ پر لگاوے گا، اور اپنے حربوں سے تیرے برجوں کو ڈھاوے گا۔

۱۰۔ اور اس کے گھوڑوں کی کثرت کی دھول تجھے ڈھاپے گی، اس کے سواروں اور پہیوں اور رتھوں کے ہنگامہ سے تیری دیواریں کانپ جاویں گے، جب وہ تیرے پھاٹکوں میں دخل کرے گا، جس طرح شہر شکستہ میں دخل کرتے ہیں۔

۱۱۔ وہ اپنے گھوڑوں کے ٹاپوں سے تیری ساری سڑکوں کو لتاڑے گا، اور وہ تلوار سے تیرے لوگوں کو قتل کر دے گا، اور تیری پناہ کے ستون زمین پر گر جاویں گے۔

۱۲۔ اور وہ تیرا مال لوٹ لیں گے، اور تیری سوداگری کو غارت کریں گے، اور وہ تیری دیواریں توڑ ڈالیں گے، اور تیرے خوشنما مکانوں کو ڈھاویں گے، اور تیرے پتھر اور لکڑی اور تیری مٹی سمندر کے درمیان ڈال دیں گے۔

۱۳۔ اور میں تیری گانے کی آواز بند کروں گا، اور تیرے بین کا بول پھر سنا نہ جائے گا۔

۱۴۔ اور میں تجھے ننگی چٹان کروں گا، تو جال پھیلانے کی جگہ ہو گی، تو پھر بنی نہ جائے گی کیونکہ میں خداوند خدا بولا ہوں خداوند فرماتا ہے''۔

دیکھو خرقیئل نے اس وحی کے موافق جو گیارہویں برس کے پہلے دن ان کو ہوئی تھی، بڑی تاکید سے خدا کی طرف سے کہا تھا کہ بخت نصر صور پر چڑھ آوے گا، اور وہ اس کے برجوں کو ڈھاوے گا، اور اس کے پھاٹکوں میں دخل کر لے گا، اور شہر کے لوگوں کو تلوار سے قتل کرے گا، اور وہاں کا مال لوٹ لے گا، اور سوداگری کو غارت کرے گا، اور شہر کی دیواریں اور مکانات ڈھا کر ویران کر دے گا، اور وہ شہر پھر ابد تک ویران رہے گا۔

حالانکہ یہ پیشین گوئی غلط نکلی، اس لئے کہ بخت نصر نے تیرہ برس تک صور کا محاصرہ کیا، اور اس عرصہ میں بڑی ہی کوشش کی، اور لشکر سے سخت خدمت لی کہ ہر سپاہی کا سر گنجا ہو گیا، اور مونڈھا چھل گیا، مگر پھر بھی فتح نہ پائی، اور وہاں کی لوٹ کچھ بھی اس کے ہاتھ نہ آئی، اور جب یہ پیشین گوئی غلط نکلی تو عیاذاً باللہ خود ہی حضرت خرقیئل کو سولہ برس کے بعد اس جھوٹ کی بابت غدر کرنا پڑا۔

اور اپنی کتاب کے انیسویں باب میں یوں لکھا (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۱۷۔ ستائیسویں برس کے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ خداوند کا کلام مجھے آیا، اور بولا۔

۔کہ اے آدم زاد شاہ بابل بنوخوذ ندر نے اپنے لشکر کو صور کی مخالفت میں سخت خدمت کروائی ہے، ہر سر گنجا ہوا، اور ہر شانہ چھل گیا، پر نہ اس نے اور نہ اس کے لشکر نے صور کے لئے اس خدمت کے لئے جو اس نے ان کی مخالفت میں کی تھی کچھ اجر پایا۔

۱۹۔ اس لئے خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں مصر کی زمین کو شاہ بابل بنوخوذ ندر کے ہاتھ میں کر دوں گا، وہ اس کے گروہ کو پکڑ لے گا، اور اس کے لوٹ کو لوٹ لے گا، اور اس کی غنیمت کو غنیمت جانے گا، اور وہ اس کے لشکر کی اجرت ہوگی۔

۲۰۔ میں نے اسے مصر کی زمین دے ڈالی، اس خدمت کے لئے جسے اس نے اس کی مخالفت میں خدمت کیا، کیونکہ انہوں نے میرے لئے خدمت کی تھی، خداوندِ خدا کہتا ہے"

پس اس میں صاف صریح مصرح ہے کہ بخت نصر اور اس کے لشکر کو باوجود اس قدر محنت کے جس کو خدا تعالی اپنی خدمت کہتا ہے کچھ بھی نہ ملا تھا، جس پر عیاذاً باللہ خدا نے لاچار ہو کر اس کے آنسو پونچھنے کو مصر کی زمین اس خدمت کی اجرت میں دے ڈالی، تاکہ وہاں کی زمین اور لوٹ صور کی زمین اور لوٹ کا بدلہ بن جاوے (۱)۔

(۱) اور ہم کو اب بھی پوری طرح سے معلوم نہیں کہ مصر پر بھی اس کو وہ اجرت ملی تھی، یا صور کی طرح فقط زبانی انعام سے اس کو خوش کیا تھا۔۱۲ منہ

چالیسویں مثال

دانیال کی کتاب کے آٹھویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''۱۳۔ اور میں نے ایک قدسی کو بولتے سنا، اور دوسرے قدسی نے اس بولنے والے قدسی سے پوچھا کہ دائمی قربانی اور خرابی کی اس خطا کاری کی روایت کہ مقدس اور لشکر دونوں لتاڑے جائیں، کب تک ہوگی؟

۱۴۔ اس نے مجھے کہا کہ دو ہزار تین سو شبانہ روز تک ہے کہ مقدس پاک کیا جائے گا''۔

اور درس چودھواں اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

''ومرا گفت بدو ہزار وسی صد روز بعدہ مقدس پاک خواہد شد''۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

''و بمن گفت کہ تا بدو ہزار وسی صد شبانہ روز انگاہ مقام مقدس مصفی خواہد گردید''

اہل کتاب کے علماء نے، کیا یہودی اور کیا عیسائی، سلف سے خلف تک اس پیشین گوئی میں چکر کھایا ہے، بائبل کے جمہور مفسرین کیا یہودی اور کیا عیسائی انٹیوکس شہنشاہ روم کو جس نے ولادت مسیح سے ایک سو اکسٹھ برس پہلے یروشلم کو فتح کیا تھا، اس پیشین گوئی کا مصداق ٹھہراتے تھے، اور دنوں سے بھی متعارف دن مراد رکھتے تھے، اور اسی کو یوسفیس مؤرخ نے اختیار کیا ہے، مگر اس میں یہ بڑا فساد اور بڑی غلطی تھی کہ اس حساب سے چھ برس اور چار مہینے اور بیس دن ہوتے ہیں، اور انٹیوکس کا وہ حادثہ جس میں مقدس اور لشکر لتاڑ میں رہیں، کل ساڑھے تین برس تھا، جیسا یوسفس کی تاریخ کی پانچویں کتاب کے نویں باب میں مصرح ہے، اسی لئے حکیم مشہور اسحاق نیوٹن نے صاف انکار کر کے کہا کہ اس کا مصداق انٹیوکس نہیں، اور طامس نیوٹن اپنی کتاب کی جلد

اول میں جس میں اس نے پیشین گوئیوں کی شرح کی ہے، اور وہ کتاب دارالسلطنت لندن کے اندر سن ۱۸۰۱ء میں چھپی ہے، اولاً جمہور مفسرین بائبل اور یوسفیس کے قول کو نقل کرتا ہے، اس کے بعد اسحاق نیوٹن کے موافق انکار کرتا ہے، اور یوں کہتا ہے کہ:

''تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق انٹیوکس نہیں''۔

پھر خود اس خبر کو روم کے بادشاہوں اور پوپوں پر جماتا ہے، اور سنل چانسی اپنی کتاب میں جس میں اس نے پیشین گوئیوں کی شرح کی ہے (اور اس کتاب کے آخر میں مدعی ہے کہ میں نے اس شرح کے مضمون کو پچاسی شرحوں سے لیا ہے، اور وہ کتاب ۱۸۳۸ء میں چھپی ہے) اس پیشین گوئی میں یوں لکھتا ہے کہ:

''ہمیشہ سے یہ امر بڑا مشکل ہے کہ اس مدت کا مبدء (آغاز) کس زمانہ کو ٹھہراویں، اور اکثر کے مختار کے موافق ان چار زمانوں میں سے جن میں چار فرمان ایران کے بادشاہوں کے جاری ہوئے ہیں ایک زمانہ ہے۔

یعنی پہلا زمانہ ۵۳۶ برس پہلے مسیح کی ولادت سے جس میں کورش کا فرمان جاری ہوا۔

اور دوسرا زمانہ ۵۱۸ برس پہلے مسیح کی ولادت سے، جس میں دارا کا فرمان جاری ہوا۔

اور تیسرا زمانہ ۴۵۷ برس پہلے مسیح کی ولادت سے، جس میں اردشیر کا فرمان عزرا کو ملا تھا، اور وہ ساتواں سال اردشیر کے جلوس کا تھا۔

اور چوتھا زمانہ ۴۴۴ء برس پہلے ولادت مسیح سے جو اردشیر کے جلوس کا بیسواں سال تھا، اور اس میں تخمیناً فرمان ملا تھا، اور دِنوں سے مراد برس ہیں، اور ان مبداؤں کے اعتبار سے اس پیشین گوئی کا منتہیٰ ذیل کی تفصیل کے موافق ٹھہرتا ہے۔

اوّل کے اعتبار سے ۱۷۶۴ء، دوسرے کے اعتبار سے ۱۷۸۲ء، تیسرے

کے اعتبار سے ۱۸۴۳ء، چوتھے کے اعتبار سے ۱۸۵۶ء۔

اور پہلی اور دوسری مدت تو ان میں سے گذر گئی، پس تیسری اور چوتھی اعتماد کے قابل رہی ہیں، اور تیسری قوی ہے، اور میرے نزدیک یقیناً یہی ہے، اور بعضوں نے اس کا مبدء اسکندر رومی کے خروج کو ایشیا کے ملک پر ٹھہرایا ہے، اور اس کے موافق اس کا منتہی ۱۹۶۶ء نکلتا ہے"۔

یہاں تک سنل چانسی کا کلام تھا، جو خلاصہ کے طور منقول ہوا۔

کہتا ہوں میں کہ اس شارح کی توجیہ میں بھی کئی خدشے ہیں۔

شارح سنل چانسی کی توجیہ میں متعدد خدشے

پہلا خدشہ

اول یہ کہ یہ کہتا ہے کہ ہمیشہ سے یہ امر بڑا مشکل ہے کہ اس مدت کا مبدء کس زمانہ کو ٹھہرادیں حالانکہ غلطی کے سوا کچھ بھی مشکل نہیں۔

دوسرا خدشہ

دوسرا یہ کہ دانیال کی عبارت میں دو ہزار تین سو دن سے دو ہزار تین سو برس مراد لینا صرف زبردستی ہے، کیونکہ حقیقی معنی دن۔ کے وہی ہیں جو مشہور ہیں، اور مدت کی تعداد کے بیان میں عہد عتیق اور جدید کی کتابوں میں جہاں دن مذکور ہوا ہے اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے، چنانچہ عنقریب بیالیسویں مثال کے آخر میں تشریح اس کی آتی ہے، اور تعداد مدت کے بیان کے سوا اگر کہیں بمعنی سال کے آیا ہوگا، تو یقیناً مجاز ہوگا، اور بغیر قرینہ کے معنی مجازی پر محمول کرنا درست نہیں۔

پس اس جگہ باوجودیکہ مدت کی تعداد کا بیان ہے، اور کوئی قرینہ بھی نہیں، کس

طرح اس معنی مجازی پر محمول کریں؟ اسی لئے جمہور مفسرین بائبل نے دنوں کو اپنے معنی حقیقی پر محمول کیا ہے، اور لاچار ہو کر وہ خراب توجیہ کی جسے اسحٰق نیوٹن اور اکثر متاخرین نے رد کیا، اور واقع میں بھی خراب تھی۔

تیسرا خدشہ

تیسرا یہ کہ اگر ان دو خدشوں سے بھی قطع نظر کریں تو بھی اس کی تصریح کے موافق اکثر کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ مبدء اس پیشین گوئی کا ان چار زمانوں میں سے جن میں ایران کے بادشاہوں کے چار فرمان جاری ہوئے ایک زمانہ ہے، اور بحمد اللہ کہ ان لوگوں کا قول تو جو پہلی اور دوسری مدت کو مبدء قرار دیتے تھے شارح کے ہی زمانے میں غلط نکل گیا تھا، اور عرصہ تیرہ (۱) برس کا ہوا، جو ان لوگوں کا قول بھی جو تیسری مدت کو مبدء قرار دیتے تھے (اور یہی شارح کا مختار تھا، اور اسی کو قوی سمجھ کر اس پر یقین کرتا تھا) صریح کاذب نکل گیا، اور ان لوگوں کے قول کا بھی جو چوتھی مدت کو مبدء قرار دیتے تھے، اب کذب (۲) ظاہر ہو گیا۔

پس جیسے جمہور مفسرین بائبل کی توجیہ نادرست تھی بحمد اللہ اس سے بدتر اکثر متاخرین کی توجیہ نادرست بلکہ صریح غلط نکلی، البتہ پانچویں قول کے کذب کے ظاہر ہونے میں ایک مدت درکار ہے (۳) مگر وہ تو ایک قول مرجوح تھا اس کو کون پوچھتا ہے۔

اور ایک پادری صاحب ۱۲۴۸ ہجری مطابق ۱۸۳۳ء میں مدعی تھے کہ اس

(۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کا یہ حصہ ۱۸۵۶ء میں تحریر فرمایا۔ عتیق احمد

(۲) اور اس سال ۱۸ء تک جس میں یہ کتاب چھپی ہے، اس کو عرصہ گذر گیا ہے۔ ۱۲ منہ

(۳) اس کتاب کی دوسری اشاعت کے وقت پانچویں قول کا سن (۱۹۶۶ء) گذرے ہوئے اڑتالیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا، لہذا اس قول کا غلط ہونا بھی بالکل ظاہر ہو گیا۔ عتیق احمد

پیشین گوئی کے مصداق مسیح ہیں، اور اس پیشن گوئی کے مطابق ۱۸۴۷ء میں نزول جناب مسیح کا ہو جائے گا، کیونکہ اس عبارت میں دنوں سے مراد برس ہیں، پس چاہئے کہ دانیال کے عہد کے بعد دو ہزار تین سو برس بعد وہ نزول ہو جاوے اور چونکہ دانیالؑ حضرت عیسیٰؑ سے چار سو ترپن برس پہلے تھے، اور اس مدت کی الگ کرنے کے بعد دو ہزار تین سو سے اٹھارہ سو سینتالیس برس باقی رہتے ہیں (۱) اور اس امر کو اپنے الہام سے مؤکد کرتا تھا، اور مدعی تھا کہ مجھ کو الہام سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوا ہے، اور الحمدللہ کہ مثل توجیہات سابقہ کی یہ توجیہ بھی باطل ٹھہر گئی، اور اس کا قول صریح کاذب نکل گیا۔

اور اس غریب کے الہام کا کیا شکوہ کریں، پہلے طبقے کے عیسائی الہام والے اعتقاد رکھتے تھے کہ ہمارے ہی طبقے کے لوگوں کی زندگی میں مسیحؑ کا نزول ہو جائے گا۔

اور تفسیر ڈوالی اور رچرڈ مینٹ میں ہے کہ:

"مبدء اور منتہی اس پیشن گوئی کا جب تک کہ پوری نہ ہوئے مقرر کرنا مشکل ہے، اور جب پوری ہو جائے گی، تو واقعہ خود ان کو ظاہر کر دے گا"۔

کہتا ہوں میں کہ یہ عجب واہی توجیہ ہے، اس کے موافق تو ہم بھی اس قسم کی

---

(۱) اور اس توجیہ میں غلط نکل جانے کے سوا چار خدشے اور بھی ہیں:

پہلا خدشہ یہ ہے کہ دنوں سے برس مراد لینا تحکم ہے اور بس، جیسا کہ گذرا۔

دوسرا خدشہ یہ ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ کا نام بھی نہیں، چہ جائے ان کے نزول کے۔

تیسرا خدشہ یہ ہے کہ دانیال اور عیسیٰ کی ولادت کے عہد کے فاصلہ کا اعتبار کرنا لغو ہے، بلکہ اس فاصلہ کا اعتبار کرنا چاہئے، جو خواب دیکھنے کے وقت سے عیسیٰ کی ولادت تک گذرا۔

چوتھا خدشہ یہ کہ یہ تعین جناب مسیحؑ کے اس قول کے منافی ہے، جو مرقس کی انجیل کے تیرہویں باب کے ۳۲ درس میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء، ۱۸۴۴ء اور ۱۸۴۶ء):

"اس دن اور اس گھڑی کی بات سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی بتلا سکتا نہیں" ۱۲ امنہ رحمہ اللہ

ہزاروں پیشین گوئی کر سکتے ہیں، اور کہہ سکتے ہیں کہ جب پوری ہو جاوے گی، ہر ایک اپنے مبدء اور منتہی کو متعین کر دے گی۔

اکتالیسویں مثال

کتاب دانیال کے بارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۳ء):

"۱۱۔ جس وقت سے دائمی قربانی اٹھائی جائے گی، اور غارت گری مکروہات کی جائے گی، ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔

۱۲۔ مبارک جو منتظر ہے، اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک پہنچتا ہے"۔

اس مثال کا حال تو چالیسویں مثال کے حال سے بھی ابتر ہے۔

بیالیسویں مثال

کتاب دانیال کے نویں باب کا چوبیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"ہفتاد ہفتے تیری قوم پر اور تیرے مقدس شہر پر شرارت بند کرنے کو اور خطاؤں پر ختم کرنے کو اور گناہ کا کفارہ کرنے کو اور صداقت ابدی پہنچانے کو اور رویات اور انبیاء کا ختم کرنے کو اور قدس القدوسین کے مسح کرنے کو معین کئے گئے ہیں"۔

اور یہ جملہ "اور روایات اور انبیاء کا ختم کرنے کو الخ" اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"وبرای اختتام رویا ونبوت وبرائے مسح قدس المقدس"

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"وتکمیل نمودن رویا ونبوت وجہت مسح نمودن قدس قدسین"

اور اس مثال کا حال بھی ابتر ہے، اور اس میعاد پر نہ حضرت عیسیٰ کا خروج یا

نزول ہوا، اور نہ یہودیوں کا مسیح موہوم نکلا، بلکہ اس کی تو اب تک کسی کے کان میں بھنک بھی نہیں پڑی، باوجودیکہ ستر ہفتے پر دو ہزار برس سے زائد کا عرصہ گذر گیا، اور عیسائیوں نے جو تکلف اس کی تاویل میں کئے ہیں، اور کرتے ہیں التفات کے قابل نہیں، کیونکہ اول دِنوں سے برسوں کا مراد لینا محض تحکم ہے، اور مدت کی تعداد کے بیان میں عہد عتیق اور جدید میں کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی، اور نہ کوئی قرینہ ہے، اور باوجود خرابیوں کے پھر بھی کئی وجہ سے مخدوش ہے۔

مذکورہ بالا مثال کے مخدوش ہونے کی وجوہات

مخدوش ہونے کی پہلی وجہ

ایک یہ کہ یوسفیس یہودی مورخ کی تاریخ کے موافق اول سال جلوسی کورش سے جس نے یہودیوں کو اسی سال میں رہائی بخش کر ہیکل کے بنانے کا حکم دیا تھا مسیح کے خروج تک تقریباً چھ سو برس کا عرصہ معلوم ہوتا ہے۔

مخدوش ہونے کی دوسری وجہ

دوم یہ کہ اگر یہ پیشن گوئی سچی ہو تو حواریوں کی نبوت کا بھی جواب ہے اس لئے کہ اس میں صاف مرقوم ہے کہ ”رویات اور انبیاء کے ختم کرنے کو“ حالانکہ عیسائی لوگ حواریوں کی نبوت کو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بڑھ کر جانتے ہیں۔

مخدوش ہونے کی تیسری وجہ

سوم یہ کہ رویائے صادقہ تو اب تک بھی ختم نہیں ہوئے، پس یہ بھی ایک دلیل اس کے ابطال کی ہے۔

مخدوش ہونے کی چوتھی وجہ

چہارم یہ کہ مسیح کے اطلاق سے کچھ ضروری نہیں کہ عیسیٰ مراد ہوں، کیونکہ عہد عتیق کے موافق یہودیوں کے ہر بادشاہ پر مسیح کا اطلاق صحیح ہے، ظالم ہو یا عادل، بلکہ یہود کے سلاطین کا کیا ذکر، دوسری قوم کے عادل بادشاہوں پر بھی یہ اطلاق صحیح ہے، جیسا دوسرے فائدے میں آتا ہے۔

بہرحال حضرت عیسیٰ کی یہ پیشن گوئی نہیں بن سکتی، ڈاکٹر بریٹ اس رسالے میں جو واٹسن کے تیسرے جلد میں ہے لکھتا ہے کہ:

"یہودیوں نے دانیال کی اس پیشن گوئی میں ایک رہاؤ (وقفہ) دے کر اس کو ایسا بگاڑ ڈالا کہ اب حضرت عیسیٰ پر نہیں جم سکتی، سو یہود کے نسخے کے موافق حضرت عیسیٰ پر نہیں صادق آتی"۔

اور اس جگہ اگرچہ طول تو ہوتا ہے لیکن ناظرین کے لئے مفید سمجھ کر اب اس مثال کو تثلیث کے عدد متبرک کے موافق تین فائدوں پر ختم کر دیتا ہوں، وباللہ التوفیق۔

تین بڑے فوائد

پہلا فائدہ: دن اور ہفتہ کی تحقیق عہد عتیق کے محاوروں کے مطابق

عہد عتیق اور جدید کی کتابوں میں مدت کی تعداد کے بیان میں جہاں دن یا ہفتہ مستعمل ہوا ہے وہاں اپنے معنی مشہور حقیقی میں مستعمل ہے، اور اس مقام میں کہیں برس کے معنی میں دیکھا نہیں گیا، اگر کسی عیسائی کو معلوم ہو تو بتلاوے، اور دوسری جگہوں میں اگر کہیں مجازاً برس کے معنی میں آیا ہوگا تو شاید فقط ایک دو ہی جگہ آیا ہوگا، اور مجاز پر بغیر قرینے کے محمول نہیں ہو سکتا، خصوصاً ایسے معنی مجازی پر جو نہایت ہی نادر ہیں، اور مدت کی تعداد کے بیان میں کہیں بھی مستعمل نہیں، مدت کی تعداد کے بیان میں قرینہ قویہ کے بغیر کب محمول ہو سکتا ہے؟

اور میرا یہ دعویٰ کہ مدت کی تعداد کے بیان میں کہیں بھی مستعمل نہیں، اور دوسری جگہ مجازاً اگر ہوگا تو فقط ایک ہی دو جگہ ہوگا، عہد عتیق اور جدید کے ناظرین پر آفتاب سے زائد روشن ہے، اور ناظرین کی دردسری کو کم کرنے کے واسطے بعض مقامات کی طرف اشارہ کر دیتا ہوں کہ

اسی کتاب دانیال کے پہلے باب کے بارہویں اور پندرہویں درس میں لفظ دس دن کا۔

اور اسی کتاب کے چھٹے باب کے ساتویں اور بارہویں درس میں لفظ تیس دن

کا۔

اور کتاب پیدائش کے ساتویں باب کے چوتھے درس میں لفظ سات دن کا۔

اور اسی درس اور درس بارہویں اور سترہویں میں لفظ چالیس دن کا، اور درس چوبیں میں لفظ ایک سو پچاس دن کا۔

اور کتاب پیدائش کے آٹھویں باب کے تیسرے درس میں لفظ ایک سو پچاس دن کا۔

اور چھٹے درس میں لفظ چالیس دن کا۔

اور دسویں اور بارہویں درس میں لفظ سات دن کا۔

اور کتاب پیدائش کے پچاسویں باب کے تیسرے درس میں لفظ بیالیس دن کا، اور دسویں درس میں لفظ سات دن کا۔

اور کتاب خروج کے تیرہویں باب کے چھٹے اور ساتویں درس میں لفظ سات دن کا۔

اور کتاب خروج کے چوبیسویں باب کے سولہویں درس میں لفظ چھ دن کا، اور اٹھارہویں میں لفظ چالیس دن رات کا۔

اور کتاب قوانین کے بارہویں باب کے دوسرے درس میں، اور کتاب قوانین کے تیرہویں باب کے درس چوتھے اور پانچویں اور اکیسویں اور چھبیسویں اور اکتیسویں اور تینتیسویں اور پچاسویں اور چونویں میں، اور کتاب قوانین کے پندرہویں باب کے تیرہویں اور انیسویں اور چوبیسویں درس میں، اور تیئسویں باب کے ساتویں اور آٹھویں اور چوبیسویں اور چھتیسویں اور انتالیسویں اور چالیسویں اور اکتالیسویں اور بیالیسویں درس میں لفظ سات دن کا۔

اور کتاب قوانین کے بارہویں باب کے چوتھے درس میں لفظ تینتیس دن کا۔
اور پانچویں درس میں لفظ دو ہفتے اور چھانچھٹ دن کا۔
اور کتاب قوانین کے تیئسویں باب کے تیسرے درس میں لفظ چھ دن کا، اور پندرہویں درس میں لفظ سات ہفتے کا، اور سولہویں درس میں لفظ پچاس دن کا۔
اور کتاب شمار کے تیرہویں باب کے پچیسویں درس میں لفظ چالیس دن کا۔
اور کتاب استثناء کے نویں باب کے پچیسویں درس میں لفظ چالیس دن رات کا، اور چونتیس باب کے آٹھویں درس میں لفظ تیس دن کا واقع ہوا ہے۔
اور ان سب مقامات میں دن اور ہفتہ اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہے، اور کہیں بھی بمعنی برس کے نہیں، اور اسی طرح عہد عتیق کی اور کتابوں میں ہے۔
اور مرقس کی انجیل کے پہلے باب کے تیرہویں درس اور کتاب اعمال کے پہلے باب کے تیسرے درس میں لفظ چالیس دن کا۔
اور متی کی انجیل کے پندرہویں باب کے بتیسویں درس، اور یوحنا کی انجیل کے دوسرے باب کے انیسویں اور بیسویں درس میں لفظ تین دن کا۔
اور یوحنا کی انجیل کے گیارہویں باب کے سترہویں درس میں لفظ چار دن کا، اور بارہویں باب کے پہلے درس میں لفظ چھے دن کا اور بیسویں باب کے چھبیسویں درس میں لفظ آٹھ دن کا واقع ہوا ہے، اور اسی طرح اور بہت جگہ، اور سب مقامات میں اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

دوسرا فائدہ: لفظ مسیح کی تحقیق

یہود کی رسم تھی کہ جب کسی کو اپنا بادشاہ کرتے تھے تو پاک تیل کو جو ہیکل کے اندر استعمال میں آتا تھا، لے کر اس کے بدن پر ملتے تھے، تو پھر وہ شخص مسیح بمعنی ممسوح

کے کہلایا جاتا تھا، نیک ہو یا بد، اسی سبب سے حضرت داؤد پر جو نیک بندے اور پیغمبر تھے مسیح کا اطلاق آیا ہے، اٹھارویں زبور کے پچاسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"اپنے مسیح داؤد پر اور اس کے نسل پر ہمیشہ تک رحم کرنے والا ہے"۔

(نسخہ ۱۸۴۳ء):

"اپنے مسیح داؤد پر اور اس کے نسل پر ہمیشہ تک رحم کرنے والا ہے"۔

(نسخہ ۱۸۴۳ء):

"اپنے مسیح داؤد پر اور اسکے نسل پر ابد تک رحم کرنے والا ہے"۔

اور زبور نو اسویں کے درس بیسویں میں خدائے تعالیٰ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"میں نے اپنے بندے داؤد کو پایا، میں نے اسے اپنے پاکیزہ تیل سے مسیح کیا"۔

اور یہ جملہ "میں نے اسے الخ" ترجمہ ۱۸۴۳ء میں یوں ہے:

"میں نے اسے اپنے متبرک تیل سے مسیح کیا"۔

اور زبور ایک سو بتیسویں کے درس سترہویں میں خدا تعالیٰ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"وہاں میں داؤد کے لئے ایک شاخ کھلی ہوئی کروں گا، میں نے اپنے مسیح کے لئے ایک چراغ ٹھہرایا"۔

اور یہ جملہ "میں نے اپنے مسیح کے لئے" الخ اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"میں اپنے مسیح کے لئے ایک چراغ ٹھہراؤں گا"۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"چراغے رابرائے مسیح خود تعیین کردہ ام"

ان سب جگہوں حضرت داؤد کو مسیح بولا گیا۔

اور ساول بنی اسرائیل کے بادشاہ پر جو نہایت ہی ظالم اور فاسق تھا عہد عتیق کی کتابوں میں مسیحؑ کا اطلاق آیا ہے، اور حضرت داؤد نے بار ہا اس کی زندگی اور موت کے بعد مسیحؑ کا لفظ اس کے حق میں فرمایا ہے، سموئیل کی پہلی کتاب کے چوبیسویں باب میں حضرت داؤدؑ کے قول ساول کے حق میں یوں منقول ہیں (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۷۔ یہواہ یہ نہ کرے کہ میں اپنے صاحب پر جو یہواہ کا مسیح ہے، دست درازی کروں کہ وہ یہواہ کا مسیح ہے۔

۱۱۔ میں اپنے خداوند پر ہاتھ نہ چلاؤں گا کہ یہواہ کا مسیح ہے۔

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

۷۔ خداوند یہ نہ کرے کہ میں اپنے صاحب پر جو خداوند کا مسیح ہے، دست درازی کروں کہ وہ خداوند کا مسیحؑ ہے۔

۱۱۔ میں اپنے مالک پر ہاتھ نہ چلاؤں گا کہ خداوند کا مسیح ہے"۔

اور اسی طرح سموئیل کی پہلی کتاب کے چھبیسویں باب کے نویں اور گیارہویں اور سولہویں اور بائیسویں درس میں، اور سموئیل کی دوسری کتاب کے پہلے باب کے چودہویں اور سولہویں درس میں حضرت داؤد کے قولوں میں ساول کے حق میں لفظ مسیح کا موجود ہے، اور یہودیوں کے سلاطین کے سوا اور سلاطین پر بھی مسیح کا اطلاق آیا ہے، کتاب اشعیا کے پینتالیسویں باب کے پہلے درس میں کورش ایران کے بادشاہ کو جس نے یہودیوں پر احسان کر کے قید سے چھوڑ کر ہیکل کے بنانے کا حکم دیا تھا، مسیح کہا ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"خداوند اپنے مسیح خورس کے حق میں جس کے دہنے (داہنے) ہاتھ میں

پکڑتا ہوں کہ امتوں کو اس کے قابو میں کروں" الخ

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"خداوند بہ خسرو مسیح خود چنیں می فرماید" الخ۔

تیسرا فائدہ: ترجموں میں پادریوں کی کارستانیاں

پادری صاحبوں کا ہتھکنڈا ہے کہ عہد عتیق کی کتابوں میں جہاں مسیح کا لفظ واقع ہوا ہے اگر وہاں کوئی مضمون ایسا نہیں جو یہ اس لفظ سے حضرت عیسیٰ کو مراد لینے میں بداہۃً مانع ہو تو وہاں سب ترجموں میں، کیا عربی اور فارسی اور کیا اردو، ضرور مسیح بروزن فصیح لکھتے ہیں، اور کبھی ممسوح یا مسح کردہ شدہ یا تیل ملا گیا نہیں لکھتے، چنانچہ زبور دوم کے درسوں کو پادری لوگ حضرت عیسیٰ پر جماتے ہیں، تو اس کے دوسرے درس میں جتنے ترجمے دیکھنے میں آئے مثلاً عربیہ (۱۸۱۱ء و ۱۸۳۱ء) و فارسیہ (۱۸۳۸ء و ۱۸۴۵ء) و اردو (۱۸۴۱ء و ۱۸۴۳ء) سب میں لفظ مسیح کا لکھا ہے، اور کسی میں ممسوح یا مسح کردہ شدہ یا تیل ملا گیا نہیں لکھا۔

اور اگر وہاں کوئی ایسا مضمون ہو کہ حضرت عیسیٰ کے مراد ہونے کو منع کرتا ہو تو وہاں اگر سہو نہ ہوا تو مسیح ہرگز نہ لکھیں گے، بلکہ ممسوح یا مسح کردہ شدہ یا تیل ملا گیا لکھیں گے، البتہ شاذ نادر اور بھول چوک کر کبھی مسیح بھی لکھ دیتے ہیں، جیسا مترجم اردو ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۳ء والے نے زبور کے مذکورہ بالا درسوں میں، اور فارسی کے مترجم ۱۸۳۸ء والے نے زبور ایک سو چھتیسویں کے سترہویں درس میں، اور کتاب اشعیا کے پینتالیسویں باب کے پہلے درس میں، اور مترجم اردو ۱۸۲۹ء و ۱۸۴۲ء والے نے سموئیل کے کتاب کے مذکورہ بالا درسوں میں غفلت کے راہ سے مسیح کا لفظ لکھ دیا، مگر مترجم فارسی ۱۸۴۵ء والے نے اپنا ہتھکنڈا خوب ہی پہنایا کہ ان سب مذکور بالا درسوں میں کسی جگہ بھی مسیح

کا لفظ نہ لکھا۔

اور مطلب اصلی اس ہتھکنڈے کا یہ ہے کہ چونکہ مسلمانوں میں حضرت عیسیٰ مسیح کے لقب سے ایسے مشہور ہیں کہ جب یہ لفظ سنتے ہیں اس سے حضرت عیسیٰ کو سمجھتے ہیں، اور اکثر مسلمان یہود کے یہاں رائج مسیح کے معنی اصطلاحی سے بالکل ناواقف ہیں، پس اس اصطلاح سے ناواقف جو مسلمان اس ترجمے کو دیکھے گا، اور اس میں مسیح کے لفظ کو پائے گا، اور دوسرے کے حق میں اس ترجمہ میں وہ لفظ اس کے نظر نہ پڑے گا، تو حضرت عیسیٰ ہی کو سمجھ جاوے گا، اور دل میں سوچے گا کہ پادری لوگ جو دعوے کرتے ہیں کہ اگلی کتابوں میں حضرت عیسیٰ کی خبر ہے، وہ دعویٰ سچا ہے کہ اس سے زیادہ کیا تصریح ہوگی کہ ان کا لقب اس میں لکھا ہوا ہے، اور مسلمان جو دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ﷺ کی خبر اگلے کتابوں میں ہے، تو ان کا تو کوئی لقب مشہور بائبل کے کسی رسالہ میں ایسا نہیں لکھا، اور یہ دیکھ کر دھوکہ میں پڑ جائے گا۔

اور اس کے ساتھ جب یہ دیکھے گا کہ جہاں کہیں ایسا لفظ آیا ہے کہ جس کا ترجمہ محمد یا مصطفیٰ ہوسکے وہاں کہیں محمد یا مصطفیٰ کا لفظ نہیں لکھا ہے، بلکہ ستودہ یا برگزیدہ یا پیارا یا مقبول لکھا ہے، تو اس کا یہ دھوکا پکا ہو جائے گا، اور یقین کرلے گا کہ مسیح بروزن فصیح کا لفظ ترجمہ کے طور پر نہیں، بلکہ بطور نقل القاب کے ہے، اور مسلمان لوگ جو ستودہ اور برگزیدہ وغیرہ سے حضرت کو سمجھتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے، اگر وہی مراد ہوتی تو بطور نقل القاب کے لکھے جاتے، نہ بطور ترجمہ کے، جیسے حضرت عیسیٰ بطور نقل القاب کے لکھے گئے، اور پادریوں کے اس قسم کی کارستانیوں نے بہت ناواقفوں کو بھٹکایا ہے۔

تینتالیسویں مثال

متی کی انجیل کے پہلے باب کے سترہویں درس میں ''تیرا'' کا لفظ غلط ہے۔

چوالیسویں مثال

لوقا کی انجیل کے تیسرے باب کے چھتیسویں درس میں غلطی سے ایک پشت زیادہ لکھی گئی۔

پینتالیسویں مثال

دونوں نسب ناموں میں سے جن کو متی اور لوقا نے لکھا ہے ایک یقیناً غلط ہے، اور تینتالیسویں اور چوالیسویں اور پینتالیسویں مثال کی تشریح پہلے اختلاف کے بیان میں گذر گئی۔

چھیالیسویں مثال

جناب مسیحؑ کی ولادت کا حال متی اور لوقا دونوں نے لکھا ہے، اور ایک ان میں سے یقیناً غلط ہے، اور محقق نورٹن نے متی والے حال کو غلط بتلایا ہے۔

سینتالیسویں مثال

لوقا کی انجیل کے دوسرے باب کے دوسرے درس میں ''قورنیو'' کا نام غلطی سے واقع ہوا ہے۔

اڑتالیسویں مثال

متی کی انجیل کے دوسرے باب کے پندرہویں درس میں صریح غلطی ہے کہ ہوسیع کی خبر کو جناب مسیحؑ پر جمایا ہے۔

انچاسویں مثال

متی کی انجیل کے دوسرے باب میں پھر یہ غلطی ہے کہ لکھا کہ:

''ہیرودنے بیت اللحم اوراس کے چاروں طرف کے لڑکوں کومروا ڈالا تھا''۔

پچاسویں مثال

متی کی انجیل کے دوسرے باب میں پھر یہ غلطی ہے کہ لکھا ہے کہ:

''اسی طرح جونبیوں کی معرفت سے کہا گیا تھا کہ وہ ناصری کہلائے گا پورا ہوا''۔

اور چھیالیسویں مثال سے پچاسویں مثال تک کی تشریح دوسرے اختلاف کے بیان میں گذرگئی، اور نورٹن نے متیٰ کی انجیل کے اول کے دونوں بابوں میں غلطیاں مان کرحکم کیا ہے کہ یہ دونوں باب متی کی تصنیف نہیں۔

اکاونویں مثال

متی کی انجیل کے تیسرے باب کے پہلے درس میں یہ غلط لکھا ہے کہ:

''انہیں دنوں میں یحییٰ غوطہ دلانے والا'' الخ۔

باونویں مثال

لوقا کی انجیل کے تیسرے باب کے پہلے درس میں غلطی ہے کہ لسنیاس کوفیلپ اور ہیرودکا ہم عہد لکھا ہے۔

ترپنویں مثال

لوقا کی انجیل کے تیسرے باب میں پھر یہ غلطی ہے کہ انیسویں درس میں ہیرودیا کوفیلپ کی جورو لکھا ہے، اور ہارن نے اس غلطی کو مان کرحکم کیا ہے، کہ غالباً کاتب کی غلطی سے فیلپ کا لفظ متن میں داخل ہوگیا ہے، اور جامعین ہنری اور اسکاٹ

نے بھی یہی لکھا ہے، اور ان کے علماء کا بھی اس غلطی پر اقرار ہے، اور اکاونویں اور باونویں اور ترپنویں مثال کی تشریح تیسرے اختلاف کے بیان میں گذری۔

چونویں مثال

متی کی انجیل کے پہلے باب کے گیارہویں درس کے موافق لازم آتا ہے کہ بابل کے اسیری کے وقت میں یوشیاز ندہ ہوا، اور اس وقت یوکینا پیدا ہوا ہو، حالانکہ یہ غلط ہے، اور اس غلطی کی تشریح پہلے اختلاف کے بیان میں گذری۔

پچپنویں مثال

جناب مسیح کے جماعتوں کو رخصت کرنے اور دریا میں طوفان کے آنے کو متی اور مرقس نے زمانے کے بڑے اختلاف سے نقل کیا ہے، اور ایک کی تحریر یقیناً غلط ہے۔

چھپنویں مثال

یہودیوں کا سوال وجواب جناب مسیحؑ سے متی اور مرقس نے زمانے کے اختلاف سے نقل کیا ہے، اور ایک کا بیان یقیناً غلط ہے، اور پچپنویں اور چھپنویں مثال کی تشریح چوتھے اور پانچویں اختلاف کے بیان میں گذری، اور وہاں یہ بھی منقول ہوا کہ ہارن نے کہا ہے کہ ان حالات میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں نکلتی۔

ستاونویں مثال

مرقس نے دوسرے باب کے چھبیسویں درس میں غلطی سے سردار امام کا نام ''ابیاتھر'' لکھا ہے۔

اٹھاونویں مثال

متی نے ستائیسویں باب کے نویں درس میں یرمیا نبی کا غلط حوالہ دیا ہے، اور ستاونویں اور اٹھاونویں مثال کی تشریح چھٹے اور ساتویں اور انیسویں اختلاف کے بیان میں اور پہلے سوال کے جواب کے آخر میں اثبات رسالت کی چوتھی وجہ کے اندر گذری۔

انسٹھویں مثال

متی کی انجیل کے گیارہویں باب کے چودہویں درس اور سترہویں باب کے تیرہویں درس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیحؑ کے قول کے موافق یحییٰ وہ ایلیا تھے جس کا وعدہ کیا گیا تھا، اور یوحنا کی انجیل کے پہلے باب کے اکیسویں درس میں ہے کہ:

''یحییٰ انکار کر گئے کہ میں ایلیا نہیں ہوں''۔

پس یہاں ایک انجیلی نے غلط لکھا ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام میں سے ایک نے غلط کہا ہو، اور تشریح اس کی آٹھویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

ساٹھویں مثال

متی اور مرقس اور لوقا نے ملاکیا کی کتاب کے تیسرے باب کا پہلا درس نقل کیا ہے، اور اس نقل میں ان تینوں نے غلطی کی ہے، یا ملاکیا کی کتاب میں تحریف ہوئی ہے، ہارن اور ڈاکٹر ریڈلف دوسری شق کو اختیار کرتے ہیں، اور تشریح اس کی نویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

اکسٹھویں مثال

متی کی انجیل کے نویں باب میں، اور مرقس کی انجیل کے پانچویں باب میں،

اور لوقا کے انجیل کے آٹھویں باب میں ایک لڑکی کے زندہ کرنے کا حال لکھا ہوا ہے، اور ایسا مختلف ہے کہ غلطی سے خالی نہیں اور تشریح اس کی سولہویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

باسٹھویں مثال

متی کے انجیل کے ستائیسویں باب میں اور کتاب اعمال کے پہلے باب میں یہودا کا قصہ منقول ہے اور ایک جگہ میں یقیناً غلط منقول ہے، اور محقق نورٹن نے متی کی انجیل والے کو غلط بتلایا ہے، اور تشریح اس کی انیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

ترسٹھویں مثال

کتبہ جو پلاٹ کے حکم سے صلیب پر لگایا گیا تھا اس کو چاروں انجیلوں نے نقل کیا ہے، اور چاروں کی تحریر میں۔ سے ایک تو یقیناً غلط ہے، اور تشریح اس کی تینتیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

چوسٹھویں مثال

مرقس لکھتا ہے کہ:

"پورے پہر دن چڑھے جناب مسیح کو صلیب پر کھینچا"۔

اور یوحنا کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ دوپہر کے قریب تک تو جناب مسیح پلات کی عدالت میں موجود تھے، اور ایک ان میں سے یقیناً غلط ہے، اور تشریح اس کی چونتیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

پینسٹھویں مثال

متی کے انجیل کے ستائسویں باب میں پہاڑ کا پھٹنا اور مردوں کا زندہ ہونا لکھتا ہے، حالانکہ یہ غلط ہے اور محقق نورٹن نے مدلل کر کے کہا ہے کہ یہ جھوٹی حکایت ہے اور

تشریح اس کی اڑتیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

چھیاسٹھویں مثال

متی اور لوقا اور یوحنا کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے اپنے عروج سے پہلے تین مُردوں کو زندہ کیا تھا، اور عیسائیوں کے پولوس مقدس کے کلام سے اس کی تکذیب معلوم ہوتی ہے، اور وہ مسیح کے حق میں لکھتا ہے کہ:

''وہی پہلے جی اٹھنے والا ہے''۔

پس ایک ان میں سے غلط ہے، اور اسی طرح ان اناجیل اور ایوب کے کتاب میں سے ایک غلط ہے اور تشریح اس کی انتالیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

سڑسٹھویں مثال

متی کی انجیل کے بارھویں باب میں جناب مسیح کا قول یوں منقول ہے کہ:

''میں تین رات اور تین دن زمین کے اندر مدفون رہوں گا''۔

اور یہ غلط ہے، اور تشریح اس کی بھی انتالیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

اڑسٹھویں مثال

پولوس مقدس عیسائیوں کے غلط لکھتے ہیں کہ جناب مسیح مرنے کے بعد بارہ کو دکھائی دیئے، اور تشریح اس کی چوالیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

انہترویں مثال

کتاب اعمال کے ساتویں باب کے چودھویں درس، اور کتاب پیدائش کے چھیالیسویں باب کے ستائیسویں درس میں سے ایک یقیناً غلط ہے، اور تشریح اس کی

ستاونویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

سترویں مثال

گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے دسویں باب کے آٹھویں درس اور کتاب شمار کے پچیسویں باب کے نویں درس میں سے ایک غلط ہے، اور تشریح اس کی اٹھاونویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

اکہترویں مثال

گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے دوسرے باب کے نویں درس اور اشعیا کی کتاب کے چوسٹھویں باب کے چوتھے درس میں سے ایک یقیناً غلط ہے، اور جامعین تفسیر ہنری اور اسکاٹ نے اشعیا کی کتاب کی عبارت کو غلط مانا ہے، اور تشریح اس کی انسٹھویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

بہترویں مثال

عبرانیوں کے دسویں باب کے پانچویں درس، اور چالیسویں زبور کے چھٹے درس میں سے ایک یقیناً غلط ہے، اور عیسائی مفسر اس جگہ تطبیق کی کوئی صورت نہ دیکھ کے غلطی مان گئے، اور تین تھوک (گروہ) بن گئے، بعضوں نے وہ غلطی زبور پر رکھی اور بعضوں نے انجیل پر اور بعضوں نے توقف کیا، اور تشریح اسکی ساٹھویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

تہترویں مثال

یوحنا کی انجیل اور اس کے نامۂ اول میں ہے کہ:

"خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا"۔

اور کتاب خروج کے چوبیسویں باب میں ہے کہ:

"موسیٰ اور ہارون اور ناداب اور ابیہو اور ستر اکابر اسرائیلی نے خدا کو دیکھا تھا"۔

پس ایک ان میں سے غلط ہے اور تشریح اس کی چھیالیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

چوہترویں مثال

یوحنا کی انجیل کے پانچویں باب میں ہے کہ:

"خدا کی آواز یہودیوں نے نہیں سنی"۔

اور کتاب استثناء کے پانچویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے لاکھوں آدمیوں نے خدا کی آواز سنی ہے، اور تشریح اس کی سینتالیسویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

پچھترویں مثال

متی کی انجیل کے چوبیسویں باب کے دوسرے درس میں جناب مسیح کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء ۱۸۴۴ء اور ۱۸۴۶ء):

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہاں ایک پتھر دوسرے پتھر پر نہ رہے گا، سب گرایا جائے گا"۔

اس پیشن گوئی کے موافق علماء مسیحی سمجھتے ہیں کہ ہیکل کی جگہ پر کبھی کوئی تعمیر نہ ٹھہرے گی، چنانچہ "تحقیق دین حق" والے کی عبارت پہلے سوال کے جواب میں معراج کے معجزے کے بیان کے اندر منقول ہوئی، اور کشیس دقتر کیس انگلشی نے منکروں کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے، جس کا پادری مریک نے فارسی زبان میں

ترجمہ کرکے اس کا نام "کشف الآثار فی قصص انبیاء بنی اسرائیل" رکھا ہے، سو کشیس ممدوح بھی وہی دعوی کرتا ہے، اس کے دعوی کو یہاں اس کی کتاب کے ترجمے سے نقل کرتا ہوں (نسخہ ۱۸۴۶ء مطبوعہ دارالسلطنت ادن برغ (یعنی اسکاٹ لنڈ) صفحہ ۷۰):

"یونیان امپراطور رومیان یہودیان رامرخص وتکلیف کردہ کہ اورشلیم و ہیکل خودشان رابنا سازند ونیز وعدہ دادہ کہ ایشان رادرشہراجداد خود سکنے وقرارے دہد وشوق وغیرت یہودیان ازخواہش امپراطور کم بنودہ، پس بہ بنای نبیاد ہیکل مشغول گردیدند واما باوجود جدوجہد یہودیاں والتفات وتوجہ امپراطور مسطوران عمل چوں برخلاف قول حضرت عیسی بودہ پس محال شد ودرایں باب تاریخ نویس بت پرست نقل کردہ کہ گردہائی آتشین ہولناک ازہمان مکان برجستہ دکارگزاران راسوزانید کہ ازاں عمل دست کشیدند"۔

کہتا ہوں میں کہ اگر اس کا یہی مطلب ہے جیسا علماء مسیحی سمجھتے ہیں تو یہ پیشن گوئی غلط ہے، کیونکہ طامس نیوٹن کے اقرار کے موافق جس کی عبارت کی نقل پہلے سوال کے جواب میں معراج کے حال کے اندر گذر گئی، خاص ہیکل کی جگہ حضرت عمرؓ نے مسجد بنوائی تھی، اور اس کے بعد عبدالملک نے اس کو بڑھایا تھا، اور وہ مسجد آج تک جو عرصہ ساڑھے بارہ سو برس کا گذر گیا موجود ہے، اور اس کا ایک پتھر دوسرے پتھر پر رہ گیا، پس مسیحی علماء کے موافق جناب مسیح کا یہ قول "یہاں ایک پتھر دوسرے پتھر پر نہ رہے گا" کیوں غلط نکلا؟ اور "تحقیق دین" والے کے موافق وہ قول کیوں ٹل گیا؟ اور "کشف الآثار" والے کے موافق یہاں "پس محال شد" کیوں نہ صادق آیا؟

چھہترویں مثال

متی کی انجیل کے سولہویں باب میں جناب مسیح کا قول یوں منقول ہے، (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۲۷۔ جب ابن آدم اپنے باپ کی حشمت سے اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا تب ہر ایک کو اس کے کام کے پہلے دے گا۔

۲۸۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بعضے ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں، جب تک کہ ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے نہ دیکھیں، موت کا مزہ نہ چکھیں گے"۔

اور درس ۲۸ اور ترجموں میں یوں ہے، (نسخہ اردو ۱۸۴۱ء):

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں، بعضے ہیں جو موت کا مزہ جب تک کہ ابن آدم کو اپنے بادست میں آتا نہ دیکھ لیں، نہ چکھیں گے۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"بدرستیکہ بشما میگویم کہ از ایستادگان اینجا کسانے میباشند کہ تا فرزند انسان را در حالتیکہ در ملکوت خود می آید مشاہدہ نمایند ذائقہ مرگ نخواہند چشید"

(عربیہ ۱۸۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"الحق أقول لكم أن قوماً من القيام ههنا لا يذوقون الموت حتى يروا ابن البشر ابنا فى ملكوته"

اس کے موافق جناب مسیح نے ستائیسویں درس میں اپنے نزول کی خبر دے کے اٹھائیسویں درس میں وعدہ کیا تھا کہ ان حاضرین میں سے بعضے لوگ زندہ ہوں گے کہ میرا نزول ہو جائے گا، اور متی کی انجیل کے دسویں باب کے تیئسویں درس میں حواریوں کے خطاب میں جناب مسیحؑ کا قول یوں منقول ہے، (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کی بستیوں میں در دبست نہ پھرو گے، جب تک کہ ابن آدم نہ آلے"۔

(نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک ابن آدم نہ آئے تم اسرائیل کے شہروں کی سیر تمام نہ کروگے''۔

اس کے موافق جناب مسیحؑ نے حواریوں سے وعدہ کیا تھا کہ تم بنی اسرائیل کی بستیوں میں دروبست نہ پھرنے پاؤگے کہ میرا نزول ہوجائے گا۔

اور حواریوں کے قولوں سے بھی ایسا ہی کچھ ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ ان کے اقوال نمونہ کے طور پر یہاں نقل کرتا ہوں۔

یعقوب کا قول

یعقوب کے نامہ کے پانچویں باب کے آٹھویں درس میں ہے(نسخہ ۱۸۴۲ء):

''ویسا ہی تم بھی صبر کرو، اور اپنے دل مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کا آنا نزدیک ہے''۔

اور یہ جملہ ''خداوند کا آنا'' الخ اور ترجموں میں یوں ہے(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ او ۱۸۴۱ و ۱۸۴۲ء):

''آمدن خداوند نزدیک است''

(عربیہ ۱۶۷۱ و ۱۸۲۱ء):

"عرفان مجئ الرب قریب"

پطرس کا قول

اور پطرس کے پہلے نامہ کے چوتھے باب کا ساتواں درس یوں ہے(نسخہ ۱۸۴۲ء):

''پر سب چیزوں کا آخر نزدیک ہے اسلئے ہوشیار اور دعا کرنے کے لئے

جاگتے رہو"۔

اور یہ جملہ "پر سب چیزوں کا" الخ اور ترجموں میں یوں ہے، (نسخہ ۱۸۴۰ء و نسخہ ۱۸۴۴ء):

"ساری چیزوں کی انتہا نزدیک ہے"

(فارسیہ مذکورہ):

"وانجام ہر چیز نزدیک است"

(عربیہ مذکورہ):

"إن آخرة الجميع قد اقتربت"

پولوس کا قول

اور کرنتھیوں کے نامۂ اول کے پندرہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۵۱۔ دیکھو میں تمہیں غیب کی ایک بات کہتا ہوں کہ ہم سب نہ سوئیں گے، پر ہم سب مبدل (تبدیل شدہ) نہ ہوں گے۔

۵۲۔ ایک دم میں، ایک پل میں پچھلے صور پھونکتے ہوئے صور تو پھونکا جائے گا، اور مردے اٹھیں گے، اور ہم مبدل ہو جائیں گے"۔

پولوس کا دوسرا قول

اور تھسلنیکیوں کے پہلے نامہ کے چوتھے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۱۵۔ ہم تمہیں خداوند کے حکم سے یہ کہتے ہیں کہ وہ جو ہم میں سے خداوند کے آنے تک زندہ اور باقی رہیں گے ان سے جو سو گئے ہیں، آگے نہ بڑھ جائیں گے۔

۱۶۔ کیونکہ خداوند آپ دھوم سے مقرب فرشتے کے اہتمام کے ساتھ خدا کا نرسنگا پھونکتے ہوئے آسمان پر سے اترے گا، اور جو مسیح میں ہو کے موئے

(مرے) ہیں وہ پہلے اٹھیں گے۔

۱۷۔ اس کے بعد ہم میں سے جو جیتے چھوٹیں گے، ان سمیت بدلیوں پر ناگاہ چڑھائے جائیں گے، تاکہ ہوا میں خداوند سے ملاقات کریں، سو ہم خداوند کے ساتھ ہمیشہ رہیں گے"۔

پولوس کا تیسرا قول

اور نامہ فیلپیوں کے چوتھے باب کے پانچویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"تمہاری ملائمت سارے آدمیوں پر ظاہر ہو خداوند نزدیک ہے"

یوحنا کا قول اپنے مشاہدہ کے موافق

اور مشاہدات کے تیسرے باب کے گیارہویں درس میں جناب مسیحؑ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"دیکھ میں جلد آتا ہوں" الخ

یوحنا کا دوسرا قول اپنے مشاہدہ کے موافق

اور مشاہدات کے بائیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۷۔ دیکھ میں جلد آتا ہوں الخ

۱۰۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ تو اس کتاب کی نبوت کے باتوں پر مہر مت کر کہ وقت نزدیک ہے۔

۲۰۔ جو ان باتوں کو گواہی دیتا ہے یہ کہتا ہے کہ میں البتہ جلد آتا ہوں" الخ

یوحنا کا تیسرا قول نامہ میں

اور نامہ اول یوحنا کے دوسرے باب کے اٹھارہویں درس میں ہے، (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اے بچو! آخری زمانہ ہے، اور جیسا تم نے سنا ہے کہ مسیحؑ کا دشمن آتا ہے، سو ابھی مسیحؑ کے بہتیرے دشمن ہوئے ہیں، اس سے ہم جانتے ہیں کہ آخری زمانہ ہے"۔

پولوس کا چوتھا قول

اور نامہ اول کرنتھیوں کے دسویں باب کے گیارہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اور یہ سب ماجرے جو ان پر ہوئے نمونے ہوئے، اور ہم جو زمانِ اخیر میں ہیں، ہماری نصیحت کے واسطے لکھے گئے ہیں"۔

ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حواری لوگ اپنے آخری زمانے میں ہونے اور قیامت کے بہت ہی نزدیک ہونے کی اور انہیں کے طبقے کے لوگوں کی زندگی میں جناب مسیحؑ کا نزول ہو جانے کی امید رکھتے تھے، اور خود علماء مسیحی کا اس بات پر اعتراف ہے کہ پہلے طبقہ کے سب عیسائی، کیا حواری، کیا غیر حواری، اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے کہ انہیں کے طبقہ کے لوگوں کی زندگی میں جناب مسیحؑ کا نزول ہو جائے گا، چنانچہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں آتا ہے۔

دیکھو جناب مسیحؑ کے وہ قول متی انجیل کی تصریح کے موافق اور حواریوں کے یہ سب قول کیسے صریح غلط نکل گئے، اور ان کا وہ عقیدہ کیسا غلط تھا، اور تقریباً اٹھارہ سو برس کا عرصہ گذر گیا کہ حواری لوگ بنی اسرائیل کی بستیوں میں پھر کر اسی امید میں مر گئے،

اور اس طبقے کے سب لوگ بھی اسی امید باطل پر مرکر سڑگل گئے، اور حضرت عیسیٰ کا نزول نہ ہوا، اور عیسائیوں کے مقدس کی وہ غیب کی بات صادق نہ نکلی، اور ایک کو بھی اس طبقے کے لوگوں میں سے صور کے پھونکنے تک جیتے رہنا، اور جناب مسیحؑ کے نزول کے وقت بدلیوں پر چڑھ کر ان کے استقبال کو جانا نصیب نہ ہوا۔

ستہترویں مثال

متی کی انجیل کے چوبیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''۳۔ اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے اکیلے اس کے پاس آ کے کہا، ہم سے کہہ کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے اور اس زمانے کے آخر ہونے کا نشان کیا ہے۔

۴۔ تب یسوع نے کہا الخ۔

۱۵۔ پس جب تم اس اجاڑنے والے کی وہ گندی چیز جس کی خبر دانیال نبی کے معرفت دی گئی مقدس مکان کھڑے دیکھو گے۔

۱۶۔ تب جو یہودیہ میں ہو پہاڑوں پر بھاگ جائے۔

۱۷۔ اور جو کوٹھے پر ہو، نہ اترے کہ اپنے گھر سے کچھ نکالے۔

۱۸۔ اور جو کھیت میں ہو پیچھے نہ پھرے کہ اپنے کپڑے لے۔

۲۱۔ کیونکہ اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوگی۔

۲۹۔ ان دنوں کی مصیبت کے بعد ترت (فوراً) سورج اندھیرا ہو جائے گا، اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا، اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے، اور آسمان کی قوتیں ٹل جائیں گی۔

۳۰۔ تب آدمی کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا، اور اس وقت زمین

کے سارے گھرانے چھاتی پیٹیں گے، اور ابن آدم کو بڑی قوت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے۔

۳۱۔ اور وہ نرسنگھے کے بڑے شور کے ساتھ اپنے فرشتے بھیجے گا، وہ اس کے چنے ہوؤں کو چاروں طرف سے آسمان کی اس حد سے اس حد تک جمع کریں گے۔

۳۴۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہو لے، اس وقت کے لوگ گذر نہ جائیں گے۔

۳۵۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے، پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔

۳۶۔ لیکن اس دن اور اس گھڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتوں تک کوئی نہیں جانتا"۔

اور درس ۲۹ و ۳۴ اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۲۹۔ ان روزوں میں اس تنگی کے بعد فی الفور سورج اندھیرا ہو جائے گا، اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا، اور ستارے آسمان کے گریں گے، اور آسمانوں کی قوتیں ہل جائیں گے۔

۳۴۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں، جب تک کہ یہ سب چیزیں پوری نہ ہولیں، یہ پشت گذر نہ جائے گی"۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء، ۱۸۴۲ء):

"۲۹۔ وبعد از زحمت آن ایام فی الفور آفتاب تاریک خواہد شد الخ

۳۴۔ بدرستیکہ بشما می گویم کہ تا جمیع این چیزہا کامل نگردد این طبقہ منقرض نخواہد گشت"

اور اُس رسالے کے صفحہ ۲۱۳ میں جس کا نام "مقدس کتاب کا احوال" ہے، اور ۱۸۴۷ء میں آگرہ میں چھپا ہے، درس ۲۹ یوں منقول ہے:

''ان دنوں کی مصیبت کے بعد ترت (فوراً) سورج اندھیرا ہو جائے گا، اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا''۔ الخ

اور مترجم اردو ۱۸۴۴ء والے نے غضب کیا کہ کچھ عیب چھپانے کو درس ۲۹ میں لفظ ترت یا فی الفور کا صاف اڑا دیا، اور یوں ترجمہ کیا:

''ان دنوں میں اس تنگ کے وقت کے بعد سورج اندھیرا ہو جائے گا''۔ الخ

تحریف اسی کو کہتے ہیں مگر اس اڑانے سے کچھ بہت نقصان نہیں ہوا، جیسا کہ معلوم ہو جاتا ہے۔

اور مرقس کی انجیل کے تیرہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

''۲۴۔ اور ان دنوں میں اس تکلیف کے بعد سورج اندھیرا ہوگا، اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا، اور آسمان سے ستارے گریں گے، اور آسمان کی قوتیں ٹل جائیں گی۔

۲۶۔ اور اس وقت لوگ ابن آدم کو بادل پر بڑی قدرت اور جلال سے آتے دیکھیں گے۔

۳۰۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگ جب تک یہ سب کچھ واقع نہ ہوئے گذر نہ جائیں گے۔

۳۲۔ مگر اس دن اور اس گھڑی کے بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں، اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا ہے''۔

اور درس ۲۴ و ۳۰ اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''۲۴۔ ان دنوں میں اس اذیت کے بعد سورج اندھیرا ہوگا، اور چاند روشنی نہ دے گا۔

۳۰۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگ جب تک یہ سب ماجرے نہ ہوئیں گذر نہ جائیں گے''۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"۲۹۔ دوران روزہا بعد ازان زحمت خورشید تاریک خواہد شد و ماہ نور خودرا باز خواہد گرفت۔

۳۰۔ بدرستیکہ بشما می گویم کہ تا تمامی این چیزہا واقع نگردد این طبقہ منقرض نخواہد گشت"

اور درس ۳۰ ترجمہ ۱۸۴۱ء میں یوں ہے:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ پشت جب تک یہ سب کچھ نہ ہولے گذر نہ جائیں گے۔

اور لوقا کی انجیل کے اکیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۲۰۔ اور جب تم دیکھو کہ یروشلم کو لشکروں نے گھیرا تو جانو کہ اس کی ویرانی نزدیک ہے۔

۲۱۔ تب وہ جو یہودیہ میں ہوں پہاڑوں کو بھاگیں۔ الخ

۲۲۔ کیونکہ وہ دن انتقام لینے کے اور سب نوشتے پورے ہونے کے دن ہیں۔

۲۵۔ اور سورج اور چاند اور ستاروں میں عجائب دکھائی دیں گے، اور زمین پر اقوام گھبراہٹ میں گرفتار ہوں گے، اور دریا کا اور موجوں کا شور ہوگا۔

۲۷۔ اس وقت ابن آدم کو بدلی پر بڑے قدرت اور حشمت سے آتے ہوئے دیکھیں گے۔

۳۲۔ میں تم سے سچ کہتا ہو کہ جب تک سب پورا نہ ہولے یہ پشت گذر نہ جائے گی"

اور درس ۳۲ اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"میں تم سے سچ کہتا ہوں جب تک کہ سب پورا نہ ہولے، اس زمانے

کے لوگ گذر نہ جائیں گے"۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"و من بشما راست میگویم کہ نخواہد گذشت این طبقہ تا ہمگی آنہا بوقوع انجامد"۔

متی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حواریوں نے ہیکل کی خرابی اور جناب مسیحؑ کے نزول اور قیامت کی علامتوں کے بارے میں پوچھا تھا، اور تینوں انجیلوں کی عبارت کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر آپ نے خاص یروشلم کی خرابی کا نشان یہ فرمایا کہ:

"دانیال کی خبر کے موافق یروشلم فوجوں سے گھیرا جائے گا"۔

اور فرمایا کہ:

"یہ دیکھ کر تم پہاڑوں کے طرف بھاگ جائیو"۔

اور اپنے نزول اور قیامت کی بابت یوں فرمایا کہ:

"انہیں دنوں میں اسی مصیبت کے بعد فی الفور یہ دونوں امر بھی واقع ہو جاویں گے، اور اس پشت کے لوگ ان سب چیزوں (یعنی ہیکل کی خرابی اور میرے نزول اور قیامت کے آجانے) کو دیکھ لیں گے، اور جب تک یہ سب کچھ پورا نہ ہولے گا، یہ پشت گذر نہ جائے گی"۔

اور متی کی عبارت میں درس ۲۸ تک ہیکل کی خرابی کا حال اور درس ۲۹ سے آخر تک قیامت اور نزول کا حال بیان ہوا ہے، اور اسی کو پالس اور اسٹار وغیرہما نے اختیار کیا ہے، اور اسی طرح مرقس کی عبارت میں درس ۲۴ سے آخر تک اور لوقا کی عبارت میں درس ۲۵ سے آخر تک قیامت اور نزول کا حال بیان ہوا ہے۔

پس چاہیئے تھا کہ درس ۳۴ متی اور ۳۰ مرقس اور ۳۲ لوقا کے مطابق تینوں امر کا

وقوع اسی پشت کے لوگوں کے زندگی میں ہو جاتا، تاکہ یہ قول مسیح کہ ''آسمان اور زمین ٹل جائیں گے، پر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی'' صادق ہوتا، حالانکہ یروشلم اور ہیکل کی خرابی کے سوا کچھ ظہور میں نہ آیا، اور اٹھارہ سو برس گذر گئے، نہ قیامت آئی اور نہ بدلی پر بڑی قدرت اور حشمت سے جناب مسیحؑ اترتے نظر آئے، اور جو جو تاویلات عیسائی عالموں نے اس جگہ کی ہیں، التفات کے قابل نہیں، بلکہ انصاف کے سراسر خلاف ہیں، اور انجیلوں کی عبارت اس سے مانع ہے۔

دیکھو متی کے ۲۹ درس میں ان الفاظ کو ''ان روزوں میں اس تنگی کے بعد فی الفور'' الخ۔

اور مرقس کے ۲۴ درس میں ان الفاظ کو ''ان دنوں میں اس تکلیف کے بعد الخ'' کہ ان سے صراحتہ یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ یروشلم کی خرابی کے بعد انہیں دنوں میں فی الفور قیامت کا آنا، اور نزول بھی ہو جائے گا۔

اور دیکھو متی کے درس ۳۴ میں ان الفاظ کو ''یہ سب چیزیں اور یہ پشت'' اور اسی طرح مرقس کے تیس اور لوقا کے ۳۲ درس میں جو تینوں امر کے بیان کے بعد واقع ہوئے ہیں، اور دلالت کرتے ہیں کہ وہ تینوں امر (یعنی ہیکل کی خرابی اور قیامت کا آنا اور جناب مسیحؑ کا نزول) اسی پشت کے لوگوں کی زندگی میں واقع ہو جاویں گی۔

اور جناب مسیحؑ کے اور اقوال اور حواریوں کے اور اقوال سے بھی جن کی تشریح چھہترویں مثال میں گذری یہی سمجھا جاتا ہے، اور پہلے طبقے کے عیسائی لوگ بھی ان اقوال سے ایسا ہی کچھ سمجھتے تھے، اعتراف کے مطابق ان کے علماء کے ان کا یہی عقیدہ تھا کہ قیامت کا آنا، اور جناب مسیح کا نزول ہمارے طبقے کے لوگوں کی زندگی میں ہو جائے گا، حد یہ ہے کہ پادریوں نے جب دیکھا کہ انجیلوں کی یہ تحریریں سب غلط

پڑ گئیں تو کچے کچے عذر گڑھنے لگے۔

اور ہمارا یہ اعتقاد نہیں کہ مسیحؑ کا یہ قول ہے، اور جھوٹ ہو گیا بلکہ ہم تو ایسی واہی تباہی جھوٹی روایتیں صلیب پرستوں کی الحاقی مانتے ہیں، اور اس بات کے سلف سے خلف تک ہر مذہب کے علماء(۱) کے مدعی رہے ہیں، چنانچہ ان شاء اللہ تعالیٰ سترہویں سوال کے جواب میں آئے گا، اور انجیل متی تو متی کی تصنیف ہی نہیں، بلکہ اس کا ترجمہ ہے کہ جس کا مترجم بھی کوئی ایسا حاطب اللیل ہے جس کو صحیح اور غلط میں تمیز نہیں، اور باوجود اس کے اس ترجمے میں بھی پھر الحاق اور اصلاح ہوئی، جیسا کہ انتالیسویں اختلاف کے بیان میں گذرا اور سترہویں سوال کے جواب میں آتا ہے۔

اٹھہترویں مثال

متی کی انجیل کے انیسویں باب کے اٹھائیسویں درس میں جناب مسیحؑ کا قول یوں نقل کیا ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم جو میرے پیچھے ہولئے نئی پیدائش میں جب ابن آدم اپنی حشمت کے تخت پر بیٹھے گا، تم بھی بارہ تختوں پر بیٹھو گے، اور اسرائیل کے بارہ فرقوں کی عدالت کرو گے"۔

اور یہ قول بھی پورا نہ نکلا، کیونکہ ان بارہ حواریوں میں سے جن کو جناب مسیحؑ فرماتے ہیں کہ:

"تم جو میرے پیچھے ہولئے"۔

ایک حواری جس کا نام یہوداہ اسکریوتی تھا، ان انجیلیوں کی تصریح کے موافق جناب مسیح کی گرفتاری کی رات میں مرتد ہو گیا تھا۔

---

(۱) یعنی اہل اسلام پر موقوف نہیں، بعض فرقے عیسائیوں کے اور بت پرست کے علماء بھی یہی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

اناسویں مثال

یوحنا کی انجیل کے پہلے باب کے اکاونویں درس میں جناب مسیحؑ کا قول یوں منقول ہے، (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۶ء):

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم آسمان کو کھلا اور خدا کے فرشتوں کو ابن آدم پر چڑھتے اترتے دیکھو گے"۔

اور چونکہ یہ ارشاد اصطباغ کے بعد تھا، اس لئے اب اس کی صداقت میں کلام ہے، اور ان انجیلوں سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ اس ارشاد کے بعد کسی نے آسمان کو کھلا اور حضرت عیسیٰ پر فرشتوں کو اترتے چڑھتے دیکھا ہو۔

اسیویں (۸۰) مثال

مرقس کی انجیل کے سولہویں باب میں جناب مسیحؑ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۱۷۔ اور وہ جو ایمان لائیں گے، ان کے ساتھ یہ علامتیں ہوں گی کہ وہ میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے، اور نئی زبان بولیں گے۔

۱۸۔ سانپوں کو اٹھالیں گے، اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے، اس سے ان کا نقصان نہ ہوگا، وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے، اور وہ چنگے ہو جائیں گے"۔

اور یوحنا کے چودہویں باب کے بارہویں درس میں جناب مسیحؑ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں جو مجھ پر ایمان لاتا ہے، یہ کام جو میں کرتا ہوں، وہ بھی کرے گا، اور ان سے بڑے کام کرے گا"

اور مرقس کے گیارہویں باب کے تیئسویں درس میں قول جناب مسیحؑ کا یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''میں تم سے سچ کہتا ہوں جو کوئی اس پہاڑی سے کہے: اٹھ اور دریا میں گر پڑ، اور اپنے دل میں شک نہ لائے، بلکہ یقین لائے کہ یہ باتیں جو وہ کہتا ہے ہوجائیں گی تو جو کچھ وہ کہے گا پاوے گا''۔

دیکھو ان تینوں قولوں میں جو تثلیث کے عدد متبرک کے موافق کامل العدد ہیں، عموماً یہ بات ہے:

''وہ جو ایمان لائیں گے، اور جو مجھ پر ایمان لاتا ہے، اور جو کوئی اس پہاڑی سے کہے اٹھ الخ''۔

اب دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو یہ اقوال غلط ہیں، یا اب کے عیسائی حقیقت میں عیسائی نہیں، کیونکہ ہم تو ایک کو بھی نہیں دیکھتے کہ دیوؤں کو نکالتا ہو، اور نئی زبان بولتا ہو، یا زہر پی لے اور نہ مرے، یا سانپ اٹھالے یا بیمار پر ہاتھ رکھے، وہ شفا پا جائے، یا جناب مسیحؑ کے سے معجزے دکھلائے اور ان سے بڑھ کر کے تو کیا ذکر؟ یا پہاڑی سے کہے: اٹھ اور دریا میں گر پڑ، اور وہ اٹھ کر گر پڑے۔

بلکہ ہم پادری صاحبوں کو جو عیسائیوں کا عمدہ اور برگزیدہ فرقہ ہے دیکھتے ہیں کہ دس دس بیس بیس برس سے ہندوستان میں آئے ہیں، اور رات دن ہندوستان کی زبان سیکھنے کی مشق کرتے ہیں، پھر بھی وہ زبان اکثر کو صاف بولنی نہیں آتی، اور اردو کے محاورے کے موافق مذکر اور مؤنث میں تمیز نہیں ہوتی، اور کرامات کا تو کیا خاک ذکر کریں، اور یہ بات خود اس عیسائی مذہب مروج الحال کے غیر حق اور باطل ہونے کی ایک دلیل ہے، کیونکہ اگر اب یہ مذہب سچا ہوتا تو یقیناً ان اقوال مذکور کے موافق عیسائیوں میں وہ اوصاف پائے جاتے۔

دیکھو جب تک یہ مذہب حق پر تھا، اس میں ایسے لوگ پائے جاتے تھے، بلکہ بعض عیسائی گو چٹے (چور) اور بدکار تھے مگر اس مذہب کے طفیل صاحبِ کرامات تھے، دیکھو یہود اسکر یوتی کو کہ گو مرتد ہونے سے پہلے چٹا (چور) اور فاسق تھا مگر ایمان کے طفیل سے صاحب کرامات اور مستفیض بروح القدس تھا، اور اس زمانے کا کوئی عیسائی گو اپنے ہم مذہبوں میں کیسا ہی نیک گنا جاتا ہو اس مرتد اور فاسق کی بھی برابری نہیں کرسکتا۔

مناسبِ مقام دو حکایات

اس جگہ کے مناسب دو حکایتیں ہیں جو حضرات پروٹسٹنٹوں کے پیشواؤں کا حال بتلاتی ہیں، اور ہم ان کو پادری طامس انگلس کے کتاب سے جس کا نام "مرآۃ الصدق" ہے، اسی کی عبارت میں نقل کرتے ہیں (نسخہ ۱۸۵۱ء صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۷):

"۱۵۴۳ء میں لوتھر نے دستمبر میں مسینا کے ایک لڑکے پر سے شیطان اتارنا چاہا، لیکن جیسا کہ یہودی شیطان اتارنے والوں پر ماجرا گزرا، جن کا حواریوں کے اعمال کے انیسویں باب سے سولہویں آیت میں مندرج ہے، شیطان نے کود کے لوتھر پر حملہ کیا، اور اسے معہ اس کے ہمراہیوں کے زخمی کیا، استافلیس نامی ایک شخص نے جو دیکھا کہ شیطان نے اس کے استاد لوتھر کی گردن پکڑ رکھی ہے، اور گلا گھونٹے ڈالتا ہے، مکان سے کافور ہو جانے کا ارادہ کیا، مگر بے حواسی سے قفلِ در کھول نہ سکا، آخر ایک کلہاڑی جو خادم نے کھڑکی سے اندر پھینک دی تھی اٹھالی، اور دروازہ توڑ کر چپت (غائب) ہو گیا، (استافیلس کی معذرت تام صفحہ ۴۰۴)۔

دوسری جگہ باسیک نامی مؤلف کالون کی زندگی کے بیان میں (کہ یہ کالون بھی لوتھر کے مانند پروٹسٹنٹ مذہب کا مخترع اور پیشوا تھا) علیٰ ہٰذا القیاس ایل سوریس نامی

مؤرخ ذکر کرتا ہے کہ:

"کالون نے ایک شخص کو جس کا نام برومیسن تھا، رشوت دے کے اس بات پر راضی کیا کہ تو دم سادھ کے لیٹ جانا، اور مردے کی مانند بے حس وحرکت پڑا رہنا، اور جس وقت میں تجھے پکاروں کہ: اے برومیسن مردے جی اٹھ تو بس وہیں حرکت کر کے اٹھ بیٹھنا، گویا موت سے جی اٹھا، اور اس کی جورو (بیوی) سے بھی یہ بات ٹھہرالی کہ جس وقت تیرا خاوند جعلی مردہ بنے تو گریہ وزاری آغاز کرنا، جب کہ بہ طمع زر یہ بھیس بھرا گیا، کالون آموجود ہوا، اور بآواز بلند بولا کہ روؤمت، میں اس مردے کو جلادوں گا، اور بس کچھ دعائیں پڑھنے کے بعد کالون نے اس کا ہاتھ پکڑ کے پکارا، اور ہمارے خداوند کے نام میں حکم کیا کہ اٹھ مگر اس کا سب زہد وحکم بے فائدہ ہوا، کیونکہ برومیسن کی حقیقت میں جان نکل گئی تھی، اور خدا نے اس کو انتقام میں اس جعل کے کہ وہ اہانۃً سچے مردے جلانے والے کے معجزے کا مقصود بنا تھا، دراصل مردہ کر دیا تھا، اور کالون کے افسون وفسانہ نے خاک بھی اثر نہ کیا، نہ اس کی دعاؤں سے وہ جیا، اس پر اس کی جورو (بیوی) زار زار نوحہ جان گداز کرنے لگی، اور چلائی کہ جس وقت قرار مدار ہوا، میرا خاوند جیتا تھا، اور اب مردہ اور پتھر سا سرد ہے"۔

اور اسی طرح اور باتیں اس فرقے کے پیشواؤں کے مکر اور فریب کے لکھی ہیں، بھلا جب اس فرقے کے پیشواؤں کا یہ حال ہو، تو اس کا کیا ذکر۔

اکاسیویں مثال

سموئیل کی دوسری کتاب کے ساتویں باب میں خدا کا وعدہ ناثان پیغمبر کی معرفت حضرت داؤد سے بنی اسرائیل کے حق میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۰۔ اب میں اپنے اسرائیلی گروہ کے لئے ایک مکان مقرر کروں گا، اور وہاں انہیں آباد کروں گا، تاکہ وہ اپنے خاص مکانوں میں بسیں، اور پھر لے

چین نہ ہوں، اور شریر لوگ آگے کی طرح۔

۱۱۔ اور اس دن کی طرح کہ جس دن سے میں نے قاضیوں کو مقرر کیا کہ میرے اسرائیلی گروہ پر حاکم ہوں، اور تجھ کو تیرے سارے دشمنوں سے آرام دیا، ان کو پھر دکھ نہ دیں گے" الخ۔

اور درس دسواں اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"ومکانے نیز برای قوم خود اسرائیل مقرر خواہم کرد وایشان را خواہم نشانید تا خود جائداد باشند، ومن بعد حرکت نکنند، واہل شرارت من بعد ایشانرا ایاز ارند چون در ایام سابق"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"وبجہت قوم اسرائیل مکانے را تعین خواہم نمود وایشان را غرس خواہم نمود تا آنکہ در مقام خویش ساکن شدہ بار دیگر متحرک نشوند وفرزندان شرارت پیشہ ایشان را مثل ایام سابق نرنجانند۔"

اس میں وعدہ تھا کہ میں ایک مکان مقرر کروں گا، اور وہاں بنی اسرائیل آباد ہوکر بے چین نہ ہوں گے، اور شریر لوگ ان کو پھر دکھ نہ دیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے وہ مکان تو اور شلیم کو مقرر کیا، اور اس میں بنی اسرائیل آباد بھی ہوئے، لیکن اللہ کا وہ وعدہ وفا نہ ہوا، کیونکہ آباد ہوکر بہت بڑے بے چین ہوئے، اور شریر لوگوں نے بہت بڑا دکھ دیا، اور تین دفعہ تو بابل کے بادشاہ سے بڑا دکھ اٹھایا کہ وہ ہزاروں کو قتل کر گیا، اور ہزاروں کو قید کر کے لے گیا، اور اسی طرح اور بادشاہوں کے ہاتھ سے بڑا دکھ پہنچا، جیسا سلاطین کی دوسری کتاب اور اخبار الایام کی دوسری کتاب میں مفصل مرقوم ہے، اور مسیحؑ کی ولادت کے بعد ۷۰ء عیسوی میں طیطوس رومی کے ہاتھ سے وہ دکھ پہنچا کہ بابل کے بادشاہ کا دکھ اس کے سامنے گرد، بلکہ راحت تھا کہ عیسائی مؤرخوں کی تصریح کے

موافق گیارہ لاکھ آدمی تو تلف ہوئے، اور ستانویں ہزار قیدی ہو کر ملکوں کے چاروں طرف پراگندہ ہوئے، اوران کی اولاد اور ملکوں میں اب تک بے چین ہے۔

بیاسیویں مثال

سموئیل کی اسی کتاب کے اسی باب میں ناثان نبی کی ہی معرفت حضرت داؤد سے یوں وعدہ تھا، (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۲۔اور جب کہ تیرے دن پورے ہوں گے، اور تو اپنے باپ دادوں کے ساتھ سو رہے گا، تو میں بعد تیرے تخم کو جو تیرے صلب سے ہوگا برپا کروں گا، اوراس کی سلطنت کا بندوبست کروں گا۔

۱۳۔اور میرے نام کا ایک گھر بناوے گا، اور میں اس کی سلطنت کا تخت ابد تک قائم کروں گا۔

۱۴۔اور میں اس کا باپ ہوں گا، اور وہ میرا بیٹا ہوگا، سو وہ اگر کوئی خطا کرے گا، تو میں اسے آدمیوں کے کوڑے اور بنی آدم کے تازیانوں سے سزا دوں گا۔

۱۵۔ پر میں اپنی رحمت سے اس کو جدا نہ کروں گا، جس طرح کہ شارل سے، جسے میں نے تیرے آگے سے دفع کیا جدا کیا۔

۱۶۔ بلکہ تیرا گھر، در اور تیری سلطنت ہمیشہ تک تیرے آگے اس میں رہے گی، اور تیرا تخت ہمیشہ تک ثابت ہوگا"۔

اور یہی وعدہ اخبار الایام کی پہلی کتاب کے بائیسویں باب میں یوں ہے، (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"۹۔اینک پسرے برائے تو بوجود خواہد آمد کہ صاحب راحت خواہد بود، من اورا از تمامی دشمنان راحت خواہم بخشید چہ نام وے سلیمان خواہد بود و من

درایام وے سلامت وآرام بہ بنی اسرائیل خواہم بخشید۔

۱۰۔ او خانہ بنام من بنا خواہد کرد واو پسر من ومن پدر روے خواہم بود وتخت سلطنتش را بر بنی اسرائیل تا ابدالآباد پائدار خواہم کرد"۔

اس میں حضرت داؤد کے نسبت وعدہ تھا کہ تیرا تخت ہمیشہ تک ثابت ہوگا، اور سلیمان کے نسبت وعدہ تھا کہ اس کی سلطنت کا تخت بنی اسرائیل پر ابدالآباد تک پائیدار رہے گا، اور یہ وعدے وفا نہ ہوئے، اور ہزاروں برس ہوئے کہ داؤدی اور سلیمانی خاندان سے سلطنت جاتی رہی۔

تراسیویں مثال

عیسائیوں کے مقدس پولوس نامہ عبرانیہ کے پہلے باب کے چھٹے درس میں بطور اشارے کے عہد عتیق کی کتابوں کے حوالے سے حضرت عیسیٰ کی فضیلت میں ایک قول خدا تعالیٰ کا یوں نقل کرتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"میں اس کا باپ ہوں گا، اور وہ میرا بیٹا ہوگا"۔

(فارسیہ ۱۸۱۹ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"من پدر او واو پسر من خواہد بود"

اور علمائے عیسائی اس حوالے کا اشارہ سموئیل کی کتاب کے ساتویں باب کے چودھویں درس کی طرف بتلاتے ہیں۔

پس اس کے موافق وہ چودھواں درس جن کی نقل اوپر کی مثال میں گذری، جناب پولوس کے زعم میں حضرت عیسیٰ کے حق میں ہے، حالانکہ یہ تو صریح غلط ہے، اور عیسائیوں کے ان مقدس سے بڑا تعجب ہے کہ کیا ہی صریح غلطی کھائی، نہیں نہیں انجیل کے مؤلفوں سے تو ایسی غلطی کچھ عجب نہیں، دیکھو پہلی انجیل کے مؤلف نے بہت سی

بشارتیں لپیٹ سپیٹ کر حضرت عیسیٰؑ کے حق میں لکھی ہیں، اوران میں بہت جگہ صریح غلطی کرتا ہے، اسی طرح اگر مقدس ممدوح بھی غلطی کھاویں تو کیا عجب؟ اوران مقدس نے کیا یہ نہ دیکھا کہ

اولاً یہی وعدہ کتاب سموئیل والا اخبار الایام کے پہلی کتاب کے بائیسویں باب میں منقول ہوا ہے، اوراس میں اس وعدے کے ضمن میں نویں درس کے اندر صریح مذکور ہے کہ اس کا نام سلیمان ہوگا۔

ثانیاً یہ کہ سموئیل کی کتاب کے ۱۳ درس اور اخبار الایام کی کتاب کے دسویں درس کے موافق یہ ہے کہ ''وہ میرے لئے ایک گھر بناوے گا'' اس کے موافق چاہئے کہ وہ شخص موعود وہ ہو جس نے بیت المقدس کو بنایا ہو، اوراس کے بنانے والے تو حضرت سلیمان ہیں، نہ حضرت عیسیٰ، بلکہ حضرت عیسیٰ تو ایک ہزار تین برس اس کے تیار ہونے کے بعد پیدا ہوئے ہیں، اور الٹے اس کی بربادی کی خبر دیتے تھے، جیسا کہ پہلی انجیل کے چوبیسویں باب کے دوسرے درس اور تیسری انجیل کے اکیسویں باب میں مصرح ہے۔

ثالثاً یہ کہ انہیں درسوں میں ہے کہ:

''اس کے سلطنت کا تخت'' الخ۔

اس کے موافق وہ شخص ایسا چاہئے کہ صاحب سلطنت اور تخت نشین ہو، اور حضرت عیسیٰ تو فقیر تھے، سلطنت بھی نہیں رکھتے تھے، تخت کہاں سے آوے؟ ان کا تو اپنے حق میں پہلی انجیل کے آٹھویں باب کے بیسویں درس میں قول منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''لومڑیوں کے لئے ماندین اور ہوا کے پرندوں کے لئے بسیرے ہیں،

پر ابن آدم کے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں ہے''۔

رابعاً یہ کہ سموئیل کی کتاب کے تیرہویں درس میں ہے:

"اگر وہ خطا کرے گا"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص ایسا ہوگا کہ جس سے صدور خطا کا ممکن ہو، اور حضرت عیسیٰؑ تو عیسائیوں کے زعم کے موافق خدا تھے اور معصوم، اور ممکن نہیں کہ ان سے خطا ہو، برخلاف حضرت سلیمان کے کہ انہوں نے تو اہل کتاب کے گمان کے موافق بت پرستی تک کی، اور بتخانے بنوائے، اور دوسری خطائیں کیں، جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب دوسری اور تیسری قسم کی مثالوں کے بیان میں ستائیسویں مثال کے اندر آتا ہے۔

خامساً یہ کہ اخبار الایام کے ۹ درس میں ہے کہ:

"میں اسے سارے دشمنوں سے صلح اور آرام بخشوں گا"۔

اور حضرت عیسیٰ کو یہ بات کب نصیب ہوئی، اور انہوں نے تو یہودیوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی تکلیفیں آسمان کے عروج سے پہلے اٹھائیں، اس حد تک کہ عیسائیوں کے زعم کے موافق یہودیوں نے انہیں سولی پر کھینچ کر مار ڈالا، جیسا کہ ان اناجیل مروجہ میں مصرح ہے۔

سادساً یہ کہ اسی درس میں ہے کہ میں اس کے دنوں میں سلامتی اور آرام اسرائیل کو بخشوں گا، اور حضرت عیسیٰ کے وقت میں تو یہودیوں کو کیا خاک سلامتی ہوئی، اور کیا پھر آرام ملا کہ وہ رومیوں کے تابع تھے، اور اس تابعداری سے رات دن بہت ہی دق تھے، اور عروج سے سینتیس برس کے بعد تو طیطوس رومی کے حادثہ میں وہ رنج دیکھا کہ بیان سے باہر ہے، اور پھر بھی طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار رہے، اور اب تک خراب خستہ ملکوں میں تتر بتر ہیں، اور خود سلیمان نے اس خبر کو اپنے حق میں کہا ہے۔

اخبار الایام کی دوسری کتاب کے چھٹے باب میں ہے، (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"۷۔ اور میرے باپ داؤد کے دل میں تھا کہ خداوند اسرائیل کے خدا کے نام کیلئے ایک گھر بنادے۔

۸۔ سو خداوند نے میرے باپ داؤد سے کہا الخ۔

۹۔ تو خود گھر نہ بنائے گا، بلکہ تیرا بیٹا جو تیرے صلب سے نکلے گا، وہ میرے نام کا ایک گھر بنادے گا۔

۱۰۔ سو خداوند نے وہ بات جو کہی تھی پوری کی، اور میں اپنے باپ داؤد کے تخت پر بیٹھا، اور میں نے خداوند اسرائیل کے خداوند کے نام کے لئے ایک گھر بنایا۔

دوسری اور تیسری قسم کی مثالیں

ان دونوں قسموں کی مثالوں کو رلی ملی ذکر کرتا ہوں، اور جس بات کو اول قسم کے شروع کرنے سے پہلے ذکر کر چکا ہوں، ناظرین اس کو خوب خیال میں رکھیں، کہ ان سے بعض کا ذکر تو محض الزاماً ہے کہ پادریوں کے اعتراضات کے موافق جو ہم پر کرتے ہیں کیا جاتا ہے، اور اکثر کا ذکر بمجوائے:

"نقل کفر کفر نباشد"

(کفر کو نقل کرنا کفر نہیں ہوتا)

ان کے ہم وطنوں کی تحریر اور تقریر سے نقل ہے، تا کہ ناظرین کو تنبیہ ہو جاوے کہ پادریوں کا شور وشغب کچھ نئی بات نہیں، اور میرے نزدیک تو جیسے پادریوں کے اعتراض لغو ہیں، اسی طرح ان کے ہموطنوں کے اعتراضات بھی خدا اور انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ساقط ہیں، بعض تو لغویت کے سبب اور بعض عہد عتیق اور جدید کی روایات کے معتبر نہ ہونے کے باعث، اور بفضل اللہ میں تو دونوں معترضین سے بیزار ہوں اور بہت ہی صاف عقیدے اپنے پروردگار اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت رکھتا ہوں، اور اللہ کے جناب پاک سے التجا کرتا ہوں۔

توفّنی مسلماً و ألحقنی بالصالحین۔

روایات منافی عدل

پہلی مثال

کتاب پیدائش کے ساتویں باب کے موافق نوحؑ کے وقت میں طوفان پہنچ کر سب جانداروں کو جن میں کروڑہا بچے معصوم اور پرِدمہا اور جاندار انسان کے سوا بے خطا تھے ہلاک کیا، بھلا کیا یہ ظلم اور خلاف عدل نہیں؟ کیونکہ اگر بالغ کفار کی خطا تھی تو ان کروڑوں بچوں اور پرِدمہا اور جانداروں کا کیا گناہ تھا؟ علاوہ اس کے توریت کی یہ گواہی جہاں کی ساری تاریخوں اور علوم حکمیہ کے خلاف ہے، اور ہندیوں اور چینیوں اور خطا والوں اور مجوسیوں اور اگلے ترکوں کی تواریخ میں کہیں اس کا پتہ نہیں لگتا، اور وہ لوگ اس کے منکر ہیں، اور پنڈت لوگ اور ہندو مذہب کے فاضل اور پادریوں کے وہ سب ہموطن جن کو یہ لوگ ملحد کہتے ہیں، اس پر بہت ہی استہزا کرتے ہیں، اور جان کلارک نے اپنی کتاب میں تیسرے چھٹے کے اندر لکھا ہے کہ:

"یہ تو فلسفہ کے خلاف ہے"۔

پھر بہت ہی استہزا کرتا ہے، چنانچہ سوال اول کے جواب میں شق القمر کے معجزے کے بیان میں تفصیل اس کی گذری، اور پادریوں کے نزدیک یہ کیا ناانصافی نہیں کہ دنیا کی ساری تاریخوں اور فلسفہ کو غلط کہیں، اور صرف توریت کی تحریر کو صحیح مانیں۔

دوسری مثال

کتاب پیدائش کے انیسویں باب کے مطابق لوطؑ کے وقت میں سدوم اور عمورا اور ان کے نواح کے میدانوں پر گندھک اور آگ برسا کے خدا تعالیٰ نے

لاکھوں آدمیوں کو جن میں ہزارہا معصوم بچے بھی تھے، اور لاکھوں دوسرے بے خطا جانداروں بے خطا کو مار ڈالا، بھلا ان بچوں اور ان جانداروں کی نسبت کیا یہ ظلم اور خلاف عدل نہیں۔

تیسری مثال

کتاب استثناء کے ساتویں باب اور بیسوین باب کے موافق (جن کی عبارت کی نقل پہلے سوال کے جواب کے آخر میں گذری) بڑی بڑی سات قوموں کے حق میں حکم تھا کہ ان کو ایک لخت نیست ونابود کیجیو، اور ان پر رحم نہ کریو، اور وہاں کی کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے جیتا نہ چھوڑیو، بلکہ سب جانداروں کو ایک لخت نیست ونابود کیجیو اور یہ قومیں جو بنی اسرائیل سے بہت قوی اور بہت بڑی نہیں تو یقیناً ان کے آدمیوں کا شمار کڑوڑ سے کچھ اوپر ہوگا، اور اور جانداروں کا تو کیا حساب، اور ان آدمیوں میں بھی لکھوکھا بچے معصوم تھے، بھلا ایسے بچوں اور ان جانداروں کی نسبت ایسا حکم دینا، اور انہیں ایک لخت ایسی بے رحمی سے مروا ڈالنا کیا عدل کے خلاف نہیں؟

چوتھی مثال

کتاب خروج کے گیارہویں باب کے موافق خدا نے موسیٰ کو حکم دیا، اور باب بارہویں کے موافق اس حکم پر حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ انہوں نے دونوں حکموں کے مطابق جھوٹ بول کر مصریوں سے روپئے سونے کے برتن اور کپڑے عاریت کے بہانے لے کر ہضم کیے، کیا یہ حکم عدل کے خلاف نہیں؟

پانچویں مثال

کتاب خروج کے بارہویں باب کا انتیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ او

۱۸۲۹ء):

"اور یوں ہوا کہ یہواہ نے آدھی رات کو مصر کے زمین میں سارے پہلوٹے (پہلی اولاد) فرعون کے پہلوٹے سے لے کے جو اپنے تخت پر بیٹھا تھا، اس قیدی کے پہلوٹے تک جو قید خانے میں تھا، چار پایوں کے پہلوٹوں سمیت ہلاک کئے"۔

دیکھو مصر کی ساری زمین کے پہلوٹوں میں ہزار ہا بچے معصوم اور لاکھوں چار پائے بے گناہ تھے، پس سب کو ہلاک کرنا اور بے گناہ اور گنہگار کو یکساں خطاوار ٹھہرا کر سزا دینا کیا عدل کے خلاف نہیں؟

چھٹی مثال

توریت میں کئی جگہ حکم ہے کہ جو کوئی غیر خدا کی نذر مانے یا بت پرستی کرے، یا بت پرستی کی رغبت دے اسے مار ڈالیو، چنانچہ کتاب خروج کے بائیسویں باب کے بیسویں درس اور کتاب استثناء کے تیرہویں باب اور اسی کتاب کے سترہویں باب میں (جن کی نقل پہلے سوال کے جواب کے آخر میں اثبات رسالت کے چوتھے اور نویں وجہ کے اندر گذری) مصرح ہے، اور کہیں ان مقامات میں اس بات کا پتہ نہیں کہ اولاً انہیں فہمائش کیجو، یا توبہ کی انتظاری دیکھیو، بھلا پادریوں کے زعم میں ان شخصوں کو ایسے گناہوں پر بغیر فہمایش اور انتظارِ توبہ کے مار ڈالنا کیا ظلم نہیں؟

ساتویں مثال

جب قورح نے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کیا، تو اس حال میں کتاب شمار کے سولہویں باب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۴ء ۱۸۲۹ء):

"۲۰۔ اور یہواہ نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا۔

۲۱۔ تم آپ کو اس گروہ میں سے جدا کرو، تاکہ میں انہیں ایک پل میں ہلاک کروں۔

۲۲۔ تب وہ اوندھے گرے، اور بولے اے خدا سارے جسموں کی جانوں کے خدا! گناہ ایک کرے، اور تو سارے گروہ پر غصے ہوئے"۔

بھلا یہ کیا انصاف ہے کہ ایک کے گناہ پر ساری قوم کے ہلاک کا ارادہ کرتا کہ جس پر موسیٰ اور ہارون یوں چلائے کہ گناہ کرے ایک اور تو سارے گروہ پر غصے ہووے۔

آٹھویں مثال

کتاب استثناء کے بتیسویں باب کے پچیسویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ و ۱۸۲۹ء):

"اور شیر خوار کو بھی بوڑھے سمیت ہلاک کرے گا"۔

دیکھو شیر خوار کو ہلاک کروانا کیا انصاف ہے۔

نویں مثال

کتاب ایوب کے پہلے اور دوسرے باب سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض شیطان کے کہنے سے پہلے تو ایوب کے بھیڑ بکریوں کو اور ان کے چروالوں (چرواہوں) کو بجلی ڈال کر مار ڈالا، اور اس کے بیلوں اور گدھوں اور اونٹوں کو قزاقوں کے حوالے کیا کہ وہ سب کو لے گئے، اور نوکروں کو تلوار سے قتل کر گئے، اور بڑی آندھی بھیج کر اس کے مکان کو گرا کے اس کی سب اولاد کو مار ڈالا، اور جب ایوب ان مصیبتوں پر صابر رہا تو پھر اسی شیطان کے کہنے سے ایوب کو سر سے پاؤں تک جلتے پھوڑوں میں گرفتار کیا۔

دیکھو یہ کیا عدل کے خلاف نہیں کہ شیطان مردود کے کہنے سے ایسے فرماں بردار بندہ کا یہ حال ہو، شاید ایسی ہی باتوں کا لحاظ کر کے عیسائی مذہب کے بعض علماء نے اس کتاب کو محض ایک افسانہ اور جھوٹی کہانی مانا ہے، جیسا انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں آئے گا۔

دسویں مثال

کتاب یرمیا کے ساتویں باب کے بیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"خداوند خدا یوں کہتا ہے کہ دیکھ اس مقام پر اور آدمی پر اور چار پائے پر اور میدان کے درخت پر اور زمین کے پھل پر میرا غضب اور میرا قہر ڈالا جائے گا، وہ بھڑکے گا، اور بجھے گا نہیں"۔

دیکھو آدمیوں میں بچے معصوم بھی تھے، اور چار پائے سب بے خطا تھے، ان پر قہر و غضب کا بھڑکنا کیا انصاف ہے؟

گیارہویں مثال

کتاب یرمیا کے تیرہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء)

"۱۳۔ خداوند یوں کہتا ہے: اس سرزمین کے سارے باشندوں کو اور ان بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھے اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے سارے باشندوں کو میں متوالی (نشہ) سے بھردوں گا۔

۱۴۔ اور میں ایک کو دوسرے پر اور بیٹے کو باپوں پر اکھٹے پٹکوں گا، خداوند کہتا ہے: میں مہربانی نہ کروں گا، اور نہ چھوڑوں گا، اور رحم نہ دکھاؤں گا، بلکہ انہیں ہلاک کروں گا۔

دیکھو آپ ہی سارے سرزمین کے باشندوں کو متوالے کرنا پھر بغیر رحم کے ہلاک کرنا کیا انصاف ہے؟

بارہویں مثال

کتاب حزقیل کے اکیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۳۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تجھ پر آؤں گا اور اپنی تلوار کو میان میں سے نکالوں گا، اور صالح اور طالح (برا شخص) کو منقطع کروں گا۔
اس سبب سے کہ میں تیرے بیچ سے صالح اور طالح کو منقطع کروں گا، اس لئے میری تلوار اپنے میان سے جنوب سے شمال تک سارے بشر پر نکلے گی"۔

بھلا طالح (برا شخص) کو مارنا تو ایک بات ہے لیکن صالح کو مارنا، اور سب بشر پر جن میں لاکھوں بچے معصوم بھی تھے، شمال سے جنوب تک تلوار کا نکلنا کیا ظلم نہیں؟

تیرہویں مثال

سموئیل کی دوسری کتاب کے چوبیسویں باب میں ہے کہ:

"داؤد نے جب سے اسرائیل کو شمار کرایا تو اس بات پر خدا کا غصہ بھڑکا، بنی اسرائیل کے اور ستر ہزار آدمی وبا بھیج کر مار ڈالے، اور داؤد کا بال بھی نہ بیکا ہوا، اور نہ کوئی ان کے گھر کا آدمی مرا"۔

بھلا یہ کیا عدل کے خلاف نہیں کہ خطا کریں داؤد اور ماریں جاویں اور لوگ، اسی لئے حضرت داؤد نے خود ہی یوں عرض کیا، جیسا اسی باب کے سترہویں درس میں یوں منقول ہے، (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"گناہ تو میں نے کیا، اور بدی مجھ سے ہوئی، پر ان بھیڑوں کا کیا قصور؟

پس مجھ پر اور میرے باپ کے گھرانے پر ہاتھ چلایئے"۔

چودہویں مثال

کتاب یرمیاہ کے پندرہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۳۔ اور میں چار انواع ان پر مقرر کروں گا، خداوند فرماتا ہے، قتل کے لئے تلوار کو اور پھاڑنے کے لئے کتوں کو اور کھا جانے اور ہلاک کرنے کے لئے ہوائی پرندوں اور زمین کے درندوں کو۔

۴۔ اور دنیا کی ساری مملکتوں میں میں انہیں تنگ ہونے کے لئے کردوں گا، یہوداہ کے بادشاہ منسی بن خرقیاہ کے سبب اس کے لئے جو اس نے یروشلم میں کیا"۔

بھلا منسی بن خرقیاہ کے گناہوں کے سبب سب پر چار طرح کے عذاب مقرر کرنا، اور ساری دنیا کی مملکتوں میں انہیں تنگ کرنا کیا انصاف ہے؟

پندرہویں مثال

کتاب شمار کے چودہویں باب کا تینتیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اور تمہارے لڑکے اس دشت میں چالیس برس تک بھٹکتے پھریں گے، اور تمہاری حرام کاری کے اٹھانے والے ہوں گے، جب تک کہ تمہاری لاشیں اس دشت میں نیست نابود ہوں"۔

بھلا لڑکوں کو چالیس برس تک باپ دادوں کی حرام کاری اٹھوانی کیا انصاف ہے؟

سولہویں مثال

کتاب اشعیا کے چودہویں باب کے اکیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''اس کے بیٹوں کے لئے مسلخ تیار کرو ادو باپ دادوں کے گناہوں کے سبب''۔

بھلا باپ دادوں کے گناہوں کے سبب اولاد کو عذاب کرنا کیا انصاف ہے؟

سترہویں مثال

کتاب یرمیا کے بتیسویں باب کے اٹھارویں درس میں خدا تعالیٰ کی تعریف میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''تو ہزاروں پر مہربانی کرتا ہے، اور باپ دادوں کی برائی کا بدلا ان کے بعد ان کے لڑکوں کی چھاتی میں دیتا ہے''۔

دیکھو باپ دادوں کے گناہوں کا بدلہ ان کے بعد ان کے لڑکوں سے لینا کیا انصاف ہے؟

اٹھارہویں مثال

نوحہ یرمیا کے پانچویں باب کا ساتواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

''ہمارے باپ دادے گنہگار ہوئے، وہ جاتے رہے، اور ہم ان کا گناہ سہتے ہیں''۔

اس مثال میں وہی خدشہ ہے، جو اوپر مذکور ہوا، اور اہل کتاب کی کتب مقدسہ میں اور بہت ایسے فقرے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک کے گناہ پر دوسرے کو اور باپ دادوں کے گناہ پر اولاد کو پکڑتا ہے، ہم کہاں تک لکھیں، اس لئے اب ان فقروں کو نقل کریں گے کہ جن سے معلوم ہو کہ اولاد بے نصیب کئی پشت تک اپنے باپ دادا کا گناہ اٹھاتی ہے۔

انیسویں مثال

کتاب خروج کے بیسویں باب کے پانچویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں

ہے (نسخہ ۱۸۲۲ و ۱۸۲۹ء):

''میں یہواہ تیرا خدا غیور ہوں کہ آباء کے بدکاریوں کی سزا ان کے لڑکوں کو جو میرا کینہ رکھتے ہیں ان کے تیسرے اور چوتھے نسل تک دینے والا ہوں''۔

بیسویں مثال

کتاب خروج کے چونتیسویں باب کے ساتویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول اپنی تعریف میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ و ۱۸۲۹ء):

''آباء کے گناہ ان کے فرزندوں اور فرزندوں سے تیسرے اور چوتھے پشت تک مطالبہ کرتا ہے''۔

اکیسویں مثال

کتاب شمار کے چودہویں باب کے اٹھارویں درس میں خدا تعالیٰ کی تعریف میں حضرت موسیٰ کا قول یوں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

''باپ دادوں کے گناہوں کو ان کے لڑکوں سے جو وہ ان کے تیسرے اور چوتھے پشت میں مطالبہ کرتا ہے''۔

بائیسویں مثال

کتاب استثناء کے پانچویں باب کے نویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

''میں یہواہ تیرا خدا غیور خدا ہوں، جو باپ دادوں کی بدکاری کا بدلا کہ میرا کینہ رکھنے والے ہیں، ان کی اولاد سے تیسرے اور چوتھے پشت تک لیتا ہوں''

ان چار مثالوں سے جو انیسویں سے بائیسویں تک ہیں، صاف ظاہر ہوا کہ

اللہ صاحب بمقتضائے غیرت باپ دادوں کے گناہ کی سزا ان کے لڑکوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتے ہیں، بھلا یہ کیا انصاف ہے؟ لیکن اگر اتنا بھی رہتا، تو بھی غنیمت تھا، مگر کتب مقدسہ کے اور مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیسویں پچاسویں پشت تک بھی مطالبہ ہوا کرتا ہے، جیسا کہ اگلی مثالوں میں آتا ہے۔

تیئسویں مثال

سموئیل کی پہلی کتاب کے پندرہویں باب میں سموئیل پیغمبر کی معرفت خدا تعالیٰ کا حکم بنی اسرائیل کے بادشاہ ساول کو یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۲۔ لشکروں کا یہواہ یوں کہتا ہے: مجھ کو یاد ہے جو کچھ کہ بنی اسرائیل سے عمالیق نے کیا، جب کہ وہ مصر سے چڑھے کہ وہ کیوں کران کے گھات میں بیٹھے۔

۳۔ سو تو اب جا، اور عمالیق کو مار، اور سب جو کچھ کہ ان کا ہے یک لخت حرم کر، اور ان پر رحم مت کر، بلکہ مرد سے لے کے عورت اور لڑکے شیر خوار اور بیل، بھیڑ اور اونٹ، گدہے تک سب کو قتل کر"۔

دیکھو یہاں چار سو برس کے بعد ان عمالیقوں کی اولاد سے جنہوں نے موسیٰ کا مقابلہ کیا تھا، اور مصر سے نکلنے کے وقت بنی اسرائیل کے گھات میں بیٹھے تھے، بدلا لینے کا حکم نکلا، اور بمقتضائے عدالت حکم ہوا کہ رحم نہ کرو، بلکہ ان کے مرد، عورت، بالے بچے، بیل، بھیڑ، اونٹ، گدہے کو یک لخت قتل کرو، بھلا لڑکوں نے جو شیر خوار تھے اور اسی طرح جانوروں نے کیا گناہ کیا تھا، اور وہ مرد عورت صدہا سال کے بعد اپنے باپ دادوں کے گناہ کے بدلے کیا واجب القتل تھے، کیا اسی کا نام انصاف ہے؟

چوبیسویں مثال

لوقا کی انجیل کے گیارہویں باب میں عیسیٰ کا قول جو عیسائیوں کے زعم میں

خدا کے بیٹے تھے یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء ۱۸۴۰ء ۱۸۴۴ء اور ۱۸۴۶ء):

"۵۰۔ سب نبیوں کے خون کا جو دنیا کے بنا سے (دنیا کے وجود میں آنے سے) بہایا گیا ہے، اس زمانے کے لوگوں سے بدلا لیا جاوے۔

۵۱۔ ہابیل کے خون سے لے کے زکریا کے خون تک جو قربان گاہ اور عبادت گاہ کے بیچ مارا گیا، میں تم سے سچ کہتا ہوں، اس زمانے کے لوگوں سے لیا جائے گا"۔

دیکھو باپ نے وہ فرمایا تھا، بیٹے یہ کچھ فرماتے ہیں، بھلا ہابیل کے وقت سے جتنے خون ہوئے ان سب کا بدلا حضرت عیسیٰ کے ہم عہدوں سے لینا کیا انصاف ہے؟

اور اس مثال اور اوپر کے مثال کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکم جو کتاب خروج کے بیسویں باب کے پانچویں درس میں احکام عشرہ کے ضمن میں بیان ہوا تھا منسوخ ہو گیا کہ چار پشت چھوڑ کر اتنے پشتوں تک نوبت پہنچی، مگر حیرت یہ ہے کہ توریت کے رو سے چار پشت تک اور ان دو عبارتوں کے رو سے بہت پشتوں تک باپ دادوں اور غیر کے گناہوں کا بدلہ لینا ثابت ہے، اور عہد عتیق کی اور کتابوں میں صدہا جگہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک کے گناہ پر دوسرا بھی پکڑا جاتا ہے، باوجود اس کے حضرت حزقیل ان سب کے مخالف اپنی کتاب کے اٹھارویں باب کے بیسویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں نقل کرتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ نہ سہے گا، اور نہ باپ بیٹے کا گناہ سہے گا، صادق کی صداقت اسی پر ہوگی، اور شریر کی شرارت اسی پر پڑے گی"

اب معلوم نہیں کہ عیاذاً باللہ! آیا اللہ صاحب کو یاد نہ رہا کہ میں نے اور نبیوں کی معرفت کیا کہا تھا، یا حزقیل کو سہو ہوا کہ خدا کی طرف ایسے قول کی نسبت کیا، اور

بالفرض اگر یہ قول سچا ہو تو پھر کس لئے کروڑ ہا بچے معصوم اور پڑمہا اور جاندار انسان کے علاوہ کو طوفان نوح میں اور اسی طرح ہزار ہا بچے معصوم اور لاکھوں اور جانداروں کو سدوم اور عمورا کے حادثہ میں، اور لاکھوں بچے معصوم اور دوسرے جانداروں کو ان سات قوموں کے، اور مصر کے ساری زمین کے پہلوٹوں میں سے ہزار ہا بچے معصوم اور لاکھوں لاکھ اور جانداروں کو اور داؤد کے شمار کے سبب ستر ہزار بنی اسرائیل کو اور چار سو برس کے بعد عمالیق کو مارا، اور کس واسطے حضرت عیسیٰ کے ہم عہدوں پر چار ہزار برس کے خون پڑیں گے، ان باتوں اور توریت کی صریح مخالفت کا لحاظ کرکے بہت سے یہود کے عالموں نے ایسے قولوں کے سبب کتاب حزقیل کو مردود ٹھہرایا تھا، اور طُرفہ یہ ہے کہ حزقیل نے خود ہی اکیسویں باب کے تیسرے اور چوتھے درسوں میں خداتعالیٰ کا قول یوں نقل کیا ہے کہ:

''اپنی تلوار کو میان سے نکالوں گا، اور صالح اور طالح کو تجھ میں سے منقطع کروں گا، اور میری تلوار جنوب سے شمال تک سارے شریر پر نکلے گی''۔

پچیسویں مثال

متی کی انجیل کے بارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء ۱۸۴۶ء):

''۳۱۔ لوگوں کے ہر طرح کا گناہ اور کفر معاف کیا جائے گا، مگر وہ کفر جو روح کے مقابلے میں ہو، آدمی کو معاف کیا نہ جائیگا۔

۳۲۔ اور جو کوئی ابن کی بدگوئی کرتا ہے یہ اس سے معاف کیا جائے گا، پر جو کوئی روح قدس کی بدگوئی کرے یہ اس سے معاف کیا نہ جائے گا، نہ اس جہاں میں اور نہ اس جہاں میں''۔

مرقس کی انجیل کے تیسرے باب میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"۲۸۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ آدمیوں کے سب گناہ اور کفر جو وے کرتے ہیں معاف کئے جائیں گے۔

۲۹۔ لیکن جو کوئی روح قدس کے حق میں کفر کی بات کہے اس کی معافی کبھی نہ ہوگی، بلکہ وہ ہمیشہ کی سزا میں گرفتار ہوگا"

دیکھو اس سے بوجھا جاتا ہے کہ انجیل حقیقی کی تکذیب کے سوا باقی سب گناہ کو خواہ ہزارہا خون اور لاکھوں غصب اور صدہا طرح کے کفر کیوں نہ ہوں، قطعاً معاف ہوجاویں گے، پادریوں کے زعم میں جو ہمارے مذہب کی بعض روایات پر طعن کیا کرتے ہیں، اور کہا کرتے ہیں کہ اس صورت میں خدا عادل نہیں رہتا، کیا یہ امر عدل کے خلاف نہیں، اور طرہ یہ ہے کہ زبور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس کی بدگوئی بھی معاف ہوجائے گی، زبور ایک سو تیسویں میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۸۔ یہواہ رحیم اور نرم دل ہے، اور اس کا غصہ دھیما اور اس کی رحمت بہت ہے۔

۹۔ اس کا جھنجلانا دائمی نہیں، وہ اپنے غصے کو ابد تک نہیں رکھ چھوڑتا"۔

چھبیسویں مثال

ایک عورت فاحشہ کی نسبت جس نے حضرت عیسیٰ کے پاؤں کو اپنے بالوں سے پونچھا تھا، اور چومی تھی، اور عطر لگایا تھا، حضرت عیسیٰ کا قول لوقا کی انجیل کے ساتویں باب میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء ۱۸۴۴ء اور ۱۸۴۶ء):

"۴۷۔ اس کے گناہ جو بہت ہیں معاف کئے گئے کہ اس نے بہت پیار کیا ہے، پر جس کے تھوڑے معاف کئے گئے ہیں، وہ تھوڑا پیار کرتا ہے"۔

۴۸۔ پھر اس نے اس سے کہا کہ تیرے گناہ معاف کئے گئے"۔

دیکھو یہ عدالت کیا ہے کہ بدکار عورت کے بہت گناہ فقط حضرت عیسیٰ کے پیار

کرنے سے معاف ہو گئے، پادری اُس کو کیوں عدل کے خلاف نہیں سمجھتے؟

ستائیسویں مثال

کتاب ملاکی کے پہلے باب میں (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۲۔ خداوند فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں پیار کیا، تس پر تم کہتے ہو کہ تو نے ہمیں کس طرح پیار کیا؟ کیا عیسو یعقوب کا بھائی نہ تھا، خداوند فرماتا ہے، میں نے یعقوبؑ کو پیار کیا۔

۳۔ اور میں نے عیسو سے دشمنی رکھی، اور اس کے پہاڑ اور اس کی میراث کو جنگلی تنینوں کے لئے ویران کیا"۔

بھلا عیسو اور اس کی اولاد کو ناحق دشمن پکڑنا اور اوس کی میراث کو جنگلی تنینوں کے لئے ویران کرنا، کیا انصاف ہے؟

اٹھائیسویں مثال

نامۂ رومیہ کے نویں باب کے دسویں درس سے ایک سویں درس تک جس کی نقل پہلے سوال کے جواب میں معہ اس قسم کی اور مثالوں کے گذری مصرح ہے کہ خدا نے بعضوں کی بے ایمانی مقدر کی ہے، اور پھر ان کو سخت سزا دیتا ہے، اور وہی جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے، اور جس کو چاہے گمراہ، اور اس صورت میں بقول پادریوں کے خدا عادل نہیں رہتا، بلکہ عیاذاً باللہ ناپاک اور شریر اور ظالم ٹھہرتا ہے۔

انتیسویں مثال

متی کی انجیل کے گیارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ و ۱۸۴۰ و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۲۵۔ اسی وقت یسوع کہنے لگا: اے باپ آسمان اور زمین کے مالک

میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے ان چیزوں کو حکیموں اور عاقلوں سے چھپایا، اور لڑکوں (۱) پر کھولا۔

۲۶۔ ہاں باپ ایسے ہونے میں تیری رضامندی تھی''۔

دیکھو حکیموں اور عاقلوں سے حق کی بات چھپانے پر عیسائیوں کے زعم کے موافق ایک خدا خود شکر کرتا ہے، اور اپنے باپ دوسرے خدا کی اس میں رضامندی بتلاتا ہے، بھلا حق کا خود ہی چھپانا پھر حق پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر اور واجب التعزیر کرنا، کیا عدل کے خلاف نہیں؟ اور کیا ایسی بات پر شکر کرنا ناانصافی نہیں؟

اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیاذاً باللہ عاقلوں اور حکیموں کے نزدیک تو حضرت عیسیٰ کی نبوت ثابت نہیں ہوئی تھی، بلکہ صرف بیوقوفوں کے نزدیک ثابت ہوئی تھی، جیسا کہ یہودی ایسا ہی کچھ کہتے ہیں، تو اس صورت میں ان اناجیل میں یہ صدہا معجزات جو لکھے ہیں محض ایک افسانہ ہے، جیسا ہندوؤں اور زردشتیوں کی کتاب میں سیکڑوں معجزات ہندوؤں کے اوتاروں اور زردشت کے مرقوم ہیں، چنانچہ تقریباً تمام جرمن کے مدرسوں میں ان سب کو کہانیاں اور گپ مانا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر ایسے معجزے حکیموں اور عاقلوں کے سامنے ہوئے ہوتے، تو ان پر کبھی حق نہ چھپتا گو ایمان لاتے یا عناد سے باوجود حق کھل جانے کے جان بوجھ کر ایمان سے بے نصیب رہتے۔

روایات منافیِ رحمت

اب پادری لوگ انتیس مثالوں (۲) کو دیکھیں کہ ان کے موافق خدا کیسا عادل نکلتا ہے؟ اور جب عدالت معلوم ہوگئی، تو اب اس کی رحمت کو دیکھا چاہیئے، کیونکہ عیسوی مذہب کے موافق وہ ایسا رحیم ہے کہ خود دوسرا خدا آدمی کی صورت میں متمثل

(۱) یعنی آدمیوں اور طفلانہ مزاج پر۔۱۲ منہ

(۲) اور اس قسم کی بعض مثالیں سترہویں سوال کے جواب میں بھی پہلی ہدایت کے اندر توریت کی بے سندی=

ہو کر گناہ کے محو کرنے کو دنیا میں آیا، اور مریم کے پیٹ میں نو مہینے رہ کر مکان معہود سے نکلا، اور اس نو مہینے میں اکثر اس نے حیض کا خون کھایا، اور پھر لڑکوں کے طرح بڑھا، اور تیس برس کے بعد اپنے بندے یحییٰ کا مرید ہو کر اصطباغ پایا، اور یہودیوں سے بڑے بڑے دکھ اٹھائے، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ سے مصلوب ہوا، اور ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہا، اور سب آدمیوں کے گناہ اپنے اوپر اٹھا کے سزا پایا پھر نکل آیا۔

دیکھو ان کے موافق بڑی ہی رحمت تھی کہ اس ذلت کے سوا اس کو جب کچھ اور نہ سوجھا تو یہ ذلت بھی اپنے اوپر اٹھائی، اگرچہ ہمارے نزدیک یہ عقیدہ ایک خرافات ہے، اور عیسائی بھی عوام کے بہکانے کو اس سے کبھی انکار کر بیٹھتے ہیں، مگر یہ یقیناً ان کے مذہب کے موافق لازم آتا ہے، جیسا ''استبشار'' میں اس کا بیان ہوا ہے، اور اس کتاب کے مقدمہ اور پینتیسویں اختلاف کے بیان میں بھی ذکر اس کا گذرا ہے، اور ''تحقیق دین حق'' کے تیسرے حصہ کے پہلے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۶ء صفحہ ۳۰۶):

''خدا کا بیٹا آدمی بنا، اور عمر بھر گناہ سے پاک رہ کر خدا کی شریعت کو بجالایا، اور آدمیوں کے گناہ کی سزا آپ پر اٹھا کے اپنی جان کو قربانی میں دیا''۔

پھر اسی نسخہ کے صفحہ ۳۱۰ میں ہے:

''خدا نے ایک ایسی راہ نکالی کہ گناہ کی سزا بھی پوری ہو، اور گنہگار نجات بھی پاوے جس میں خدا کا عدل و رحم قائم رہے کہ الوہیت میں دوسرا یعنی خداوند عیسیٰ مسیح خدا، اور آدمی ہو کر خدا اور آدمیوں کے بیچ درمیانے ہوا، اور اس نے مجسم ہو کر ان کے بدلے خدا کے سب حکموں کو جو انہوں نے نہیں مانا تھا مانا، اور بانجام پہنچایا، پھر آدمیوں کے گناہوں کی سزا اپنے اوپر اٹھائی''۔

پھر اسی نسخہ کے صفحہ ۴۲۰ میں ہے:

کی بارہویں دلیل میں آتی ہیں۔۱۲ منہ

"خود خدا آدمی کی صورت پر متمثل ہو کر گناہ محو کرنے کو اس دنیا میں ظاہر ہوا، اور گناہ ہی کے مٹانے کے لئے بڑا بڑا دکھ درد اٹھایا، اور اپنی جان کو دل و جان سے لوگوں پر قربان کر ڈالا"۔

پھر اسی نسخہ کے ۴۲۱ میں ہے:

"گناہ کی ایسی بدی اور سزاے بد ٹھہری ہے کہ صاحب زمین و زمان اور مالک ہر مکین و مکان کے خود دکھ سہنے اور فدا ہوئے بغیر اس کی مغفرت شریعت کے رو سے ممکن نہ تھی"۔

اور اسی طرح اور پادریوں کے رسالوں میں درج ہے، اور مسیحؑ کا مریم کے پیٹ میں پڑنا، اور نو مہینے تک رہنا، اور پھر بہ عادت معہود پیدا ہونا، لوقا کی انجیل کے پہلے اور دوسرے باب میں لکھا ہوا ہے، اور جناب مسیح کا ملعون ہونا گلتیوں کے نامہ کے تیسرے باب کے تیرہویں درس میں مصرح ہے، اور اس کی نقل معجزات تفصیلیہ کے بیان میں پہلے سوال کے جواب میں گذری، بہرحال جب رحم کا یہ حال ہو کہ گنہ گاروں کے لئے مالک زمین و زمان کا خود ہی ساری ذلتیں اپنے اوپر اٹھا کر مصلوب اور ملعون ہوا، اور پھر جہنم کو گیا، تو اس کے رحم کو دیکھا چاہئے۔

اور چونکہ ناظرین کو عدل کی مثالوں میں بہت جگہ عدل کی طرح رحم بھی معلوم ہو گیا ہے، تو اس لئے اس جگہ فقط ایک ہی مثال لکھتا ہوں۔

تیسویں مثال

سموئیل کے پہلے کتاب کے چھٹے باب میں ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے بیت شمس میں بنی اسرائیل کے پچاس ہزار آدمیوں کو فقط اتنی خطا پر کہ انہوں نے صندوق کو کھول کے دیکھ لیا تھا جان سے مار ڈالا"۔

اب دیکھو کہ یہ کیسا رحم ہے، اور جب رحم بھی معلوم ہو چکا، قدوسیت کے وصف

کو دیکھنا چاہئے کہ پادری لوگ سب صفتوں میں اس کو بہت عمدہ گنتے ہیں۔

"تحقیق دین حق" کے پہلے حصہ میں ہے، (نسخہ ۱۸۴۶ء صفحہ ۶):

"اس کی قدوسی کی صفت اس کے سب دوسری صفتوں کی رونق ہے"۔

پھر صفحہ ۱۶

"صفت قدوسی سب صفتوں کا جلال اور تاج ہے، جس سے اور سب صفتیں بزرگی پاتی ہیں"۔

روایات منافی قدوسیت

اکتیسویں مثال

کتاب اشعیا کے پینتالیسویں باب کا ساتواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"سازندۂ نور وآفرینندہ تاریکی منم صلح کنندہ وظاہر کنندۂ شر منکہ خداوند ایں ہمہ اشیارا بوجود می آرم"

بتیسویں مثال

نوحہ یرمیا کے تیسرے باب کے اڑتیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"آیا خیر وشر از دہان خدا صادر نمی شود"۔

ان دو مثالوں میں مصرح ہے کہ خدا تعالیٰ شر کا بھی خالق ہے اور اس صورت میں پادریوں کے قول کے موافق خدا کامل اور مقدس نہیں رہتا۔

طریق الحیات کی عبارت کی نقل معہ اور مثالوں کے پہلے سوال کے جواب میں گذر چکی ہے۔

تینتیسویں مثال

نامہ رومیہ(۱) کے نویں باب کے دسویں درس سے اکیسویں درس تک (جس کی نقل معہ اور مثالوں کے پہلے سوال کے جواب میں گذری) مصرح ہے کہ:

"خدا تعالیٰ ہی نے بعضوں کی بے ایمانی قسمت کی، اور پھر ان کو سخت سزا دیتا ہے، اور وہی جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے، اور وہی جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے"۔

اور اس صورت میں بھی بقول پادریوں کے خدا مقدس نہیں رہتا، بلکہ عیاذاً باللہ ایک ظالم اور شریر اور ناپاک نکلتا ہے۔

چونتیسویں مثال

کتاب خرقئیل کے چوتھے باب میں خدا تعالیٰ کا حکم حضرت خرقئیل کی نسبت اور ان کا عذر یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"۱۲۔ وآنرا مانند کلیچہ ہاے جویں بخور واز فضلۂ انسان آنرا در نظر انسان بہ پز۔

۱۴۔ پس گفتم افسوس ای پروردگار خداوندا اینک جان من پلید نگشتہ زیرا کہ از طفولیت تا حال چیزے مردار ودریدہ شدہ نخوردہ ام وگوشت حرام بدہاں من نرسیدہ۔

۱۵۔ پس مرا گفت کہ اینک پاچک گاؤ را عوض فضلہ انسان بتو دادم تا نان خودرا ازان بہ پزی"۔

دیکھو کیا یہ حکم قدوسیت اور غیر متغیر ہونے کے موافق ہے کہ پہلے اپنے پاک پیغمبر اور کاہن کو حکم کرتا ہے کہ کھانا جو کے پھلکے کی طرح آدمی کے گوہ (پاخانہ) سے

---

(۱) معارضہ عدل پر اٹھائیسویں مثال پر اس قول کا ذکر آیا ہے، اور قدوسیت کے معارضہ پر اس جگہ مذکور ہوا۔

پکار کر کہا، اور جب وہ نبی فریاد کرتا ہے، تو فوراً اپنے پہلے حکم کو پلٹ کے گوہ کے عوض گوبر کا حکم دیتا ہے، شاید خرقیل کو یہ بات معلوم نہ ہوگی کہ پاکوں کے لئے گوہ، موت (پاخانہ، پیشاب) سب پاک ہے، عیسائیوں کے پولوس مقدس تیتے (طِطُس) کے نامہ کے پہلے باب کے پندرہویں درس میں یوں فرماتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"پاک لوگوں کے لئے سب کچھ پاک ہے، اور ناپاک اور بے ایمانوں کے لئے کچھ پاک نہیں"۔

پینتیسویں مثال

کتاب خرقیل کے پانچویں باب کے پہلے درس میں خرقیل کی نسبت خدا تعالیٰ کا حکم یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"اے آدم زاد تو ایک تیز چھری لے، حجام کا استرہ لے، اور اسے اپنے سر پر اور اپنے داڑھی پر چلا، اور ترازو لے کے بالوں کی تقسیم کر"۔

یہاں پاک پیغمبر کو اور کاہن کو سر اور داڑھی منڈانے کا حکم ہوتا ہے، حالانکہ کاہنوں کے لئے ایسا امر حرام تھا، پس دیکھو کہ خداوند قدوس حرام کے لئے حکم کرتا ہے۔

کتاب قوانین کے اکیسویں باب کے پانچویں درس میں خدا تعالیٰ کا حکم یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء ۱۸۲۹ء):

"وہ اپنے سروں کے بال نہ منڈاویں اور اپنی ڈاڑھیوں کے کونے نہ منڈاویں"۔

چھتیسویں مثال

کتاب ہوسیع کے پہلے باب کے دوسرے درس میں خدا تعالیٰ کا حکم ہوسیع پیغمبر کی نسبت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"خداوند نے ہوسیع کو فرمایا کہ جا، اور ایک زنا کار عورت اور زنا کے لڑکے اپنے لئے لے"۔

سینتیسویں مثال

اسی کتاب کے تیسرے باب کے پہلے درس میں خدا تعالیٰ کا حکم یوں ہے، (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"خداوند نے مجھے فرمایا کہ پھر جا، اور ایک عورت سے جو زوج کی پیاری زوجہ ہے، اور زنا کرتی ہے محبت کر"۔

دیکھو قدوسیت کے موافق پیغمبر کو کیسے کیسے حکم ہوتے ہیں، اور کیا یہ بھی قدوسیت کے موافق حکم ہے کہ دوسرے کی جورو چھنال (بدکار، فاحشہ) سے آنکھ لڑادیں، حالانکہ کتاب قوانین کے اکیسویں باب کے چودھویں درس میں خدا تعالیٰ کا حکم یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"رانڈ اور مطلقہ اور بے حرمت اور چھنال رنڈی سے بیاہ نہ کرے"

اور کتاب استثناء کے تیسویں باب کے دوسرے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"حرامی بچہ اور اس کے دسویں پشت تک یہواہ کی جماعت میں داخل نہ ہووے"۔

اور متی کی انجیل کے پانچویں باب کے اٹھائیسویں درس میں ہے:

"جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے، اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا"۔

بھلا باوجود ان باتوں کے ہوسیع پیغمبر کو ایسے حکم کیوں ہوئے؟

اڑتیسویں مثال

جب داؤد نے اوریا(۱) کی بیوی کے ساتھ زنا کیا، اور وہ زنا سے حاملہ ہوگئی، اور اوریا کو بے گناہ دغا سے مروا ڈالا، تو اس پر ان کے خطاؤں کے مقابل اللہ تعالیٰ کا حکم ناثان پیغمبر کی معرفت سموئیل کی دوسری کتاب کے بارہویں باب میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۹۔ سو تو نے کیوں یہواہ خدا کے حکم کی تحقیر کر کے اس کے آگے بدی کی کہ تو نے حیطانی اوریا کو تیغ سے قتل کروایا، اور اس کے جورو کو لے کے اپنی جورو کیا، اور اس کو بنی عمون کی تلوار سے مروا ڈالا۔

۱۰۔ سو اب تیرے گھر میں ہمیشہ تلوار چلا کرے گی الخ۔

۱۱۔ اور یہواہ یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں ایک بد کو تیرے ہی گھر سے تجھ اوپر اٹھاؤں گا، اور میں تیرے جوروں کو لے کے تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسائے کو دوں گا، اور وہ اس آفتاب کے سامنے تیری جوروں کے ساتھ ہم بستر ہوگا۔

۱۲۔ کیونکہ تو نے چھپے ہوئے کیا، پر میں سارے بنی اسرائیل کے سامنے اور آفتاب کے سامنے یہ کروں گا"۔

دیکھو یہاں دو باتیں غور کے قابل ہیں:

(۱) اور انشاء اللہ اس قصہ کی تفصیل آتی ہے۔ ۱۲ منہ

دو قابل غور باتیں

پہلی بات

اول یہ کہ خطا کریں داؤدؑ اور ہمیشہ تلوار چلے ان کے گھرانے میں، بھلا گھر والوں کی کیا تقصیر، اور یہ کیا عدل؟

دوسری بات

دوم یہ کہ یہ کیا قدوسیت کے موافق ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کے گھر سے ایک برا شخص اٹھا کر داؤد کی بیویوں کو اس کے حوالے کر کے داؤد اور سارے بنی اسرائیل کے حضور کھلم کھلا زنا کرواوے، اور اس نے اپنے قول کو پورا کر دیا کہ داؤد کے گھر سے ان کے بیٹے ابی شالوم کو ابھار کر اسی طرح کروایا، اور اس پیغمبر زادے نے اپنے بزرگ زادوں کے (جو یعقوب کے پہلوٹے صاحب زادے تھے) سنت ادا کی، سموئیل کی دوسری کتاب کے سولہویں باب کے بائیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"ابی شالوم سارے بنی اسرائیل کے سامنے اپنے باپ کے حرموں سے ہم بستر ہوا"۔

انتالیسویں مثال

کتاب اشعیا کے تیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۱۸۔ اور ستر برس کے بعد ایسا ہوگا کہ خداوند سور پر نگاہ کرے گا، اور وہ پھر خرچی کے لئے جائے گی، اور روئے زمین پر ساری مملکتوں سے زنا کاری کرے گی۔

۱۹۔ لیکن اس کا حاصل اور خرچی خداوند کے لئے مقدس ہوگا، اور اس کا

مال ذخیرہ نہ کیا جائے گا، اور باز نہ رکھا جائے گا، بلکہ ان کے لئے حاصل ہوگا جو
خداوند کے حضور رہتے ہیں کہ کھا کے آسودہ ہوویں اور پوشاک پہنیں"۔

دیکھو قدوسیت کے موافق خدا کی نظر میں کیا تاثیر ہے؟ کہ اس کے پڑنے سے چھنال (بدکار عورت) بن جائے، اور خرچیوں پر جائے، اور سارے ملکوں سے حرام کراتی پھرے، پھر طرفہ یہ ہے کہ وہ خرچی خدا کے لئے پاک ہو کر اس کے مقدسوں کی خوراک اور پوشاک کے کام آوے، علاوہ اس کے، خبر کے صدق میں کلام ہے، کیونکہ اشعیا کے زمانے کو دو ہزار چھ سو برس سے زائد گذر گئے، اور سور والوں نے اب تک ہندوستان میں چھنالا (زنا) نہیں کرایا، اور ان کی کوئی عورت یہاں خرچی پر نہیں آئی۔

چالیسویں مثال

زکریا کی کتاب کے چودہویں باب کے دوسرے درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"ہمہ قبائل را بہ جنگ یروشلم جمع خواہم کرد و شہر مسخر خواہد گردید و خانہا
بتاراج خواہد رفت و بازنان بزور خواہند خسپید"۔

دیکھو کیا قدوسیت کے موافق ارشاد ہوتا ہے کہ میں ساری قوموں کو یروشلم پر جمع کروں گا، اور وہ عورتوں کے ساتھ زبردستی زنا کریں گے، تو اس جمع کرنے میں زنا کروانا بھی مدنظر ہے۔

اکتالیسویں مثال

کتاب القضات کے نویں باب کا تیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"پھر خدا نے ابی ملک اور سخامیوں کے درمیان روح فساد کو بھیجا، اور اہل
سخام نے ابی ملک سے دغابازی شروع کی"۔

دیکھو یہاں خدا ہی نے فساد کی روح کو بھیج کر دغابازی شروع کرادی۔

بیالیسوں مثال

سلاطین کی پہلی کتاب کے بائیسویں باب سے معلوم ہوتا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ کرسی پر بیٹھ کر اپنے آسمانی لشکر کی کونسل جمایا کرتے ہیں، اور خلق کے بہکانے اور فریب دینے کو مشورے کرکے بُری بُری روحیں فریب دینے والی بھیجا کرتے ہیں، اور وہ روحیں دنیا میں آکر خلقت کو بہکایا کرتی ہیں"

اور اس باب کی عبارت کی نقل پہلے سوال کے جواب میں تفصیلی معجزات کے بیان میں گذری۔

تینتالیسویں مثال

تھسلنیکیوں کے دوسرے نامہ کے دوسرے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"۱۱۔ خدا ان کے پاس فریب کے تاثیر کو بھیجے گا، یہاں تک کہ وہ جھوٹ پر ایمان لادیں گے۔

۱۲۔ تاکہ وہ سب جو کلام حق پر ایمان نہ لاکے ناحق سے راضی ہیں سزا پائیں"۔

دیکھو اس کے موافق سزا دینے کے لئے خدا تعالیٰ ہی بدکاروں پر فریب کی تاثیر بھیجتا ہے کہ وہ اس کے سبب جھوٹ پر ایمان لاتے ہیں۔

چوالیسویں مثال

کتاب حزقیل کے چودھویں باب کے نویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۱ء):

"والنبی إذا ضل وتکلم بکلام فأنا الرب أضللت ذلك النبی"

یعنی جو پیغمبر گمراہ ہوئے اور بہکے اور کوئی بات بولے تو میں خدا نے اس پیغمبر کو گمراہ کیا ہے۔

دیکھو اس کے موافق خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر کو گمراہ کرتا ہے، اور بہکاتا ہے، اور جب پیغمبر کا یہ حال ہو تو اب بدکاروں کا کیا حساب؟ اسی لئے حضرت یرمیا اپنی کتاب کے چوتھے باب کے دسویں درس میں یوں چلاتے ہیں (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"افسوس اے پروردگار خداوند یقین کہ این قوم ویروشلم را بالتمام فریب دادی زیرا کہ گفتی سلامت باشما خواہد بود باوجود آنکہ شمشیر برلوح حیات رسید"۔

دیکھو یہ پیغمبر افسوس کر کے صاف کہتا ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل اور یروشلیم کو فریب دیا، اور ان کے ساتھ جھوٹ بولا"۔

پینتالیسویں مثال

کتاب اشعیا کے تریسٹھویں باب کے سترہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"اے خداوند کیوں تو نے ہمیں اپنی راہوں سے گمراہ کیا، اور ہمارے دل کو سخت کیا کہ تجھ سے نہ ڈریں"

دیکھو اس میں صاف مصرح ہے کہ خدا تعالیٰ ہی گمراہ کرتا ہے، اور وہی دلوں کو سخت بنا دیتا ہے کہ لوگ اس سے نہیں ڈرتے، اور ان پندرہ مثالوں کے موافق جو اکتیسویں سے پینتالیسویں تک ہیں خدا قدوس نہیں نکلتا، بلکہ عیاذاً باللہ شریر اور ناپاک اور فریبیا اور جھوٹا نکلتا ہے، اور جب قدوسیت کی صفت جو ساری صفتوں کی تاج

تھی معلوم ہو چکی، اب اس کے وصف عالم الغیبی کی دیکھو۔

روایات منافی صفت علم غیب

چھیالیسویں مثال

ایک عالم الغیبی اس کی یہ ہے کہ سیگڑوں جگہ عہد عتیق اور جدید میں غلطی کھائی، چنانچہ تراسی مثالیں اس کے پہلے قسم میں بیان ہوئیں، اور فی الحقیقت وہ تراسی مثالیں اس کے عالم الغیبی کی بھی تراسی دلیلیں ہیں۔

سینتالیسویں مثال

کتاب پیدائش کے تیسرے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۸۔ انسان اور اس کے جورو (بیوی) نے اپنے تئیں یہواہ خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔

۹۔ سو یہواہ خدا نے انسان کو پکارا اور کہا تو کہاں ہے"۔

اس سے خدا کی لاعلمی ثابت ہوتی ہے۔

اڑتالیسویں مثال

کتاب پیدائش کے گیارہویں باب کے پچیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"تب یہواہ اس شہر اور اس برج کو جسے بنی آدم بناتے تھے، دیکھنے اترا"۔

اس جگہ سے یہی لاعلمی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اتر کے دیکھنے کے معلوم نہ ہوا۔

انچاسویں مثال

کتاب پیدائش کے اٹھارویں باب کا اکیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲

و ۱۸۲۹ء):

''میں اب اترتا ہوں، اور دیکھ کر دریافت کرتا ہوں کہ آیا ان کے کام ان کے چلانے (جو مجھ تک پہنچا ہے) کے موافق ہیں کہ نہیں''۔

اس جگہ سے بھی لاعلمی ثابت ہوتی ہے۔

پچاسویں مثال

کتاب خروج کے سولھویں باب کا چوتھا درس یوں ہے (نسخہ مذکورہ):

''تب یہواہ نے موسیٰ سے کہا کہ دیکھ میں آسمان سے تمہارے لئے روٹیاں برساؤں گا، یہ لوگ ہر روز نکل کے جتنا ایک ہی دن کے لئے کفایت کرے ہر ایک دن سمیٹ لیا کریں تا کہ میں انہیں جانچوں کہ وہ میرے شرع پر چلیں گے یا نہیں''۔

اس سے بھی لاعلمی ثابت ہوتی ہے اور خدا اس حال کا محتاج نکلتا ہے۔

اکاونویں مثال

کتاب استثناء کے آٹھویں باب کے دوسرے درس میں یوں ہے، (نسخہ مذکورہ):

''یہواہ تیرا خدا بیابان میں انچالیس برس تجھ کو لئے پھرا، تا کہ تجھے دکھ دے، اور تجھے آزماوے، اور تیرے دل کی بات دریافت کرے کہ تو اس کے احکام مانے گا کہ نہیں''۔

اس سے بھی لاعلمی ثابت ہوتی ہے، اور خدا کو چالیس برس کی آزمائش کے بغیر دل کی بات معلوم نہ ہوئی۔

باونویں مثال

کتاب خروج کے تینتیسویں باب کے پانچویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول بنی اسرائیل سے موسیٰؑ کی معرفت یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور اب تم زینت اپنی اتارو تا کہ وہ جو میں تمہارے ساتھ کروں گا جانوں"

(فارسیہ ۱۸۳۹ء):

"لهذا حلیه هارا از خود بیرون کنید تا که بدانم که باشما چه باید کرد"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"پس حال حلیه هاتیان را از بر خود بکنید تا بدانم که درمیان شما چه بایدم کرد"

اس جگہ سے بھی لاعلمی ثابت ہوتی ہے کہ جب تک ان کو ننگا نہ کروالیا تب تک نہ جانا کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔

ترپنویں مثال

کتاب پیدائش کے ستائیسویں باب میں ہے کہ حضرت اسحاق نے اپنی نابینائی کے زمانہ میں اپنے بڑے بیٹے عیص کو بلایا کہ اس کے حق میں برکت کی دعا کریں، اس پر حضرت یعقوب نے اپنی ماں کی صلاح سے عیص کی سی وضع بنا کے اپنے باپ سے جا کر جھوٹ یوں کہا کہ میں عیص ہوں، اور حضرت اسحاق نے دھوکہ کھایا، اور اپنی دانست میں برکت کی دعا عیص کے حق میں کی، اور وہ دعا حضرت یعقوبؑ کے حق میں قبول ہوگئی۔

دیکھو اس جگہ سے لاعلمی ثابت ہوتی ہے کہ جو دعا کہ حضرت اسحٰق نے اپنے دانست میں عیص کے لئے کی سو وہ یعقوبؑ کے حق میں سمجھا، اور قبول کی۔

اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے سامنے بھی جعل سازی چل جایا کرتی

ہے، اس جگہ ایک ظریف نے اچھا لکھا ہے کہ:

"اگر یہ روایت سچ ہے تو معلوم ہوا کہ انبیاء بنی اسرائیل کے معاملے ایسے ہی جھوٹے اور جعل سازی کے طور پر ہوں گے، مثلاً حضرت عیسیٰ نے بھی خدا سے کہا ہوگا کہ مجھے تو معجزے کی طاقت دے، میں سب کو تیری راہ بتلاؤں گا، اور جب معجزے کی طاقت مل چکی، تو دغا کی، اور سب سے کہنے لگے کہ میں بھی ایک خدا ہوں"۔

چونّویں مثال

کتاب پیدائش کے چھٹے باب کا چھٹا درس یوں ہے (نسخہ ۱۶۲۵ء ۱۸۳۱ء):

"فندم علی عمله الإنسان علی الأرض فتأسف بقلبه داخلا"

(نسخہ ۱۸۳۹ء):

"ازاں رو کہ انسان را بر زمین بوجود آوردہ بود پشیماں شد و دل آزردہ گشت"

(نسخہ ۱۸۳۳ء و ۱۸۲۹ء):

"تب یہواہ آدمی کے زمین پر پیدا کرنے سے پچتایا، اور دلگیر ہوا"۔

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

"تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا، اور دلگیر ہوا"

اور اسی طرح اور ترجمے میں ہے۔

پچپنویں مثال

اسی کتاب کے اسی باب کے ساتویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''میں ان کو بنانے سے پچھتاتا ہوں''

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

''ان کے بنانے سے پچھتاتا ہوں''۔

چھپنویں مثال

ایک سو چھٹے زبور کے پینتالیسویں درس میں خداتعالیٰ کی تعریف میں یوں ہے۔(نسخہ ۱۸۴۱ء):

''اور اپنی رحمت کے بہتات کے مطابق پچھتایا''۔

(نسخہ ۱۸۴۳ء):

''اور اپنی رحمتوں کے فراوانی کے مطابق پچھتایا''۔

سنتاونویں مثال

کتاب یرمیا کے اٹھارویں باب کے آٹھویں درس میں خداتعالیٰ کا قول یوں ہے(نسخہ ۱۸۴۳ء):

''اگر وہ قوم جس کو میں نے کہا اپنے برائی سے پھرے تو میں بھی اس برائی سے پچتاؤں گا، جو اس پر کرنے کو ٹھانا تھا''۔

اٹھاونویں مثال

اسی یرمیا کی کتاب کے چھبیسویں باب کے تیسرے درس میں خداتعالیٰ کا قول یوں منقول ہے(نسخہ ۱۸۴۳ء):

''شاید کہ وہ سنیں اور ہر اک اپنی بُری راہ سے پھرے کہ میں اس بدی سے پچھتاؤں، جو میں ان کے کاموں کی برائی کے لئے ان پر کرنے کو منصوبہ باندھتا ہوں''۔

انسٹھویں مثال

اسی کتاب کے بیالیسویں باب کے دسویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں ہے، (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"میں اسی بدی سے پچھتاتا ہوں جو میں نے تم سے کی"۔

ساٹھویں مثال

کتاب عاموص کے ساٹھویں باب کے چھٹے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء)

"جس پر خداوند پچھتایا"۔

اکسٹھویں مثال

یوئیل کی کتاب کے دوسرے باب کے چودھویں درس میں خدا تعالیٰ کی نسبت یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"کیا جانے وہ پھرے اور پچھتاوے"۔

باسٹھویں مثال

سموئیل کی پہلی کتاب کے پندرہویں باب کے دسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"تب یہواہ کا کلام سموئیل کو پہنچا، کہ میں شاول کو بادشاہ کر کے ملول ہوا" الخ۔

ترسٹھویں مثال

سموئیل کی اسی کتاب کے اسی باب کے پینتیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"یہواہ بھی پچھتایا کہ اس نے شاول کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کیا"۔

دیکھو ان دس مثالوں کے موافق جو مثال چوّنویں سے ترسٹھویں تک منقول ہوئی ہیں، کیسی لاعلمی ثابت ہوتی ہے، اور عالم الغیبی اڑی جاتی ہے، سبحان اللہ! عہد عتیق کی کتابوں کے موافق کیا عالم الغیب ہے کہ آدمی پیدا کر کے پشیماں اور نادم ہوا، اور پچھتایا، اور شاول کو بادشاہ کر کے ملول ہوا، اور پچھتایا، اور اسی طرح اور جگہ پچھتایا، اور پچھتاتا ہے، بلکہ عہد عتیق کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اتنا پچھتاتا ہے کہ پچھتاتے پچھتاتے تھک جاتا ہے، جیسا کہ چوسٹھویں مثال میں آتا ہے۔

چوسٹھویں مثال

کتاب یرمیا کے پندرہویں باب کے چھٹے درس میں خدا تعالیٰ کا قول موافق ترجمہ انگریزی مہری کے یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۱۹ء و ۱۸۲۰ء و ۱۸۳۵ء و ۱۸۳۶ء):

"میں پچھتانے سے تھک گیا ہوں"

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"از بازگشت ارادہ خود درماندہ شدم"۔

دیکھو یہ کیسی عالم الغیبی ہے کہ پچھتاتے پچھتاتے تھکتا ہے، اور ملاحظہ کرو کہ یہ گیارہ مثالیں کیسی ان قولوں کے مخالف ہیں جو کتاب شمار تیئیسویں باب کے انیسویں درس میں یوں واقع ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"خدا آدمی نہیں جو جھوٹ بولے، نہ آدمی زاد ہے کہ پشیماں ہووے"

اور کتاب امثال کے پندرہویں باب کے تیسرے درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"خداوند کی آنکھیں سب مکانوں میں کیا برے اور کیا بھلے دیکھنے والیاں ہیں"۔

اور جب خدا کا یہ حال ہو کہ کام کر کے پچھتاوے، اور پہلے سے اس کا انجام معلوم نہ ہو تو کیوں نہیں ہوسکتا کہ جیسے شاول کو بادشاہ کر کے اس کے افعال بد کی وجہ سے پچھتایا، ویسے ہی حضرت عیسیٰ کو نبی کر کے پچھتایا ہو، کیونکہ پادریوں کے زعم کے موافق انہوں نے اپنے کو خدا کہا ہے، اور دعویٰ خدائی کا کیا ہے، اور اس سے زیادہ کون سا فعل بد ہے کہ حادث متغیر فانی محتاج ممکن اپنے کو قدیم غیر متغیر، باقی، صمد، واجب الوجود بتلائے اور ایسا دعویٰ بد اپنی زبان پر لائے اور شاول کے سب افعال بد اس ایک فعل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

خیر کچھ ہو عہد عتیق کے موافق خدا کی عالم الغیبی ایسی ہے، جیسے اوپر بیان ہوئی، اور جب عالم الغیبی کی صفت معلوم ہو چکی اب اس کی حکمت اور دانائی کو دیکھنا چاہئے، اور چونکہ یہ صفت علم کے قریب قریب ہے، اور اس کی مثالوں سے اس کا حال بھی کھل جاتا ہے، تو اس کے بیان میں بہت مثالیں نہ لاؤں گا، بلکہ عیسائیوں کے مقدس پولوس کے ایک قول پر (جو کہ عیسائیوں کے نزدیک عہد عتیق کے ہزار قولوں سے بہتر ہے) اکتفا کروں گا۔

روایات منافی حکمت

پینسٹھویں مثال

کرنتھیوں کے پہلے خط کے پہلے باب کے پچیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۱۱ء):

"تحامق الله أوفر حكمته من الناس"

(نسخہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۶ء):

"حماقه الله أعقل من الناس"

(نسخہ ۱۸۱۴ء):

"خدا کا احمقانہ کام آدمیوں سے عاقل تر ہے"

نسخہ ۱۸۴۱ء میں بعینہ عبارت نسخہ ۱۸۱۴ء کی ہے۔

(نسخہ ۱۸۴۲ء):

"خدا کی بیوقوفی آدمیوں کے حکمت پر غالب ہے"۔

اس میں خدا تعالیٰ کی طرف احمقانہ کام یا بیوقوفی اور حماقت کی نسبت ہے، اور جب حکمت معلوم ہو چکی تو اب اس کی قدرت کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیسا قادر ہے۔

روایات منافی قدرت

چھیاسٹھویں مثال

کتاب القضات کے پہلے باب کا انیسواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اور یہواہ یہودا کے ساتھ تھا، اور اس نے کوہستانیوں کو خارج کیا، پر صحرا نشینوں کو خارج نہ کر سکا، کیونکہ ان کے پاس لوہے کی گاڑیاں تھیں"۔

اور یہ جملہ "پر صحرا نشینوں کو" الخ، اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"پر صحرا نشینوں کو خارج نہ کر سکا، کیونکہ ان کے پاس لوہے کی رتھیں تھیں"۔

(نسخہ فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"اما ساکنان هاموں را نتوانست کہ اخراج نماید بسبب آنکہ آرابہ ہاے آہنین داشتند"

دیکھو ایسا قادر ہے کہ اس نے غریب کوہستانیوں کو تو فوراً نکال دیا پر صحرا نشین لوہے کی گاڑیاں والے اس سے نہ نکل سکے۔

سڑسٹھویں مثال

کتاب عاموس کے دوسرے باب کے تیرہویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۸ء):

"اینک من درزیر شما حسپیدہ شدم چنانچہ ارابہ پر از اقد چسپیدہ می شود"

(عربیہ ۱۸۳۱ء):

"هاناذا أصرُّ من تحتكم كما تصر العجلة المحملة خشيشا"

یعنی خبردار رہو میں تمہارے نیچے ایسا دبتا ہوں جیسے گاڑی لدے پولوں سے دبتی ہے۔

دیکھئے کہ کیا قادر ہے کہ بنی اسرائیل کے نیچے دبتا ہے، اور اس قباحت کا لحاظ کرکے مترجم اردو ۱۸۴۳ء والا کام کر گیا کہ اس قباحت کے مٹانے کو اپنے اسلاف کے طریقہ کو برت کے تحریف کی راہ سے یوں ترجمہ کیا:

"دیکھو! میں تم کو تمہاری جگہ میں ایسا دباؤں گا، جیسا پُولے سے لدی ہوئی گاڑی دبتی ہے"۔

دیکھو کہاں یہ کہ میں تمہارے نیچے ایسا دبا اور کہاں یہ کہ میں تم کو تمہاری جگہ میں ایسا دباؤں گا لیکن عیب ٹالنے کو یوں ہی چاہئے۔

اور غالب یہ ہے کہ اس عیب کے ٹالنے کو اب پادری اسی طرح ترجمہ کیا کریں گے۔

اڑسٹھویں مثال

کتاب القضات کے پانچویں باب کے تیئسویں درس میں یوں ہے (نسخہ

۱۸۲۹ء):

"تم مردوں پر لعنت کرو، یہواہ کے فرشتے نے فرمایا کہ تم اس کے باشندوں پر بہ شدت لعنت کرو، اس لئے کہ وے یہواہ کی کمک کرنے کو زور آوروں کے مقابل نہ آئے"

دیکھو ایسا قادر ہے کہ زور آوروں کے مقابلے میں کمک کا محتاج ہے اور جن شخصوں نے کمک نہیں کی ان پر لعنت کرتا ہے۔

انہترویں مثال

کتاب ملاکیا کے تیسرے باب کا نواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"سو تم لعنت سے ملعون ہوئے کیونکہ تم نے، ہاں ان تمام قوم نے مجھے لوٹا"۔

دیکھو کیا قادر ہے کہ بنی اسرائیل نے اسے لوٹ لیا اور وہ لٹ کر لعنت کرتا ہے، لیکن چونکہ بنی اسرائیل لاکھوں تھے، اور یہواہ تن تنہا تو اس لٹ جانے میں کچھ تعجب نہیں کیونکہ ان کے باپ یعقوب کے ساتھ یہواہ اپنی زور آزمائی کو ایک رات بھر کشتی لڑا تھا، اور صبح تک مغلوب نہ کرسکا تھا، پھر صبح کو ایک حیلہ سے مغلوب کیا تھا جیسا سترّویں مثال میں آتا ہے، اور جب ایک یعقوب کا وہ حال ہو تو اس کی لاکھوں اولاد کو کس طرح مغلوب کرسکے۔

سترّویں مثال

کتاب پیدائش کے بتیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ و ۱۸۲۹ء):

"۲۴۔ اور یعقوب اکیلا رہ گیا، اور وہاں پو پھٹنے تک ایک شخص اس سے کشتی لڑا کیا۔

۲۵۔ اور جب اس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہ ہوا تو اس کی ران کو بھیتر سے چھوا تب یعقوب کے ران کی نس اس کے ساتھ کشتی کرنے میں چڑھ گئی۔

۲۸۔ تب اس نے کہا کہ تیرا نام آگے کو یعقوب نہ ہوگا، بلکہ اسرائیل ہوگا کہ تو نے خدا اور خلق (کے) پاس قوت پائی اور غالب ہوا۔

۳۰۔ اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فینائیل رکھا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا، اور میری جان بچ گئی"۔

اور باب پینتیسویں کے درس نویں اور دسویں میں ہے:

"اور خدا یعقوب کو پھر دکھائی دیا، اور اس نے اس کا نام اسرائیل رکھا"

پس ان دو مقاموں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشتی گیر خدا تھا، اور پادری لوگ بھی اس بات کو مانتے ہیں۔

میزان الحق کا مؤلف اپنی کتاب "مفتاح الاسرار" کے پہلے باب کی تیسری فصل کے آخر میں اس قصے کی طرف اشارہ کر کے لکھتا ہے، (نسخہ ۱۸۴۳ء صفحہ ۴۴):

"وہ جو انسان کی صورت میں یعقوب پر ظاہر ہوا، اور اس سے برکت دے کے اسرائیل نام رکھا عیسیٰ تھا"

(نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ ۳۳):

"جو انسان کی صورت میں یعقوب پر ظاہر ہوا اور اسے برکت دے کے اسرائیل نام رکھا مسیح تھا۔"

اب دیکھو کہ عیسائیوں کا خدا کیا قادر ہے کہ اپنے ایک بندے سے تمام رات کشتی لڑا، اور اس کو بغیر نس چڑھائی کے مغلوب نہ کر سکا۔

اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا آدمی بن کر آنا کچھ اس بات پر موقوف نہیں کہ بندوں کی نجات کے لئے آئے، جیسا عیسائیوں کا عقیدہ ہے

بلکہ عیاذاً باللہ یوں بھی اللہ صاحب آدمی بن کر پھرا کرتے ہیں۔

پس ہر آدمی پر احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ خدا ہو اور اس روپ میں پھرتا ہو، کیونکہ خدائی کے دعوے اور معجزات کے اظہار میں اسے اختیار ہے، چاہے کرے، چاہے نہ کرے، اور جب صفت قادریت کی بھی معلوم ہو چکی تو اب اس کے صدق کو دیکھنا چاہئے، لیکن عہد عتیق کے ملاحظے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود بھی جھوٹ بولتا ہے، اور اپنے پیغمبروں سے بھی جھوٹ بلواتا ہے۔

روایات منافی صدق

اکہترویں مثال

کتاب شمار کے چودہویں باب میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کو وبا سے ماروں گا، پھر نہ مارا، اور اس وعدے کو جس پر قسم کھائی تھی پورا نہ کیا، اور اپنی عہد شکنی کا خود اقرار کیا، اور نقل اس کی آٹھویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

بہتّرویں مثال

سموئیل کی پہلی کتاب کے دوسرے باب میں ہے کہ خدا تعالیٰ کا عالی کاہن کی نسبت وعدہ تھا کہ تیرا گھر اور تیرے باپ کا گھر ہمیشہ کو میرے آگے کام کیا کرے، پھر اس وعدے کو اس کی بیٹیوں کے گناہ کے سبب توڑ ڈالا، اور نقل اس کی بھی اسی آٹھویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

تہتّرویں مثال

کتاب خروج کے تینتیسویں باب میں ہے کہ:

"اول خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ نہ چلوں گا، بلکہ فرشتے کو

بھیجوں گا"۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ:

"میں خود ہی تیرے ساتھ چلوں گا"۔

اور نقل اس کی بھی آٹھویں اختلاف کے بیان میں گذری۔

چوہتّرویں مثال

زبور نواسویں کے درس انتالیسویں میں ہے کہ:

"خدا نے اپنی عہد اور اقرار کو چھوٹا (جھوٹا) کر دیا"۔

اور نقل اس کی بھی آٹھویں اختلاف میں گذری۔

پچھترویں مثال

کتاب پیدائش کے دوسرے باب کے ستّرویں درس میں ہے کہ:

"آدمؑ کو فرمایا تھا کہ جس دن تو اس درخت سے کھائے گا اسی دن مرجائے گا، حالانکہ انہوں نے کھایا اور کھاتے ہی نہ مرے، بلکہ نوسو برس سے زائد جیے"۔

جیسا کہ چھتیسویں مثال میں بیان اس کا گذرا۔

چھہترویں مثال

صاحب "تحقیق دین حق" کے مطابق جو قرآن پر نسخ کی بابت طعن کرتا ہے کہ:

"اس صورت میں خدا صادق نہیں رہتا"۔

صدہا احکام توریت کے بارے جن میں بہت سے ابدی بھی تھے، اور سب کے سب شریعت عیسوی میں منسوخ ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ ان صدہا احکام میں خدا جھوٹا

نکلا اور غیر متغیر نہ رہا۔

ستترویں مثال

چوالیسویں مثال کے بیان میں گذری کہ یرمیا چلاتے ہیں کہ خدا نے جھوٹ بولا۔

اٹھترویں مثال

جب خرقیا بادشاہ بنی اسرائیل کا بیمار ہوا تو خدا تعالیٰ نے اشعیا پیغمبر کی معرفت اس کو یہ حکم بھیجا کہ:

"تو اپنے گھر کے لئے وصیت کر، اس لئے کہ تو مرجائے گا، اور نہ جئے گا"۔

خرقیا اس حکم کو سن کر رویا، اور دعا مانگی، اس پر اسی وقت انہیں پیغمبر کی معرفت یہ حکم آیا کہ:

"میں تجھے آج کے تیسرے دن شفا دوں گا، اور میں تیری عمر پر پندرہ برس بڑھاؤں گا"۔

جیسا کہ سلاطین کی دوسری کتاب کے بیسویں باب میں اور اشعیا کی کتاب کے اٹھائیسویں باب میں مفصل لکھا ہوا ہے۔

اناسیویں مثال

کتاب خروج کے تیسرے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۹ء):

"۷۔ یہواہ نے کہا، میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی الخ۔

۸۔ اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے نجات

بخشوں، اور اس زمین سے نکال کے اچھی بڑی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے، کنعانیوں اور حیتوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کی جگہ میں لاؤں۔

۱۰۔ پس اب تو جا، میں تجھے فرعون پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال۔

۱۶۔ اور اسرائیلیوں کے بزرگوں کو ایک جگہ جمع کر اور انہیں کہہ الخ۔

۱۷۔ اور میں نے کہا ہے کہ میں تمہیں مصریوں کی تکلیفوں سے کنعانیوں اور حیتوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کی زمین میں جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے نکال لاؤں گا۔

۱۸۔ اور وہ تیری آواز سن لیں گے، اور تو اور اسرائیلیوں کے بزرگ مصر کے بادشاہ کے پاس آئیو، اور اسے کہیو کہ یہواہ عبرانیوں کے خدا نے ہم سے ملاقات کی، اور اب ہم تیری منت کرتے ہیں، ہم کو تین دن کی راہ بیابان میں جانے دے تاکہ ہم یہواہ اپنے خدا کے لئے ذبح کریں"۔

اور پانچویں باب میں ہے:

"۱۔ بعد اس کے موسیٰ اور ہارون آئے، اور فرعون کو کہا۔ الخ۔

۳۔ عبرانیوں کے خدا نے ہم سے ملاقات کی ہے، ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم تین دن کی راہ جنگل میں جائیں، اور یہواہ اپنے خدا کے لئے قربانی کریں" الخ۔

دیکھو خدا خود ہی فرماتا ہے کہ:

"میں بنی اسرائیل کو مصر کے زمین سے نکالنے اور شام کے ملک میں لے آنے کے لئے اترا ہوں"۔

اور موسیٰ کو حکم کرتا ہے کہ:

"انہیں جا کے مصر سے نکال لا"۔

باوجود اس کے اجازت دیکر موسیٰ اور ہارون سے جھوٹ بلوایا۔

اسیویں مثال

کتاب خروج کے تیسرے باب کے بائیسویں درس اور گیارہویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس اور بارہویں باب کے پینتیسویں اور چھتیسویں درس میں (جن کی نقل پہلے سوال کے جواب کے آخر میں گذری) ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا، پھر بنی اسرائیل کو موسیٰ کی معرفت جھوٹ بول کر مصریوں کے لوٹنے کی اجازت دی، پھر انہوں نے اس حکم کے موافق جھوٹ بول کر مصریوں کو عاریت کے بہانے لُوٹا اور ان کا کروڑ ہا روپیہ کا مال لُوٹا، اور ذکر اس کا عنقریب چوتھی مثال کے اندر بھی گزرا ہے۔

اکاسیویں مثال

جب اللہ تعالیٰ شاول کو بادشاہ کر کے پچھتایا اور سموئیل کو حکم کیا کہ بیت اللحم میں جا کر داؤد کو بادشاہ کرے، تو انہوں نے شاول کے خوف سے کہا کہ اگر وہ سنے گا، تو مجھے مار ڈالے گا، اس پر یوں حکم ہوا، جیسا سموئیل کی پہلی کتاب کے سولہویں باب کے دوسرے درس میں منقول ہوا ہے، (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"یہواہ نے فرمایا ایک بچھیا (بچھڑے کی مؤنث) اپنے ساتھ لے جا، اور کہہ کہ میں یہواہ کے لئے قربانی چڑھانے آیا ہوں"

دیکھو یہاں بھی سموئیل پیغمبر کو جھوٹ بولنے کی اجازت ملی، کیونکہ داؤد کے بادشاہ کرنے کو جاتے تھے نہ قربانی چڑھانے، اور ایسے ایسے حکموں کا لحاظ کر کے عہد عتیق اور جدید کے موافق اکثر پیغمبر اور حواری جھوٹ بولے ہیں، اور بعضوں نے خاص

خدا کے احکام کی تبلیغ میں جھوٹ بولا ہے، چنانچہ اس کا حال کچھ تو پہلے سوال کے جواب میں معجزات تفصیلی کے بیان کے آخر میں گذر گیا ہے، اور انشاء اللہ کچھ اور مفصل سترہویں سوال کے جواب میں آئے گا، اور جب اس کی صداقت بھی معلوم ہو چکی، تو اب اس کے غیر متغیر ہونے کو دیکھو، اور چونکہ صداقت کی اکثر مثالوں سے ان کا متغیر ہونا بھی معلوم ہو گیا ہے، تو اس لئے اس کی بہت مثالیں ذکر نہ کروں گا، بلکہ ایک ہی مثال پر اکتفا کروں گا۔

بیاسیویں مثال

کتاب شمار کے بائیسویں باب میں ہے کہ:

"خدا تعالیٰ نے طعام کو رات کے وقت حکم دیا کہ اگر تجھے بلانے آویں تو ان کے ساتھ جا، اور صبح کو جب وہ اس حکم کے موافق چلا، تو اس پر خدا کا غصہ بھڑکا اور فرشتہ اس کی دشمنی کرنے کو بھیجا"

چنانچہ نقل اس کی آٹھویں اختلاف کے بیان میں گذری، دیکھو خدا تعالیٰ نے رات کو آپ ہی حکم دیا، اور صبح کو بدل گیا، اور جب یہ صفت بھی معلوم ہو چکی اب اس کی وحدانیت کی صفت کو دیکھو۔

روایات منافی وحدانیت

تراسیویں مثال

وحدانیت کی صفت کا حال تو مروج الحال عیسائی مذہب میں ایسا ابتر ہے کہ شرک کو اس کی نوبت پہنچی ہے، اور اس صفت کی تو اس مذہب میں بالکل ملیا میٹی ہو گئی ہے، چنانچہ اس کتاب کے مقدمہ میں کچھ حال اس کا بیان ہوا ہے، اور جب عدالت اور رحم اور قدوسیت اور علم اور حکمت اور قدرت اور صداقت اور عدم تغیر اور وحدانیت کے

صفات کا جو عمدہ تھیں، حال کھل گیا، تو اور صفات کا حال بیان کرنا کچھ ضروری نہیں لیکن ناظر کی تسکین کے لئے کچھ اور بھی اس کی صفات اور افعال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی ذات اقدس کے موافق ہیں کہ نہیں۔

چوراسیویں مثال

اڑتالیسویں اور انچاسویں اختلاف کے بیان میں گذرا کہ عیسائیوں کے پولس مقدس توریت کے احکام کو کمزور اور بے فائدہ اور عیب دار بتلاتے ہیں اور خرقیل پیغمبر بھی ان کو نامرغوب اور بُرے فرماتے ہیں، اور عیسائی مذہب کے عالموں کا بھی اس پر اقرار ہے، تو اب کہا جاتا ہے کہ کیا یہی شریعت جس کے احکام کمزور، بے فائدے، عیب دار نامرغوب، بُرے تھے، صدہا سال تک سب بنی اسرائیل کے واسطے کیا نبی اور کیا غیر نبی واجب الاطاعت رہے، اور کیا ایسے ہی نکمے اور برے حکموں کا بجانہ لانے والا خدا کے نزدیک ملعون ٹھہرتا تھا، جو کتاب استثنا کے ستائیسویں باب کے چھبیسویں درس میں یوں مرقوم ہے، (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"جو کوئی اس شریعت کے حکموں پر قائم نہ رہے، اور عمل نہ کرے، اس پر لعنت"۔

اور طرفہ یہ ہے کہ خرقیلؑ اور پولس کے برخلاف یوحنا کا قول مشاہدات کے پندرہویں باب کے تیسرے درس میں یوں ہے:

"ای مقدمون کے تیری راہیں راست درست ہیں" (۱)۔

روایات منافی حیا

پچاسیویں مثال

کتاب اشعیاؑ کے تیسرے باب کے سترہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

(۱) نیا عہد نامہ شائع کردہ بھارت کی بائبل سوسائٹی بنگلور ۱۹۸۰ء میں ترجمہ اس طرح ہے:

"اے ازلی بادشاہ! تیری راہیں راست اور درست ہیں"۔ (ص ۶۷۲) عتیق احمد

"خداوند صیہون کے بیٹیوں کی چاندی کو گنجی کر ڈالے گا، اور خداوند ان کے اندام نہانی کو اکھاڑے گا"۔

یہاں خود خدا تعالیٰ صیہون کے لڑکیوں کے اندام نہانی کو اکھاڑتے ہیں۔ دیکھو کیا یہ کلام حیا کا ہے ایسا کلام تو نیک آدمی بھی کرتے گھبراتے ہیں خدا کا تو کیا ذکر۔

چھیاسیویں مثال

کتاب اشعیا کی سینتالیسویں باب میں خدا تعالیٰ کا قول ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۲۔ چکی لے اور آٹا پیس، اپنے بال کھول دے ٹانگ عریاں اور ران ننگی کر، اور ندیوں میں سے پیدل جا۔

۳۔ تیری برہنگی کھلے گی، بلکہ تیری حیا بھی دیکھی جائے گی، میں انتقام لوں گا، اور کسی سے میل نہ کروں گا"۔

یہاں بھی خدا ٹانگ اور ران ننگی کرنے کا حکم دیتا ہے، اس جگہ ایک ملحد ظریفانہ کہتا ہے کہ خدا کو عورتوں کی فلاں اکھاڑنے اور ران اور ٹانگ ننگی کرانے کی تو یہ رغبت اور مردوں کی برہنگی ظاہر ہونے سے یہ نفرت۔

کتاب خروج کے بیسویں باب کے تیئسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور تو میری قربان گاہ پر سیڑھی سے مت چڑھو، تاکہ تیری برہنگی اس پر ظاہر نہ ہوئے"۔

عیسائیوں کی کتب مقدسہ کے مطابق

انبیاء کرام کا بڑے بڑے گناہ کرنا

اور عیسائیوں کی مقدس کتابوں کے ملاحظے سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخصوں کو اپنے پیغمبر اور برگزیدے بنائے، کہ جن میں سے بعضوں نے کھلم کھلی نبوت کے بعد بت پرستی کی، اور بت خانے بنوائے، اور بعضوں نے گوسالہ پرستی کی، اور اوروں سے کروائی اور بعضوں نے زنا کیا، اور بعضوں نے نفس احکام کی تبلیغ میں جھوٹ بولا اور بعضوں نے اور کبیرہ گناہ کیئے، جیسا انشاء اللہ مفصل سترہویں سوال کے جواب میں کہوں گا، اور اس جگہ فقط ایک ہی بات ایک ہی پیغمبر خدا کے بیٹے کی لکھتا ہوں۔

ستّاسیویں مثال

کتاب سلاطین کی پہلی کتاب کے گیارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۔ اور سلیمان بادشاہ نے بہت سی اجنبی رنڈیاں فرعون کی بیٹی کے ساتھ چاہیں موابیاں اور عمونیاں اور ادومیاں اور صورانیاں اور حیطانیاں۔

۲۔ ان قوموں کی بیٹیاں جن کی بابت یہواہ نے بنی اسرائیل کو حکم کیا تھا کہ تم ان میں نہ جاؤ، اور وہ تم میں نہ آئیں کہ وہ یقیناً تمہارے دلوں کو اپنے معبودوں کی طرف راغب کریں گے، سو سلیمان نے انہیں سے محبت کی۔

۳۔ اس کے سات سو آزاد جوروان (بیویاں) تھیں، اور تین سو لونڈیاں، اور اس کی جوروں نے اس کے دل کو پھیرا۔

۴۔ اور ایسا ہوا کہ جب سلیمان بوڑھا ہوا، تو اس کی جوروں نے اس کے دل کو اپنے معبودوں کے طرف مائل کیا، اور اس کے دل میں یہواہ کا شوق کامل نہ

رہا، جیسے اس کے باپ داؤد کا تھا۔

۵۔ سو سلیمان نے صیدانیوں کے معبود عستروث اور بنی عون کے نفرتی ملکوم کی پرستش کی۔

۶۔ اور سلیمان بدی کر کے یہواہ کی نظر سے گر گیا، اور اس نے یہواہ کی پوری فرماں برداری اپنے باپ داؤد کی طرح نہ کی۔

۷۔ چنانچہ سلیمان نے موابیوں کے نفرتی کاموش کے لئے اس پہاڑ پر جو یروشلیم کے سامنے ہے، اور بنی عمون کے نفرتی ملکوم کے لئے ایک بلند مکان بنایا۔

۸۔ اور یہ سب اس نے اپنے سارے اجنبی جوروؤں کے خاطر کیا، اور وہ ان کے بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا تھا، اور قربانیاں گذرانا کرتا تھا۔

۹۔ سو از بسکہ اس کا دل یہواہ اسرائیل کے خدا سے جو اسے دوبار دکھائی دیا، برگشتہ ہوا، اس لئے یہواہ اس سے ناخوش ہوا۔

۱۰۔ کہ اس نے اسے منع کیا تھا، اور فرمایا تھا کہ تو اجنبی معبودوں کی پرستش نہ کیجیو، پر اس نے یہواہ کے حکم کو یاد نہ رکھا"۔

اور درس پانچواں اور یہ جملہ "اور وہ ان کے بتوں کے حضور الخ" جو درس آٹھویں میں ہے اور ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"سو سلیمان نے صیدانیوں کے معبود عستارات اور بنی عمون کے نفرتی ملکوم کی پرستش کی، اور وہ ان کے بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا تھا، اور قربانیاں گذرانا کرتا تھا"

اور اسی باب کے تینتیسویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول اخیا نبی کی معرفت سلیمان کے حق میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۲ء):

"اس نے مجھے ترک کیا اور صیدانیوں کے معبود عستارات اور موابیوں

کے بت کموس اور بنی عمون کے ملکوم کی پرستش کی، اور میری راہوں میں نہ چلا کہ وہ کام جو میری نظر میں بھلا تھا کرتا، اور میری شریعتوں اور سنتوں پر اپنے باپ داؤد کی طرح عمل کرتا"۔

اس عبارت کے موافق کئی باتیں غور کے قابل ہیں:

پہلی بات

اول یہ کہ یہ جملے کہ:

"جب سلیمان بوڑھا ہوا، تو اس کی جوروں نے اپنے معبودوں کی طرف مائل کیا، سو سلیمان نے صیدانیوں کے معبود عستروت اور بنی عمون کے نفرتی ملکوم کی پرستش کی، اور سلیمان بدی کر کے یہواہ کی نظر سے گر گیا، اور وہ ان کے بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا تھا، اور قربانیاں گذرانا کرتا تھا"۔

اور اسی طرح سارا درس تینتیسواں دلالت کرتا ہے کہ سلیمان نبوت کے بعد عین بڑھاپے میں جو خدا کی طرف رجوع کرنے کا وقت ہے، مرتد ہوئے، اور مشرک بن گئے، اور بت پرستی کی، اور نہ ایک دفعہ بلکہ گویا بڑھاپے میں ایک شغل ہوا کہ بتوں کے حضور بخور جلایا کرتے تھے، اور قربانیاں گذرانا کرتے تھے، اور یہ خطا ان کی بالکل نبوت کے منافی ہے، اور تعجب یہ ہے کہ درس دسویں کے مطابق بلا واسطہ غیر کے اللہ تعالیٰ نے خود ان کو اسی حرکت لغو سے منع کیا تھا، اور توریت میں بڑی تاکید سے بت پرستی کی ممانعت ہے۔

کتاب خروج کے بیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۳۔ میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہوگا۔

۴۔ اور اپنے لئے تراش کی مورتیں اور کسی چیز کی صورتیں جو آسمان کے اوپر یا پانی میں زمین کے تلے ہے مت بنائیو۔

۵۔ تو ان کے آگے خم مت ہوجیو، نہ ان کی بندگی کیجیو'' الخ۔

بلکہ کتاب خروج کے بائیسویں باب کے بیسویں درس اور کتاب استثناء کے تیرہویں باب کے چھٹے اور نویں اور دسویں درس کے موافق اور اسی کتاب استثناء کے سترہویں باب کے پانچویں درس کے مطابق جن کی نقل پہلے سوال کے جواب میں چوتھی وجہ اثبات رسالت کے اندر گذری، ایسا شخص عذاب سے مار ڈالنے اور سنگساری کرنے کے لائق ہے، بلکہ کتاب استثناء کے تیرہویں باب کے پانچویں درس کے موافق:

''گو ایسا شخص نبی بڑے معجزے والا ہوئے''

دوسری بات

دوسری یہ کہ اپنی بت پرستی کے اوپر یہ طُرہ کیا کہ ان بتوں کے لئے بیت المقدس کی طرح پہاڑ پر بڑے بڑے عالی شان بت خانے بنوائے کہ وہ صدہا سال تک بنی اسرائیل کے لئے پھندے بنیں کہ ان کے وسیلے سے بت پرست بنتے تھے، اور یوسیاہ بادشاہ کے عہد تک جو سلیمان کی اولاد سے پندرہواں بادشاہ ہوا ہے وہ بت خانے قائم تھے، اور بت ان میں موجود تھے کہ اس متقی بادشاہ نے ان بتخانوں کو خراب کیا، اور بتوں کو توڑ واڈالا، جیسا کہ سلاطین کی دوسری کتاب کے تیئسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

''۱۳۔ بادشاہ نے ان اونچے مکانوں پر جو یروشلم کے کوہ فساد کی داہنی طرف تھے، جنہیں شاہ اسرائیل سلیمان نے صیدانیوں کے نفرتی عستروت اور موابیوں کے نفرتی کاموش اور بنی عمون کے نفرتی ملکوم کے لئے بنایا تھا نجاست ڈلوائی۔

۱۴۔ اور ان بتوں کو توڑا، اور بتوں کو کاٹ ڈالا، اور ان کی جگہ مُردوں کی

ہڈیاں ڈلوائیں"۔

سبحان اللہ! کیا عجب بات ہے کہ پیغمبر تو بت خانے بنوائے، اور یہ بادشاہ غیر پیغمبران کو خراب کرے، اور ان کے بتوں کو تڑوائے، اور سلیمان کی یہ حرکت بھی بالکل نبوت کے منافی ہے، اور توریت میں سینکڑوں جگہ بت خانوں کے ڈھانے اور توڑنے کا حکم ہے، اب دیکھئے کہ کیا نبوت کا حق ادا کیا؟

تیسری بات

تیسری یہ کہ دوسرے درس کے مطابق ان عورتوں کو نکاح میں لائے کہ ان سے خدا نے رلنے ملنے کو حرام کیا تھا۔

پس یہ تیسری خطا ہے، کیا ان کو اور قوم کی عورتیں نہ ملتی تھیں؟ اور کیا لحاظ نہ رکھتے تھے کہ توریت میں اس امر کی بڑی ممانعت ہے؟ مثلاً کتاب استثناء کے ساتویں باب میں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء، ۱۸۲۹ء):

"۳۔ نہ ان سے بیاہ کرنا، نہ ان کے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا، اور نہ اپنے بیٹوں کے لئے ان کی بیٹیاں لانا۔

۴۔ کیونکہ وہ تیرے بیٹے کو میری پیروی کرنے نہ دیں گے، یہاں تک کہ وہ اور معبودوں کی عبادت کرے، اس وقت خدا کا غصہ تجھ پر بھڑکے گا، اور وہ تجھے یکا یک ہلاک کردے گا"

دیکھو جیسا درس چوتھے میں ہے وہی ظہور میں ہے آیا کہ بوڑھاپے میں ایسی جوروؤں (بیویوں) نے ایسے نبی کو مرتد بنا کے مشرک بنادیا، اور خدا کو ان سے خفا کرا دیا۔

اور اس حکم کے موافق یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے ساتویں

باب کے بارہویں درس میں جو حکم عیسائیوں کے پولوس مقدس نے اپنی طرف سے دیا ہے کچھ نہیں،(۱) اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"باقی جو کچھ ہے خداوند نہیں کہتا میں کہتا ہوں، اگر کسی بھائی کی جورو بے ایمان ہو اور اس کے ساتھ رہنے کی رضا مند ہو تو وہ اس کو نہ چھوڑے"۔

چوتھی بات

چوتھی یہ کہ تیسرے درس کے موافق سلیمان نے ہزار جورواں اور حرمیں کیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق (میں) جو بنی اسرائیل کا بادشاہ ہو کتاب استثناء کے سترہویں باب کے سترہویں درس میں یوں حکم فرمایا تھا (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور نہ بہت سے جورواں کرے تا ایسا نہ ہو کہ اس کا دل پھر جائے، اور نہ وہ اپنے لئے بہت روپا (چاندی) اور سونا جمع کرے"۔

پس یہ سلیمان کی چوتھی خطا ہے۔

پانچویں بات

پانچویں یہ کہ عورتوں کے ساتھ عشق پرستی کی، حالانکہ مسیحیوں کے زعم کے موافق یہ شہوت پرستی کی نشانی اور نبوت کے منافی ہے، پس یہ پانچویں خطا ہے۔

---

(۱) کیونکہ خراب جورو کے سبب اکثر ایمان جاتا رہتا ہے، چنانچہ حضرت شیث کے اولاد سے جو لوگ بگڑے تھے اسی سبب سے بگڑے تھے، پادری ولیم اسمٹ اپنے رسالہ "طریق الاولیاء" میں حضرت نوح کے حال میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۵۰):

"افسوس ہے کہ وے بھی بے دینوں کے ساتھ شادی بیاہ کرنے سے گمراہ ہو گئے"۔

پھر صفحہ ۵۱ میں لکھتا ہے:

"یہ غور کی جگہ ہے کہ جو دیندار آدمی بے دینوں کے ساتھ رہتا اور ان سے رشتۂ قرابت کرتا ہے، تو اس کی دینداری اکثر جاتی رہتی، اور ان کی طرح خراب ہو جاتا" ۱۲ منہ

چھٹی بات

چھٹّی یہ کہ چوتھے درس کے موافق سلیمان کو ان کے بیویوں نے ورغلایا تھا، اور بت پرست بنایا تھا، پس وہ سب کے سب باب تیرہویں کتاب استثناء کے درس نویں اور دسویں کے موافق واجب القتل تھیں کہ ان کو سنگسار کیا جاتا، اور قتل پر پہلے ہاتھ سلیمانؑ کا اٹھتا، اور یہ بات سلیمانؑ سے ظہور میں نہیں آئی تو یہ چھٹی خطا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ بحواے:

محتسب گرمی خورد معذور دارد مست را

جب سلیمانؑ خود ہی بت پرست بن گئے تھے تو بت پرستی کی رغبت دلانے والے کو کس طرح مارتے۔

ساتویں بات

ساتویں یہ کہ سلاطین اور اخبار الایام کی کتاب سے کہیں نہیں معلوم ہوتا کہ اس حرکت کے بعد سلیمان نے بت پرستی سے توبہ کی ہو، بلکہ ظاہر عبارت اس پر دلیل ہے کہ توبہ نہیں کی۔

دیکھو اس جملہ کو کہ ''وہ ان کے بتوں کے حضور بخور جلایا کرتا تھا، اور قربانیاں گذرانا کرتا تھا'' کہ ظاہراً دلالت کرتا ہے کہ یہ ان کا فعل برابر جاری رہا اور بڑی دلیل یہ ہے اگر توبہ کی ہوتی تو وہ اپنے بتخانے بنوائے ہوئے گروا دیتے، اور بتوں کو نقصان پہنچا کے توڑ واڈالتے، کیونکہ کتاب خروج کے تیئسویں باب کے چوبیسویں درس اور کتاب استثناء کے ساتویں باب کے پانچویں درس کے موافق بتخانوں کا ڈھا ڈالنا اور بتوں کا توڑ واڈالنا واجب ہے، حالانکہ یہ نہیں کیا بلکہ وہ بتخانے اور بت ان کی زندگی تک بلکہ یوسیا بادشاہ کے عہد تک موجود تھے، اور یہ بھی ایک دوسری دلیل توبہ نہ کرنے پر

ہے کہ اگر توبہ کرتے تو ضرور ان سب جوروں کو جن کا قتل اور سنگسار واجب ہو گیا تھا سنگسار کرواتے، پس معلوم ہوا کہ توبہ نہیں کی۔

علاوہ اس کے اگر توبہ کرتے تو بھی توریت کے موافق کچھ مفید نہ ہوتی، کیونکہ کتاب خروج کے بائیسویں باب کے بیسویں درس اور کتاب استثناء کے تیرہویں اور سترہویں باب کے موافق ایسے شخص کی سزا یہی ہے کہ عذاب سے مار ڈالا جاوے، اور سنگسار کیا جاوے گو نبی بڑے معجزے والا ہو۔

اور ان مقامات میں کہیں یہ بات نہیں لکھی کہ اگر وہ توبہ کرلے تو گناہ اس کا معاف ہو جائے گا یا وہ واجب القتل نہ رہے گا۔

آٹھویں بات

آٹھویں یہ کہ باوجود ان باتوں کے عیسائی لوگ عیاذاً باللہ ایسے بت پرست مشرک، خطاکار کو نبی سمجھتے ہیں، اور اس کے کلام کو وحی، اب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ جو تم اور مذہب کی باتوں پر چلّاتے ہو تو کیا تم کو یہاں اپنے گھر یہ نہیں سوجھتا کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ نبی کس طرح کرتا؟ کیا اس کو پہلے سے معلوم نہ تھا کہ یہ مرتد اور بت پرست ہو جائے گا؟ شاید عیسائیوں کے نزدیک پہلے معلوم نہ ہوگا بلکہ اس حرکت کے بعد معلوم ہوا ہوگا، اور معلوم ہونے کے بعد ان کے نبی اور بادشاہ کرنے اور بیٹے بنانے سے پچھتایا ہوگا، جیسا کہ آدمی کو پیدا کر کے اور شاؤل کو بادشاہ کر کے پشیمان ہوا تھا، اور پچھتایا تھا، اور کیا یہ نہیں سوجھتا کہ ایسے شخص کا کلام الہامی نہیں ہو سکتا؟

بھلا جو شخص بت پرستی سے نہ چوکے، اس کو خدا پر جھوٹ باندھنا کتنی بڑی بات ہے، اور یہ امر کہ عیسائی ان کو نبی کہتے ہیں عنقریب کھل جاتا ہے۔

نویں بات

نویں یہ کہ پہلے قسم کی بیاسیویں مثال میں گذرا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کے حق میں کہا ہے کہ:

"میں اس کا باپ ہوں گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا"۔

اور ان کی نبوت عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہے، اور متی کے انجیل کے پہلے باب سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمانؑ حضرت عیسیٰ کے آباء میں داخل ہیں، بھلا جب اس خدا کے پیغمبر اور خدا کے بیٹے اور حضرت عیسیٰ کے دادا سے نبوت کے بعد شرک صادر ہوا، اور مرتد ہو کر وہ مشرک بن بیٹھا، تو اس طرح اگر دوسرا خدا کا بیٹا خطا کر کے اپنے دادا سے بڑھ کر دعویٰ خدائی کا کر کے خدا بن بیٹھے تو عیسائیوں کے کتب مقدسہ کے موافق اس میں کون سا استبعاد ہے؟ یہ تو ان کے بزرگوں کا طریقہ تھا، اور پہلے سوال کے جواب میں معجزات تفصیلی کے بیان میں گذر چکا ہے کہ معجزات کا صدور عیسائیوں کے اصول کے موافق ایمان کی دلیل بھی نہیں چہ جائے نبوت اور خدائی کی، اور دجال بڑے بڑے معجزے دکھلا دے گا، تو اب کس طرح معلوم ہو سکے کہ دادا تو اس خطا کے عوض خدا کی نظر سے گر پڑا اور پوتا اس دعوے میں اور تعظیم کا مستحق بن گیا، ہرگز نہیں۔

دسویں بات

دسویں یہ کہ سلیمانؑ کی ان خطاؤں کے عوض اللہ تعالیٰ نے کیا ہی عدل کیا کہ ان سے تو سلطنت نہ چھینی، اور ان کے بیٹے سے باپ کے خطاؤں پر چھین لی، کیا پادری لوگو عدالت اسی کا نام ہے؟

سلاطین کی پہلی کتاب کے اسی گیارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"۱۱۔ یہواہ نے سلیمان کو کہا کہ از بسکہ تجھ سے ایسا ایسا کچھ ہوا، اور تو نے

میری سنتوں اور شریعتوں کو حفظ نہ کیا، اس واسطے میں یقیناً سلطنت کو تجھ سے پھاڑ لوں گا۔

۱۲۔ اور تیرے خادم کو دوں گا لیکن تیرے باپ داؤد کی خاطر سے میں تیرے جیتے جی ایسا نہ کروں گا، پر تیرے بیٹے کے ہاتھ سے پھاڑ لوں گا۔

۳۴۔ جب تک وہ جیتا رہے گا اس کو بادشاہ رکھوں گا۔

۳۵۔ اور اس کے بیٹے کے ہاتھ سے سلطنت کو لے لوں گا'' الخ۔

دیکھو داؤد کی نیک عملی کے سبب سلیمانؑ ایسے ایسے بڑے خطا کر کے بچ گئے، اور جیتے جی بادشاہ رہے، اور ان کا بیٹا ان کی خطاؤں پر مارا پڑا۔

اب ادب کا لحاظ کر کے اور طوالت کے خوف سے اس مثال کے بیان میں انہیں دس باتوں پر اکتفا کر کے کہتا ہوں کہ عیسائیوں کے نزدیک سلیمان پیغمبر ہیں، اور میزان الحق کا مؤلف جس کے اب شبہ کا میں جواب دے رہا ہوں، یقیناً ان کو نبی جانتا ہے، اور اپنی تصنیفات میں تصریح کرتا ہے، ''طریق الحیات'' کے پہلی فصل کے پہلے مقصد میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۵۵):

''اور کتب مقدسہ کے اور آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد کے مانند اور پیغمبروں نے بھی اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے، اور اس لئے مقدس کتابوں میں آدم کا اور بعضے پیغمبروں کا گناہ مثل موسیٰ و داؤد و سلیمان و یونس وغیرہ کے لکھا ہے کہ یقین ہو کہ ہر آدمی بلکہ پیغمبر بھی گناہ میں پھنستے ہیں، اور یہ بات ہر صاحب شعور کو معلوم ہے کہ ان پیغمبروں کی پیغمبری گناہ کے سبب باطل نہیں ہوئی کیونکہ اگرچہ وہ گناہ میں گرفتار ہوتے تھے، لیکن پھر توبہ کر کے گناہ سے دور اور خدا سے پناہ مانگ کر اس کے مطیع ہو جاتے تھے، اور پیغمبری کے کام روح القدس کی قدرت اور عنایت سے بلاعیب وقصور پورا کرتے تھے''

دیکھو اس میں صاف مصرح ہے کہ سلیمان بھی پیغمبر تھے، اور ان کی پیغمبری گناہ

سے باطل نہیں ہوئی، اور کلام ان کا الہامی ہے، اور میزان الحق کے دوسرے باب کے مقدمے میں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء):

"اور پرانے عہد کی ان کتابوں کے سوا اور کتابیں بھی ہیں، جن کا عمدہ مطلب تعلیم اور نصیحت ہے، چنانچہ زبور اور ایوب کی کتاب اور سلیمان کے امثال وغیرہ"۔

دیکھو سلیمان کی کتاب امثال کو عہد عتیق کے کتابوں میں گنتا ہے۔

اور "مفتاح الاسرار" کے پہلے باب کی تیسری فصل میں اپنے زعم کے مطابق جناب مسیحؑ کی الوہیت کی سند اسی کتاب سے لاکر کہتا ہے (نسخہ ۱۸۵۰ء صفحہ ۲۷):

"مسیحؑ کی الوہیت کی انہیں صفتوں کو سلیمان بھی بیان کرتا ہے، چنانچہ اپنی کتاب امثال کے آٹھویں باب کے" الخ

پس ان عبارتوں کے موافق سلیمان کی نبوت اور ان کی کتاب کا الہامی ہونا میزان الحق کے مؤلف کے نزدیک مسلم ہے، مگر قول اس کا کہ "یہ بات ہر صاحب شعور کو معلوم ہے الخ" لغو ہے، اور پادری صاحب ہی کہیں کہ کیا ذی شعور اعتقاد کرے گا کہ نبوت کے بعد گو نبی مرتد ہو جاوے اور بت پرستی کرے نبوت اس کی باطل نہیں ہوتی، اور کلام اس کا وحی رہتا ہے، وگرنہ بت پرستی سے تو بدتر کوئی گناہ جہاں میں نہیں، بھلا جو شخص نبوت کے بعد اس سے نہ چوکے تو اور بات سے کب چوکے گا۔

قول اس کا "لیکن پھر توبہ کر کے الخ" مردود ہے، کیونکہ سلیمانؑ کی توبہ ثابت نہیں ہوتی، جیسا عنقریب گذرا، اور اسی طرح آدمؑ کی توبہ بھی ثابت نہیں، رسالہ "طریق الاولیاء" میں جو پادری ولیم اسمٹ کی تصنیف ہے، آدم کے حال میں یوں مرقوم ہے (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۲۳):

"افسوس ہزار، اس کی توبہ کا نشان کہیں نہیں ملتا، اور اس نے گناہ معاف

ہونے کے لئے ایک بار بھی دعا نہ مانگی، بلکہ ڈھٹائی سے چاہا کہ حوّا پر بلکہ مثل مشہور کے موافق کہ ''الٹا چور کتوال کو ڈانٹے'' خدا پر بھی الزام رکھے، اور آپ کو بے قصور عصمت معمور ٹھہرائے''

دیکھو کہ اب میزان الحق کے مؤلف کا وہ قول اس کے مذہب کے مطابق کیسا صریح واقع کے خلاف ہے، اور چونکہ ہمارے نزدیک سلیمانؑ کی بت پرستی کی یہ روایت اور حضرت عیسیٰ کا خدائی کا دعویٰ صحت کو نہیں پہنچتا، بلکہ دونوں باتیں محض غلط ہیں، تو بفضل اللہ ہمارے مذہب کے مطابق ان حضرات پر ان الزامات سے کچھ بھی الزام نہیں۔

اٹھاسویں مثال

کتاب اشعیا کی بیسویں باب میں ہے کہ:

''اشعیا پیغمبر خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق تین برس تک ننگے بدن اور ننگے پاؤں پھرا کئے، تاکہ مصریوں اور حبشیوں کے لئے نشان ہوں''۔

بھلا ایسا حکم کیا عبث نہیں۔

نواسیویں مثال

ایک سو نویں زبور کے بارہویں درس میں بد دعا یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

''اس کے یتیموں پر کوئی رحم نہ کرے''۔

دیکھو یتیموں کا کیا گناہ ہے، اور ایسی ظالمانہ دعا کو کلام الٰہی سے کیا تعلق۔

نوّویں مثال

کتاب شمار کے بائیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''۲۸۔ تب یہوواہ نے گدھے کا منہ کھولا، اور اس نے بلعام کو کہا الخ۔

۲۹۔ بلعام نے گدہے کو کہا الخ۔

۳۰۔ گدہے نے بلعام کو کہا'' الخ۔

دیکھو گدہے کا کلام کرنا محال عادی ہے، اور دور قدیم سے منکر اس پر ہنستے ہیں، ہارن صاحب نے اپنی تفسیر کی دوسرے جلد کے صفحہ ۶۳۶ میں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء):

''بلعام کے گدہے کے بولنے پر عنقریب زمانہ کے کفار کا تمسخر رہا ہے''۔

پس جیسے دین عیسوی کے منکر اس پر تمسخر کرتے ہیں، اور عناد سے اسے کاذب سمجھتے ہیں، ایسا ہی میزان الحق کا مؤلف تعصب اور عناد سے بعض معجزات مصطفویہ کو خیال کرتا ہے، اور یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کو جیسی قدرت تھی کہ عادت کے خلاف گدہے کو طاقت بولنے کی دی، یا حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو جاندار کر کے سانپ بنا دیا کہ ساحروں کے سانپوں کو وہ نگل گیا، کیا ایسے ہی اس کو قدرت نہیں ہے کہ درخت وغیرہ کو اپنے پیغمبر برگزیدہ کے معجزے سے کلام کی قدرت بخشے؟

اکانویں مثال

مشاہدات کے بارہویں باب میں ہے، (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۴ء):

''۱۔ ایک عورت آفتاب کو اوڑھے ہوئے، اور مہتاب اس کے پاؤں تلے، اور اس کے سر پر بارہ ستاروں کا تاج۔

۲۔ وہ عورت حاملہ ہو کے دردزہ سے اور جننے کی سختی سے چلائی۔

۳۔ پھر ایک اور عجیب نشان آسمان پر دکھائی دیا، ایک بڑا سرخ اژدہا جس کے سات سر اور دس سینگ اور سات تاج اس کے سروں پر تھے ظاہر ہوا۔

۴۔ اس کی دُم نے آسمان کے ستارے کے تیسرے حصے کو کھینچ کے زمین پر گرایا، پھر اژدہا اس عورت کے آگے جو جننے پر تھی جا کھڑا ہوا کہ جب وہ جنے تو اس کے بچے کو نگل جائے، اور وہ بیٹا لڑکا جنی جو لوہے کا سونٹا لے کے سارے

ملکیوں پر حکومت کرے گا، اور اس کا وہ لڑکا خدا کے اور اس کے تخت کے پاس پکڑ لیا گیا۔

۶۔ اور وہ عورت بیابان میں جہاں خدا نے اس کے لئے جگہ تیار کی تھی بھاگی تا کہ وہاں بارہ سو ساٹھ دن تک پرورش پائے۔

۷۔ اس کے بعد آسمان پر لڑائی ہوئی، میکائیل اور اس کے فرشتے اس اژدہے سے لڑے الخ۔

۸۔ پر غالب نہ ہوئے اور آسمان پر ان کے لئے جگہ نہ رہی"۔

اب کوئی جناب یوحنا کے اس مشاہدے کو دیکھے کہ ہندوؤں کے مہابھارت کے قصوں کو بھی اس نے مات کر دیا، اور کسی مجذوب کی بڑ بھی اس سے زائد بے سروپا نہ ہوگی۔

بانویں مثال

متی کی انجیل کے بارہویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۴۳۔ جب ناپاک روح آدمی سے دور ہو جاتی ہے، تو سوکھے مکانوں میں پھرتی اور آرام ڈھونڈتی، پر نہیں پاتی۔

۴۴۔ تب کہتی ہے میں اپنے گھر میں جہاں سے باہر نکلی ہوں پھر جاؤں گی، اور جب وہاں آتی ہے تو اسے خالی اور جھاڑا بہاڑا صاف ستھرا پاتی ہے۔

۴۵۔ تب جا کر اور سات روح کو جو اس سے بدترین اپنے ساتھ لے آتی ہے، اور وہ اس میں جا کر رہتے ہیں، اور اس آدمی کا پچھلا حال اگلے سے بدتر ہوتا ہے"۔

اس میں کئی فساد ہیں:

پہلا یہ کہ جب مطلق ناپاک روح کا یہ حال ہے تو اور سات روحیں ناپاک اس

کے ساتھ کہاں سے آتی ہیں؟ وہ بھی اس طرح کہ اپنے اپنے مکانوں کو جاویں گی۔

دوسرا یہ کہ مکان سے کیا مراد ہے اگر اس کا بدن ہے، تو وہ سڑگل جاتا ہے، علاوہ اس کے جو وہ بدن بری روح کا تھا برا ہوگا، اس کے صاف ستھرے ہونے کے کیا معنی؟ اور اگر وہ مکان ہے، جہاں وہ مرا تھا تو اکثر سوکھا ہی ہوتا ہے، اور خود ہی کہا ہے کہ سوکھے میں اس کو آرام نہیں ملتا، تو پھر وہاں کس طرح آوے گی؟

تیسرا یہ کہ روح تو امر غیر جسمانی ہے، اس کو سوکھے اور تر مکان کے ڈھونڈنے سے کیا تعلق۔

ترانویں مثال

انجیل متی کے ساتویں باب کے تیرہویں اور چودہویں درس سے سمجھا جاتا ہے کہ نجات کی راہ بہت ہی سخت اور کٹھن ہے، اور اسی انجیل کے گیارہویں باب کے تیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"میرا جوا آسان اور میرا بوجھ ہلکا ہے"۔

اور ان دونوں مضمونوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیاذ باللہ حضرت عیسیٰ کی پیروی میں نجات نہیں۔

چورانویں مثال

متی کی انجیل کے دسویں باب میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"۳۴۔ یہ گمان نہ کرو کہ میں زمین پر ملاپ کروانے آیا ہوں، ملاپ کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔

۳۵۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ مرد کو اس کے باپ سے اور بیٹے کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کروں"

اور لوقا کی انجیل کے بارہویں باب میں (نسخہ ہائے مذکورہ بالا):

"۴۹۔ میں زمین میں آگ لگانے آیا ہوں، اور اگر ابھی لگ جاوے تو مضائقہ کیا ہے۔

۵۱۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرنے کو آیا ہوں، میں تم سے کہتا ہوں نہیں بلکہ جدائی کرنے کو"۔

حالانکہ خود ہی یوں کہا تھا (نسخہ ہائے مذکورہ بالا):

"مبارک ہیں جو صلح کرنے والے ہیں کہ وہ خدا کے فرزند کہلائیں گے"۔

جیسا کہ متی کی انجیل کے پانچویں باب کے نویں درس میں ہے، پس لازم آتا ہے کہ عیاذاً باللہ عیسیٰ مبارک اور خدا کے فرزند نہ ہوں۔

پچانویں مثال

متی کی انجیل کے نویں باب کے چودہویں اور پندرہویں درس سے سمجھا جاتا ہے کہ نبی کے ہوتے اس کی امت کو ریاضت نہ کرنا چاہیے، دیکھو یہ کیسی بات ہے۔

چھیانویں مثال

متی کی انجیل کے گیارہویں باب میں حضرت عیسیٰ کا قول یحییٰ کے حق میں یوں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ بالا):

"میں تم سے کہتا ہوں، وہ نبی سے بڑا ہے، اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان کے درمیان جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ایک بھی یحییٰ غوطہ دلانے والے سے بڑا نہ اٹھا، لیکن وہ جو آسمان کی بادشاہت میں چھوٹا ہے اس سے بڑا ہے"

ان عبارتوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یحییٰ جو سارے انبیاء اور تمام

عورتوں کی نسل میں سے سب سے بڑا ہے، آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا، اور آسمانی بادشاہت والا گو کیسا ہی چھوٹا ہے موسیٰ اور یحییٰ سے افضل ہے، اور عیسائیوں کے نزدیک آسمانی بادشاہت سے نجات کی راہ مراد ہے، تو اب دیکھو کہ موسیٰ اور یحییٰ اور دوسرے انبیاء کا کیا ہی مرتبہ نکلا۔

ستانویں مثال

اسی باب کے بارہویں درس میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ بالا):

"اور یحییٰ غوطہ دلانے والے کے وقت سے اب تک آسمان کی بادشاہت پر زبردستی کیا کرتے ہیں، اور زبردست لوگ اسے چھین لیتے ہیں"۔

دیکھو راہ نجات پر زبردستی کرنے اور اس کے چھین لینے کے کیا معنی۔

اٹھانویں مثال

مرقس کی انجیل کے گیارہویں باب میں ہے کہ:

"حضرت عیسیٰؑ بھوک کے سبب ایک انجیر کا درخت دور سے دیکھ کر اس کے پاس گئے، جب اس میں کچھ پھل نہ ملا تو خفا ہو کر اسے بددعا دی"۔

بھلا نباتات پر خفا ہونا کیسی بات ہے۔

ننانویں مثال

باب پانچویں اعمال میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ بالا):

"۱۔ حننیاہ نام ایک مرد نے اپنی جورو سفیرا کے ساتھ باہم ہو کے اپنا کچھ مال بیچا۔

۲۔ اور قیمت میں سے کچھ رکھ چھوڑا۔

۳۔ تب پطرس نے کہا الخ۔

۵۔ تب حنیاہ یہ باتیں سنتے ہی گر پڑا، اور مر گیا الخ۔

۷۔ اور قریب ایک پہر کے بعد اس کی جورو (بیوی) اس ماجرے سے بے خبر آئی۔

۸۔ تب پطرس نے اس سے کہا الخ۔

۱۰۔ وہیں وہ اس کے پاؤں کے پاس گر پڑی، اور مر گئی" الخ۔

دیکھو ان غریب مفلسوں نے ایسی تنگی کی تھی کہ اپنی زمین جو ان کی معیشت کا ذریعہ تھی بیچ کر حواریوں کے واسطے لے آئے تھے، اور مفلسی کے سبب کچھ آپ بھی رکھ لیا تھا، اور اپنے رکھنے کو چھپا لیا تھا، اس پر پطرس حواری نے بددعا دے کر دونوں کو مارا۔

بھلا یہ کیا انصاف ہے؟ ان کا مال تھا اس میں انہوں نے جتنا چاہا خیرات کیا، اور جتنا چاہا رکھ لیا، اور کیا اتنے خطا کی اتنی بڑی سزا تھی، جو دونوں غریب جان سے مارے پڑے۔

سوویں مثال

ایک سو چوتھی زبور کے درس پانچویں میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۳ء):

"اسے (یعنی زمین کو) کبھی جنبش نہیں"۔

(فارسیہ ۱۸۴۵ء):

"ابد الآباد متحرک نمی شود"

اور زبور ایک سو انیسویں کے نویں درس میں خدا تعالیٰ کے خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"تو نے زمین کو مضبوطی بخشی، اور وہ ٹھہر رہی ہے"۔

(نسخہ ۱۸۴۴ء):

"تو نے زمین کو استحکام بخشا، اور وہ ٹھہری رہی"۔

ان قولوں میں نفیاً اور اثباتاً دونوں طرح زمین کو ساکن کہا ہے، حالانکہ ہیئت فیثاغورسی کے موافق جواب یورپ والوں کی مختار ہے، یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اس کے موافق زمین آفتاب کے گرد گردش کرتی ہے، اور تین سو پینسٹھ دن اور چھ گھنٹے یعنی ایک برس میں دورہ تمام کرتی ہے، اور حرکت اس کی ایسی تیز ہے کہ ایک گھنٹے میں اٹھاون ہزار میل طے کرتی ہے، اور اس کی پھر حرکت توپ کے گولے کی حرکت سے ایک سو بیس گنا جلد (تیز) ہے، اور اس حرکت کے سوا اس کی ایک اور حرکت اپنے محور پر ہے کہ اس کے اعتبار سے رات دن میں ایک دورہ تمام کرتی ہے، اور یہ حرکت بھی ایسی تیز ہے کہ ایک گھنٹہ میں ہزار میل پھرتی ہے، بھلا اس صورت میں یہ کس طرح صادق آئے کے ''تا ابدالآباد متحرک نمی شود'' یا یہ کہ ''وہ ٹھہر رہی ہے''۔

جاننا چاہئے کہ چونکہ پادری لوگ اپنے رسالوں میں دوسرے مذہب والوں خصوصاً ہندوؤں کی بہت باتوں پر اس علم کے رو سے شبہے کر کے ان کو غلط بتلاتے ہیں، اور اس علم کی صداقت کے معترف ہوتے ہیں، پس پادریوں کو ایسے اعتراضوں کے جواب میں معقول تاویل یا غلطی تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارا نہیں۔

میزان الحق کا مؤلف اپنی کتاب طریق الحیات کے صفحہ ۱۴۴ میں ہندوؤں پر اعتراض کر کے یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۷ء):

''علم ہیئت ایسا علم کامل ہے کہ اس سے خشکی اور تری کا سفر ہوتا ہے، اگر یہ علم درست نہ ہوتا تو اس طرح کا سفر بھی ممکن نہ تھا مثلاً انگریزوں کا ہندوستان میں آنا اس علم کے بغیر مشکل تھا، اور یہی ہندوؤں کے شاستروں کو جھٹلاتا ہے''۔

دیکھو اس علم کی تعریف کرتا ہے، اور اس کے موافق ہندوؤں کے شاستروں کو جھوٹا بتلاتا ہے۔

ایک سو پہلی مثال

زبور انیسویں کے درس چھٹے میں آفتاب کے حال میں یوں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"آسمانوں کے کنارے سے اس کا نکاس ہے، اور اس کی گردش ان کے دوسرے کنارے تک ہے، اس کی گرمی سے کوئی چیز نہیں چھپی"۔

اس میں بھی دو خدشے ہیں

پہلا خدشہ

ایک یہ کہ آسمان کے کنارے کہاں ہیں کہ آفتاب ایک کنارے سے نکل کر دوسرے کنارے تک گردش کرے۔

دوسرا خدشہ

دوسرے یہ کہ ہیئت فیساغورسی کے موافق جو یورپ والوں کی مختار ہے، آفتاب کو وہ گردش کہاں ہے، بلکہ وہ تو اپنے مقام پر رہتا ہے، اور اسی مقام پر اپنے محور پر گھومتا ہے، اور پچیس دن میں ایک دورہ تمام کرتا ہے، اور زمین اس کے گرد گردش کرتی ہے، جیسا کہ اوپر کے مثال میں گذرا۔

ایک سو دوسری مثال

زبور چوبیسویں کے درس دوسرے میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"اس کی (یعنی زمین کی) نیو (بنیاد) پانی پر رکھی، اور اسے سیلابوں پر قائم کیا"

اور زبور ایک سو چھٹویں کے درس چھٹے میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"زمین کو پانیوں کے اوپر پھیلایا"

یہ بھی علم طبعی اور ریاضی کے خلاف ہے، بلکہ پانی زمین پر ہے۔

ایک سوتیسری مثال

زبور ایک سو اڑتالیس کے درس چوتھے میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"اے پانیوں! جو آسمان کے اوپر ہو اس کی ستائش کرو۔

یہ بھی علم طبعی اور ریاضی کے اعتبار سے باطل ہے، کیونکہ ان کے اعتبار سے سب قسم کا پانی آسمان کے نیچے ہے۔

ایک سوچوتھی مثال

ایک سوچوتھے زبور کے بتیسویں درس میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"وہ (یعنی خدا) زمین پر نگاہ کرتا ہے، سو کانپ جاتی ہے، وہ پہاڑوں کو چھوتا ہے، سو وہ دھواں ہو کے اڑتے ہیں"۔

یہ بھی علم طبعی کے رو سے باطل ہے، کیونکہ پہاڑوں میں دھواں اور زمین (میں) زلزلہ بخارات کے اقتباس سے ہوتا ہے، نہ خدا کی نگاہ کرنے اور چھونے سے۔

ایک سوپانچویں مثال

کتاب ایوب کے سینتیسویں باب کے دسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"خدا کے دم سے یخ ہوتا ہے اور لہرتا پانی جم جاتا ہے"۔

یہ بھی علم طبعی کے رو سے غلط ہے، اور تماشا یہ کہ اس سے خدا کا دم ایسا ٹھنڈا سمجھا جاتا ہے کہ جس سے برف پیدا ہو، اور لہرتا پانی جم جائے۔

اور سموئیل کی دوسری کتاب کے بائیسویں باب کے نویں درس سے خدا کا دم گرم معلوم ہوتا ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۹ء):

"اس کی (یعنی خدا کی نتھنوں سے) ایک دھواں اٹھا، اور اس کے منہ سے آگ نکل کے کھا گئی کہ جس سے کوئلے دب گئے"۔

ایک سو چھٹی مثال

متی کی انجیل کے تیسرے باب کے سولہویں درس پر جن کی نقل پہلے سوال کے جواب میں معراج کے معجزے کے بیان میں گذری، پادریوں کے ہموطن لوگ استہزا کرتے ہیں، اور بیان اس کا اسی سوال کے جواب میں شق القمر کے معجزے کے بیان کے اندر گذرا۔

ایک سو ساتویں مثال

متی کی انجیل کے بارہویں باب کے بیالیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"وہ زمین کے انتہا سے سلیمان کی حکمت سننے آئے"۔

یہ بھی ریاضی اور طبعی کے رو سے باطل ہے کیونکہ زمین کی شکل کروی ہے، اور کروی شکل کا کنارا نہیں ہوتا۔

ایک سو آٹھویں مثال

اسی انجیل کے چوبیسویں باب کے اکتیسویں درس میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ بالا):

"چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک" الخ۔

یہ بھی ریاضی اور طبعی کے رو سے باطل ہے، کیونکہ ارسطو اور تمام حکمائے مشائین کے نزدیک آسمان کی شکل بھی کروی ہے، پھر اس کے چاروں طرف اور اس کے سرے کہاں ہیں؟

ایک سونویں مثال

پطرس کے اول نامہ کے تیسرے باب کے بائیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء وہ ۱۸۴۴ء):

"وہ (یعنی عیسیٰ) آسمان پر جا کے خدا کی داہنی طرف ہے"۔

یہ بھی ریاضی اور طبعی اور الٰہی کی رو سے باطل ہے، کیونکہ یورپ والوں کے مختار ہیئت کے موافق آسمان کا کچھ وجود ہی نہیں ہے۔

اور ارسطو اور مشائین کے موافق آسمان خرق اور التیام کو قبول نہیں کرتا اور علم الٰہی میں مبرہن ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرد ہے، پس اس کا دایاں بایاں کہاں؟

ایک سودسویں مثال

کتاب پیدائش کے نویں باب میں خدا تعالیٰ کا قول نوحؑ اور ان کے بیٹوں کے خطاب میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۳۔ میں اپنے کمان کو بدلی میں رکھتا ہوں، وہ میرے اور زمین کے درمیان وثیقے کی علامت ہے۔

۱۴۔ اور جب میں بدلی کو آسمان میں پھیلاؤں گا، تو میری کمان بدلی میں دکھائی دے گی۔

۱۵۔ اور میں اپنے وثیقے کو جو میرے اور تمہارے اور ہر ایک جاندار کے درمیان ہے یاد کروں گا، اور پھر طوفان کا پانی نہ ہوگا کہ سب جانداروں کو ہلاک کرے۔

۱۶۔ سو کمان بدلی میں ہوگی اور میں اسے دیکھ کے اس وثیقے کو جو خدا اور زمین کے ہر ایک جاندار کے درمیان ہے یاد کروں گا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمان کو بدلی میں اپنے عہد کی علامت

مقرر کر کے اس لئے رکھا ہے کہ اس کو دیکھ کر اس عہد کو یاد کرلے، اور اس میں دو خدشے ہیں:-

پہلا خدشہ

ایک یہ کہ حکمت طبعی کے موافق بخارات کے اجتماع سے یہ کمان خود بخود پیدا ہوتی ہے، نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد کی علامت بنا کر اس لحاظ سے رکھا ہو۔

دوسرا خدشہ

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سہو اور نسیان سے پاک ہے، وہاں اس بات کا کیا گمان کہ کسی چیز کو وہ دیکھ کر اپنے عہد کو یاد کرے، اس کے نزدیک تو ہزار برس اور ایک دن برابر ہے۔

زبور ۹۰ کا درس ۴ یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گذر گیا، اور جیسے ایک پہر رات"

پطرس کے نامۂ دوم کے باب تیسرے کا آٹھواں درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"خداوند کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے، اور ہزار برس ایک دن کے برابر ہیں"

ایک سو گیارہویں مثال

کتاب پیدائش کے پہلے باب پر جو توریت بلکہ اہل کتاب کی ساری مقدس کتابوں میں پہلی کتاب ہے، بہت اعتراض واقع ہوتے ہیں:

پہلا اعتراض

پہلا یہ کہ اس کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ سب مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں پیدا کیا ہے، اور نسخہ عبری کے موافق اس ساری مخلوقات کی پیدائش کو اب تک تقریباً پانچ ہزار آٹھ سو انسٹھ برس کا عرصہ گذرا ہے، اور اول مخلوقات کی زمین ہے، حالانکہ یہ بات تو حکمت الٰہیہ اور فلسفہ کے رو سے باطل ہے، کیونکہ ان کے موافق جہاں کے سارے انواع قدیم ہیں، اور کوئی زمانہ ایسا نہیں نکلتا کہ جس میں خدا کی ذات صرف ہو (یعنی تنہا خدا کی ذات ہو)، اور یہ انواع نہ پائے جاتے ہوں، اور حکماء میں سے مشائین کے نزدیک تو مخلوقات میں سب سے اول عقل اول ہے، نہ زمین اور اس طرح یہ بات جہاں کے سب فرقوں کی تواریخ کے مخالف ہے، اور سب مذہبوں کے عالم، کیا پارسی اور کیا چینی اور کیا ختنی اور کیا اور، اس کو جھوٹا بتلاتے ہیں، اور ہندوؤں کے فاضل تو ایسی باتوں پر بہت ہی تمسخر کرتے ہیں، اور ان کو واقع کے مخالف گنتے ہیں، اور یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ باوجودیکہ اور جگہ بھی بائبل میں صدہا غلطیاں پائی جاتی ہیں، جن کی کچھ تفصیل اوپر گذری تو بھی فقط اس بات میں بائبل ہی کی گواہی کو سچی جانیں، اور فلسفہ اور حکمت، اور اسی طرح دنیا کے فرقوں کی ساری تاریخوں کو غلط مانیں۔

دوسرا اعتراض

دوسرا یہ کہ سولھویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

”خدا نے دو بڑے نیّر بنائے، ایک تو نیر اعظم جس کا تسلط دن پر ہووے، اور ایک نیر اصغر جس کا تسلط رات پر ہووے اور اس نے تارے بھی بنائے“۔

اور یہ بھی اہل یورپ کے پسندیدہ علم ہیئت کے خلاف ہے کیونکہ اس ہیئت کے موافق سب ثوابت جو آسمان پر رات کو چمکتے نظر آتے ہیں، آفتاب کی مانند ہیں، اور ہر ایک اپنے مرکز پر گردش کرتا ہے، اور ہر ایک جسمیت میں آفتاب سے زائد ہے، اور ایسے ثوابت دوربین کے وسیلے سے آٹھ کروڑ کے قریب شمار میں آچکے ہیں۔

پس آفتاب کے سے بلکہ جسمیت میں اس سے بھی زائد کروڑہا نیّر ہیں، پس اس کے کیا معنی کہ "خدا نے دو بڑے نیّر بنائے الخ"۔

تیسرا اعتراض

تیسرا یہ کہ اسی ہیئت کے موافق زمین بھی مثل عطارد اور زہرہ اور چاند اور مریخ وغیرہا کے ایک سیارہ ہے، اور سب سیارے خود روشنی نہیں رکھتے، ان سب کو آفتاب روشنی اور گرمی دیتا ہے، اگر آفتاب نہ رہتا تو بالکل اندھیرا رہتا، پس چاند کو کچھ ذاتی روشنی نہیں، اس صورت میں زمین کو اور تاروں سے علیحدہ شمار کرنا، اور چاند کو آفتاب کے مقابلے میں نیر اصغر کہنا کچھ درست نہیں۔

چوتھا اعتراض

چوتھا یہ کہ سترہویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

"اور خدا نے ان کو آسمان کے ثخن (جرم، موٹاپا) میں رکھا"۔

یہ بھی اس ہیئت کے موافق کچھ نہیں کیونکہ آفتاب کسی کے ثخن میں گڑھا ہوا نہیں۔

پانچواں اعتراض

پانچواں یہ کہ اکتیسویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

’’پھر خدا نے ان سب پر جنہیں اس نے بنایا تھا، نظر کی اور دیکھا کہ یہ بہت اچھے ہیں‘‘۔

حالانکہ قوانین کی کتاب کے گیارہویں باب میں صدہا جاندار پرندوں اور درندوں کو ناپاک اور قبیح لکھا ہے، اور ایوب کی کتاب کے پندرہویں باب کے پندرہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

’’اس کی (یعنی خدا کی) آنکھوں میں آسمان بھی پاک نہیں‘‘۔

پھر اسی کتاب کے پچیسویں باب کے پانچویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

’’اور ستارے اس کی نظر میں پاک نہیں‘‘۔

چھٹا اعتراض

چھٹا یہ کہ دوسرے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

’’سو زمین درو بست نامربوط تھی‘‘۔

اس میں یہ قباحت ہے کہ عیاذاً باللہ خدا کیا بے ربط تھا، جو اس نے زمین کو نامربوط بنایا تھا۔

ساتواں اعتراض

ساتواں یہ کہ پانچویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

’’اور خدا نے اجالے کو اندھیرے سے جدا کیا‘‘ الخ۔

یہ بھی علوم حکمیہ کی رو سے کچھ نہیں، کیونکہ زمین کے جب ایک جانب میں اجالا ہوگا، تو دوسری طرف میں خود اندھیرا ہوگا، اس میں بنانے والے کے بنانے کو کیا دخل۔

آٹھواں اعتراض

آٹھواں یہ کہ درس سولہویں سے انیسویں تک معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب چوتھے

دن بنا، حالانکہ پانچویں درس میں ہے:

''سو شام اور صبح پہلا دن ہوا''۔

پھر آٹھویں درس میں ہے:

''سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا''۔

پھر تیرہویں درس میں ہے:

''سو شام اور صبح تیسرا دن ہوا''۔

بھلا جب آفتاب چوتھے دن بنا، تو پہلا اور دوسرا اور تیسرا دن اور صبح اور شام کہاں سے ہوا، کیونکہ دن صرف آفتاب کے ظہور کا اور شام اس کے غروب کے قرب کا اور صبح اس کے طلوع کے قرب کا نام ہے۔

اس طرح اور بہت مقامات ہیں، کہاں تک ان کو لکھوں، اس لئے انہیں ایک سو کئی مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں، اور ان کی اور قسم اول کی مثالوں کے بیان میں اگر چہ ایک نوع کا طول ہوا، مگر خالی فائدے سے نہیں کہ بفضل اللہ یہ مثالیں کافی و شافی جواب الزامی ہے ''تحقیق دین حق'' کے سارے پہلے حصے کا، اور اسی طرح اور پادریوں کے سب رسالوں کے ان اعتراضوں کا جو قرآن اور احادیث کی نسبت صفات خدا تعالی کی بابت یا ان روایات کی بابت جن کو اپنے زعم میں انہوں نے غلط سمجھا ہے، یا علوم حکمیہ کے مخالف سمجھ کر رد کیا ہے، اب پادری لوگ جب تک ان کے جوابات سے مناسب طور پر عہدہ برآں نہ ہوں، ان کو ویسے اعتراض کرنے کا حق نہیں پہنچتا، اللہ ہم کو اور ان کو نیکی کی توفیق دے، اور جو کجی پر ہوئے، اس کو راہ راست پر لا دے۔ آمین۔

احادیث پر پادریوں کا

پانچواں شبہ اور اس کا جواب

بہت سی حدیثیں قرآن کے برخلاف ہیں، مثلاً قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ محمد سے کوئی معجزہ نہیں ہوا، اور یہ کہ ''محمد گناہگار تھا'' اور یہ کہ ''لڑکپن میں نادان و گمراہ تھا''۔

اور احادیث میں ہے کہ ''اس سے بہت معجزے ظاہر ہوئے، اور وہ معصوم تھا'' اور اس نے حالت ایمان میں تولد پایا، اور اسی جہت سے لڑکپن میں بہت سے معجزے اس سے ہوئے۔

جواب

یہ شبہ بھی محض تعصب یا ناواقفیت کی راہ سے ہے۔

اور قول ان کا ''محمد ﷺ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا'' بالکل غلط ہے، اور میں نے پہلے سوال کے جواب میں کچھ ان معجزات کو ذکر کیا ہے، جو قرآن سے تفصیلاً یا اجمالاً ثابت ہیں، وہاں دیکھ لو، اور ان آیتوں کے معانی کو جن کو پادریوں نے جان بوجھ کر عوام کو دھوکے دینے کو یا غلط فہمی کے سبب معجزے کی نفی کی دلیل بنایا ہے، انشاء اللہ ساتویں سوال کے جواب میں ذکر کروں گا۔

قول ان کا ''محمد گنہ گار تھا'' الخ، یہ بھی سمجھ کی غلطی یا دھوکا بازی ہے، اور جن آیتوں اور حدیثوں سے انہوں نے غلطی کھائی۔ ہے یا جان بوجھ کر دھوکا دینے کو انہیں

سند پکڑا ہے، اول ان کو نقل کرتا ہوں، پھر جواب دیتا ہوں، لیکن جواب سے پہلے کئی امر کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

چند تمہیدی امور

پہلا امر

اہل اسلام کے نزدیک انبیاء کی عصمت (گناہوں سے محفوظ رہنا) عقلاً اور نقلاً ثابت ہے، اور عقلی اور نقلی دلیلیں اس کی ان کے علم کلام کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، اور یہ بات بھی ان کے نزدیک ضروری اور مدلل ہے کہ جو لفظ لغت سے شرع میں منقول ہوئے ہیں (مثلاً صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج وغیرہ) جب وہ خدا اور رسول کے کلام میں ہوتے ہیں، ان کو ان کے انہیں معانی شرعیہ پر لیتے ہیں، اور جب تک کوئی عقلی یا نقلی دلیل قطعی ایسی نہ ہو کہ معنی شرعی کے مراد لینے سے منع کرے، تب تک ان معانی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، اور اس کے موافق لفظ "ذنب" کا بھی شریعت میں جہاں کہیں انبیاء علیہم السلام کے حق میں واقع ہوا ہے، تو "زلہ" (لغزش) اور ترک اولیٰ کے معنی میں آیا ہے۔

لفظ "زلہ" کی تشریح

اور زلہ اس کو کہتے ہیں کہ شخص معصوم عبادت یا کسی امر مباح کے کرنے کا قصد کرتا ہے، لیکن اس سبب سے کہ اس عبادت یا امر مباح کے ساتھ کوئی گناہ ملا ہوا ہوتا ہے تو بغیر قصد کے اس میں گر پڑتا ہے، جیسے راہ کا چلنے والا کبھی بغیر قصد کے پتھر سے ٹھوکر کھا کے کیچڑ کے سبب پھسل کر گر جاتا ہے، گو اس کا قصد راہ کا چلنا تھا، نہ گر پڑنا۔

اور نبوت کے منصب کا لحاظ کر کے اس قول کے موافق "حسنات الأبرار سيئات المقربين" (نیکوں کی نیکیاں، مقربین کی برائیاں ہیں) نبی کے اس ترک

اولیٰ پر ذنب کا اطلاق ہوتا ہے۔

لفظ "ضلال" کی تشریح

اور لفظ ضلال کا قرآن کے اندر جہاں کفار کی مذمت میں واقع ہوتا ہے تو حق کی راہ سے گمراہ ہونے کے معنی میں آتا ہے، اور اگر ان کی مذمت میں نہیں ہوتا تو کہیں راہ بھولنے کے معنی میں آتا ہے، جیسے سیپارے انتیسویں کے رکوع تیسرے میں سورۂ قلم کی اس چھبیسویں آیت کے اندر:

"فلما رأوها قالوا إنا لضالّون"

یعنی پھر جب اس کو (یعنی باغ کو) دیکھا بولے ہم راہ بھولے۔

اور کہیں ایسے رل مل جانے اور مغلوب ہو جانے کے معنی میں آتا ہے کہ جس میں تمیز نہ ہو سکے، جیسے سیپارے اکیسویں کے رکوع چودہویں میں سورہ سجدے کی اس آیت دسویں میں:

"وقالوا ائذا ضللنا في الأرض أئنا لفي خلق جديد"

یعنی اور کہتے ہیں (قیامت کے منکر) کیا جب ہم رل مل گئے زمیں میں، کیا ہم کو نیا بننا ہے۔

اور عرب بولتے ہیں:

"ضلّ الماء في اللبن"

یعنی پانی دودھ میں ایسا رل مل گیا کہ اس کی تمیز نہیں ہو سکتی۔

اور کہیں عشق اور محبت کے زیادتی کے سبب چوکنے کے معنی میں آتا ہے جیسا سیپارے بارہویں رکوع بارہویں میں سورۂ یوسف کی آٹھویں آیت میں حضرت یوسف کے بھائیوں کا قول:

"إن أبانا لفي ضلال مبين"

یعنی البتہ ہمارا باپ صریح چُوک میں ہے۔

یعنی یوسف اوراس کے بھائی سے زیادتی عشق اور محبت کے سبب۔

اوراسی سورہ کے اوراسی بارہویں سیپارے اور چودہویں رکوع میں اسی سورہ کی تیسویں آیت میں مصر کی عورتوں کا زلیخا کے حق میں یہ قول:

''إنا لنراها في ضلال مبين''

یعنی ہم تو دیکھتے ہیں اس کو بہکی اور چوکی صریح۔

یعنی یوسف کے عشق کے غلبہ کے سبب۔

اور سیپارے تیرہویں کے رکوع پانچویں میں اسی سورہ کی پچاسویں آیت کے اندر لوگوں کا قول حضرت یعقوب کے حق میں:

''قالوا تاالله إنك لفي ضلالك القديم''

یعنی لوگ بولے، اللہ کی قسم تو اپنے اسی چوک قدیمی میں ہے۔

یعنی یوسف کے عشق اور محبت کی زیادتی کے سبب۔

اور کہیں اللہ کے حکموں سے واقف نہ ہونے کے معنی میں آتا ہے، جیسے سپارے انیسویں کے رکوع چھٹے میں سورۂ شعراء کی اس بیسویں آیت میں قول حضرت موسیٰ کا یوں منقول ہوا ہے:

''فعلتها اذاً وأنا من الضالين''

یعنی کیا تو ہے میں نے وہ، اور میں تھا اس وقت نادانوں سے۔

پس اس آیت میں لفظ ضالین بمعنی جاھلین کے ہے، اور اس معنی کو یہ بات بھی مؤید ہے کہ بعض قرأت میں ضالین کے لفظ کی جگہ جاہلین کا لفظ واقع ہے، اور اسی طرح ضلال کا لفظ یا جو اس سے مشتق ہے قرآن میں جہاں اور جگہ بھی واقع ہوا ہے، اس مقام کے مناسب لیا جاتا ہے، اور سب جگہ کفر اور گمراہی کے معنی میں لینا محض

گمراہی ہے، اور مسلمانوں کی شریعت سے واقف ہو کر یعقوب اور موسیٰ علیہما السلام کے حق میں بمعنی کفر اور گمراہی کے کافر اور گمراہ کے سوا اور شخص نہیں کہہ سکتا، اور ایسا ہی اور انبیاء کے حق میں سمجھنا چاہیے، اور عرب اس درخت کو جو جنگل میں اکیلا ہوتا ہے ''ضالہ'' کہتے ہیں۔

دوسرا امر

انبیاء علیہم السلام کے افعال اکثر امت کی تعلیم کے واسطے بھی ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر ان کی امت ویسا ہی کرے، جیسے جناب مسیح کے اکثر افعال اسی پر محمول ہیں متی کے انجیل کے چوتھے باب کے دوسرے درس میں ہے:

''جب وہ چالیس دن رات روزہ رکھ چکا''۔

اور لوقا کی انجیل کے پانچویں باب کے سولہویں درس میں ہے:

''اور وہ ویرانوں میں چھپ کے، جا کے دعا مانگا کرتا تھا''۔

اور لوقا کی انجیل کے چھٹے باب کے بارہویں درس میں ہے:

''ایک پہاڑ پر دعا مانگنے گیا، اور ساری رات خدا کی عبادت میں کاٹی''۔

اسی طرح اور جگہ بھی ہے، حالانکہ جمہور مسیحیوں کے زعم کے موافق جب جناب مسیح خدا ہیں، پس ان کو عبادت کی کچھ احتیاج نہیں تو ان کے ایسے فعلوں کو مسیحیوں کی تعلیم کے واسطے سمجھنا چاہیے۔

تیسرا امر

بندہ جس قدر خدا کے درگاہ میں عجز اور نیاز کرے وہ تھوڑا ہے، اور اس کی عبودیت کا مقتضیٰ، اور اس کے اس سب اظہار کو معنی حقیقی پر محمول کرنا کفر اور زندقہ ہے بائیسویں زبور میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۱۔ الٰہی الٰہی تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ تو میرے نجات سے اور میرے آہ بھرنے کے باتوں سے کیوں دور رہا؟

۲۔ اے میرے خدا میں دن کو دعا مانگتا ہوں پر تو نہیں سنتا، اور رات کو مجھے کچھ قرار نہیں"۔

اور متی کے انجیل کے ستائیسویں باب کے چھیالیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء، ۱۸۴۰ء، ۱۸۴۴ء اور ۱۸۴۶ء):

"ایلی ایلی لما سبقتنی"۔

یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا کیوں تو نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔

اور جو بائیسویں زبور کے درس میں ہے بعض مسیحیوں کے زعم کے موافق جناب مسیح کے حق میں ہے، تو اس صورت میں جناب مسیح صاف کہتے ہیں کہ "خدا نے مجھے چھوڑ دیا، اور میری دعا کو نہیں سنتا"۔

اور زبور اکاونویں کے پانچویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"دیکھ میں نے برائی میں صورت پکڑی، اور گناہ کے ساتھ میری ماں نے مجھے پیٹ میں لیا"

دیکھو داؤد اپنے حق میں کیا کہتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ:

"گناہ کے ساتھ میری ماں کو حمل رہا تھا"۔

اور زبور ترپنویں میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۲۔ خدا نے آسمان پر سے آدم کی اولاد پر نظر کی، تا دیکھے کہ کوئی دانا یا کوئی خدا کا طالب ہے۔

۳۔ ہر ایک ان میں سے پیچھے پھر گیا، وہ سب کے سب ناپاک ہیں، کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں"۔

اور تیسرا درس اور ترجموں میں یوں ہے۔

(نسخہ ۱۸۴۳ء) اردو میں بعینہ وہی عبارت ہے۔

(فارسیہ ۱۸۳۸ء):

"ہمہ یکساں گمراہ شدند یا بگل گندہ گشتند کسے نیست کہ نیکی کندارے یکے نیست"۔

اس میں صاف فرماتے ہیں کہ آدم کے اولاد سے ہر شخص گمراہ ہوگیا ہے، اور سب کے سب ناپاک ہیں، اور کوئی نیک نہیں، حالانکہ داؤد کے وقت میں کئی نبی اور سیکڑوں کاہن اور اچھے اچھے آدمی بھی نیک بخت اور نیک کار تھے۔

اور اشعیا کی کتاب کے انسٹھویں باب کے تیرہویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"ہم گنہگار ہیں، ہم خداوند پر بہتان کرتے ہیں، اور اپنے خدا کی پیروی سے کنارے ہوجاتے ہیں، ہم جفا اور سرکشی کی باتیں بولتے ہیں، اور جھوٹی باتوں کا ہمارے دل میں حمل اور تصور ہوتا ہے"۔

اور اسی کتاب کے چوسٹھویں باب کے چھٹے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"اور ہم تو سب کے سب نجس کے مانند ہیں، اور ہماری ساری صداقت گندی دھجی (چیتھڑا) کی سی ہے، اور ہم سب پتے کے طرح کملاتے ہیں، اور ہماری بدکاریاں آندھی کے مانند ہمیں اڑا لے گئیں"۔

دیکھو ان درسوں میں اشعیا پیغمبر اپنے اور اپنے زمانے کے لوگوں کے حق میں کیا کیا فرماتے ہیں، حالانکہ خود پیغمبر تھے اور ان کے وقت میں اور بھی کئی پیغمبر اور بہت آدمی عابد اور زاہد تھے۔

اور مرقس کی انجیل کے پہلے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"یحیٰ بیاباں میں غوطہ دلاتا تھا، اور گناہوں کے معافی کے لئے توبہ کے غوطے دلانے کا وعظ کرتا تھا۔

۵۔ اور سارے یہودیہ ملک کے اور یروشلم کے رہنے والے نکل کے اس (کے) پاس جاتے تھے، اور سب کے سب بردن کے دریا میں اپنے گناہوں کا اقرار کرکے اس میں غوطہ کھاتے تھے۔

۹۔ انہیں دنوں میں یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر بردن میں یحیٰ کے ہاتھ سے غوطہ کھایا"۔

اور یہ جملہ "اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کا غوطہ" الخ، اور یہ جملہ "اور سب کے سب بردن کے دریا میں اپنے گناہوں کا اقرار" الخ اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"وبغوطہ توبہ بجہت گناہاں امر می نمود و معترف بخطاہائی خویش گشتہ ہمہ بوساطتش غوطہ دررود اردن میخوردند"۔

اور جو وہ غوطہ توبہ کا تھا، تو اس کی حقیقت وہی تھی کہ غوطہ کھانے والا اپنے گناہ کا اقرار کرکے غوطہ کھاتا تھا، تو جناب مسیح کو بھی ضرور اپنے گناہوں کا اقرار کرنا پڑا ہوگا اور اگر گناہوں کا اقرار نہ کرتے اور توبہ نہ کرتے تو وہ غوطہ کیوں کھاتے؟

اور دوسرے امر میں معلوم ہوا کہ جناب مسیحؑ اکثر دعا اور نماز میں رہتے تھے، اور چونکہ ان کی شریعت میں اس دعا اور نماز کی وہی کیفیت ہے کہ جس طرح انہوں نے اپنے مریدوں کو تعلیم کی تھی، اور لوقا کے گیارہویں باب اور متی کے چھٹے باب میں مرقوم ہے تو آپ بھی اس طرح نماز اور دعا کرتے ہوں گے

اور چونکہ اس نماز کی کیفیت کے بیان میں لوقا کے چوتھے درس میں یوں بھی واقع ہے:

''تو ہمارے گناہوں کو معاف کر'' الخ۔

اور متی کے بارہویں درس میں یوں ہے:

''تو ہماری تقصیر کو معاف کر''۔

تو یہ قول بھی حضرت مسیح کی زبان پر ہزاروں بار گذرا ہوگا، اور لوقا کی وہ عبارت ترجموں میں یوں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''تو ہمارے گناہوں کو معاف کر''۔

فارسیہ (۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

''وبیامرز گناہاں مارا''۔

اور متی کی وہ عبارت یوں ہے (اردو کے وہی ترجمے):

''تو ہماری تقصیر کو معاف کر''۔

عربی کے ترجمے (۱۸۷۱ء و ۱۸۲۱ء کے):

"اغفر لنا خطايانا"۔

یعنی تو ہماری خطاؤں کو بخشدے۔

اور متی کی انجیل کے انیسویں باب میں ہے (اردو کے وہی ترجمے):

''۱۶۔ بعد اس کے ایک شخص نے آکر اس سے پوچھا کہ اے مرشد میں کونسی نیکی کروں تا کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟

۱۷۔ اس نے اس سے کہا کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے کہ نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا'' الخ۔

اور جناب مسیح کا بھی قول مرقس کی انجیل کے دسویں باب کے اٹھارہویں درس میں یوں ہے (اردو کے وہی ترجمے):

''یسوع نے اس سے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے کہ نیک نہیں مگر ایک

یعنی خدا"۔

اور لوقا کی انجیل کے اٹھارویں باب کے انیسویں درس میں ہے:

"یسوع نے اس سے کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا"۔

دیکھو اس میں صاف فرماتے ہیں کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ حالانکہ مسیحیوں کے نزدیک جناب مسیح کے نیک ہونے میں کوئی شک نہیں، گو اور پیغمبران کے نزدیک نیک نہ ہوں تو اب کہا جاتا ہے کہ مسیحیوں کے نزدیک جناب مسیح کے سوا اگرچہ کوئی معصوم نہیں، لیکن سچے پیغمبر عیاذاً باللہ ایسے بھی تو نہیں کہ وہ سب کے سب ایسے ہی گنہگار اور ناپاک اور گمراہ ہوں، اور خدا پر جھوٹ باندھتے ہوں، جیسا انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کیا، یا جناب مسیح خدا کے متروک اور غیر مستجاب الدعوات اور گنہ گار اور نیک نہ ہوں، پس مسیحی لوگ مجبوراً ایسے مقامات میں ان کے ایسے اظہار کو عبودیت کے تقاضے پر محمول کریں گے، یا اس کے مثل کوئی اور تاویل کریں گے۔

چوتھا امر

مضاف کا حذف کرنا خدا کے کلام میں کثرت سے آتا ہے، اور شواہد اس کے کثرت سے ملتے ہیں، ازالۃ الاوہام کے دوسرے باب میں بیان ہوئے ہیں، اور اس جگہ بھی چند شواہد ذکر کرتا ہوں۔

اٹھہتر ویں زبور کے اکیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"سو خداوند نے سنا، اور نہایت غصہ ہو کے یعقوب میں ایک آگ بھڑکائی، اسرائیل پر بھی قہر اٹھا"۔

اور اشعیا کی کتاب کے سترہویں باب کے چوتھے درس میں ہے (نسخہ

۱۸۴۴):

"یعقوب کی حشمت سبک کی جائیگی، اور اس کا چربی دار بدن دبلا ہوگا"۔

اور اسی کتاب کے تینتالیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۲۲۔ لیکن اے یعقوب تو نے میرا نام نہ لیا، اور تو نے اے اسرائیل میرے لئے مشقت نہ کھینچی۔

۲۴۔ تو نے (۱) اپنے گناہوں سے مجھ پر بار رکھا، اور اپنے خطاؤں سے مجھے تھکایا۔

۲۸۔ اس لئے میں نے بیت المقدس کے امیروں کو پلید کیا، اور یعقوب کو لعنت کے لئے، اور اسرائیل کو ملامت کے لئے سونپ دیا"۔

اور یرمیا کی کتاب کے تیسرے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

"۶۔ باغی اسرائیل نے کیا کیا ہے؟ وہ ہر اونچے پہاڑ پر اور ہر ہرے درخت کے تلے گئے، اور وہاں زنا کاری کی۔

۷۔ ان ساری باتوں کے پیچھے میں نے اس سے کہا کہ میرے طرف پھر آ، پر وہ نہ پھرے، اور اس کی بے وفا بہن یہودا نے دیکھا۔

۸۔ اور میں نے دیکھا کہ جب اسی باعث سے کہ اس نے زنا کاری کی میں نے باغی اسرائیل کو نکالا، اور اُسے طلاق نامہ دیا تب بھی اس کی بیوفا بہن یہودا نہ ڈری بلکہ جا کے اُس نے بھی زنا کاری کی۔

۱۱۔ بے وفا یہودا سے باغی اسرائیل نے (زیادہ) اپنے کو صادق ٹھہرایا ہے۔

۱۲۔ اے باغی اسرائیل پھر آ"۔

---

(۱) یہ سارا درس مرقوم نہیں، بلکہ حاجت کے بقدر منقول ہے۔۱۲ منہ

اور ہوسیع کے کتاب کے چوتھے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۴۳ء):

"۱۵۔ اے اسرائیل اگر تو رنڈی بازی کرے، تو ایسا نہ ہو کہ یہودا بھی گنہگار ہو" الخ

۱۶۔ کیونکہ اسرائیل اڑنے والے بچھیا کی مانند اڑتا ہے، الخ

۱۷۔ افرائیم بتوں سے مل گیا ہے"

اور اسی کتاب کے آٹھویں باب میں ہے:

"۳۔ اسرائیل نے خوبی کو رد کیا الخ۔

۱۴۔ اور اسرائیل اپنے خالق کو بھول گیا ہے، اور بت خانہ بناتا ہے، اور یہودا گھیرے ہوئے شہروں کو بہت (تعمیر) کرتا ہے" الخ۔

ان عبارتوں میں مضاف کا حذف ضروری ہے، اور اسرائیل اور یعقوب اور یہودا اور افرائیم کی اولاد مراد ہے، جیسے ان مقامات کی عبارت سے صاف ظاہر ہے، اور اگر ظاہر پر رکھو، اور مضاف کو محذوف نہ مانو تو عیاذاً باللہ لازم آتا ہے کہ حضرت یعقوب کو (کہ اسرائیل ان کا لقب ہے،) خدا کے مغضوب اور مقہور اور ملعون اور ملامت کیے ہوئے، اور خدا کی یاد نہ کرنے والے اور اس کے فراموش کرنے والے اور اپنی خطاؤں سے خدا کو ٹھگانے والے اور باغی اور زناکار اور رنڈی باز اور خدا کے طلاق دیے ہوئے، اور اڑنے والے بچھیا کے مانند اور بت خانہ والے کہو۔

تمہید کے بعد جواب کی شروعات

سورۂ ضحیٰ کی آیت کی دس توجیہات

اور جب یہ چاروں امر معلوم ہو چکے، تو اب جاننا چاہیئے کہ اس فرقے کے بڑے استدلال کے قابل سورۂ ضحیٰ کی یہ ساتویں آیت ہے:

"ووجدك ضالا فهدیٰ"

اور اپنے زعم میں "ضال" کے لفظ کو گمراہ اور کافر کے معنی میں لیتے ہیں، اور یہ عین گمراہی ہے بلکہ اس جگہ یہ لفظ یا تو احکام خدا کے غیر واقف کے معنی میں مستعمل ہے۔

پہلی توجیہ

اور آیت کے معنی یوں ہیں:

پایا تجھ کو خدا کے حکموں سے غیر واقف پھر واقف کر دیا۔

اور اکثر مفسرین نے (مثل قاضی بیضاوی اور کشاف والے اور جلالین والے) یہی معنی لکھے ہیں۔

بیضاوی میں ہے:

"ووجدك ضالا عن علم الحكم والأحكام فهدى فعلمك بالوحي والإلهام والتوفيق للنظر"

اور اس صورت میں ضال کا لفظ اس جگہ حضرت کے حق میں ایسا ہے، جیسا موسیٰ کے حق میں اس قول میں:

"فعلتها إذاً وأنا من الضالين"

اور یہی معنیٰ حضرت عبداللہ بن عباس اور حسن اور ضحاک سے مروی ہیں۔

دوسری توجیہ

یا بمعنی محبّ اور عاشق کے ہے کہ آخری درجہ کے عشق اور محبت کے سبب اپنے سے گم ہو، اور اپنے فعل اختیاری میں چوکے، اور اس صورت میں یہ لفظ حضرت کے حق میں ایسا ہے، جیسا لفظ ضلال کا حضرت یعقوب کے حق میں سورہ یوسف کی آٹھویں اور پچانویں آیت میں اور آیت کے معنی یوں ہیں:

اور پایا تجھ کو عاشق (اپنی معرفت اور اسرار اور احکام کا) پھر معرفت والا بنایا تجھ کو۔

تیسری توجیہ

یا بمعنی رلے ملے مغلوب کے ہے، اس لحاظ سے کہ حضرت ﷺ نبوت کے پہلے مکے والوں میں رلے ملے مغلوب تھے، اور کوئی ان کو ممتاز نہ سمجھتا تھا، پھر اللہ نے ان کو نبوت کا منصب عطا کر کے ممتاز اور غالب کیا، اور آیت کے معنی یوں ہیں، اور پایا تجھ کو رلا ملا، پھر مختار اور غالب کر دیا، اور اس صورت میں ضال کا لفظ اس معنی میں مستعمل ہے، جیسے ''ضللنا'' کا لفظ سورۂ قلم کی چھتیسویں آیت کے اندر اور یہ معنی عطاءؒ تابعی سے مروی ہے۔

چوتھی توجیہ

یا بمعنی یگانہ کے ہے، اور یہ بھی درست ہے، اس لئے کہ حضرتؐ کی ذات

پاک اس نواح میں جو شرک کا معدن تھا، توحید اور دیانت اور امانت میں یکتا تھی، اور آیت کے معنی یوں ہیں کہ پایا تجھ کو یکتا اور اکیلا (اس درخت کے مثل جو جنگل میں اکیلا ہوتا ہے) بس راہ سمجھائی تجھ کو اپنے احکام اور اسرار کی۔

پانچویں توجیہ

یا بمعنی گم کرنے والے راہ کے ہے، اس لحاظ سے چونکہ حضرت ﷺ تمیز کے شروع سے بت پرستی اور شرک کو بُرا بتلاتے تھے، اور بڑی عمر والوں سے سنا تھا کہ ہمارا اصل مذہب ابراہیمی تھا، اور اس کے احکام اور اصول اچھی طرح کسی کو معلوم نہ تھے، تو رات دن بے قرار، اسی تلاش میں رہتے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ نے وحی بھیج کر ان کو اصول اور فروع حقہ سے خبر دار کر دیا، تو وہ بے قراری جاتی رہی، اور گویا کہ اس راہ بھولی کو پالیا۔

اور یہ معنی تفسیر عزیزی کے موافق ہیں، اور اسی کو شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے ترجمہ میں ذکر کیا ہے، جو آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سمجھائی"۔

چھٹی توجیہ

یا بہ معنی راہ گم کرنے والے کے ہے۔

اور اس آیت میں اشارہ ہے، دنیا کے احسان کی طرف جیسا کہ اس آیت کے اگلی اور پچھلی آیتوں میں ہے، اور وہ یہ کہ حضرت رستہ بھول گئے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا تھا، تو اس صورت میں لفظ ضال کا اس آیت میں ایسا ہے، جیسے سورۂ قلم کی چھتیسویں آیت میں، اور یہ معنی تفسیر حسینی والے کا پسندیدہ ہے، اور اس صورت میں ضلالت اور ہدایت اپنے معانی لغویہ میں مستعمل ہیں۔

ساتویں توجیہ

اور اگر ان کے کہے کے موافق فقط ضال کو گمراہ کے معنی میں لیں، تو اس جگہ مضاف کو محذوف مانیں گے، اور معنی آیت کے یوں (۱) ہوں گے:

اور پایا تیری قوم کو گمراہ پس راہ سمجھائی ان کو تیرے سبب سے، جیسا یہودی اور عیسائی، اس قول میں "یعقوب کو لعنت کے لئے اور اسرائیل کو ملامت کے لئے سونپ دیا"، اور اسی طرح اور قولوں میں جن کا ذکر چوتھے امر میں گذرا، اسی قسم کی تاویلیں کریں گے۔

آٹھویں توجیہ

یا بمعنی حیرت والے کے ہے، اس لحاظ سے کہ حضرت کو قرآن کے معنی کے بیان میں بعضے جگہ حیرت ہو جاتی تھی، سو اللہ تعالے نے الہام سے ان معانی کو واضح کر دیا، جیسے سپارے انتیسویں کے رکوع سترہویں میں سورۂ قیامت کی انیسویں آیت میں فرماتا ہے:

"ثم إن علينا بيانه"

یعنی پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے، اس کو کھول کر بتلا دینا۔

یعنی تم کو جبرئیل سے اس کے پھرنے کے وقت معنی کی تحقیق کرنے کی حاجت نہیں، ان کو کھول کر بتلا دینا ہمارے ذمہ ہے، اور اس صورت میں آیت کے معنی یوں

---

(۱) یا یوں کہیں گے کہ معنی آیت کے یوں ہیں:

اور پایا تجھ کو ایک گمراہ قوم کے اندر پس بچائے رکھا تجھ کو ان کی گمراہی سے۔

یعنی تجھ کو عصمت نصیب کر کے ان کے گمراہی کے کاموں سے رد کے رکھا، اور تجھ سے ان کا کوئی کار سرزد نہ ہونے دیا ۱۲ منہ"

ہے:

"اور پایا تجھ کو حیرت والا (بعضے جگہ قرآن کے معنی کے بیان میں) پس راہ سمجھایا تجھ کو، اور اپنا ذمہ کر کے وہی معنی بتلا دئے"۔

اور یہ معنی حضرت جنید بغدادیؒ سے مروی ہے۔

نویں توجیہ

یا بمعنی بھولنے والے کے ہے، اس لحاظ سے کہ معراج کی رات میں قرب کے مقام پر خدائی کے کمال جلال اور عظمت کے سبب حضرت پر دہشت اور ہیبت چھا گئی تھی، اور اس کے سبب بھول گئے تھے کہ کیا عرض کریں، اور کیا مانگیں، اور کس کیفیت سے خدا کی حمد کریں، اس وقت اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی، اور آپ نے تعریف میں فرمایا:

"لا أحصي ثناء اًعليك أنت كما أثنيت على نفسك"

اور جو عرض کرنا تھا کیا، اور جو سننا تھا سنا، اور اس صورت میں ایک اور بھی احتمال ہے، اور وہ یہ ہے کہ بعض وقت آپ سے اجتہاد میں خطا ہوئی، اور اللہ تعالی کی عادت ہے کہ اگر پیغمبر سے اجتہاد میں خطا ہو جاتی ہے تو اس کو جلد خبردار کر دیتا ہے، اور اس کے موافق خبردار کر دیا، اور صواب کو جتلا دیا، سو اللہ اس احسان سے اس آیت میں خبر دیتا ہے، اور معنی آیت کے ان دونوں احتمالوں کے موافق یوں ہے:

"اور پایا تجھ کو بھولنے والا (معراج کی رات میں یا بعضے اجتہادی کاموں میں) پس راہ سمجھایا تجھ کو"۔

دسویں توجیہ

یا یہ کہ چونکہ نبوت کے آغاز میں حضرت کی بود و باش ایسی قوم میں تھی کہ ان کی

صحبت سے گمان تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی عصمت نہ ہوتی تو ان کی طرح گمراہی اور جہل میں پڑ جاتے، جیسے خدائے تعالیٰ سیپارے پندرہویں کے رکوع آٹھویں کے اندر سورۂ بنی اسرائیل کی تہترویں آیت میں فرماتا ہے:

"وإن كادوا ليفتنونك عن الذى أوحينا إليك"۔

یعنی وہ تو لگے تھے کہ بچلادیں تجھ کو اس چیز سے جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف۔

پھر چوہترویں آیت میں فرماتا ہے:

"ولولا أن ثبتناك لقد كدت تركن اليهم شيئاً قليلاً"

یعنی اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھ کو ٹھہرا رکھا، تو تو لگ ہی جاتا جھکنے ان کی طرف تھوڑا سا۔

تو اللہ تعالیٰ مبالغہ کی راہ سے اس واقع ہونے کے خطرہ کو ضلالت اور اس عصمت کو ہدایت سے تعبیر فرماتا ہے، اور اس آیت کے معنی اور بھی ہیں، جو تفسیروں میں مرقوم ہیں، لیکن اس جگہ طوالت کا خوف کر کے انہیں دس پر کفایت کرتا ہوں۔

سورہ شوریٰ کی آیت کی چار توجیہیں

اور دوسری آیت کو جس سے پادریوں نے استدلال کیا ہے ذکر کرتا ہوں، سیپارے پچیسویں کے رکوع چھٹے میں سورہ شوریٰ کی باونویں آیت یوں ہے:

"ماكنت تدرى ماالكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نورًا نهدى به من نشاء من عبادنا"

پہلی توجیہ

اور اس آیت سے اپنے زعم کے موافق طعن کرتے ہیں کہ محمد پہلے نادان اور گمراہ تھے، لیکن یہ بھی کچھ نہیں، کیونکہ اس آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ محمد

صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے پہلے خدا کو نہ پہچانتے تھے، اور شرک اور بت پرستی میں گرفتار تھے، اس لئے کہ اس آیت میں ایمان سے مراد ایمان تفصیلی ہے، اور اس میں سب شرعی حکموں کا علم اور اعتقاد بھی داخل ہے، اور ظاہر ہے کہ پیغمبر نئی شریعت والے کو اور اسی طرح اس پیغمبر کو جو اس نئی شریعت والے کا تابع اور ہم عہد ہے، نبوت اور وحی کے پہلے وہ سب کے سب احکام معلوم نہیں ہوتے۔

دیکھو حضرت موسیٰ کو اسّی (۸۰) برس کی عمر کے قریب تک اور اسی طرح ہارون اور یوشع کو توریت کے ان حکموں سے جو موسیٰ کی نبوت کے بعد خدا نے فرمائے حضرت موسیٰ کی نبوت سے پہلے واقفیت نہ تھی، اور حضرت مسیحؑ کو جو جمہور مسیحیوں کے زعم میں خدا ہیں تیس برس کی عمر کے قریب تک اپنے خدا ہونے کا اچھی طرح علم نہ تھا، بلکہ تیس برس کی عمر میں جب اپنے بندہ یحییٰ سے مرید ہو کر توبہ کا غوطہ کھایا، اور غوطہ کے بعد کبوتر کی شکل میں روح القدس اترا تب وہ حال اچھی طرح کھلا، اور حواری لوگ جن کو مسیحی موسیٰ اور یوشع اور سب اسرائیلی پیغمبروں سے افضل جانتے ہیں، انجیل کے حکموں سے یقیناً بلکہ توریت کے حکموں سے بھی بالکل نادان اور جاہل تھے، حضرت مسیحؑ کی نبوت کے بعد ان کے طفیل سے واقف ہوئے۔

پس اس آیت سے اتنی ہی غرض ہے کہ تو نبوت کے پہلے قرآن اور ان سب احکام کو جن کی تو اب تعلیم کرتا ہے، نہ جانتا تھا، اور معنی آیت کے یوں ہیں کہ:

تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے قرآن، اور نہ ایمان تفصیلی، پر ہم نے رکھی یہ روشنی (یعنی قرآن) اس سے راہ دیتے ہیں جس کو چاہیں اپنے بندوں میں۔

دوسری توجیہ

یا اس آیت میں ایمان کے پہلے مضاف یعنی لفظ دعوت کا محذوف ہے، اور مضاف کا حذف اہل کتاب کے مقدس کتابوں میں بہت ہے، جیسا کہ اس کا بیان

چوتھے امر میں گذرا، اور معنی آیت کے یوں ہیں کہ تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے قرآن، اور کیا ہے دعوت ایمان کی (یعنی کس طرح خلق کو ایمان کی طرف بلانا چاہئے) پر ہم نے رکھی الخ۔

تیسری توجیہ

یا ایمان سے مراد نماز ہے، جیسے سیپارہ دوسرے کے پہلے رکوع میں سورۂ بقر کی ایک سو تینتالیسویں آیت کے اندر حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایت کے موافق اس قول میں۔

"وما كان الله ليضيع إيمانكم"۔

یعنی اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہاری نماز۔

اور نماز کی بزرگی اور عظمت کے اظہار کے لئے اللہ تعالی نے اس کو عین ایمان فرمایا، جیسا کہ اسی لحاظ سے باعتبار ظاہر کے نماز کے تارک کو مشرکوں میں داخل کرتا ہے، اور یہ بڑی وعید ہے، اور سیپارے اکیسویں کے رکوع ساتویں میں سورۂ روم کی اکتیسویں آیت میں فرماتا ہے:

"وأقيموا الصلوة ولاتكونوا من المشركين"۔

یعنی کھڑی رکھو نماز اور مت ہو مشرک۔

اور اس صورت میں معنی آیت کے یوں ہیں کہ:

تو نہ جانتا تھا کیا ہے قرآن، اور کیا ہے نماز، پر ہم نے رکھی الخ۔

چوتھی توجیہ

یا ایمان سے مراد اہل ایمان ہیں، اور مبالغہ کی راہ سے مصدر کو ذکر کیا، جیسے اس مثال مشہور ''زید عدل'' میں عادل کی جگہ عدل بولتے ہیں، اور معنی آیت کے یوں

ہیں کہ:

تو نہ جانتا تھا، قرآن اور اہل ایمان کو (یعنی تجھ کو معلوم نہ تھا کہ کون تجھ پر ایمان لائے گا) پر ہم نے رکھی الخ۔

اور ان چاروں صورتوں میں معترضوں کو کچھ فائدہ نہیں۔

سورہ مومن کی آیت

اور تیسری آیت جس سے پادریوں نے استدلال کیا ہے وہ ہے جو بیسویں سیپارے کے گیارہویں رکوع میں سورۂ مومن کی پچپیسویں آیت ہے:

"فاصبر إن وعد الله حق واستغفر لذنبك" الآية

سورہ محمد کی آیت

اور چوتھی آیت جس سے انہوں نے استدلال کیا ہے، وہ ہے جو سپارے چھبیسویں کے چھٹے رکوع میں سورہ محمد کی یہ انیسویں آیت ہے۔

"فاعلم أنه لا إله إلا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات"

کہتے ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ:

''محمد گنہگار تھے''۔

کہتا ہوں میں کہ لفظ ''ذنب'' کا جو کاف خطاب کی طرف مضاف اور حضرت کے حق میں واقع ہے، ترک اولی اور ''زلہ'' (لغزش) کے معنی میں ہے، جو نبوت کے منصب کا لحاظ کر کے ذنب کے ساتھ تعبیر ہوتا ہے، اور یہ ذنب عصمت کے منافی نہیں، اور اہل اسلام اس سے انبیاء کو معصوم نہیں مانتے، جیسا کہ امر اول میں معلوم ہوا، یا ان

آیتوں میں حضرت کی نسبت استغفار کا حکم اس لئے ہے کہ ان کی امت میں استغفار مسنون ہو جاوے۔

جلالین میں دوسری آیت کی تفسیر میں ہے:

"قیل له ذالك مع عصمته لیستن به أمته"

(آپ کے معصوم ہونے کے باوجود آپ سے یہ بات فرمائی گئی تاکہ امت اس میں آپ کی پیروی کرے)

توجیہیں

اور بھی توجیہیں حضرت کی بعضے دعاؤں میں جن میں ایسے الفاظ "فاغفرلی ماقدمت وما أخرت" الخ یا ان کے مثل واقع ہیں، جاری ہے، کہ ان سے بھی یا تو امر اَولیٰ کے ترک کی مغفرت مطلوب ہے، یا ایسی دعاؤں کا ورد اکثر وقت امت کی تلقین کے لئے تھا۔

یا عبودیت کا مقتضی ہے، جیسے اور انبیاء خصوصاً جناب مسیحؑ کے اقوال اور افعال میں بھی عیسائیوں کو عذر کرنا پڑے گا، اور اس کا بیان دوسرے اور تیسرے امر میں گذرا۔

سورۂ فتح کی آیت

اور پانچویں آیت جس سے پادریوں کا استدلال ہے، وہ ہے جو سورہ فتح کی دوسری آیت ہے:

"لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخر"

اور اس سے بھی طعن کرنے والوں کا کچھ مطلب نہیں نکلتا کہ اس میں بھی ''ذنب'' ترک اولیٰ کے معنی میں ہے، جیسے تیسری اور چوتھی آیت کی پہلی توجیہ میں ہم

نے بیان کیا۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس قول سے ہرگز کسی طرح کے گناہ کا ثابت کرنا منظور نہیں، بلکہ اس جگہ محض تکریم اور تعظیم رسول اللہ کی مراد ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سورہ کے اول میں اپنے نبی کی نسبت تعظیم اور احسان کا اظہار کرتا ہے، چنانچہ پہلے بڑی فتح کی خبر دیتا ہے، پھر اس قول کو اس کی غایت ٹھہراتا ہے، اور اس کے بعد اپنی نعمت اور احسان کے پورا کرنے اور سیدھی راہ پر چلانے اور زبردست مدد سے مدد کرنے کو ارشاد فرماتا ہے، تو اب اگر کسی طرح کے ذنب کے صدور کو اس جگہ تسلیم کرو تو وہ بلاغت میں خلل انداز ہے، اور اس کا مقتضی یہی ہے کہ محض تکریم اور تعظیم کے اظہار کے لئے کہو، جیسے کبھی کبھی سردار اپنے خاص خدمت گزاروں کے حق میں ان کی عزت بڑھانے اور اپنی رضامندی ظاہر کرنے کو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تیری سب اگلی پچھلی خطا معاف کی، اور تجھ سے کچھ مؤاخذہ نہ ہوگا، گو اس خدمت گذار نے کبھی خطا نہ کی ہو، اور اس کا سردار بھی اس بات کو جانتا ہو، اور یہی معنی امام سبکی اور ابن عطیہ کا اختیار کردہ ہے، اور بعض محققین نے فرمایا ہے کہ:

''اس جگہ اللہ تعالیٰ کنایہ کے طور پر عصمت سے مغفرت کو تعبیر کرتا ہے، اور مراد یہ ہے:

"لیعصمك الله فیما تقدم من عمرك وفیما تأخر منه"

اور قرآن شریف میں تحقیقات سے بہت جگہ مغفرت، اور عفو اور توبہ کے الفاظ کے ساتھ کنایہ کے طور پر تعبیر ہوئی ہے، مثلاً سیپارے دوسرے کے رکوع ساتویں میں سورۂ بقرہ کی ایک سو ستائیسویں آیت کے اندر ہے:

"فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروهن"

یعنی سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی، پھر اب ملو ان سے۔

یعنی جو پہلے حکم تھا کہ دن کے طرح روزے کی رات میں عورتوں سے بے پردہ

مت ہو، اب اس حکم میں تخفیف کر کے رات کی اجازت دی۔

دیکھو اس قول میں تخفیف کو توبہ اور عفو کے الفاظ سے تعبیر فرمایا، اور سیپارے اٹھائیسویں کے رکوع دوسرے میں سورۂ مجادلہ کی تیرہویں آیت میں فرماتا ہے:

"وإن لم تفعلوا وتاب الله عليكم"

یعنی سو جب تم نے نہ کیا، (خیرات کو کان کی بات کہنے سے پہلے)، اور معاف کیا اللہ نے تم کو۔

اور سیپارے انتیسویں کے رکوع چودھویں میں سورۂ مزمل کی بیسویں آیت میں فرماتا ہے:

"علم أن لن تحصوه فتاب عليكم"

یعنی اس نے (یعنی تیرے رب نے) جان لیا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے تو معافی بھیجی۔

یعنی پہلے جو رات کے جاگنے کا حکم ہوا تھا، اللہ نے اس میں تخفیف کر دی، اور اس طرح اور جگہوں میں۔

اور شیخ محقق محدث دہلویؒ "مدارج النبوۃ" میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ قول بہت ہی اچھا اور قبول کرنے کے لائق ہے"۔

یا اس آیت میں لفظ ذنب کے بعد مضاف محذوف ہے، جیسے اہل کتاب کی مقدس کتابوں میں صدہا جگہ مضاف کی تقدیر آئی ہے، اور عبارت کی تقدیر یوں ہے:

"ليغفرلك الله ماتقدم من ذنب ابويك وماتأخر من ذنب أمتك"

یعنی تا کہ معاف کرے اللہ تیرے سبب سے جو آگے ہوئے گناہ تیرے ماں باپ کے (یعنی آدم اور حوا کے) اور جو پیچھے رہے گناہ تیری امت کے۔

اور آیت کے معنی کا حاصل یہ ہے کہ "تیری برکت سے آدم کا زلہ (لغزش) بخشا گیا، اور تیری شفاعت سے تیری امت کے گناہ معاف ہوں گے" اور آدم کا زلہ اور امت کے گناہ کی نسبت حضرت کی طرف اس لئے ہے کہ آدم کے زلہ کے وقت آپ ان کے پشت میں تھے، اور اپنی امت کے پیش رو ہیں، اور امام ابواللیث نے یہی توجیہ کی ہے، اور انجیل میں بھی اس کی نظیر موجود ہے۔

پتر حواری کے پہلے نامہ کے چوتھے باب کا تیسرا درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

"غیر ملکیوں کے طور پر چلنے کو ہماری عمر سے جو کچھ گذرا وہی بس ہے، کہ اس میں ہم حرام کاری اور شہوتوں اور شراب کی مستی اور بہت کھانے پینے میں اور مکروہ بت پرستی میں اوقات بسر کرتے تھے"۔

اور یہ جملہ کہ "اس میں ہم" الخ اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"در بے عصمت ہائے و شہوت ہائے و مے پرستیہا و شوخیہا و شربہا و بت پرستی ہائے مکروہ رفتاری نمودیم"۔

دیکھو پتر حواری اگرچہ مسیحی ہونے سے پہلے حرام کار، شہوت پرست، بڑے کھاؤ پیو (کھاتے پیتے)، عیسائیوں کے عقیدے کے موافق اگرچہ ہوں مگر بت پرست تو نہ تھے، اس لئے کہ ذات کے یہودی ہیں گو غریب مچھیرے ہوں۔

اور اب معلوم ہوا کہ پانچوں آیتوں سے طعن کرنے والوں کا مطلب نہیں نکلتا، اور اس جواب کو تثلیث کے عدد متبرک کے موافق تین فائدوں پر ختم کرتا ہوں۔

خاتمہ

تین فوائد

پہلا فائدہ

پہلا فائدہ یہ کہ اگر حضرت ﷺ بالفرض گنہ گار بھی ہوتے تو بھی پادریوں کو گناہ کی وجہ سے طعن کرنے کا حق سے نہیں پہنچ سکتا تھا، اس لئے کہ ان کی کتابوں کے موافق ان کے مسلم النبوت پیغمبروں نے تو نبوت کے بعد بھی ایسے ایسے گناہ کیے ہیں کہ جس سے سننے والوں کے ہوش اڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ بت پرستی کرنے اور بت خانے بنوانے اور نفس احکام تبلیغیہ میں جھوٹ بولنے سے بھی نہیں چوکے، اور گناہوں کا تو کیا ذکر۔

بعض نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ زنا کیا، اور اس کو زنا سے حمل رہ گیا، اور اس کے خاوند کو دغا سے مروا ڈالا، اور بعض نے اپنی بیٹیوں سے زنا کیا، اور زنا سے وہ دونوں حاملہ ہوگئیں، اور بچے جنین کہ جن کی اولاد لاکھوں کو پہنچی، اور اسی طرح اور گناہ کیے، جیسا کہ ستاسویں مثال میں حضرت سلیمان خدا کے بیٹے اور پیغمبر اور حضرت عیسیٰ کی دادی کا تو حال مفصل گذر چکا، اور انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں اور پیغمبروں کا حال بھی مفصل آوے گا، اور حواریوں کا جن کو عیسائی حضرت موسیٰ سے بھی بڑھ کر

اور افضل جانتے ہیں، اور پیغمبروں کا تو کیا ذکر، پہلے سوال کے جواب میں حال مفصل گذر گیا۔

اور اسی طرح پادریوں کی مجال نہیں کہ کہیں کہ تم کو ان پانچ آیتوں کے بیان میں تاویل اور مجاز کی حاجت پڑی، کیونکہ بعض صورتوں میں تو معنی حقیقی ہیں، اور بعض صورتوں میں گو اس کی حاجت پڑتی ہے، مگر اہل کتاب کو اپنی کتب مقدسہ میں ہزارہا جگہ ایسی حاجت پڑتی ہے، اور اپنے گریبان میں منہ ڈالیں، اور ان ساٹھ اختلافوں کو جن کا ذکر تیسرے شبہ کے جواب میں اور اکثر ان مثالوں کو جن کا ذکر چوتھے شبہ کے جواب میں گذرا دیکھیں، اور اپنے گھر کی تاویلات اور توجیہات کو ان میں بغور ملاحظہ کریں، تاکہ جناب مسیحؑ کے اس قول کے موافق:

> ''تو اس تنکے کو جو تیرے بھائی کے آنکھ میں ہے کیوں دیکھتا ہے؟ اور اس شہتیر کو جو تیرے آنکھ میں ہے دریافت نہیں کرتا، اے مکار تو پہلے اس شہتیر کو اپنی آنکھ سے نکال، تو تنکے کو اپنے بھائی کے آنکھ سے اچھی طرح سے دیکھ کر نکال سکے گا''۔

الزام کے قابل نہ ٹھہریں، اور مجاز تو ان کی کتابوں میں اس کثرت سے ہے کہ اس کا ضبط نہیں ہوسکتا، اور یوحنا کی انجیل اور کتاب مشاہدات اور کتاب زکریا کا تو شاید کوئی فقرہ اس سے خالی ہو۔

اور ''میزان الحق'' اور ''حل الاشکال'' کے ایک سونویں صفحہ میں ان درسوں کی بابت جن کو صاحب استفسار نے الزاماً نقل کرکے طعن کیا تھا، یوں لکھا ہے (نسخہ ۱۸۴۷ء):

> ''وہ آیات اور کتب مقدسہ کی اور آیات بھی ان کی مانند ہیں، از روئے معنی تشبیہ اور کنایہ پر مبنی ہیں''۔

دوسرا فائدہ

یہ کہ پادریوں کے تحریر اور تقریر میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ:

''قرآن اور حدیث کے مضمون سے ظاہر ہے کہ محمد گنہگار تھے، اور بنی نوع بشر میں سے ہیں، اور ان میں سہو اور نسیان اور گناہ پایا جاتا ہے، تو وہ خود کسی نجات دینے والے کے محتاج ہیں، پس کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص اوروں کے لئے وسیلہ اور شفاعت کا سبب ٹھہرے''۔

کہتا ہوں میں قول ان کا ''قرآن اور حدیث کے مضمون سے الخ'' مخدوش ہے، اور ان دونوں سے گنہگار ہونا حضرت کا ثابت نہیں ہوتا، جیسا اوپر گذرا۔

قول ان کا ''بنی نوع بشر میں سے ہیں'' تعجب کے قابل ہے، کیونکہ یہ بات تو مرتبہ شفاعت کے کچھ بھی منافی نہیں، ورنہ لازم آئے کہ حضرت عیسیٰ بھی شفاعت کرنے کی صلاحیت نہ رکھیں، اس لئے کہ وہ بھی انسان ہیں، اور انہوں نے اپنی انسانیت کا اس انجیل مروج الحال کے موافق بھی صدہا بار اقرار کیا ہے۔

اور الوہیت کی نسبت ان کی طرف غلط ہے، اور اگر عیاذاً باللہ ان سے الوہیت کا دعویٰ سرزد ہوا ہوتا تو ان کی تکذیب کے لئے ہمیں کچھ اور درکار نہ تھا، اور عقل کی رو سے جس پر تکلیف کا مدار ہے، اور اسی طرح نقل کے رو سے ہم ان کی اطاعت سے سبکدوش ہو جاتے، اور عیاذاً باللہ مثل دجال کے واجب الرد سمجھتے، کیونکہ عقل میں ایسے ممتنعات (محال چیزیں) کی گنجائش نہیں، اور حضرت موسیٰ خود فرما گئے ہیں کہ جو حادث

کو معبود کہے اسے نہ مانیو اگرچہ بڑے بڑے معجزے دکھلاوے، بلکہ اسے مار ڈالیو، جیسا کہ "ازالۃ الاوہام" کے دوسرے باب میں اور "أحسن الأحادیث فی إبطال التثلیث" میں اور اس کتاب کے مقدمے اور آٹھویں اختلاف کے بیان میں ہم نے عیسائیوں کے ایسے دعوؤں کا رد کیا ہے، وہاں دیکھ لو۔

قول ان کا "اور ان میں سہو اور نسیان اور گناہ پایا جاتا ہے" مخدوش ہے، کیونکہ سہو اور نسیان میں عقلاً کچھ گناہ نہیں، اور اس سے شفاعت کے منصب کے لائق نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، البتہ اگر ایسی باتیں ہوتیں، جیسے بعضے انبیاء بنی اسرائیل نے کیں کہ کسی نے مرتد ہو کر بت پرستی کی، اور بت خانے بنوایا، اور کسی نے خود احکام تبلیغیہ میں جھوٹ بولا، اور کسی نے اور اس طرح کی بڑی بڑی خطائیں کیں، تو وہ نبوت کے منصب کے بھی شایان نہ ہوتے چہ جائے شفاعت عامہ کے منصب کے۔

اور تعجب ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ میں سارے لوازم بشریت کے الوہیت کو منافی نہ ہوں، اور محمد ﷺ میں بعضے ایسے لوازم بشریت بھی جو ہرگز گناہ نہیں، مثل سہو اور نسیان کے شفاعت کے منافی ہوں، اور یہ بات کہ حضرت عیسیٰ میں لوازم بشریت کے پائے جاتے تھے ان انجیلوں کے ناظرین پر مخفی نہیں، باقی رہا گناہ سو اس کا حال عنقریب گزرا کہ وہ ثابت نہیں ہوتا۔

قول ان کا "تو وہ خود الخ" مخدوش ہے، کیونکہ اول گناہ ہی نہیں ثابت ہوتا، تا کہ کسی کی شفاعت کے محتاج ہوں، اور اگر بالفرض مان بھی لیں، کہ وہ عیاذاً باللہ گنہگار تھے، تو اس صورت میں پوچھا جائے گا کہ یہ بات کہ "ہر گنہگار شفاعت کرنے والے کا محتاج ہے، اور ضروری ہے کہ وہ خود گنہگار نہ ہو، وگرنہ وہ خود شفاعت کرنے والے کا محتاج ہے" برہان عقلی کے رو سے ثابت ہے، یا نقلی کی رو سے، اگر اول ہے تو اس کو بیان

کریں کہ اس کے مقدمات کو دیکھا جائے کہ صحیح ہیں یا غلط، اور پادریوں کا عندیہ ہم پر حجت نہیں۔

اور عقل کی رو سے جیسے یہ بات محال ہے کہ خدا کی ذات میں تثلیث حقیقی اور توحید حقیقی دونوں مجتمع ہیں، اور وہ ایک شخص بھی ہے، اور تین شخص بھی، اور اپنی عدالت اور رحم کے نبھانے کو اس کی نجات کی راہ اس کے سوا نہ سوجھی کہ خود مجسم ہو کر دنیا میں آوے، اور طرح طرح کی ذلتیں اٹھاوے، جس کا بیان کتاب ''ازالۃ الاوہام'' کے دوسرے باب میں اور اسی طرح ''احسن الاحادیث'' میں اور اس کتاب کے پینتیسویں اختلاف کے بیان میں اور دوسری اور تیسری قسم کی مثالوں کے بیان میں انتیسویں مثال کے آخر میں ہوا ہے، ایسے یہ بات محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کے گناہ بلا شفاعت دوسرے کے بخش دے، اور دوسرے گنہگاروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کر لیوے۔

پس اس صورت میں اگر بالفرض رسول اللہ گنہگار بھی ہوں تو بھی کوئی دلیل عقلی اس بات کے امتناع پر قائم نہیں کہ خدا ان کے گناہ کو (بلا شفاعت دوسرے کے) بخش کے، ان کو منصب شفاعت کا عطا فرماوے، دیکھو عیسائیوں کے نزدیک حضرت موسیٰ گنہگار تھے، جیسا کہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں بیان کریں گے، باوجود اس کے اپنی حین حیات خدا کی جناب میں سب بنی اسرائیل کے شفیع رہے، اور بارہا ان کی شفاعت سے خدا نے بنی اسرائیل کی یا کل خطا معاف کی، یا اپنے عقاب اور عذاب میں تخفیف کر دی، مثلاً جب بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی کی تو خدا نے چاہا کہ اسی وقت ان سب کو ہلاک کر دے، اس پر حضرت موسیٰ نے شفاعت کی، اور وہ قبول ہو گئی، اور اس وقت کے ہلاک کرنے کے ارادے کو موقوف کیا۔

خروج کی کتاب کے بتیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۹۔ پھر یہواہ نے موسیٰ کو کہا الخ۔

۱۰۔ اب تو مجھ کو چھوڑ کہ غضب میرا ان پر بھڑکے اور میں ان کو ہلاک کروں الخ۔

۱۱۔ پھر موسیٰ نے یہواہ اپنے خدا کی بہت منت کی الخ۔

۱۴۔ تب یہواہ اس بدی سے جو کہا تھا کہ اسے اپنی قوم کو پہنچاوے پھرا"۔

دیکھو اس کے موافق حضرت موسیٰ کی شفاعت کے سبب خدا بدی پہنچانے سے پھر گیا۔

پھر جب اس خطا پر عتاب کی راہ سے بنی اسرائیل پر حضرت موسیٰ کو یوں حکم کیا کہ "تم اور قوم چلے جاؤ، میں تمہارے ساتھ نہیں چلتا" اس پر حضرت موسیٰ نے شفاعت کی، اور وہ قبول ہوئی، چنانچہ اسی کتاب کے تینتیسویں باب میں اس حال کی تحریر کے بعد یوں لکھا ہوا ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۴۔ تب اس نے کہا کہ میں خود تیرے ساتھ جاؤں گا، اور میں تجھے آرام دوں گا۔

۱۵۔ موسیٰ نے کہا کہ اگر تو خود ہمارے ساتھ نہ چلے، تو ہم کو یہاں سے نہ چھڑا۔

۱۶۔ اور کس طرح معلوم ہوگا کہ میں تیری نظر میں مقبول ہوں، میں اور قوم تیری، کیا بغیر چلنے تیرے کے ہمارے ساتھ؟ تب میں اور قوم تیری سب قوموں سے جو زمین پر ہیں ممتاز ہوں گے۔

۱۷۔ یہواہ نے موسیٰ سے کہا یہ سوال بھی جو تو نے کیا ہے میں پورا کر دوں گا، اسلئے کہ تو میری نظر میں مقبول ہے الخ"۔

دیکھو اس جگہ بھی حضرت موسیٰ کی شفاعت سے خدا تعالیٰ اپنے عتاب کو ٹال کر

ساتھ چل پڑا۔

اور کتاب شمار کے سولھویں باب میں بنی اسرائیل کی خطا، اور سرکشی کی تحریر کے بعد یوں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۴۴۔ اور یہواہ نے موسیٰ اور ہارون کو خطاب کر کے فرمایا۔

۴۵۔ کہ تم آپ کو اس جماعت میں سے جدا کرو تا کہ میں ایک لحظے میں انہیں (۱) نابود کر ڈالوں، تب وہ اوندھے گر پڑے۔

۴۶۔ اور موسیٰ نے ہارون کو کہا: عود سوز لے اور اس میں مذبح پر کی آگ رکھ، اور اس میں بخور ڈال، اور جلد جماعت میں داخل ہو کے ان کے لئے کفارہ دے، کیونکہ یہواہ کے حضور سے غضب نکلا، اور وبا شروع ہوئی۔

۴۷۔ تب ہارون نے جیسا موسیٰ نے کہا عود سوز لیا، اور جماعت میں لپک کے داخل ہوا، اور کیا دیکھتا ہے کہ وبا ان میں داخل ہوئی، سو اس نے بخور جلا کے ان لوگوں کے لئے کفارہ دیا۔

۴۸۔ وہ ان مردوں اور زندوں کے بیچ میں کھڑا ہوا، تب وبا موقوف ہوئی"۔

دیکھو اس جگہ بھی خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تم الگ ہو جاؤ، تا کہ میں بنی اسرائیل کو ایک لحظہ میں نابود کروں، اور خدا تعالیٰ کا غضب بھی شروع ہو گیا تھا، اور وبا آ چکی تھی، اور اس میں چودہ ہزار سات سو آدمی بھی مر چکے تھے، جیسا انچاسویں آیت میں مصرح ہے، ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے سبب ان کی خطا اور اپنے عتاب سے درگذرا، اور سب کو ہلاک نہ کیا۔

اور اسی کتاب شمار کے اکیسویں باب میں ہے کہ:

---

(۱) یعنی بنی اسرائیل کے سارے گروہ کو۔ ۱۲ منہ

"جب پھر بنی اسرائیل نے خطا کی، اللہ تعالیٰ نے ان پر سانپوں کا عذاب بھیجا کہ اس کے ڈسنے سے بہت مر مٹے، جب حضرت موسیٰ نے دعا کی تب اس بلا سے وہ بچے"۔

پس جیسے باوجود گناہ گار ہونے حضرت موسیٰ کے، ان کی شفاعت کے سبب دنیا میں بارہا بنی اسرائیل کی گناہ اور خطا کو معاف کیا، ایسے ہی ممکن ہے کہ اپنے وعدے کے موافق رسول اللہ ﷺ کے شفاعت کے سبب گناہ امت کے معاف کرے، گو عیاذاً باللہ وہ بھی پادریوں کے زعم کے موافق موسیٰ کے مانند گنہگار ہوں، بالخصوص جب کہ سورہ فتح کی آیت کے موافق اگر اس کو پادریوں کے زعم کے موافق بھی لیویں گناہ اگلا، پچھلا ان کا بخشا گیا ہو، اس لئے کہ بخشش کے بعد اس میں کچھ بڑی قباحت نہیں رہتی۔

اور اگر برہان نقلی کے رو سے ثابت ہے تو جب تک یہ تین باتیں کہ

(۱) ان کے مقدس کتابوں کے سب جملے الہامی ہیں۔

(۲) اور ان کتابوں میں کسی جگہ تحریف نہیں ہوئی۔

(۳) اور جن قولوں سے سند پکڑتے ہیں ان میں تاویل نہیں ہوسکتی۔

ثابت نہ کرلیں گے تب تک وہ برہان التفات کے ہرگز قابل نہیں، اور تثلیث کے عقیدے کی طرح ان تینوں باتوں کا اثبات بھی پادریوں سے محال ہے۔

چنانچہ اول کی دونوں باتوں کا تو حال تیسرے شبہ کے جواب کے اندر اختلافوں کے بیان میں، اور چوتھے شبہ کے جواب کے اندر پہلی قسم کی مثالوں کے بیان میں کچھ کچھ معلوم ہو چکا، اور سترہویں سوال کے جواب میں انشاء اللہ خوب ہی معلوم ہو جائے گا، اور تاویل کا دائرہ تو ان کی مقدس کتابوں میں اس قدر وسیع ہے کہ جس کا ضبط نہیں ہوسکتا۔

علاوہ اس کے پادری لوگ برہان عقلی سے چمٹیں یا نقلی سے، یہ ان کا قاعدہ کلیہ

انہیں کے دین کے اصل الاصول کو جھوٹا بناتا ہے، چہ جائیکہ اس کے سبب سے اور دین والوں کو الزام لگائیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ کے سوا کوئی اور شفاعت کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور وہ تو ان کے زعم میں خدا ہیں، اور وہی اپنے بندوں کی نجات دینے والے۔

پس اس کے موافق کوئی گنہگار بھی شفاعت کرنے والے کا محتاج نہیں نکلتا، چہ جائیکہ اس کے کہ یہ کلیہ صحیح ہو کہ "ہر گنہ گار شفاعت کرنے والے کا محتاج ہے"۔

تیسرا فائدہ

یہ ہے کہ آیا عقلاً اور نقلاً یہ بات بہتر ہے کہ ایک شخص باوجود عصمت اور عدم ظہور گناہ کے تواضع کی راہ اور عبودیت کے مقتضیٰ سے اپنے آپ کو خطاوار سمجھے، اور مغفرت کی دعا مانگے، تاکہ اس کے پیرو بھی اس کے طریقے کی پیروی کرتے رہیں، اور اس کی کرامات اور معجزات کو دیکھ کر جہالت سے خدائی کا اعتقاد اس کے حق میں نہ کر بیٹھیں، یا یہ بہتر ہے کہ بھلا چنگا ایک شخص حادث محتاج بندہ ہو کر اپنے آپ کو خدائے قدیم، واجب الوجود بتلاوے، اور ایسی باتیں کہے کہ نادانی کے سبب ایک دنیا گمراہ ہو جائے، جیسا کہ مسیحیوں کے زعم کے موافق عیاذاً باللہ حضرت عیسیٰ سے یہ بات سرزد ہوئی۔

اب ناظرین سے التماس یہ ہے کہ اے بھائیو اگرچہ پہلے اور دوسرے سوال کے جواب میں بہت درازی ہوئی، اور باوجودیکہ بہت جگہ میں نے اپنے قلم کو روکا تو بھی وہ بہت کچھ لکھ گیا، لیکن چونکہ یہ سب بہت ہی مفید تھا اور یہ دونوں سوال بھی عیسائیوں کے بہت بڑے سوالوں میں سے ہیں، تو مجھ کو معذور رکھ کر طعن نہ کیجیو، اور ملامت کو راہ نہ دیجو، بلکہ غور سے ملاحظہ فرمائیو، اور اگر کوئی بات اچھی نظر آوے تو مجھ گنہ گار کے حق میں جو جیتے مرتے دعا کا محتاج ہے، دعا کیجو کہ خدا میرے گناہ اور خطا کو بخشے، اور اپنی بڑی رحمت سے میری دست گیری کرے۔

رب ھب لی حکماً وألحقنی بالصالحین، واجعل لی لسان صدق فی الآخرین، واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم-(۱)

(۱) اے رب دے مجھ کو حکم، اور ملا مجھ کو نیکوں میں، اور رکھ میرا بول سچا پچھلوں میں، اور کر مجھ کو وارثوں میں نعمت کے باغ کا۔۱۲ منہ رحمہ اللہ

یہ دعا وہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے حق میں مانگی تھی، سو میں بھی تبرکاً اسی دعا کو بہ زاری اللہ کے جناب میں مانگتا ہوں، اور اس کے بڑے فضل اور رحمت کا خیال کر کے امید رکھتا ہوں کہ جیسے اس دعا کو اس اپنے بندۂ مقبول کے حق میں اس نے قبول فرمائی ہے، سو وہ محض اپنی رحمت سے میرے گناہ کا خیال نہ کر کے اپنے مقبول بندوں کے صدقے میرے حق میں بھی قبول کرے۔۱۲ منہ

شاہ عبدالقادر صاحبؒ سیپارے ۱۲ کے رکوع ۱۳ میں سورۂ یوسف کی ۲۲ آیت میں اس قول کا یوں ترجمہ کرتے ہیں:

"آتیناہ حکماً وعلما، دیا ہم نے اس کو حکم اور علم"

اور فائدے میں اس جگہ لکھتے ہیں:

حکم دیا یعنی عقل سے مشکل باتیں حل کرنا، پس "حکم دیا" عقل کامل اور دانائی کے معنی میں ہے۔ ۱۲ منہ"

تیسرا سوال

وہ معجزات جو قرآن میں مذکور ہیں، آیا وہ معجزاتِ پیغمبر ہیں یا بطریق اظہار عظمت الٰہی کے مرقوم ہیں، اگر بطریق اخیر لکھے ہیں تو ان کو پیغمبر صاحب سے کیا تعلق ہے؟

جواب

ظاہر میں اس سوال کا مطلب خبط ہے، شاید سائل کی غرض اصلی یہ ہوگی کہ معجزات کے بیان میں آیا نسبت ان کی محمد ﷺ کی طرف ہے، اس طرح سے کہ انہوں نے کئے یا ان کی نسبت خدا کی طرف ہے، اس طور پر کہ خدا نے فرمایا ہو کہ میں نے ایسا کیا، یا ایسا ہو گیا، یا ہو جائے گا۔

اگر یہ مراد ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر معجزے کے بیان میں اس کی نسبت خدا کی طرف ہو، یا اس میں عظمت الٰہی کا ضمناً یا صراحۃً اظہار ہو تو یہ بات اس معجزے کو اس کی حقیقت سے نہیں نکالتی، اور کسی طرح اس کی منافی گنی نہیں جاتی، بلکہ اس کو منافی سمجھنا عقل اور نقل کی رو سے باطل ہے۔

عقل کی رو سے تو اس لئے کہ حقیقت میں خدا تعالیٰ اپنے نبی کی تصدیق کی واسطے اس کو قدرت بخش کے معجزے کو ظاہر کراتا ہے، اور اس معجزے سے اس نبی کی نبوت کی صداقت اور خدا کی عظمت دونوں ایک ساتھ ثابت ہوتے ہیں، سو اس کی

نسبت حقیقت کے اعتبار سے خدا کی طرف ایسی صحیح ہے، جیسے اس کی نسبت ظاہر کے اعتبار سے اس نبی کی طرف۔

اور نقل کی رو سے اس لئے کہ عہد عتیق میں اکثر معجزات کے بیان میں خدا تعالیٰ کا قول یوں ہے کہ:

"میں یوں کروں گا، میں نے یوں کر دیا، تاکہ میری قدرت ظاہر ہو"۔

اور انبیاء کے اقوال میں بھی ان معجزات کی نسبت میں یوں واقع ہوا ہے کہ "خدا نے یوں کر دیا" اور یہ بات عہد عتیق کے ناظرین پر مخفی نہیں، اور اس کے شواہد بہت ہیں، مگر نمونہ کے طور پر کچھ تھوڑے سے لکھتا ہوں۔

مثلاً کتاب خروج کے تیسرے باب کے بیسویں درس میں خدا تعالیٰ کا قول موسیٰؑ کے خطاب میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور میں اپنا ہاتھ لمبا کروں گا، اور سب عجائب قدرتوں سے جو میں ان درمیان دکھاؤں گا مصریوں کو مبتلا کروں گا، تب وہ تمہیں نکال دے گا"۔

اور اسی کتاب کے ساتویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۳۔ اور میں فرعون کے دل کو سخت کروں گا، اور اپنی نشانیوں اور عجائب کو ملک مصر میں افزود کروں گا۔

۴۔ لیکن فرعون تمہارا شنوا نہ ہوگا، پس میں اپنا ہاتھ مصر پر لنبا (لمبا) کروں گا، اور اپنی فوجوں کو جو میری قوم بنی اسرائیل ہے، بڑے معجزے دکھا کے ملک مصر سے نکال لاؤں گا"۔

اور اسی کتاب کے دسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۔ پھر یہواہ نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون پاس جا کہ میں نے اس کے دل کو اور اس کے نوکروں کے دلوں کو سخت کر دیا ہے، تاکہ میں اپنی یہ قدرتیں ان

میں نمودار کروں۔

۲۔ اور تا کہ تو اپنے بیٹے اور اپنے پوتوں کو میری قدرتیں اور میرے عجائب جو میں نے ان میں نمود کیئے سنادے" الخ۔

اور اسی کتاب کے گیارہویں باب کے نویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور یہواہ نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون تمہارا شنوانہ ہوگا تا کہ میری قدرتیں زمین مصر میں فراواں ہوں"۔

دیکھو ان درسوں میں ان سب معجزات کو جو مصر کی زمین میں موسیٰ سے ظاہر ہوئے، خدا اپنی طرف نسبت کرتا ہے، اور اپنی قدرت اور عظمت کے اظہار کے لئے بتلاتا ہے، اور اسی طرح بہت جگہ موسیٰ اور دوسرے انبیاء کے اقوال میں انہیں معجزوں کی نسبت خدا کے طرف ہے، مثلاً اسی کتاب خروج کے آٹھویں باب کے چوبیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"یہواہ نے یوں ہی کیا ہے، اور فرعون کے گھر اور اس کے نوکروں کے گھروں اور سارے ملک مصر میں مچھروں کے غول آئے الخ"۔

اور اسی کتاب کے نویں باب میں ہے (۱۸۲۹ء):

"۶۔ اور یہواہ نے دوسرے دن ایسا ہی کیا، اور مصریوں کے سب مویشی مر گئے الخ۔

۲۴۔ اور یہواہ نے مصر کی زمین پر یوں اولے برسائے" الخ۔

اور اسی کتاب کے بارہویں باب کے تیسویں درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور یوں ہوا کہ یہواہ نے آدھی رات کو مصر کی زمین میں سارے

پہلوٹے (پہلا بچہ) فرعون کے پہلوٹے سے لے کے جو اپنے تخت پر بیٹھتا تھا اس قیدی کے پہلوٹے تک جو قید خانے میں تھا، چار پایوں کے پہلوٹوں سمیت ہلاک کیے"۔

اور اٹھہترویں زبور میں خداتعالیٰ کی تعریف میں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"۱۲۔ اس نے ان کے باپ دادوں کے سامنے مصر کی زمین میں اور صاعان کے میدان میں عجائب کام کیے۔

۱۳۔ اس نے دریا کے دو حصے کیے، اور انہیں پار پہنچایا، اور اس نے پانیوں کو تودہ تودہ کھڑا کر دیا۔

۱۴۔ دن کو اس نے بدلی کے تئیں (ذریعہ) ان کا اگوان (رہبری) کیا، اور ساری رات آگ کے بھبوکے کو (آگ کے شعلوں سے)۔

۱۵۔ اس نے اجاڑ میں پتھروں کو پھاڑا، اور ان میں سے ان کے پینے کو دریا پانی بخشا۔

۱۶۔ اس نے پتھر میں سے نہریں نکالیں، اور ندیوں کا سا پانی بہایا۔

۲۴۔ اور ان پر من برسایا کہ کھاویں، اور ان کو آسمانی تاج بخشا۔

۲۶۔ اس نے پوربی ہوا چلائی، اور اس کے زور سے اُتری ہوا بھی۔

۲۷۔ اور اس نے ان پر خاک کی مانند گوشت اور دریا کے ریت کی مانند پردار مرغ برسائے۔

۲۸۔ اور اس نے انہیں اُن کے تنبوں (خیموں) کے بیچ میں اور ان کے گھروں کے آس پاس گرایا۔

۴۳۔ اس نے مصر میں کیونکر اپنی قدرتیں دکھلائے، اور صاعان کے بن (جنگل) میں عجائب کام کیے۔

۴۴۔ اور ان کے چشموں کو لہو کر ڈالا کہ وہ اپنے نہروں سے پی نہ سکے۔

۴۵۔ اس نے ان میں طرح طرح کھ ں بھیجیں، جو انہیں نگل

گئیں، اور مینڈک پیدا کئے جنہوں نے انہیں خراب کیا۔

۴۶۔ اس نے ان کے میوے کیڑوں کو اور ان کے کھیت ٹڈیوں کو کھلائے۔

۴۷۔ اس نے ان کے انگور اولوں سے برباد کئے، اور ان کے انجیروں کے درخت پالی سے مارے۔

۴۸۔ اس نے ان کے چار پایوں کو اولوں کے سپرد کیا، اور ان کے گلّوں (جانوروں کے ریوڑ) کو بجلی کے۔

۴۹۔ اس نے بدی کے فرشتے بھیج کے ان پر اپنا قہر اور اپنا عذاب اور اپنی جلجلاہٹ اور اپنا غصہ اتارا الخ۔

۵۱۔ اس نے مصر (میں) سارے پہلوٹے مارے'' الخ۔

اور اسی طرح اور جگہ ہے، کہاں تک لکھوں، دیکھو کہ ان درسوں میں موسیٰ کے معجزات کے بیان میں خدا کی طرف نسبت ہے، پس پہلے درسوں اور ان درسوں کے موافق کوئی پادری یوں نہیں سمجھتا کہ ان معجزات کو موسیٰ سے کچھ تعلق نہیں، پس قرآن میں بھی اگر کسی معجزے کے بیان میں خدا کی طرف نسبت پائی جائے، تو اس کے سبب یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ رسول اللہ کا معجزہ نہیں۔

چوتھا سوال

کوئی کتاب پیغمبر کے اصحاب کی تصانیف میں سے ایسی موجود ہے، جس میں معجزات کے بارے میں کچھ لکھا ہو؟ اگر ہے تو نام اس کا اور مصنف کا اور یہ امر کہ فلانی جگہ وہ کتاب موجود ہے، اور کتنے اشخاص نے اس باب میں تحریر کی ہے بتاؤ۔

جواب

رسول اللہ کے اصحاب کی تصنیف کوئی کتاب نہیں، اس لئے کہ انہوں نے حدیث کے کتابوں کی تصنیف اور تالیف کا کئی سبب سے قصد نہ کیا تھا، منجملہ ان کے یہ سبب بھی تھے کہ:

اوّلاً اس لحاظ سے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ان کی احادیث جمع کی ہوئی کو کلام اللہ سمجھ کر قرآن کے ساتھ ملا وے، اور قرآن اور حدیث میں امتیاز نہ رہے، جیسا انجیل میں حضرت عیسیٰ اور حواریوں کا کلام رل مل گیا، ان کو اس بات سے روکا گیا تھا، زمانہ رسول اللہ کی قربت کی برکت کے سبب ان لوگوں کے ذہن صاف تھے، اور نہایت دینداری کے سبب احادیث کے ضبط میں کوشش رکھتے تھے، اور دوسرے سوال کے جواب میں ہم نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ روایت زبانی کے جب شرائط متحقق ہوں تو وہ یقیناً معتبر ہے، اور اس کے اعتبار میں شبہ کرنا ایک کچا وہم ہے، اور بس۔

اور ثالثاً یہ کہ ان کے عہد میں مسائل کی بابت ایسی نزاع اور مخالفت نہ تھی کہ احادیث کے جمع کرنے کی محرک ہوتی، بلکہ تابعین کے طبقے کے آخری عہد میں اس نزاع اور مخالفت کا جب تھوڑا تھوڑا ظہور ہونے لگا تو وہ لوگ کتابوں کی تالیف اور تدوین میں مشغول ہوئے، جیسا دوسرے سوال کے جواب میں مفصل گذرا۔

پانچواں سوال

اگر اور راویوں نے اصحاب کے اقوال میں سے کچھ لکھا ہے تو یہ سن کر لکھا ہے، یا ان کے کتب میں سے، اگر نفس الامر میں ایسا ہی ہے تو ان کا لکھا کہاں ہے، اور زمانہ راوی اور اقوال مذکورہ میں کیا تفاوت ہے؟

جواب

راویوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور احادیث کو سن کر لکھا ہے، اور ان کے سماع کا سلسلہ صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچتا ہے، اور جب تابعین کے طبقے کے آخری عہد میں حدیثوں کا جمع کرنا، اور کتابوں کی تالیف عمل میں آئی ہے، تو پہلے ہی صدی میں یہ بات شروع ہوگئی تھی، اور پادریوں کے پانچوں اعتراضوں کا جو احادیث کی نسبت تھے بفضل اللہ بڑی تفصیل سے جواب دے چکا ہوں، دوسرے سوال کے جواب میں دیکھ لو، اور اسی جگہ سے احادیث نبویہ کا قابل اعتبار ہونا بھی بہتر طریقہ سے معلوم ہو جائے گی۔

چھٹا سوال

اگر شق القمر کو معجزہ قرار نہ دو تو کوئی اور معجزہ جو چند اشخاص کی روبرو واقع ہوا ہو، قرآن یا حدیث سے ثابت کردو، مگر اس میں یہ بات بھی ہو کہ راوی اس کا فلانے زمانے کا ہے، یا یہ امر منقول ہے، اور شہادتیں اس کی فلانے امور ہیں۔

جواب

شق القمر کو معجزہ قرار نہ دینا، اور قیامت کی بابت پیشین گوئی اس کو سمجھنا محض توہم ہے اور بس، بلکہ وہ یقیناً واقع ہو چکا، اور وہ قرآن میں اور صحیح صحیح حدیثوں میں لکھا ہوا ہے، اور اس کے سوا اور سب معجزے حضرت کے اجمالاً اور بعض بعض تفصیلاً قرآن کے اندر اور سب کے سب تفصیلاً حدیث کی کتابوں میں ثابت ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض کا بیان پہلے سوال کے جواب میں گذرا، اور احادیث کی صحت کی نسبت پادریوں کے شبہات کا جواب دوسرے سوال کے جواب میں گذرا۔

اب میں اس جگہ اس وعدے کو وفا کرتا ہوں، جس کو پہلے سوال کے جواب میں معجزۂ شق القمر کے بیان کے آخر میں کیا تھا، وباللہ التوفیق۔

جاننا چاہئے کہ پادریوں نے اس معجزے (شق القمر) کی تکذیب میں حتی الوسع کوشش کی ہے، اس جگہ ان کے تین مشہور رسالوں سے ان کے شبہات کو نقل کرتا ہوں، اور جواب دیتا ہوں۔

معجزۂ شق القمر پر شبہات کے جوابات

میزان الحق کے شبہات کا تفصیلی رد

اول ان تینوں میں میزان الحق ہے، اور اس کے دو نسخہ ہیں ایک قدیم جواب بمنزلہٗ قانون منسوخ کے تصور کیا جاتا ہے۔

دوسرا جدید جس میں قانون کی طرح دوبارہ ترمیم ہوئی ہے، اور ترمیم اور اصلاح کے بعد پھر چھپا ہے، اور اس لحاظ سے کہ ناظرین ان دونوں میں سے جو نسخہ بھی ہاتھ آئے اس معجزے کی بابت دھوکا نہ کھائے، دونوں کی عبارت کو نقل کر کے جواب دیتا ہوں، نسخہ ۱۸۴۳ء والے میں جو مرزا پور میں چھپا ہے یوں ہے (صفحہ ۲۵۱ و ۲۵۲):

"تفسیر کے قاعدے کے موافق معنی آیت کا روز قیامت سے نسبت رکھتا ہے، کیونکہ لفظ ساعت الف لام کے ساتھ غرض ہے اس معلوم ساعت اور وقت سے جو روز قیامت ہے، جیسا کہ یہی لفظ اسی معنی سے اسی سورت کے آخر کی آیتوں میں آیا ہے، اور اسی سبب سے بعضے مفسران میں سے قاضی بیضاوغیرہ بھی "اقتربت الساعة" کے لفظوں کو روز قیامت کے معنی میں تفسیر کر کے کہتے ہیں کہ اس آیت کے مضمون کے موافق روز قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ کہ چاند پھٹ جاوے گا"۔

کہتا ہوں میں کہ اس میں دو دعوے ہیں:

ایک یہ کہ قاعدۂ تفسیر کے موافق صحیح معنی یہی ہیں کہ "انشق" ماضی کے صیغے کو مستقبل کے معنی میں لیویں، یعنی اور پھٹ جاوے گا چاند۔

دوسرا یہ کہ بعضے مفسروں نے بھی مثل قاضی بیضاوی وغیرہ کے اسی طرح تفسیر کیا ہے۔

اور ناظرین کو پادری صاحب کی تفسیر دانی کا حال کچھ تو چوتھے امر کے بیان میں اس کتاب کے مقدمہ کے اندر معلوم ہوگیا ہے، اور اب اور بھی معلوم کریں کہ اول دعویٰ بالکل باطل اور غلط اور دوسرا دعویٰ سراسر جھوٹا ہے۔

اول تو اس لئے کہ تفسیر کے قاعدے کے موافق "اِنشق" ماضی کا صیغہ اپنے ہی معنیٰ پر ہے، جیسا کہ اس کا بیان پہلے سوال کے جواب میں شق القمر کے معجزے کے بیان میں گذرا، علاوہ اس کے مستقبل کے معنیٰ میں لینا مجاز ہے، اور جب تک کوئی ایسا قرینہ نہ ہو کہ معنیٰ حقیقی کے مراد ہونے سے منع کرے تب تک معنیٰ مجازی کی طرف رجوع نہیں کرتے۔

قول ان کا

"کیونکہ لفظ ساعت کا الف لام کے ساتھ غرض ہے اس معلوم ساعت اور وقت سے جو روز قیامت ہے" الخ۔

پادری صاحب کے مقصود سے بالکل کچھ تعلق نہیں رکھتا، اور سب مفسروں نے اس کو قیامت کے معنیٰ میں لے کر "انشق" کو اس کے معنیٰ پر تفسیر کیا ہے، اور آیت کے معنیٰ کا حاصل یہ ہے کہ "قیامت پاس آگئی ہے، اور چاند پھٹ گیا" سو منکر لوگوں کو جو قیامت کے آنے سے اس سبب بھی انکار کرتے تھے کہ سارے اجرام علویہ کا ٹوٹ پھوٹ جانا محال ہے، چاہئے کہ اپنے انکار سے باز آویں، اس لئے کہ جب چاند جو انہیں اجرام میں سے تھا پھٹ گیا، تو بداہت عقلی سے اسی طرح سب اجرام کے ٹوٹ پھوٹ جانے کا امکان ثابت ہوگیا، جیسا یہ جرم علوی اب پھٹ گیا، ویسے ہی سب

اجرام علوی اپنے وقت معین پر پھٹ جاویں گے، سوایسے واہی واہی شبہات سے قیامت کا انکار نہ کریں، بلکہ اس کی حقیقت کا اعتقاد دل میں رکھیں، اور اس سورت کے اول میں اس معجزے کے ذکر کرنے کا یہی باعث ہے کہ منکروں کا وہ شبہ مٹ جائے، اور ان کا وہ استبعاد جو قیامت کے بابت دل میں جم گیا ہے، دفع ہو جائے۔

اور جناب شاہ عبدالقادر صاحب نے جو اپنے ترجمے میں یوں ترجمہ کیا ہے:

"پاس آ لگی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند"۔

تو ان کے کلام میں گھڑی سے مراد قیامت ہے، جیسا کہ وہ خود ہی اس مقام میں حاشیہ پر فائدہ کر کے یوں لکھتے ہیں:

"یہ نشانی تھی قیامت کی کہ آگے کو سب کچھ یوں ہی پھٹے گا"۔

سو اس ترجمے میں بھی "الساعۃ" کو قیامت کے معنی میں لے کر "اقتربت" اور "انشق" کو اپنے معروف معنی ماضی پر لیا(۱) ہے۔

---

(۱) اور شاہ صاحب موصوف اپنے ترجمے میں سارے قرآن کے اندر لفظ "الساعۃ" معرف باللام کو جو یقیناً سارے قرآن میں قیامت کے معنی میں ہے کہیں گھڑی کے لفظ کے ساتھ، اور کہیں قیامت کے لفظ کے ساتھ ترجمہ کرتے ہیں، مثلاً سیپارے پندرہویں کے رکوع پندرہویں میں، سورۂ کہف کی اکیسویں آیت کے، اور سیپارے بائیسویں کے رکوع پانچویں میں، سورۂ احزاب کی ترسٹھویں آیت کے، اور سیپارے بائیسویں کے ساتویں رکوع میں سورہ سبا کی تیسری آیت کے، اور سیپارے چوبیسویں کے رکوع گیارہویں میں سورہ مؤمن کی انسٹھویں آیت کے، اور سپارے پچیسویں کے رکوع تیسرے میں سورہ شوریٰ کی سترہویں آیت کے اندر، اور دو جگہ سورۂ قمر کی چھیالسویں آیت کے اندر، اور سورۂ نازعات کی بیالیسویں آیت کے اندر لفظ "وہ گھڑی" کی کے ساتھ ترجمہ کرتے ہیں۔

اور سیپارے پچیویں کے رکوع بارہویں میں سورہ زخرف کی اکسٹھویں اور چھیاسٹھویں آیت اور سپارے چھبیسویں کے رکوع چھٹے میں سورۂ محمد کی سترہویں آیت کے اندر لفظ "اس گھڑی" کے ساتھ ترجمہ کرتے ہیں۔

اور سیپارے پچیسویں کے رکوع بیسویں میں سورہ جاثیہ کی بتیسویں آیت کے اندر یہ لفظ دو=

اور دوسرا دعوی اس لئے کہ کسی مفسر مشہور نے "انشق" کو بمعنی سینشق کے نہیں تفسیر کیا، چہ جائیکہ قاضی بیضاوی نے ایسی تفسیر کی ہو، بلکہ سب مفسر مشہور اس کو ماضی کے معنی میں تفسیر کرتے ہیں۔

شفاء قاضی عیاض میں ہے:

"أخبر الله بوقوع انشقاقه بلفظ الماضي وإعراض الكفرة عن آياته وأجمع المفسرون وأهل السنة على وقوعه"

پادری صاحب خدا سے نڈر ہو کے ایسے مشہور مفسر پر بہتان باندھتے ہیں، یا شاید سمجھ کی غلطی سے اس سبب سے ٹھوکر کھاتے ہیں کہ اس مفسر نے ایک شخص کا قول "قیل" کے لفظ کے ساتھ نقل کر کے رد کیا ہے، لیکن چونکہ وہ تفسیر مختصر ہے اس میں رد کے اندر کچھ بڑی طوالت اور شد و مد نہیں۔

تفسیر کبیر میں بڑے شد و مد کے ساتھ اس کا رد مذکور ہے، اور پہلے سوال کے جواب میں معلوم ہو چکا کہ اس شخص کے قول کا کچھ شمار نہیں، اور الحمد للہ کہ صاحب استفسار کی تنبیہ سے پادری صاحب بھی اپنے خواب غفلت سے جاگے، اور جب ان کو اس دعوے کی کوئی توجیہ سوائے ندامت اور تسلیم غلطی کے نہ سوجھی تو وہ اس سے دست بردار ہوئے۔

اور نسخۂ جدید میں جو ۱۸۵۰ء میں اکبر آباد کے اندر چھپا ہے، اور ہی چال چلی مگر

= جگہ واقع ہوا ہے، اول جگہ لفظ "اس گھڑی" کے ساتھ اور دوسری جگہ لفظ "وہ گھڑی" کے ساتھ ترجمہ کرتے ہیں۔

اور مذکورہ مقامات کے سوا اور سب جگہ میں لفظ قیامت کے ساتھ ترجمہ کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے اور جگہ بھی لفظ گھڑی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے، اور گھڑی سے قیامت مراد رکھی ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

اس میں بھی بنحوائے قول سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کے:

ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

رستہ چوکے اور منزل کو نہ پہنچے۔

اس نسخے کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں:

''اولاً (۱) لفظ ''الساعۃ'' لام کے ساتھ مفرد ہونے کی حالت میں ہر جگہ قرآن میں روز قیامت کے معنی سے آیا ہے، اور جملہ انشق القمر واو عطف کے سبب جملہ "اقتربت الساعة" کے ساتھ ملحق ہو کر معطوف اور معطوف علیہ دونوں ایک جملے کے حکم میں ہیں، اس کے سوا دونوں جملوں میں دو فعل ماضی آئے ہیں، تو جیسا کہ پہلا فعل ''اقتربت'' مستقبل کے معنی بخشتا ہے، یعنی قیامت کا دن آوے گا، اسی طرح دوسرا فعل انشق بھی سینشق کے معنی دیتا ہے، یعنی جس وقت کہ قیامت کا دن آوے گا چاند پھٹ جاوے گا، چنانچہ بعض علماء، بعض مفسرین نے بھی آیت کو اسی مضمون سے بیان کیا ہے، مثلاً زمخشری اور بیضاوی اگرچہ آیت مذکورہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ جانتے ہیں، پھر بھی اپنی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں:

"وعن بعض الناس أن معناه ينشق يوم القيامة وفي قراة حذيفة وقد انشق القمر اى اقتربت الساعة وقد حصل من آيات اقترابها أن القمر قد انشق"

اور بیضاوی لکھتا ہے:

"وقيل معناه سينشق يوم القيامة"

دیکھو اولاً اس نسخے میں اس قول سے ''زمخشری اور بیضاوی اگرچہ آیت مذکورہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ جانتے ہیں'' اپنے پہلے نسخے کے اس دعوی باطل سے کہ:

---

(۱) یہ عبارت تلخیص کے طور پر (خلاصہ کے طور پر) لی گئی۔ ۱۲ منہ

"بعض مفسروں قاضی بیضاوی وغیرہ بھی اقتربت الساعة کے لفظوں کو روز قیامت کے معنی میں تفسیر کر کے کہتے ہیں کہ اسی آیت کے مضمون کے موافق روز قیامت کے نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ چاند پھٹ جاوے گا"۔

دست بردار ہو کر مسلمانوں کو فارغ خطی دیتے ہیں، والحمد الله علی ذلك۔

اور ثانیاً کشاف کی عبارت کے نقل کرنے میں اپنی تفسیر دانی ظاہر کرتے ہیں، کہ اس عبارت کو بھی "وفی قراة حذیفة وقد انشق القمر الخ"، اپنے مدعا کے لئے مفید سمجھ کر نقل کرتے ہیں کیونکہ اگر ضمناً اپنے مدعا کے خلاف کی عبارت کو نقل کرتے تو بیچ سے کشاف کی عبارت ہضم نہ کرتے، واہ واہ کیا تفسیر دانی ہے، اور قد کے لفظ کا جو ماضی کے صیغہ پر داخل ہے مدلول اس جگہ کیا سمجھا ہے، اور اس جملہ کا ترجمہ "وقد حصل من آیات اقترابها ان القمر قد انشق" کیا خیال کیا ہے؟ اور کسر اتنی رہ گئی کہ کشاف سے ذرا سی عبارت اس کے بعد کی نقل نہ کر دی کہ ان کو اور زیادہ فائدہ بخشتی، سو میں اس جگہ یہ سب عبارت نقل کر دیتا ہوں۔

"وعن بعض الناس أن معناه ینشق یوم القیامة وقوله تعالیٰ "و ان یروآیة یعرضوا ویقولو سحر" مستمر یرده وکفی به رداً وفي قرء اة حذیفة وقد انشق القمر ای اقتربت الساعة وقد حصل من آیات اقترابها أن القمر قد انشق، کما تقول أقبل الأمیر وقد جاء المبشر بقدومه، وعن حذیفة انه خطب بالمدائن ثم قال ألا إن الساعة قد اقتربت وإن القمر قد انشق علی عهد نبیکم صلی الله علیه وسلم"

اور ثالثاً ان کی فارغ خطی اور تفسیر دانی سے بھی اگر قطع نظر کی جائے تو یہ کلام

مثل پہلے کلام کے غلط ہے، کیونکہ قول ان کا "لفظ الساعۃ الخ" کچھ بھی ان کے مطلب کو مفید نہیں، جیسا کہ پہلی عبارت کے رد میں معلوم ہوا۔

اور اسی طرح معطوف اور معطوف علیہ ایک جملے کے حکم میں ہونا، کچھ ان کے مدعا سے تعلق نہیں رکھتا، خدا جانے اپنے زعم میں ایسے لچر کلام کو کس طرح انہوں نے اپنے دعوے کی وجہِ مثبت سمجھی ہے، اگر یہ خیال کیا ہے کہ لفظ الساعۃ کا جب قیامت کے معنی میں ہوا، اور انشقاق قمر قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی ٹھہری تو چاہیئے کہ قیامت کے دن ہو، پس بالضرور معطوف اور معطوف علیہ کے مضمون کا وقوع زمانۂ آئندہ میں ہونا چاہیئے، تو یہ گمان بالکل خطا اور سوءِ فہمی ہے۔

دیکھو سیپارے چھبیسویں کے رکوع چھٹے میں سورہ محمد کی اٹھارویں آیت یوں ہے:

"فهل ينظرون الّا السّاعة أن تأتيهم بغتة فقد جآء أشراطها"۔

یعنی اب نہیں راہ دیکھتے (کافر اور منافق) مگر قیامت کے دن کہ آ کھڑی ہو ان پر اچانک، کیونکہ البتہ آ چکی ہیں اس کی نشانیاں۔

جیسے حضرت ﷺ کا جو خاتم النبیین ہیں مبعوث ہونا، اور شق قمر کا ظاہر ہونا، اور اور ان کے علاوہ دوسری نشانیاں۔

بیضاوی میں فقد جاء أشراطها کی تفسیر میں یوں مرقوم ہے:

"لأنه قد ظهر أماراتها كبعث النبي وانشقاق القمر"۔

اور جلالین میں ہے:

"أي علاماتها منها بعث النبي ﷺ وانشقاق القمر و الدخان"۔

تفسیر حسینی میں ہے:

"پس بدرستے کہ آمد وظاہر شد علامت ہائے آن چوں بعث پیغمبر و انشقاق قمر"۔

اور ایسا ہی اور تفسیروں میں ہے، پس اس آیت میں قیامت کی بعض علامات کا ظہور حضرت کے زمانہ میں مصرح ہے، اور یہاں قطعاً ماضی اپنے معنی پر ہے، اور جمہور مفسرین کے نزدیک انشقاق قمر بھی منجملہ علامات قیامت کے اس آیت کا مدلول ہے۔

قول ان کا:

"جیسا کہ یہ فعل "اقتربت" مستقبل کے معنی بخشتا ہے الخ"

کہتا ہوں میں کہ یہ بھی محض غلط ہے، اور پادری صاحب کی تفسیر دانی ظاہر کرتا ہے، اور اگر مستقبل کے معنی میں بھی ہوتا تو بھی یہ معنی نہ ہوتے، یعنی "جس وقت کہ قیامت کا دن آوے گا" جیسا زبان عرب کے ادنیٰ واقف پر یہ بات ظاہر ہے، اور بمعنی مستقبل کے لینا مجاز ہے، اور جب تک معنی حقیقی کے مراد ہونے سے کوئی قرینہ منع نہ کرے، تب تک مجاز پر محمول کرنا صحیح نہیں۔

قول ان کا "بعض مفسروں نے الخ" یہ بھی غلط ہے، لفظ "عن بعض الناس" سے جو کشاف میں ہے، اور لفظ "قیل" سے جو بیضاوی میں ہے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ اس کا قول ان کے نزدیک غیر معتمد ہے، اور تفسیر کے قاعدہ کے خلاف ہے، جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں اس معجزے کے بیان میں گذرا۔

اس جگہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسیحیوں کے نزدیک اگر ایک شخص ثقہ بھی جمہور کے مخالف بیان کرے، وہ بھی سند نہیں، اور یہ لوگ ان لاکھوں آدمیوں کی تاویلات کو جن میں اکثر حکیم اور فلسفی گذرے ہیں، اور سب کے سب مسیحی ہونے کا دم بھرتے تھے، انجیل کے فقروں کو خطا جانتے ہیں، اور ہرگز نہیں مانتے، اور یہود کے اکثر مفسروں

کی تفسیر کو جہاں جہاں ان کے مخالف ہیں غلط بتلاتے ہیں، اور رد کرتے ہیں، اور اسی سوال کے جواب میں معجزات تفصیلی کے بیان میں خود پادری صاحب کے قول گذرے کہ ان میں کہیں پادری صاحب کہتے ہیں کہ سچ ہے بعض عالموں نے مسیح کی الوہیت کا انکار کیا ہے، لیکن ہم ان کو مسیحی نہیں گنتے، اور کہیں کہتے ہیں کہ ہمارے علماء کا قول خواہ وہ لوتھر ہو یا کالون یا اور کوئی ہو، اس وقت سند ہوگا جب توریت اور انجیل کے موافق ہو، اور اگر تاریخی بات ہے تو اس وقت سند ہوگی جب معتبر دلیلوں سے ثابت ہو، اور کہیں کہتے ہیں کہ ہمارے ان عالموں کے قول ہمارے معتقد علیہ نہیں، اور نہ جمہور مسیحی علماء کے مطابق ہیں۔

اور ''حل الاشکال'' میں ''استفسار'' کے جواب میں (ترجمہ عربیہ ۱۸۱۱ء) والے کے حق میں جس کا مترجم بھی کوئی پادری ہے لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۱۴۰):

''مولوی صاحب نے عربی ترجمہ ۱۸۱۱ سے مسطور کیا ہے (لکھا ہے) مگر اس میں آیت کا مضمون درستی (ٹھیک) سے ترجمہ نہیں ہوا''۔

(صفحہ ۱۴۲)

''کسی میں لفظ کلام نہیں مگر عربی ترجمہ ۱۸۱۱ء میں البتہ ہے، سو یہ ترجمہ جیسے آگے مسطور ہوا اوروں کی نسبت صحیح نہیں ہے''۔

دیکھو جب مسیحیوں کا وہ حال ہوا اور پادری صاحب کا یہ حال، تو اس صورت میں اہل اسلام کے مقابلے میں ایک شخص مجہول کے قول کو سند ٹھہرانا کیا بے انصافی نہیں؟

پادری صاحب نے جیسے شخص کا قول نقل کیا ہے، ویسے ویسے شخص عیسائی مذہب والوں کا ایک میں بھی نقل کرتا ہوں کہ لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد تیسرے کے چھٹے حصہ میں مانی کیئر فرقہ کے بیان میں لکھتا ہے کہ:

"جیروم ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ بشپ مانی اس فرقہ کا بانی کہتا تھا کہ یوحنا کی انجیل کے دسویں باب کے آٹھویں درس میں جو جناب مسیح کا قول ہے، وہ موسیٰ کے حق میں خصوصاً ہے اور فاسٹس کہتا ہے کہ ہمارے خداوند نے اس قول سے موسیٰ کے طرف اشارہ کیا ہے"۔

دیکھو یہ عیسائی مذہب کے بڑے بڑے فاضل (گو پروٹسٹنٹ ان کو مبتدع کہتے ہیں) حضرت مسیح کے قول کے موافق حضرت موسیٰ کے حق میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کو ایک چور، راہ زن، بٹ مار (لٹیرا) خیال کرتے ہیں، اور اگر تاویل نہ کرو تو اس درس سے ظاہراً یہی سمجھا جاتا ہے، اور وہ درس یوں ہے (نسخہ ۱۸۴۱ء):

"سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور راہزن ہیں، اور بھیڑیوں نے ان کی نہ سنی"۔

(نسخہ ۱۸۴۴ء):

"سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور بٹ مار (لٹیرے) ہیں" الخ۔

(عربیہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"وجمیع الذین أتوا کانو سراقاً ولصوصاً" الخ۔

اور لوتھر صاحب مصلح دین عیسوی کے قول بھی قریب قریب مانی، اور فاسٹس کے ہیں، جیسا کہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں نقل ان کی آوے گی، اور مصلح دین تو سارے فرقہ پروٹسٹنٹ کے پیشوا ہیں، اگر پادری صاحب ہمارے مقابلہ میں ایک شخص غیر معتدبہ کا قول جو سراسر ظاہر کے خلاف ہے نقل کرتے ہیں تو ان کو بمقتضائے انصاف یہ چاہیے کہ اپنے ان علماء کے اقوال کے مطابق حضرت موسیٰ کے حق میں عیاذاً باللہ ایسا عقیدہ رکھیں، اور اس توریت سے ہاتھ اٹھا دیں، پھر دونوں

نسخوں میں فرماتے ہیں:

”ثانیاً اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ شق القمر وقوع میں آیا ہے، تو بھی محمد ﷺ کا معجزہ نہ ہو سکے گا، کیونکہ محمد ﷺ کا نام آیت میں نہیں، اور جب نام نہ ہوا، پس اگر کوئی چاہے کہ آیت کو علی یا تینوں خلیفوں کی طرف نسبت کرے تو ہو سکے گا۔

کہتا ہوں میں کہ صورت مان لینے میں یہ احتمال بالکل جنون ہے، اس لئے کہ جب چاند معجزے سے پھٹا تو وہ خواہ مخواہ معجزہ محمد کا ٹھہرا کیونکہ صاحب قرآن اور قرآن کے معتقدوں کے نزدیک اس وقت میں نبی واجب الاطاعت محمد ﷺ بن عبداللہ کے سوا اور کوئی نہ تھا، اور اگر بالفرض علیؓ یا کسی اور خلیفہ سے یہ کرامت کے طور سے صادر ہوا، تو چونکہ یہ لوگ بالاتفاق محمد بن عبداللہ کو اپنا پیشوا اور سچا رسول سمجھتے تھے، اور یہ مرتبہ ان کو محض ذات بابرکات محمد کے طفیل سے حاصل تھا، تو محمد ﷺ کو معجزے کے اظہار پر قدرت ہونا اور ان کا سچا رسول ہونا بطریقۂ اولیٰ ثابت ہو گیا، ہاں البتہ ایک احتمال ہے کہ اگر پادری صاحب اس وقت میں ہوتے اور بفحوائے قول جناب مسیحؑ کے جو یوحنا کی انجیل کے چودھویں باب کے بارھویں درس میں یوں منقول ہے:

”میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے، یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا، اور ان سے بڑے کام کرے گا“۔

دعوے کرتے کہ چاند کو میں نے کرامت سے دو ٹکڑے کیا، اس لئے محمد ﷺ نے شق کرنے والے کا نام نہیں لکھا، شاید کوئی کرستان نیاز مند مان لیتا، مگر مشکل یہ ہے کہ پروٹسٹنٹ کے فرقے کے اہل علم جب بھی نہ مانتے، اور جعل اور فریب اور سحر پر محمول کرتے، اس لئے کہ ولیم میور صاحب اپنی تاریخ کے تیسرے باب کے پہلے حصہ کی پانچویں دفعہ میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۸ء صفحہ ۷۲):

''پچھلے زمانے کی کرامتیں بزرگوں کے تبرک کے وسیلے سے ایسے بیہودی باتوں کی طرح پر تھیں کہ جن میں ہمیشہ بڑا شبہ ہوتا ہے، اور خصوصاً ان کرامتوں کے دکھانے کے طور میں جعل اور فریب کا ایسا احتمال تھا کہ ان کا ثبوت کامل محال ہے، اور وہ بیشتر بے فائدہ اور بے مقصد تھیں، بلکہ پچھلے زمانوں میں حالت خرابی کلیسا میں قسیس لوگ ان کو اپنے دنیوی فائدے کے واسطے دکھاتے تھے، اور ان دکھانے کی قدرت صرف حواریوں اور ان کے ہمراہیوں اور تواجین کو خدا تعالیٰ نے بخشی تھی، اور ان کے زمانے کے بعد یہ دعویٰ کہ کلیسا میں ایسا اختیار عام باقی رہا، محض بے اصل ہے، الیٰ آخر ما قال''۔(۱)

اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اگلے زمانے سے پادری لوگوں میں جعل اور فریب رائج تھا، اور یہ لوگ اپنے دنیوی فائدے کے واسطے ایسا جعل اور فریب کرتے تھے، بلکہ حق یہ ہے کہ حواریوں کے ہی وقت میں یہ امر اس کثرت پر تھا کہ غریب حواری اپنے مکتوبات میں دہائی دیتے ہیں، اور دوسری صدی سے تو ایسا امر بمنزلہ عادت جبلّی عیسائیوں کے ہو گیا، اور اسی صدی سے یہ قاعدہ ان میں ٹھہر گیا کہ راستی اور خدا پرستی کی ترقی کے واسطے جھوٹ بولنا، اور فریب دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ تحسین اور آفرین کے قابل ہے، چنانچہ انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں آتا ہے، اور جب پہلے سے یہ حال ہو تو ہم اب کے پادری صاحبوں کی کیا شکایت کریں، پچھلے نسخے میں ارشاد کرتے ہیں کہ:

''دوسری آیت کا علاقہ پہلی آیت سے اس نہج پر ہے کہ بے ایمان لوگ آخری زمانے میں اگرچہ قیامت کے نشان بہت دیکھیں گے مگر ایمان نہ لائیں گے، بلکہ اگلے بے ایمانوں کے عادت کے موافق کہیں گے کہ یہ جادو ہے''۔

کہتا ہوں میں کہ پادری صاحب پہلی آیت کا ترجمہ یوں کر آئے ہیں:

(۱) یہ عبارت خلاصہ کے طور لی گئی ہے۔۱۲ منہ رحمہ اللہ

"جس وقت قیامت کا دن آوے گا، چاند پھٹ جاوے گا"

تو معلوم ہوا کہ آخری زمانے سے ان کے کلام میں وہ قیامت کا دن مراد ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ اس دن میں اگرچہ بہت سے نشان دیکھیں (۱) گے، لیکن اس وقت میں نہ کوئی اس بات کا مدعی ہوگا کہ یہ میرے معجزے ہیں کہ کافر ان کر تکذیب کریں اور سحر بتلادیں، اور نہ کافروں کے ہوش وحواس ہوں گے کہ اس امر میں سبقت کریں۔

پس اس آیت کا ربط وہی ہے جو پہلے سوال کے جواب میں اس معجزے کے بیان میں مذکور ہوا۔

---

(۱) جیسا تاروں کا گرنا، اور آسمان کا ٹوٹ پھوٹ جانا، اور مثل ان کے۔ ۱۲ منہ

رسالہ

''وجہة الایمان'' کے شبہات

اور جب ''میزان الحق'' کا حال معلوم ہوا، اب دوسرے رسالے ''وجہة الایمان'' کا حال سنئے کہ اس جگہ اس کی عبارت بہ طور خلاصہ یہ ہے:

پہلا جواب اس مقام میں محمد ﷺ کا کچھ نام ونشان نہیں، علاوہ اس کے کئی مفسروں نے جیسا کہ زمخشری اور بیضاوی اس مقام کی تفسیر یوں کی ہے کہ:

''وہ روز حشر کی پیشین گوئی ہے کہ اس دن دو پارے کیا جاوے گا''۔

دوسرا جواب یہ کہ اگر یہ واقع ہوتا، تو شہرت اس کی ایک ولایت میں کیا معنی؟ سارے جہاں پر اشتہار پاتا۔

کہتا ہوں میں کہ پہلے جواب کا رد بھی میزان الحق کی عبارت کے جواب میں معلوم ہوا، اور دوسرے جواب کا رو پہلے سوال کے جواب میں اسی معجزے کے بیان میں مفصل گذرا ہے، حاجت دربارہ رد کرنے کی نہیں، اور اس پادری نے بیضاوی کے سوا زمخشری کا نام بھی صراحۃً لیا ہے، حالانکہ کشاف میں بڑی صراحت کے ساتھ مرقوم ہے، اور عبارت اس کی یوں ہے:

''اقتربت الساعة وانشق القمر، إنشقاق القمر من اٰیات رسول الله ومعجزاته النیرة''۔

شاید اس نے ''میزان الحق'' کے پہلے نسخہ کی عبارت سے دھوکا کھایا ہوگا۔

تیسرے رسالہ کا رد

اور تیسرے رسالہ میں جس کو کسی پادری نے مولوی نعمت علی کے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے یوں ہے کہ:

''اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ محمد ﷺ سے یہ معجزہ ہوا، اور نہ تفسیروں سے یہ ثابت ہو سکتا ہے''۔

کہتا ہوں میں کہ اس کا جواب بھی وہی ہے جو ''میزان الحق'' کی عبارت کا جواب ہے مگر بمجوائ قول مشہور:

''ہر کہ آمد براں مزید کرد''

اس پادری نے اگلے دونوں پادریوں سے کچھ زیادہ جھوٹ بولا جو کہتا ہے کہ ''نہ یہ تفسیروں سے ثابت ہو سکتا ہے'' اس پر لازم تھا کہ ایک دو تفسیر سے تو عبارت نقل کر کے یا ان کے نام کا حوالہ دے کر بتلاتا، کہ اس کے مصنف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ معجزہ اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا، سب تفسیروں کا تو کیا ذکر؟ مگر اس عزیز کی عادت ہے کہ اس طرح کی جھوٹی باتیں بہت لکھتا ہے، اور ابتدا(۱) ابتدا میں جو اس چھوٹے رسالے جھوٹے نے پادریوں میں بڑا رواج پایا تھا کہ بڑے بڑے شہروں میں

---

(۱) جاننا چاہئے کہ ابتدا میں اس کی بیہودگی کا لحاظ کر کے اہل اسلام نے اس کے جواب کی طرف التفات نہ کیا تھا، لیکن جب پادریوں کا غل حد کو پہنچا، تو اہل اسلام نے اس کے جواب میں قلم اٹھایا، تب سے یہ رسالہ بے اعتبار ہو کر پادریوں کے ہاتھ سے گرنے لگا، اور اس کے جوابوں میں سے دو جواب چھپ بھی گئے ہیں، ایک ''تحفہ مسیحیہ'' اور دوسرا ''تائید المسلمین'' پہلا سید الدین علی ہاشمی کی، اور دوسرا لکھنؤ کے مجتہد کے بعض متعلقین کی تصنیف ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

ہر کوچہ اور گلی میں اس کو بانٹا کرتے تھے، تو اغلب ہے کہ بہت لوگوں کے پاس ہوگا، اور اب بھی اگرچہ اس کی وہ شہرت نہیں رہی، لیکن بٹنے سے بالکل موقوف نہیں ہوا، تو مجھ کو ضرور ہوا کہ اس کی کچھ غلطیوں پر ناظرین کو مطلع کردوں کہ اس سے ٹھوکر نہ کھائیں، وباالله التوفیق۔

پہلی غلطی

اول حصہ کے شروع میں نبوت کی شرطوں میں لکھتا ہے (صفحہ ۵):

"پہلی کہ ان کی پاکیزگی اور پرہیزگاری مشہور ہووے"۔

پھر اس کے موافق دوسرے حصہ میں لکھتا ہے (صفحہ ۶، ۷):

"موسیٰ کی پاکیزگی توریت میں ان باتوں سے پائی جاتی تھی کہ سوا ایک شادی کے دوسری جورو نہ رکھتا تھا، اور نہ اس کی زندگی بھر کسی دوسرے سے بیاہ کیا"۔

اس مدعی نے حضرت موسیٰ کی پاکیزگی فقط اتنی بات سے ثابت کی کہ انہوں نے دوسری جورو نہ کی، اب اس کو چاہئے کہ ابراہیم اور یعقوبؑ اور داؤد اور سلیمان علیہم السلام کو نہ نبی کہے، اور نہ پاکیزے اور پرہیزگار، کیونکہ حضرت ابراہیم کے تین جوروان تھیں۔

ایک سارہ جو ابراہیم کے علاتی بہن تھی، حالانکہ توریت میں بہن سے نکاح حرام لکھا ہے، عینی ہو یا علاتی، اور ایسے نکاح کرنے والے پر قتل کا فتویٰ دیا ہے، اور لعنت کی ہے، اور سارے انبیاء بنی اسرائیل کے اسی جورو کے اولاد ہیں۔

دوسری ہاجرہ اور تیسری قطورا، اور اس قطورا کو تو نہایت ہی بڑھاپے میں نکاح میں لائے تھے۔

اور حضرت یعقوبؑ نے چار جوروویں کی تھیں، لیا، راحیل، بلہا، اور زلفا، اور لیا اور راحیل آپس میں دونوں حقیقی بہنیں تھیں، اور راحیل کے عشق کے سبب اس کے مہر میں اس کے باپ کی چودہ برس خدمت کی تھی، اور لیا کے جیتے راحیل سے نکاح کیا تھا، حالانکہ ایک بہن کے جیتے اس کی دوسری بہن سے نکاح توریت کے موافق حرام ہے، اور انہیں دو جوروؤں کی اولاد میں حضرت یوسف اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں، بلکہ بنی اسرائیل کے سارے پیغمبر انہیں چار جوروں کی اولاد ہیں، اور یعقوب کے حق میں دو باتیں قباحت کی نکلیں، ایک یہ کہ پادری مذکور کے زعم کے موافق چار جوروویں کرنے سے منصب نبوت کے لائق نہ نکلے، دوسری یہ کہ جمع بین الاختین (دو بہنوں کو جمع کرنا) جو توریت کے موافق یقیناً حرام تھا، ان سے سرزد ہوا۔

اس طرح حضرت ابراہیم کے حق میں دو قباحتیں نکلیں، پہلی تین جورووں کا کرنا، دوسرے علاتی بہن سے (نکاح کرنا) جب کہ توریت کے موافق ایسا نکاح حرام، اور ایسے نکاح کا کرنے والا واجب القتل اور ملعون ہے، بھلا اب عیاذاً باللہ ان کی اولاد جو ایسی بیویوں سے ہوئی کیا سمجھی جائے؟ اور بنی اسرائیل کے لئے سب نبی کیا گنے جاویں؟

اور داؤد نے بہت جورواں کی تھیں، منجملہ ان کے بت سباع بھی تھی کہ جس سے نکاح سے پہلے زنا کیا تھا، اور اس زنا سے اس کو حمل رہ گیا تھا، اور بعد حمل رہ جانے کے اس کے غریب نیک بخت خاوند کو دغا سے مروا ڈالا تھا، اور مروا ڈالنے کے بعد اس عورت سے نکاح کر لیا تھا، اور اسی عورت کی اولاد میں حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ ہیں۔

اور سلیمان نے ہزار بیویاں کی تھیں، اور یہ پچھلے سب اگلوں سے بھی بڑھ گئے

تھے کہ ان کی ایک ادنی پرہیز گاری عہد عتیق کے موافق یہ ہے کہ جوروؤں کے خاطر مرتد ہوکر بت پرست بن گئے تھے، اور بت خانے بنوائے تھے، اور سارے عہد عتیق میں کہیں ان کی توبہ بھی اس فعل بد سے منقول (۱) نہیں، اور حضرت عیسیٰ ان کی اولاد میں بھی ہیں، بتلایئے کہ عیاذ اًباللہ حضرت عیسیٰ طیب الولادۃ ہیں یا نہیں؟

اگر یوں کہو کہ چونکہ مذکورۂ بالا عورتوں کا ظاہر میں نکاح ہوگیا تھا، تو یہ نقصان اتنا نہیں جتنا یہ ہے کہ اس نسب نامہ میں جو متی کے انجیل کے پہلے باب میں مندرج ہے حضرت داؤد اور سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام فارض اور راعوث کی اولاد میں ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام رجیعام بن سلیمان کے بھی اولاد میں ہیں، اور یہ فارض یقیناً زنا سے پیدا ہوا تھا، اس لئے کہ یعقوبؑ کے بیٹے یہودا کو تامار بھورانڈ اپنے سُسرے سے زنا کر کے حاملہ ہوکر اسے جنی تھی، جیسا پیدائش کے کتاب کے اڑتیسویں باب میں مصرح ہے، اور یہ راعوث ایک عورت موابی تھی، عواب کی اولاد سے، اور یہ عواب وہی ہے جس کو لوطؑ کی بڑی صاحبزادی نے اپنے باپ سے زنا کر کے حاملہ ہوکر جنا تھا، اور رجیعام کی ماں بن عمی کی اولاد سے ہے، جیسا کہ سلاطین کے پہلی کتاب کے چودھویں باب کے اکیسویں باب میں مصرح ہے، اور یہ بن عمی وہ ہے جس کو لوط کی چھوٹی صاحبزادی نے اپنے بڑے بہن کی طرح باپ سے زنا کر کے حاملہ ہوکر جنا تھا، اور دونوں صاحبزادیوں کے زنا کرنے اور زنا سے حاملہ ہوکر بچے جننے کا حال کتاب پیدائش کے انیسویں باب میں مرقوم ہے، بلکہ یہ قریب قریب اس کے ہے کہ اسی نسب نامہ کے موافق حضرت داؤد اور سلیمان اور عیسیٰ علیہم السلام راحاب کے اولاد سے ہیں، اور یہ راحاب وہ راحاب ہے جو ایک زانیہ مشہور تھی، اور اس کا ذکر یوشع کے کتاب کے

---

(۱) چنانچہ اس کا بیان دوسرے سوال کے جواب میں ستائیسویں مثال کے اندر وضاحت کے ساتھ گذرا ہے، ۱۲، منہ رحمہ اللہ

دوسرے اور چھٹے باب میں مصرح ہے۔

لوگو! خدا کے واسطے کوئی اب پادریوں کی دھاندلی کو دیکھے کہ ان کے مسلم الثبوت انبیاء میں سے بعض تو ہزار جوروں تک نوبت پہنچائے، اور بت پرستی کرے اور بت خانے بنوائے، اور بعض غیر کی جورو سے زنا کرے اور جب اس سے زنا سے حمل رہ جاوے، اس کے غریب نیک بخت خاوند کو فریب سے مروا ڈالے، اور اس کی جورو کو آپ ہتھیا لے، اور بہت جوروان کرے، اور بعض چار جوروان کرے، اور ایک بہن کے جیتے دوسری بہن سے نکاح کر لے، اور اس کے عشق میں نکاح کے خاطر چودہ برس تک اس کے باپ کی خدمت کرتا رہے، اور بعض اپنی علاتی بہن سے جو اس کے سگے باپ کی بیٹی تھی نکاح کرے، اور اور بھی جوروان کرے، وہ تو سب کے سب نبی رہیں، اور خدا کے مقرب، کوئی خدا کا بیٹا اور کوئی خدا کا پہلوٹا (پہلی اولاد) اور کوئی خلیل اللہ کہلاوے، اور کسی کسی کے نسب میں کئی کئی نطفے زنا کے واقع ہوں، پھر بھی وہ طیب الولادۃ کہلادیں، اور پادریوں کے نزدیک اس پہلی شرط نبوت کے مفقود ہونے سے وہ نبوت سے نہ گریں، اور فقط محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ ایک جورو سے زائد کرنے کے سبب پرہیزگار نہ رہے، اور اس سبب سے نبوت کی لیاقت نہ رکھے۔

واہ واہ کیا انصاف ہے، اور وہ جو پادری اس رسالے کا مصنف داؤد اور سلیمان کی نسبت تیسرے حصہ میں یوں عذر کرتا ہے (صفحہ ۱۲):

”حضرت داؤد اور حضرت سلیمان یہودیوں کے تمام فرقوں کے بادشاہ تھے، شاید یہ بھی ان کے اس امر میں خطا کرنے کا ایک بڑا سبب ہوا“۔

یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے، کیونکہ سلطنت کو کیا دخل؟ جب اس پادری کے

نزدیک ایک جورو سے زیادہ کرنے میں نبوت کے شروط مفقود ہوتے ہیں تو ان میں وہ مفقود ہوئے، اور شرط کے مفقود ہونے سے مشروط جاتا رہتا ہے تو پھر نبوت کہاں رہی؟ چاہے سلطنت کے سبب جاتی رہی ہو یا اور سبب سے، علاوہ اس کے ابراہیم اور یعقوبؑ میں یہ عذر لنگ نہیں چل سکتا، کیونکہ وہ تو کہیں کے بادشاہ نہ تھے، خصوصاً یعقوب تو ایک گڈریا تھے۔

دوسری غلطی

دوسری غلطی یہ ہے کہ اسی پہلے حصے میں چوتھی نبوت کی شرط یوں لکھتا ہے (صفحہ ۵):

"کہ ان کی نبوت میں نہ اپنے نہ دوسرے کی طرف داری ہووے"۔

پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس شرط کو منتفی (ختم) جانتا ہے، چنانچہ تیسرے حصہ میں لکھتا ہے (صفحہ ۱۷):

"محمد نے اپنے تئیں رسول اللہ اور سب نبیوں سے افضل ٹھہرایا، چنانچہ یہ بات اہل اسلام میں مشہور ہے: "لولاك لما خلقت الأفلاك" اور محمد نے خود فرمایا ہے: "اول ماخلق الله نوری"۔

کہتا ہوں میں کہ نبی کے اپنی فضیلت بیان کرنے سے طرفداری ثابت ہوتی ہے، اور نبوت کے منصب کے لائق نہیں رہتا، تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور عیسائیوں کے پولوس مقدس بھی نبی نہ ہوں گے، کیونکہ اس کے موافق تو ان کی نبوت میں بھی طرفداری پائی جاتی ہے، مثلاً کتاب شمار کے بارہویں باب کے تیسرے درس میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"اور موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا"۔

اور اس فقرے کو اسپائی نواز ادلیل پکڑ کے کہتا ہے کہ:

''اس کتاب کا مؤلف موسیٰ (۱) نہیں، اس لئے کہ کوئی متکبر بھی اپنی تعریف ایسی بڑھ کر نہیں کرتا''۔

دیکھو اس فقرے میں کتنی تعریف ہے، اور اسپائی نوازا کیا کہتا ہے، اور کتاب استثناء کے چونتیسویں باب کے دسویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

''اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی قائم نہیں ہوا، جس سے یہوواہ آمنے سامنے ملاقات کرتا''۔

اور حضرت عیسیٰ کا تو کچھ ذکر ہی نہیں، کیونکہ اس سے زائد طرف داری کیا ہوگی کہ عیسائیوں کے زعم کے موافق اپنے آپ کو خدا ٹھہرایا، اور ایسے کلمے بولے کہ جس کی کچھ حد نہیں، تعجب ہے کہ پادری ان کلمات کو طرفداری نہیں سمجھتا۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کہنے کو کہ ''اللہ تعالیٰ نے میرا نور سب سے پہلے پیدا کیا'' طرفداری کہتا ہے، اور جیسا اہل اسلام میں مشہور ہے، اس سے زائد پولوس مقدس عیسائیوں کے کلیسیوں کے نامہ کے پہلے باب میں جناب مسیحؑ کے حق میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

''۱۵۔ وہ نادیدہ خدا کی صورت اور سب مخلوق کا خالق ہے۔

۱۶۔ کہ ساری چیزیں جو آسمان و زمین میں دیدنی اور نادیدنی، کیا تخت اور کیا خاوندیاں، کیا حکومتیں کیا مختاریاں اس سے پیدا ہوئے ہیں، ساری چیزیں اسی سے، اور اسی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

۱۷۔ وہ سب سے آگے ہے، اور اس سے ساری چیزیں موجود رہتی ہیں''

اور پادریوں کے زعم کے موافق حواریوں نے تو بہت جگہ اپنے کلام میں

---

(۱) اور انشاء اللہ سترہویں سوال کے جواب میں پہلی ہدایت کی تیسری دلیل میں معلوم ہو جائے گا، کہ یہ شخص عیسوی مذہب تھا۔ ۱۲ منہ

حضرت عیسیٰ کو خدا ابتلایا ہے، افسوس کہ یہاں یہی پادری اہل اسلام کے اس مشہور قول کو طرف داری کہتا ہے، اور ان قولوں کو نہیں، اور عیسائیوں کے پولوس مقدس گرنتھیوں کے دوسرے خط کے گیارہویں باب میں اپنے حق میں یوں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء او ۱۸۴۴ء):

"۵۔ میں اپنے کو تین بھی بڑے رسولوں سے چھوٹا نہیں گمان کرتا ہوں۔

۲۱۔ جس بات میں کوئی دلیر ہے، تو بے وقوفی سے یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اس سے دلیر ہوں۔

۲۲۔ کیا وہ عبرانی ہیں، سو میں بھی ہوں یا اسرائیل ہیں، تو میں بھی ہوں یا ابراہیم کی نسل سے ہیں، سو میں بھی ہوں۔

۲۳۔ یا مسیحؑ کے خادم ہیں، سو بے وقوفی سے کہتا ہوں میں زیادہ تر ہوں الخ۔

پھر اسی نامہ کے بارہویں باب میں لکھتے ہیں (نسخہ مسطورہ):

"۶۔ اگر میں فخر کرتا تو میں بیوقوف نہ بنتا، اس لئے کہ میں سچائی سے بولتا الخ۔

۱۱۔ میں فخر کرنے سے بیوقوف بنا ہوں، پر میں نے تم سے لاچار ہو کے یہ کہا، چاہئے کہ تم میری تعریف کرے کہ میں سب سے بڑے رسولوں سے کچھ چھوٹا نہیں ہوں، اگرچہ ناچیز ہوں"۔

پھر تھسلنیکیوں کے پہلے نامہ کے دوسرے باب کے دسویں درس میں لکھتے ہیں (نسخہ مذکورہ):

"تم گواہ ہو اور خدا بھی ہے کہ تم ایمان لانے والوں میں ہم کیا ہی پاک اور نیک اور بے عیب ہو کے گذران کرتے تھے"۔

دیکھو جناب پولوس اپنی کیا کچھ تعریف کرتے ہیں، کبھی فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے تئیں رسولوں سے چھوٹا گمان نہیں کرتا، اور بعضے باتوں میں ان سے زیادہ ہوں''۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ ''میں سب سے بڑے رسولوں سے کچھ چھوٹا نہیں ہوں'' اور اپنے معتقدوں سے اپنی تعریف چاہتے ہیں، اور کبھی اپنے آپ کو پاک اور نیک اور بے عیب گنتے ہیں، حالانکہ جناب مسیحؑ کا قول اس شخص کے جواب میں جس نے ان کو نیک مرشد کہا تھا، مرقس کی انجیل کے دسویں باب کے اٹھارویں درس میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

''تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ کہ نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا''

اب یہ پادری یا اس کا کوئی معتقد بتلاوے کہ جناب پولوس کے اس کلام میں طرفداری پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اور اگر پائی جاتی ہے تو اس کے سبب عیسائیوں کے نزدیک جو ان کو نبی سمجھتے ہیں، نبوت کے منصب سے گر گئے یا نہیں، اگر اس کو طرف داری کہہ کر نبوت کے درجے سے گرادے، اور جناب مسیحؑ کے اس قول ''بے وقوفی سے یہ کہتا ہوں'' جو پہلی عبارت میں دوجگہ منقول ہے، اور اس قول سے ''میں فخر کرنے میں بیوقوف بنا ہوں'' جو دوسری عبارت میں منقول ہے دلیل پکڑ کے کہے کہ یہ کلمات حمق اور جنون سے صادر ہوئے ہیں تو ہم کچھ صبر کر کے جناب پولوس کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہم السلام میں کلام کریں گے، اگر وہاں بھی اسی طرح کہے گا تو عیسائی ہونے سے ہاتھ دھودے گا، اور سب یہود اور عیسائیوں کے نزدیک بھی اس کی دیانت ظاہر ہوگی، اور اگر ان حضرات کے کلام میں طرفداری نہیں کہے گا، اور فقط محمد ﷺ کے ہی کلام میں مانے گا تو یہ بات اس کی ناانصافی کو ظاہر کرے گی۔

پس حق یہ ہے کہ یہ شرط ہی لغو ہے، اور نفس الامر کے بیان کو طرف داری نہیں

کہتے، جیسا جناب پولوس بیوقوف نہ بننے کی علت یوں لکھتے ہیں:

"اس لئے کہ میں سچائی سے بولتا"۔

تیسری غلطی

تیسری غلطی یہ ہے کہ دوسرے حصہ میں لکھتا ہے (صفحہ ۷و۸):

"پیشین گوئی کے طور پر موسیٰ نے توریت میں بہت سی باتیں لکھی ہیں، خصوصاً خداوند یسوع کے متولد ہونے کی اور تکلیفات پانے کے، اور جہاں کے بخشش کے لئے کفارہ ہونے کی اور خلق اللہ کے اس کی معرفت سے نجات پانے کی خبر دی ہے"۔

یہ صریح بہتان ہے، موسیٰ کی پانچویں کتابوں میں کہیں اس قسم کی پیشینگوئی نہیں، اور کہیں اس بات کا پتا نہیں لگتا کہ عیسیٰ تکلیفات پاویں گے، اور جہان کی بخشش کے لئے کفارہ ہوں گے۔

چوتھی غلطی

چوتھی غلطی یہ ہے کہ اسی دوسرے حصہ میں لکھتا ہے (صفحہ ۸):

"موسیٰ پر کسی بات کی طرف داری توریت سے ثابت نہیں ہوتی"۔

اس کے زعم کے موافق یہ بھی غلط ہے، کیوں کہ جسے یہ طرف داری سمجھتا ہے توریت میں مصرح ہے، جیسا کہ دوسری غلطی کے بیان میں ذکر اس کا گذرا۔

پانچویں غلطی

پانچویں غلطی یہ ہے کہ اسی دوسرے حصے میں لکھتا ہے (صفحہ ۹):

"اور خداوند یسوع پر کسی بات کی طرف داری نہیں ہوسکتی"۔

اور یہ اس کے زعم کے موافق ایسا غلط ہے کہ جس کی کچھ حد نہیں، خداوند یسوع

کے موافق تو کسی پر بھی طرف داری ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ دوسری غلطی کے بیان میں اس کا بیان بھی گذرا، اور وہاں یہ بھی ثابت ہو چکا کہ جناب پولوس بھی لتاڑے گئے۔

چھٹی غلطی

چھٹی غلطی یہ ہے کہ اسی دوسرے حصہ میں لکھتا ہے (صفحہ ۹):

"کہ خداوند یسوع پر کسی طرح کی طرفداری نہیں ہے، مگر سب باتیں جو واجبی اور درست اور عقل کے نزدیک حق ہیں سو فرمائیں"۔

اور یہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ طرف داری کا حال تو ابھی گذرا اور عقل کے نزدیک ان سب باتوں کے حق ہونے کا یہ حال ہے کہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث سے (جس کے اب جمہور عیسائی معتقد ہیں، اور مدعی ہیں کہ انجیل میں ایسے قول بہت ہیں جن سے یہ ثابت ہوتی ہے اور جناب مسیحؑ اور حواریوں ہی نے انہیں فرمایا ہے) کوئی نادرست بات عقل کے نزدیک نہیں۔

جیسا کہ بارہا اس کا بیان گذرا، اور خود اس کے معتقد معترف ہیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

ساتویں غلطی

ساتویں غلطی یہ ہے کہ اسی دوسرے حصے میں لکھتا ہے (صفحہ ۹):

"موسیٰؑ کے زمانہ سے پیشتر جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے فرمایا تھا، اس کے مطابق موسیٰؑ کی توریت میں بھی بیان کیا نہ کہ اس کے برخلاف"۔

یہ بھی غلط ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح علیہما السلام کو صاف صاف حکم دیا تھا کہ سب جاندار، درندے اور پرندے اور دریائی اور صحرائی تمہارے

لئے حلال ہیں، اور توریت میں بنی اسرائیل کے لئے ہزار ہا جاندار کو حرام کیا، چنانچہ اس کی تفصیل قوانین اور استثنا کی کتاب میں ہے، اور حضرت ابراہیم نے اپنی علاتی بہن سارہ سے نکاح کیا تھا، اور بلاشک اس پر مہربان تھے، اور کتاب پیدائش کے رو سے خدا کی مہربانی بھی سارہ پر تھی، اور حضرت موسیٰ نے علاتی بہن سے نکاح حرام لکھا، اور ایسے نکاح کرنے والے پر قتل کا فتویٰ دیا، اور ملعون ٹھہرایا، اور اسی طرح اور بہت باتیں ہیں جن کا ذکر انشاء اللہ چودہویں سوال کے جواب میں آتا ہے اور ایک قربانی کے موافقت سے جس سے وہ لوگوں کو دھوکا دیتا ہے کہ آدمؑ کے عہد سے موسیٰؑ کے عہد تک جاری رہے، سب احکام میں موافقت نہیں لازم آتی۔

آٹھویں غلطی

آٹھویں غلطی یہ ہے کہ اسی دوسرے حصہ میں لکھتا ہے (صفحہ ۱۰):

''اسی طرح خداوند یسوع نے خدا کی اگلی کتابوں کو قائم رکھا، اور ان کے مطابق فرمایا''۔

کہتا ہوں میں یہ بھی غلط ہے اور ایسی غلطی ہے کہ ''میزان الحق'' کے مؤلف جیسے پادری کو مجمع عام میں میرے مباحثہ میں اقرار کرنا پڑا کہ فی الحقیقت توریت کے احکام عیسائی ملت میں منسوخ ہیں، اور جس کو اس کی تشریح منظور ہو اس کتاب میں چودہویں سوال کے جواب کو دیکھے یا مباحثہ کے رسالے جو دلی اور اکبر آباد میں چھپے ہیں ان کو ملاحظہ کرے۔

نویں غلطی

نویں غلطی یہ ہے کہ تیسرے حصے میں لکھتا ہے (صفحہ ۱۳ او ۱۴):

''یہاں تک لکھا ہے کہ اگر محمد دوسرے کی جورو کو چاہے تو اس کے لئے وہ

حلال ہے، اور اس کے شوہر کو حرام ہے''۔

اور یہ صریح غلطی اور بہتان ہے، یہ کاذب بتلاوے کہ ایسا حکم کہاں لکھا ہوا ہے، ایسا حکم تو نہ کہیں قرآن کے اندر اور نہ کسی صحیح حدیث میں پایا جاتا ہے، لیکن یہ غریب معذور ہے، اگر پادری ایسا جھوٹ بولیں تو کون جاہل مسلمان دھوکا کھاوے، اور ''تحقیق دین حق'' والا بھی اس جگہ اس پادری صاحب کی طرح جھوٹ بولتا ہے اور ''رد اللغو'' والا تو اس جگہ سراسر لغو بولتا ہے جس کو منظور ہو ازالۃ الاوہام کے چوتھے باب کی دوسری فصل میں تیسرے طعن کے جواب میں دیکھ لے، اور اس کے بعد جو یہ پادری زینبؓ کے نکاح کے بابت طعن کرتا ہے، اس کا جواب بھی اسی جگہ دیکھیے۔

دسویں غلطی

دسویں غلطی یہ ہے کہ شق القمر کے معجزے کی بابت لکھتا ہے (صفحہ ۱۶):

''ثابت نہیں ہوتا کہ محمد سے یہ معجزہ ہوا، اور نہ تفسیروں سے ثابت ہو سکتا ہے''۔

اور یہ بھی غلط ہے، اور اس کی غلطی کا بیان ابھی جلد گذرا۔

گیارہویں غلطی

گیارہویں غلطی یہ ہے کہ اسی تیسرے حصہ میں لکھتا ہے (صفحہ ۱۵):

''۱۵ سیپارے میں کئی سوالات کے جواب میں لکھا ہے کہ شکر اللہ تعالی کا میں انسان سے فرق نہیں ہوں، حواری کے مانند بھیجا گیا''۔

یہ بھی غلط ہے، کیونکہ پندرہویں سپارے میں ایسی کوئی آیت نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو، شاید اس غریب سے کسی ہندو منشی یا کالج کے کسی طالب علم نے کہہ دیا ہوگا۔

بارہویں غلطی

بارہویں غلطی یہ ہے کہ اسی تیسرے حصے میں لکھتا ہے (صفحہ ۱۸):

''محمد نے خود اقرار کیا کہ مجھ میں کرامات کی طاقت نہیں ہے، مگر یسوع مسیح کی کرامات بے شمار ہیں''۔

یہ بھی غلط اور جھوٹ ہے، قرآن یا حدیث میں کہیں ایسا جملہ نہیں کہ جس کے یہ معنی ہوں۔

تیرہویں غلطی

تیرہویں غلطی یہ ہے کہ چوتھے حصہ میں لکھا ہے (صفحہ ۲۱):

''توریت اور انجیل مقدس میں فرمایا ہے کہ ایک جورو کے سوا اس کے جیتے جی دوسری شادی کرنا، ناروا ہے''۔

یہ بھی غلط ہے، اور توریت کا حوالہ محض جھوٹ ہے، یہ متعصب بتلا دے کہ موسیٰ کی پانچوں کتابوں میں سے کس کتاب میں لکھا ہے؟ البتہ حضرت موسیٰ نے ایک بہن کے جیتے دوسری بہن سے تو نکاح ناروا لکھا ہے، مگر یہ کہاں اور اس کا عام حکم کہاں؟ بلکہ توریت کی ایک جگہ سے بھی اس بات کی ممانعت نہیں سمجھی جاتی، اور جواز اس کا بہت جگہ سے ثابت ہوتا ہے، مثلاً کتاب استثناء کے اکیسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

''۱۰۔ اور جب تو قتال کے لئے اپنے دشمنوں پر خروج کرے، اور یہواہ تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھوں میں گرفتار کرے، اور تو انہیں اسیر کر لائے۔

۱۱۔ اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے، اور تیرا جی اس پر چلے کہ تو اسے اپنی جورو کرے۔

۱۲۔ تو تو اُسے اپنے گھر میں لا، اس کا سر منڈوا، اور ناخن کٹوا۔

۱۳۔ تو وہ اسیری کا لباس اتارے اور گھر میں رہے، اور کامل مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے، بعد اس کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اور

اس کا خصم (شوہر) بن، وہ تیری جورو بنے"۔

دیکھو اس میں حضرت موسیٰ ہر مرد اسرائیلی کو، نبی ہو یا غیر نبی، اجازت دیتے ہیں کہ جس کافر کی بیٹی کو جہاد میں وہ پکڑ پائے تو اس کو بلا تکلف جورو بنانا جائز ہے، اور چونکہ اس میں مجرد ہونا، اس شخص کا شرط نہیں، اور نہ کچھ شمار عورتوں کی قید ہے، تو ہر شخص اسرائیلی کو نبی ہو یا غیر نبی، جورو والا ہو یا مجرد، اجازت ہوئی کہ جس قدر چاہے، ایسے جوروئیں بنالے، پھر اسی باب میں ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۵۔ اگر کسی کے دو جوروآں ہوں کہ ایک محبوب اور دوسری مبغوض ہو، اور محبوب اور مبغوض دونوں سے لڑکے ہوں۔

۱۷۔ وہ مبغوض کے پہلوٹے بیٹے کو قبول کرے" الخ۔

اس میں دو عورتوں کے جواز کا اشارہ ہے۔

اور کتاب شمار کے اکتیسویں باب میں ان اسیروں کے حق میں جو جہاد میں پکڑے آئے تھے، حضرت موسیٰ کا حکم یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"۱۷۔ ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو، اور ہر ایک رنڈی کو جو مرد کے ساتھ سونا جانتی ہے جان سے مارو۔

۱۸۔ لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کے ساتھ سونا نہیں جانتی ہیں ان کو اپنے لئے رہنے دو۔

دیکھو یہاں لڑکوں کے اور غیر کنواری عورتیں کے گلے پر چھری پھری، اور عورتیں کنواری مزا اڑانے کو رکھی گئیں، اور اسی طرح اور بھی باتیں جھوٹی اور لغو اس رسالے میں ہیں۔

ساتواں سوال

قرآن میں لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ کو معجزات کے اظہار کے لئے نہیں بھیجا، بلکہ محض وعظ کے لئے، اس صورت میں باوجود بے اختیاری کے ان سے اظہار معجزات کا کیوں کر ہوا؟

جواب

پہلے سوال کے جواب میں وضاحت سے بیان ہو چکا کہ قرآن سے حضرت ﷺ کے معجزے تفصیل اور اجمال کی راہ سے ثابت ہیں، اور دونوں طریق سے ان کے ثبوت میں شک نہیں، اور قرآن کی کسی آیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا یا نہ ہوگا، ہاں بعض آیتوں میں بعضے ان خاص معجزات سے جن کو کافر لوگ محض عناد سے ضد کر کے مطالبہ کرتے تھے انکار مذکور ہے، انہیں کو پادری لوگ جاہلوں کے مغالطے دینے کو پیش کیا کرتے ہیں، شاید سائل نے بھی انہیں بعضے آیات میں سے کسی آیت سے ٹھوکر کھائی ہوگی، جو اپنے زعم میں معجزات کی نسبت ذات رسالت کو ایسا سمجھا۔

اور عنقریب واضح ہو جائے گا کہ ان آیتوں سے استدلال کرنا، اور ان کو مطلق معجزے کی نفی کی دلیل سمجھنا غلط ہے، اور یہ امر ایسا ہے کہ کوئی آدمی انجیل کے بعضے درسوں سے استدلال کرے کہ جناب مسیحؑ سے بالکل معجزہ صادر نہیں ہوا، اور اسی طرح

حواریوں سے کوئی کرامت ظہور میں نہیں آئی، اور انجیل کے اور درسوں کو جن میں جناب مسیحؑ سے معجزات کے صدور کا یا حواریوں کے کرامات کے ظہور کا بیان ہوا ہے، نظر انداز کر دے، اور ناظرین کی تنبیہ کے لئے ایسے آٹھ مقامات انجیل سے نقل کرتا ہوں:

پہلا مقام

مرقس کی انجیل کے آٹھویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۱۱۔ تب فروسی نکلے، اور اس سے حجت کر کے اس کے امتحان کے لئے کوئی آسمانی نشان طلب کیا۔

۱۲۔ اس نے دل سے آہ مار کے کہا: اس زمانے کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں؟ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دکھایا نہ جائے گا۔

۱۳۔ اور وہ ان سے جدا ہو کے پھر کشتی پر چڑھ کے پار گیا"۔

اور یہ جملہ "میں تم سے سچ کہتا ہوں" اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

"بدرستیکہ بہ شما میگویم کہ ہیچ آیت بایں طبقہ دادہ نخواہد شد"۔

(عربیہ ۱۸۴۶ء):

"إني أقول لكم إنه لن توهبن لهذا الجيل آية"

دیکھو جناب مسیحؑ نے فروسیوں کو کہ حجت اور امتحان کے طور پر کوئی آسمانی معجزہ مانگتے تھے، نہ کوئی معجزہ دکھلایا، اور نہ کسی اپنے اگلے معجزے کا حوالہ دیا، بلکہ الٹا ایسا قول فرمایا کہ جس سے ظاہر میں یوں سمجھا جاتا ہے کہ اس فرمانے کے بعد جناب مسیحؑ سے کوئی معجزہ کسی کے سامنے صادر نہ ہوا ہو، اس لئے کہ یہ الفاظ "اس زمانے کے لوگوں کو"

جناب مسیحؑ کے سب ہم عہدوں کو، کیا یہودی کیا غیر یہودی شامل ہیں، اور اس طرح یہ الفاظ "کوئی نشان" یا "ہیچ آیت" ہر معجزے کو جو کسی طرح کا ہو شامل ہیں، اور اس قول کے ظاہر کے موافق لازم آتا ہے کہ بعض معجزات کا صدور جو مرقس نے اس کے بعد نقل کیا ہے صحیح نہیں، ورنہ یہ قول "میں تم سے سچ کہتا ہوں الخ" سچ نہ ہوگا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ کبھی پیغمبر لوگ ایسے منکروں کو جن کی غرض حجت اور امتحان ہو معجزہ نہیں دکھلاتے، اور نہ ان کے جواب میں کسی اپنے پہلے دکھلائے ہوئے معجزے کا حوالہ دیتے ہیں، بلکہ الٹا ایسا انکار کرتے ہیں کہ ظاہر میں اس سے دوام کے لئے سمجھا جائے۔

دوسرا مقام

لوقا کی انجیل کے تیئسویں باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"ہیرودیسوع کو دیکھ کے بہت خوش ہوا کیونکہ بہت دن سے اسے دیکھنا چاہتا تھا، کہ اس نے اس کی بہت سی باتیں سنی تھیں، اور اس امید میں تھا کہ اس کے کسی معجزے کو دیکھے۔

۹۔ اس نے اس سے بہتیرے سوال کئے، پر یسوع نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔

۱۰۔ اور سردار اماموں اور کاتبوں نے کھڑے ہو کے اس پر بہت سی نالشیں کیں۔

۱۱۔ تب ہیرود اور اس کے لشکر نے اسے حقیر کر کے ٹھٹا کیا"۔

اور یہ جملہ "اور اس امید میں تھا کہ اس کے کسی معجزے کو دیکھے" اور یہ جملہ "پر یسوع نے اس کو الخ" اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء

۱۸۴۲ء):

"وامیدوار بود کہ از و معجزہ دیدہ باشد واو مطلقاً جوابش نداد"۔

(عربیہ ۱۸۲۶ء):

"وكان يرجو أن يرى بعض مايصدر منه من المعجزات لكنه لم يجبه بشئ"۔

دیکھو اس عبارت کے موافق جناب مسیحؑ نے ہیرود کو باوجودیکہ ان کے دیکھنے سے بہت خوش ہوا تھا، اور امیدوار اور مشتاق تھا کہ کوئی معجزہ دیکھے، کوئی معجزہ نہ دکھلایا، بلکہ اس کے کسی سوال کا جواب بھی نہ دیا کہ اس پر اس مردود نے اور اس کے لشکر نے جناب مسیحؑ کو حقیر سمجھا، اور ٹھٹا کیا، اور اغلب یہ تھا کہ اگر کوئی معجزہ دیکھتا، تو وہ اور اس کا لشکر اس بے ادبی سے باز رہتا، اور نالشیوں کو الزام دیتا۔

پس اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کبھی انبیاء علیہم السلام باوجود اشتیاق اور امید منکروں کے ان کو معجزہ نہیں دکھلاتے، گو اس پر ان کی بے عزتی بھی ہو جائے، اور کافر استہزا سے پیش آویں۔

تیسرا مقام

متی کی انجیل کے چوتھے باب میں ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء):

"۳۔ تب امتحان کرنے والے نے اس (کے) پاس آ کر کہا: اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ کہ یہ پتھر روٹی بن جاویں۔

۴۔ پر اس نے اس کے جواب میں کہا کہ لکھا ہے: آدمی خالی روٹی سے نہیں بلکہ ہر حکم سے جو خدا کے منہ سے نکلتا ہے جیتا ہے۔

۵۔ اس وقت شیطان اسے شہر مقدس میں لے گیا، اور بڑی عبادت گاہ

کے کنگرے پر کھڑا کر کے اس سے کہا۔

۶۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو آپ کو نیچے گرا دے کہ یوں لکھا ہے، وہ اپنے فرشتوں کو تیرے لئے حکم کرے گا، اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے، تا ایسا نہ ہو کہ تیرا پاؤں پتھر پر لگے۔

۷۔ تب یسوع نے اس سے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو اللہ کو جو تیرا خدا ہے امتحان مت کر"۔

دیکھو اس عبارت کے موافق جناب مسیحؑ نے شیطان کے جواب میں دونوں امر خارق عادت کے دکھلانے سے جس کا وہ طالب تھا انکار کیا، اور دوسرے میں عبودیت کے تقاضے کے موافق یہ بھی فرمایا کہ "بندے کو لائق نہیں کہ خدا کا امتحان کرے" اور یہ حق ہے، اور اس میں نبی اور غیر نبی برابر ہیں، اور حضرت موسیٰ بھی کتاب استثناء کے چھٹے باب کے سولہویں درس میں کہ جناب مسیح بھی غالباً اسی کا حوالہ دیتے ہیں، ایسا ہی کچھ فرما گئے ہیں (نسخہ ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۹ء):

"تم یہوواہ اپنے خدا کو مت آزمائیو" الخ۔

چوتھا مقام

متی کی انجیل کے چھبیسویں باب میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"تب انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا، اور اسے گھونسے مارے، اوروں نے طمانچہ مار کے یہ کہا۔

"۶۸۔ اے مسیح! ہمیں نبوت سے خبر دے، یہ جو تجھے طمانچہ مارتا ہے کون ہے"۔

دیکھو اس جگہ منکر استہزا اسے کہتے تھے کہ نبوت کی راہ سے خبر دے، حالانکہ جناب مسیحؑ نے اس پر صبر کیا، اور ان کو خبر نہ دی۔

پس معلوم ہوا کہ اگر منکر استہزا سے کوئی امر خارق عادت طلب کریں انبیاء ان سے اعراض کرتے ہیں، اور ان کی اس گستاخی اور جہالت پر صبر فرماتے ہیں۔

پانچواں مقام

متی کی انجیل کے ستائیسویں باب میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"۴۱۔ اسی طرح سے سردار اماموں نے بھی کاتبوں اور مشائخ کے ساتھ اس سے ہنسی سے کہا۔

۴۲۔ کہ اوروں کو بچایا، اور اپنے تئیں بچا نہیں سکتا، اگر وہ اسرائیل کا بادشاہ ہے، تو آپ صلیب پر سے اتر آوے تب ہم اس پر ایمان لاویں گے"۔

دیکھو اس کے موافق سردار امام اور کاتب اور مشائخ جو یہودیوں کے فرقے کے پیشوا اور عالم تھے وعدہ کرتے تھے کہ اگر جناب مسیح صلیب پر سے اتر آویں تو ہم ایمان لے آویں باوجود اس کے جناب مسیحؑ نے یہ امر نہ کیا، اور اس میں کچھ ہرج نہ تھا کہ امر خارق للعادت کے طور پر صلیب سے اتر کے حجت کو پورا کر کے پھر صلیب پر چڑھ جاتے، اور شہادت کا درجہ پاتے کہ اس صورت میں ان منکروں کا منہ بند ہو جاتا، اور الزام پورا ہو جاتا۔

چھٹا مقام

متی کی انجیل کے بارہویں باب میں ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

"۳۸۔ تب بعض کاتبوں اور فروسیوں نے پھر کے کہا: اے مرشد ہم چاہتے ہیں کہ تیرا ایک معجزہ دیکھیں۔

۳۹۔ پر اس نے انہوں کے جواب میں کہا، اس زمانے کے بدذات اور حرام کار لوگ معجزہ ڈھونڈتے ہیں، پر انہیں کوئی معجزہ سوا یونس نبی کے نشان کے

دکھایا نہ جائے گا۔

۴۰۔ کہ جس طرح یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں تھا، اس طرح ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا"۔

اور یہ جملہ "اس زمانے کے بدذات الخ" اور ترجموں میں یوں ہے (فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء ۱۸۴۲ء):

"طبقہ شریر زنا کار آیت را جستجو می نماید وجز آیت یونس پیغمبر ہیچ آیتے بوے دادہ نخواہد شد"۔

دیکھو کاتب اور فریسی کوئی معجزہ طلب کرتے تھے، اس پر جناب مسیحؑ نے انہیں بدذات اور حرامکار فرمایا، اور اس وقت نہ کوئی معجزہ دکھلایا، اور نہ کسی اپنے پہلے معجزے دکھلائے ہوئے کا حوالہ دیا، بلکہ غصے کی راہ سے ایک ایسے معجزے کا وعدہ کیا کہ اول تو متی کی تفسیر کے موافق وہ وعدہ غلط نکل گیا، جیسا کہ انتالیسویں اختلاف کے بیان میں دوسرے سوال کے جواب کے اندر اس غلطی کا بیان گذرا، اور غلطی سے قطع نظر کر کے پھر یہ قباحت ہے کہ فریسیوں اور کاتبوں نے (جو بڑے منکر جناب مسیحؑ کے تھے، اور ان کو فریبیا اور دغاباز بتلاتے تھے، اور جو ان پر ایمان لاتا تھا اسے برا کہتے تھے، اور سمجھاتے تھے کہ تم کیوں فریب میں آتے ہو، کیا کوئی سردار اور فریسی اس پر ایمان لایا ہے، ہاں بعض جاہل جو شریعت سے واقف نہیں وہ فریب کھا گئے ہیں، جیسا اس کتاب کے مقدمہ میں گذرا) یہ معجزہ جس کا وعدہ تھا، بچشم خود نہیں دیکھا، تاکہ ان کی نسبت یہ وعدہ پورا ہوتا، بلکہ یہودیوں میں تو آج تک مشہور ہے کہ عیسیٰ کے شاگرد اس کی لاش کو قبر میں سے چرا لے گئے، بہر حال متی کی تفسیر کو غلط کہو یا غلط نہ کہو، اس سے معلوم ہوا کہ کبھی پیغمبر لوگ منکروں کی خواہش کے موافق معجزہ نہیں دکھلاتے، اور نہ اس وقت ان کے جواب میں کسی اپنے پہلے معجزے کا حوالہ دیتے ہیں۔

ساتواں مقام

یوحنا کے چھٹے باب میں جناب مسیحؑ کی گفتگو یہودیوں کے ساتھ اس طرح منقول ہے (نسخہ ہائے مذکورہ):

”۲۸۔ انہوں نے اس سے کہا ہم کیا کریں تا کہ خدا کے کام بجالاویں۔

۲۹۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا خدا کا کام یہ ہے کہ تم اس پر جسے اس نے بھیجا ایمان لاؤ۔

۳۰۔ انہوں نے اس سے کہا پس تو کون سا معجزہ دکھاتا ہے کہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں۔

دیکھو اس جگہ جب جناب مسیحؑ نے اپنے تئیں خدا کا رسول قرار دے کر یہودیوں سے ایمان لانے کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ تو کون سا معجزہ دکھلاتا ہے کہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں؟ اس پر جناب مسیح نے اس وقت نہ کوئی معجزہ دکھلایا، اور اب ان کے جواب میں نہ کسی پہلے معجزے کا حوالہ دیا، بلکہ اور باتوں میں ڈال کر ٹال دیا، جیسا اس باب کے ملاحظہ سے صاف ظاہر ہے، اور یہودیوں کے قول سے سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے آگے اگر کوئی معجزہ دیکھا بھی ہوگا، تو اسے عناد سے بمنزلہ عدم کے سمجھتے تھے۔

آٹھواں مقام

عیسائیوں کے پولوس مقدس گرنتھیوں کے پہلے نامہ کے پہلے باب میں لکھتے ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء):

”۲۲۔ جب کہ یہودی کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں، اور یونانی لوگ حکمت کی تلاش کرتے ہیں۔

۲۳۔ہم مصلوب مسیحؑ کا وعظ کرتے ہیں کہ اگر چہ وہ یہودیوں کے حق میں ٹھوکر کے پتھر اور یونانیوں کے حق میں نادانی ہے الخ۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء):

۲۲۔"ہر چند یہود متفحص آیت و یونانیاں جویائی حکمت اند۔
۲۳۔لیکن ماندامی کنیم بہ مسیح مصلوب الخ۔

(عربیہ ۱۶۷۱ء و ۱۸۲۱ء):

"۲۲۔لأن اليهود يطلبون الآيات واليونانيون يطلبون الحكمة۔
۲۳۔ فأمانحن فإننا نبشر بالمسيح مصلوباً الخ۔

(عربیہ ۱۸۲۶ء):

۲۲۔ "فإن اليهود يسألون معجزة واليونانيون يطلبون حكمة۔
۲۳۔ ونحن نكرز بالمسيح المصلوب الخ"۔

اس میں صاف لکھا ہوا ہے کہ جب یہودی کوئی معجزہ طلب کرتے ہیں، تو ہم مصلوب مسیحؑ کا وعظ کرنے لگتے ہیں، اور چونکہ لفظ "ھم" اور "ما" اور "نحن" کا متکلم مع الغیر کی ضمیر ہے، تو دلالت کرتا ہے کہ کچھ عیسائیوں کے مقدس ہی پر منحصر نہیں، سارے حواریوں کا یہی حال تھا کہ جب یہودی معجزہ مانگتے تھے ان کا جواب یہی تھا کہ وعظ کرنے لگتے تھے، تو دیکھو یہودی حواریوں کے زمانے تک معجزہ مانگتے رہے، اور ان کے طلب پر نہ کبھی جناب مسیحؑ نے معجزہ دکھلایا، اور نہ حواریوں نے۔

شاید ان کے اہل علم کے ٹھوکر کھانے اور جناب مسیحؑ پر ایمان نہ لانے کا ایک

سبب یہ بھی ہوا، اوران یونانیوں کی نسبت جو حکمت کے متلاشی تھے یہ احتمال قوی ہے کہ انہوں نے بچشم خود حواریوں کی کوئی کرامت نہ دیکھی تھی، اور نہ ان کو ثقوں (قابل اعتماد افراد) کی روایت سے یہ بات ثابت ہوئی ہوگی، اور رذیل جہال کے قول کو کہ (اگلے اکثر عیسائی ایسے ہی تھے) اعتبار نہ کرتے ہوں گے، ورنہ نادانی اور حماقت نہ بتلاتے۔(۱)

بھلا اب اگر کوئی منکر عبارت مذکورۂ بالا سے سند پکڑے کہ جناب مسیح کو معجزے دکھلانے کی طاقت نہ تھی، ورنہ ضرور ہیرودو کو کہ بڑا مشتاق تھا، اور فروسیوں کو اور یہودیوں کو دکھلاتے، اور اسی طرح پولوس اور حواریوں کو بھی کرامت کی طاقت نہ تھی، بلکہ ان کا کام صرف وعظ تھا، اور بس، تو کیا یہ بات اس منکر کی پادریوں کے نزدیک تعصب یا جہالت پر محمول نہ ہوگی؟ اسی طرح جو شخص کہ قرآن کی بعض آیتوں سے

---

(۱) اس رسالے میں جس کا نام "رونصاریٰ" ہے، اوراس میں ایک عیسائی اور ایک فاضل کی اس گفتگو کو حال لکھا ہوا ہے جس کے بعد وہ عیسائی مسلمان ہوگیا تھا، اوراس کا نام مرزاہدایت بیگ رکھا گیا تھا، ٹریال ببل کے حوالہ سے یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۷ء صفحہ ۲۵):

"ایک روز یہودی موئے (مرے) ہوئے لڑکے کو پہاڑ پر عیسیٰ پاس لے گئے، اور کہنے لگے، اے عیسیٰ تو تو معجزہ دکھلاتا ہے، اور مردوں کو زندہ کرتا ہے، اس کو بھی جلا، تاہم تیرا معجزہ دیکھیں، اور تجھ پر ایمان لائیں، اور تیرے تابعدار بنیں، غرض دس روز بعد یہودی پھر پہاڑ پر گئے، اور دیکھا کہ وہ لڑکا گلا ہوا، اور درندے کھائے ہوا پڑا ہے۔

پس سبھوں نے اکٹھے ہوکے عیسیٰ کے مشکیں باندھ کوڑے مارتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ:

"تیرا معجزہ بتلانا کیا ہوا؟ اور تیری نبوت کا زور کہاں گیا؟ یقینی تو ساحر و مکار ہے؟ اور مکر کرتا ہے"۔

اس جگہ تک بعینہ عبارت اس رسالے کی ہے، اگر یہ نقل اصل کے مطابق ہے تو یہ نواں مقام کارآمدنی ہے۔۱۲منہ"۔

استدلال کرے، اور ان آیتوں کو جن کا ذکر ہم نے پہلے سوال کے جواب میں کیا، اور ان صحیح حدیثوں کو جن میں حضرت کے معجزات کا تفصیلاً بیان ہے، نظر انداز کرے تو کیا یہ بھی اس منکر کی طرح متعصب بیجا نہ ٹھہرے گا؟ ہاں! یقیناً ٹھہرے گا، اور احادیث کے صحت کا اثبات دوسرے سوال کے جواب میں گذرا۔

اور سچ یہ ہے کہ اگر پادری لوگ انصاف کرتے اور عرب کی زبان اور قرآن کے طرز بیان سے ناآشنائی سے سبب بعضے آیتوں کے مضمون کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتے تو ان کو اس قدر سوال کرنے کا حق پہنچتا تھا کہ قرآن کی بعضے آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد ﷺ سے معجزے صادر ہوئے، اور بعضے آیتوں سے اس کی نفی سمجھی جاتی ہے تو ان آیتوں میں بظاہر تناقض ہے، تطبیق ان میں کس طرح دینی چاہیئے؟ مگر انہوں نے تو انصاف کی آنکھ بالکل بند کر کے دیدہ ودانستہ جاہلوں کے بہکانے کے لئے وہ طریقہ اختیار کیا جو تعجب کے قابل ہے۔

اور الزاماً کہا جاتا ہے کہ اگر بالفرض حضرت سے کوئی بھی معجزہ صادر نہ ہوتا تو بھی عیسائیوں کو گرفت کی جگہ نہ تھی، اور نہ ان کی نبوت کو یہ بات کچھ مخدوش کرتی، اس لئے کہ ان کی مقدس کتابوں کے موافق جیسا کہ معجزات کا صدور دلیل نبوت کی نہیں، بلکہ ایمان کی دلیل بھی نہیں، جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں وضاحت سے گذرا، ایسے ہی معجزات کا صادر نہ ہونا عدم نبوت کی بھی دلیل نہیں۔

دیکھو حضرت یحییٰ کے حق میں جن کو متی کی انجیل کے چودھویں باب کے پانچویں درس اور اکیسویں باب کے چھبیسویں درس اور لوقا کی انجیل کے بیسویں باب کے چھٹے درس کے مطابق جناب مسیح کے سبب ہم عہد پیغمبر جانتے تھے، اور حضرت مسیحؑ کی گواہی کے موافق جو لوقا کے انجیل کے ساتویں باب کے اٹھائیسویں درس میں

منقول ہے، ان سے کوئی پیغمبر (۱) بڑا نہیں اور اب تک یہودی اور سارے عیسائی اور سارے اہل اسلام ان کو نبی جانتے ہیں، یوحنا کی انجیل کے دسویں باب کے اکتالیسویں درس میں بہت آدمیوں کی گواہی جناب مسیحؑ کے سامنے یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء ۱۸۴۶ء):

"اور بہتیروں نے اس کے پاس جاکے (کہا) کہ یحییٰ نے کوئی معجزا نہیں دکھایا" الخ۔

(فارسیہ ۱۸۱۶ و ۱۸۲۸ و ۱۸۴۱ و ۱۸۴۲ء):

"بسیارے بنزدش آمدند و گفتند بدرستیکہ یحییٰ ہیچ معجزہ نہ نمود" الخ۔

(عربیہ ۱۸۲۶ء):

"فجاء إليه كثيرون وقالوا إن يحيىٰ لم يظهر لنا معجزة" الخ۔

---

(۱) اور درس مذکورہ یوں ہیں (نسخہ ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۶ء ۵ باب ۱۴ متی):

"جب اس نے (یعنی ہیرودنے) اسے مار ڈالنا چاہا تو لوگوں سے ڈرا کہ وہ اسے (یعنی یحییٰ کو) نبی جانتے تھے"۔

(متی ۲۶ باب ۲۱):

"۲۱۔ اور اگر ہم کہیں آدمیوں سے تو ہم جماعتوں سے ڈرتے ہیں کہ سب یحییٰ کو نبی جانتے ہیں"۔

(۶ باب ۲۰ لوقا):

"اور اگر ہم کہیں آدمیوں سے سب لوگ ہمیں سنگسار کریں گے، کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ یحییٰ نبی تھا"۔

(۲۸ باب ۷ لوقا):

"میں تم سے کہتا ہوں کہ ان کے درمیان جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں کوئی نبی یحییٰ غوطہ دلانے والے سے بڑا نہیں"۔ الخ ۱۲ منہ

پس ہماری اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ عیسائیوں کے اصول کے موافق اولاً معجزے کا صدور نبوت کے شرط نہیں، اور نہ اس کا وجود نبوت کی دلیل ہے، بلکہ ایمان کی بھی سند نہیں، چہ جائیکہ معجزات کے ظہور کا اتصال نبوت کی شرط نکلے، یا بعض خاص معجزات مطلوبۂ کفار کا ظاہر نہ ہونا، نبوت کے لئے قادح بنے گو وہ شوق سے طلب کرتے ہوں، اور اس کے صدور کے امیدوار ہوں، اور ان کو کسی طرح کی حجت یا استہزا یا امتحان یا تمسخر منظور نہ ہو، چہ جائیکہ حجت اور عناد کی راہ سے طلب کرتے ہوں یا ان کو تمسخر اور استہزا منظور ہو۔

اور جناب مسیحؑ نے بھی فروسیوں اور صدوقیوں کو جو حجت کر کے امتحان کی راہ سے معجزہ طلب کرتے تھے اس وقت نہ اپنا کوئی معجزہ دکھلایا، اور نہ ان کے جواب میں کسی اپنے پرانے معجزے کا حوالہ دیا، بلکہ کبھی تو الٹا ایسا قول فرمایا کہ ظاہر میں اس سے ہمیشہ کے واسطے انکار سمجھا جائے اور کبھی انکار کے بعد ایسے معجزے کا وعدہ کیا کہ خود اس انجیل کے موافق صادق نہ نکلا، اور اگر بالفرض صادق بھی مانا جاوے تو بھی اس کا ظہور منکروں کے حضور جو اس کے طالب تھے نہ ہوا کہ ان پر الزام ہوتا (حجت قائم ہوتی)۔

اور اسی طرح ہیرود کو جو جناب مسیحؑ کے دیکھنے سے خوش ہوا تھا، اور ان کے معجزے دیکھنے کا مشتاق اور امیدوار تھا، اور غالب امید تھی کہ وہ معجزہ دیکھ کر یہودیوں کو جو نالشی تھے، الزام بھی دیتا کوئی معجزہ نہ دکھلایا، بلکہ اس کے کسی سوال کا جواب بھی نہ دیا، اور اس سے اور اس کے لشکر سے اہانت اور تحقیر گوارا رکھی، اور اپنا ٹھٹا کرایا، اور شیطان سے بھی جو دو معجزوں کا طالب تھا انکار کیا، اور عبودیت کے موافق فرمایا کہ بندے کو نہ چاہیئے کہ خدا کا امتحان کرے، اور اسی طرح ان منکروں کے مقابلے میں جو منھ پر تھوکتے تھے، اور طمانچے مارتے تھے، اور معجزہ طلب کرتے تھے، بالکل سکوت کیا، اور

ان کی جہالت پر صبر فرمایا۔

اور اسی طرح صلیب کے وقت سردار اماموں اور کاتبوں اور مشائخ کے مقابلے میں باوجودیکہ وہ طعن کرتے تھے، اور چڑھاتے تھے، اور وعدہ کرتے تھے کہ اگر صلیب سے اتر آؤ تو ہم ایمان لاتے ہیں سکوت کیا، اور ان پر الزام کے طور بھی اس وقت حجت پوری نہ کی، اور اسی طرح ان یہودیوں کے مقابلے میں بھی جو کہتے تھے کہ تو کون سا معجزہ دکھاتا ہے کہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں، نہ کوئی اس وقت معجزہ دکھلایا، اور نہ اس وقت ان کے جواب میں کسی اپنے معجزے کا حوالہ دیا، بلکہ اور باتوں میں ڈال کر ٹال دیا، اور اتنا بھی تو نہ کہا کہ بعضے تم میں سے جلد ہی دیکھ چکے ہیں۔

اور جو انصاف کرے گا اس پر یہ تین امر جو تثلیث کے عدد متبرک کے موافق ہیں آفتاب کی طرح ظاہر ہوں گے۔

تین کارآمد امور کا بیان

پہلا امر

یہ کہ پیغمبر لوگ بھی چونکہ بندے ہیں تو وہ بھی جتنا اپنی عبودیت کا اظہار کریں، تو کچھ تعجب نہیں، جیسا کہ جناب مسیحؑ نے شیطان کے مقابلے میں کیا، اور اسی طرح ان لوگوں سے جو بعضے وقت معجزہ صادر ہوتا ہے، اور بعضے وقت نہیں، باوجودیکہ اس وقت میں بعضے دفعہ مخالف اور منکر طعن اور طنز سے پیش آتے ہیں، اور بعض دفعہ اہانت اور تحقیر اور استہزا کرتے ہیں، جیسا یہود اور ہیرود اور اس کے لشکر کی طرف سے جناب مسیحؑ کی نسبت ظہور میں آیا، اور ان باتوں سے ان کے پیروکاروں کو اپنے مخالفوں کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہیں، تو یہ بات اس کی دلیل ہے کہ یہ لوگ جادو، اور طلسم اور نیرنج

(شعبدہ) والے نہیں، کیونکہ ان چیزوں کی مہارت والوں کو امور عجیبہ کا اظہار کرنا ایسا اختیاری ہوتا ہے، جیسا ہم لوگوں کو کھانا پینا، لکھنا پڑھنا، کہ مال اور جاہ اور عزت اور آبرو کے حصول کی امید کے وقت یا ان چیزوں کے زوال کے خوف کے وقت لازماً ان کرتبوں کو ظاہر کرنا پڑتا ہے، اور اسی سبب سے بعضے وقت اللہ تعالیٰ مخالف کے سامنے پیغمبر کو لڑائی میں شکست بھی دلوا دیتا ہے، گو آخر میں حق ہی کو غالب کر دیتا ہے۔

دوسرا امر

دوسرا امر یہ ہے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو دانشمند جانتے ہیں، یا کچھ علوم عقلیہ سے واقف ہیں، اور بھوت پریت اور سحر اور کہانت اور جن کی آشنائی سے واقف نہیں ہوتے، اگر ان کے سامنے ہزار کہو کہ ہم نے بھوت پریت کے ایسے کرشمے یا جادو کے ایسے چھل بل یا جن کی آشنائی کے ایسے عجائب دیکھے، تو وہ ہرگز اعتبار نہیں کرتے، بلکہ ایسے کہنے والے کو اگر اس کی صداقت کا اعتماد نہ ہو تو بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں، اور اعتماد کی صورت میں یا تو بے وقوف گنتے ہیں، اور گمان کرتے ہیں کہ بے وقوفی کے سبب ایسے خیال میں پڑ گیا ہوگا یا گمان کرتے ہیں کہ کوئی کرتب ہوگا، یا چالاکی یا بشریت کے سبب وہم ہو گیا ہوگا، اور جس شخص کو ان چیزوں کا تجربہ ہوتا ہے، اور اس نے خوب تحقیق کر لیا ہوتا ہے کہ یہاں کسی طرح کا لاگ اور پھیر نہ تھا، تو اس کو ان چیزوں کا خوب یقین آجاتا ہے، اور وہ حق جانتا ہے، بالخصوص اگر وہ پابند ملت کا بھی ہو، کیونکہ نقل کے رو سے بعض جگہ ان امور کے سچے ہونے میں شک [illegible] گو یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ فریب اور جھوٹ ایسی باتوں میں بہت چلتا ہو۔

اور جب ایسی ایسی واہی باتوں میں کہ جن کو دین اور ملت سے کچھ تعلق نہیں، اور نہ کچھ بڑے تعصب اور حمایت کے سبب ہیں، یہ حال ہو تو معجزات اور کرامات کو جو

ظاہر کے اعتبار سے دین اور ملت کے مدار ہیں، اور ان سے مخالف کے مذہب کی قوت اور اپنے مذہب (کہ اس کا چمار حلال خور کو بھی خواہ مخواہ تعصب ہوتا ہے) کی برائی ظاہر ہوتی ہے، ایسے لوگ دوسروں سے سن کر کب مانتے ہیں، بلکہ اس دین وملت والوں کو گو کیسے ہی ثقہ (قابل اعتماد) ہوں، ان باتوں کی نقل میں غالباً جھوٹا جانتے ہیں، اور بمضمونِ قول مشہور:

پیران نمی پرند و مریدان می پرانند

ایک طرف بناوٹ ان کی مانتے ہیں، اور کبھی بے وقوف سمجھتے ہیں۔

دیکھو یورپ کے ملحدوں کے فرقے کو جن کے علم اور دانشمندی میں شبہ نہیں، انبیاء کے الہام اور معجزات کی نسبت کیا گمان کرتے ہیں کہ دین عیسوی کو ایک کہانی ٹھہراتے ہیں، اور عہد عتیق کے اور جدید کی ساری اعجازی باتوں کو ایک محض جھوٹی گپ خیال کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے سوال کے جواب کے اندر معجزات تفصیلی کے بیان میں تشریح اس کی گذر چکی ہے، اور انجیل میں جو بھوت اور پریت کی تاثیر کا حال یا عہد عتیق میں ایسے ایسے حال کہ ''جن کے آشنا نے سموئیل پیغمبر کو مرنے سے مدت کے بعد جلا کر بلا لیا تھا'' اور مثل اس کے مرقوم ہیں، اس پر استہزا کرتے ہیں۔

تیسرا امر

تیسرا امر یہ ہے کہ جب مخالف کو محض حجت اور عناد منظور ہو، اور اگلی باتوں سے واقف ہو کر پھر مقابلے میں آوے، اور حق اور ناحق کی یکساں تکذیب کرتا ہو، تو اس کے مقابلے میں بعض وقت اعراض مناسب ہوتا ہے، اور ایسا ہی ان لوگوں کے مقابلے میں جن کو استہزا اور تمسخر منظور ہو، جیسا ایسے لوگوں کے مقابلے میں جناب مسیحؑ نے ایسا ہی کچھ کیا ہے، اور ایسے لوگوں کے مقابلے میں جن کا ذکر دوسرے اور تیسرے امر میں

ہوا، جب وہ کسی کرامت کے طالب ہوں یوں کہنا کہ جن لوگوں نے میری کرامات کو دیکھا ہے، اور وہ دیکھ کر ایمان لائے ہیں، پوچھ لو ہرگز بلاغت اور حال کا مقتضی نہیں۔

انکار معجزات کے مغالطوں کا جواب

اور جب یہ سب باتیں معلوم ہوچکیں تو اب میں ان مقامات کو جن سے پادری لوگ عوام کو دھوکا دیتے ہیں، اور میزان الحق کے مؤلف نے تیسرے باب کی چوتھی فصل میں ان کو نقل کیا ہے، نقل کرکے جواب دیتا ہوں۔ وباللّٰہ التوفیق۔

پہلا مقام

سپارے ساتویں کے رکوع تیرہویں میں سورہ انعام کی ستاونویں اور اٹھاونویں آیتیں یوں ہیں:

"ماعندی ماتستعجلون به، إن الحکم إلا لله، یقص الحق وهو خیر الفاصلین، قل لو أن عندی ماتستعجلون به لقضی الأمر بینی وبینکم"

یعنی ۵۷۔ میرے پاس نہیں، جس کی شتابی (جلدی) کرتے ہو، (یعنی عذاب) حکم کسی کا نہیں، اللہ کے سوا (عذاب کی تعجیل اور تاخیر میں) کھولتا ہے حق بات، اور وہ ہے بہتر چکانے والا۔

۵۸۔ تو کہہ کہ اگر میرے پاس ہو، جس کی شتابی کرتے ہو، (یعنی عذاب) تو فیصل ہو چکے کام میرے تمہارے بیچ (یعنی تم کو ہلاک کرکے تمہاری تکذیب سے چھوٹ جاتا)۔

اس آیت میں اتنا ہی ہے کہ تو کافروں کے جواب میں جو عذاب کے طالب ہیں، یوں کہدے کہ یہ بات اللہ کے اختیار میں ہے، میرے اختیار میں نہیں، اگر وہ چاہے گا، تو تم پر عذاب بھیجے گا، اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر خدا کا

عذاب نازل کرا کے ہلاک کرادے، جیسا کہ ان کا قول قرآن کے اور جگہ میں اللہ صاحب نے یوں نقل کیا ہے:

"اللهم إن كان هو الحق من عندك فأمطر علينا حجارة من السماء أو ئتنا بعذاب أليم"۔

"یعنی اے اللہ اگر یہی دین (یعنی محمد ﷺ کا دین) حق ہے، تیرے پاس سے تو تو ہم پر برسا آسمان سے پتھر یالا ہم پر دکھ کی مار"

پس اس آیت میں فقط عذاب کے نازل کرانے سے انکار ہے، اور اس کو مطلق معجزہ صادر نہ ہونے کی دلیل سمجھنا یا صریح غفلت ہے یا محض تعصب، اور عذاب کے جلدی نہ آنے کا یہ سبب تھا کہ انہیں منکروں میں سے آخر آخر اکثر لوگ مسلمان ہو گئے، اور ان سب کی اولاد اسلام سے مشرف ہوئی۔

اور ایک سبب اور بھی تھا کہ چونکہ سورۂ انعام مکی ہے، اور جب تک کہ حضرت ﷺ کہ "نبی" اور "رحمۃ للعالمین" ہیں، مکے میں تھے تو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ ان پر ایسا عذاب نازل کرے کہ ان کو استیصال کردے، جیسے خود ہی سورۂ انفال میں فرماتا ہے:

"وماكان الله ليعذبهم وأنت فيهم"

یعنی اور اللہ ہرگز عذاب نہ کرتا ان کو، جب تک تو تھا ان میں۔

دوسرا مقام

سیپارے ساتویں کے رکوع انیسویں میں سورۂ انعام کی ایک سو نویں آیت یوں ہے:

"وأقسموا بالله جهد أيمانهم لئن جاء تهم آية ليؤمنن بها، قل إنما الآيات عند الله وما يشعركم، أنها إذا جاء ت

لایؤمنون":

"یعنی اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر ان کو ایک نشانی (ان نشانیوں سے جن کے لئے ہٹ (ضد) کرتے ہیں) پہنچے، البتہ اس کو مانیں، تو کہہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں، (ان کو بھیجتا ہے جب چاہتا ہے اپنی حکمت کے موافق) اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو، (یعنی تم کو خبر نہیں، بلکہ ہم کو خبر ہے) کہ جب وہ آویں گے تو یہ نہ مانیں گے"۔

پس اس آیت میں بھی فقط انکار اسی معجزے سے ہے، جس کو وہ لوگ ہٹ (ضد) کر کے مانگتے تھے، اور ان کو ایمان لانا منظور نہ تھا، جیسا خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:

"أنها إذا جاءت لا يؤمنون".

اس لئے اس وقت میں اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کے ظاہر کرنے کو حکم نہ دیا، اور یہ قول "إنما الآيات عند الله" جناب مسیح کے اس قول کے موافق ہے:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دکھایا نہ جائے گا"۔

اور فرق اتنا ہی ہے کہ حضرت مسیح صاف انکار کرتے ہیں، اور حضرت ﷺ خدا کی طرف حوالہ کرتے ہیں، اور اس آیت سے مطلق معجزے کی نفی سمجھنا تعصب ہے، اور خود اللہ تعالیٰ اس آیت کے بعد فرماتا ہے۔

"ونقلب أفئدتهم وأبصارهم كما لم يؤمنوا به أول مرّة"

"یعنی اور ہم الٹ دیں گے ان کے دل (تصدیق سے) اور آنکھیں (راہ حق دیکھنے سے، پس یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے) جیسے وہ منکر ہوئے ہیں اس سے پہلے بار (یعنی اس نشانی سے جو ان کو پہنچ چکی، مثل انشقاق قمر وغیرہ کے)"۔

تو اس میں صاف اشارہ ہے کہ یہ منکر لوگ اول نشانیاں دیکھ چکے ہیں، اور

ایمان نہیں لائے، اور خدا تعالی کا یہ قول ''ہم الٹ دیں گے، ان کے دل اور آنکھیں'' ایسا ہے، جیسے عہد عتیق اور جدید کے اندر وہ قول جن کی تفصیل پہلے سوال کے جواب کے اندر قرآن کے اعجاز کی وجوہ کے بیان میں اور دوسرے سوال کے جواب کے اندر خلاف عدل کی روایتوں کے بیان میں گذر چکی۔

تیسرا مقام

سپارے پندرہویں کے رکوع دسویں میں یوں واقع ہے:

"وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجرلنا من الأرض ينبوعاً، أوتكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الأنهار خلالهاتفجيراً، أوتسقط السماء،كمازعمت علينا كسفاأوتأتي بالله وملائكته قبيلاً،أويكون لك بيت من زخرف أو ترقى في السماء،ولن نؤمن لرقيك حتى تنزل علينا كتاباً نقرء ہ،قل سبحان ربي هل كنت إلا بشراً رسولاً.

''۹۰۔ یعنی اور بولے (یعنی ابوجہل وغیرہ سرکشی اور عناد کے راہ سے جب ان پر قرآن کے اعجاز اور اور معجزات کے وسیلے سے حجت پوری ہو چکی) ہم نہ مانیں گے تیرا کہا، جب تک تو بہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ (پانی کا جس کا پانی کم نہ ہو)۔

۹۱۔ یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا، پھر بہالے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر

۹۲۔ یا گرادے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے، یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن (اپنی پیغمبری کے دعوے کا)۔

۹۳۔ یا ہو جائے تجھ کو ایک گھر سنہرا، یا چڑھ جائے تو آسمان میں، اور ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک لکھا (اپنی پیغمبری

کے بابت) جو ہم پڑھ لیں، تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی ہوں رسول"

اور ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ابو جہل اور عتبہ اور شیبہ اور قریش نے کہا کہ اے محمد ﷺ ہمارے شہر میں بہت مفلسی اور پانی کی قلت ہے، تو معجزے سے ہمارے پاس کے پہاڑوں کو دور کر کے زراعت کے قابل زمین نکال دے، اور جیسے شام اور عراق کے ملک میں ندیاں بہتی ہیں یہاں بھی بہادے، اور خدا سے کہہ کہ فرشتوں کو بھیجے کہ وہ ہمارے سامنے آ کے تیری نبوت کی گواہی دیں، اور تیرے واسطے سونے چاندی کے محل ہوں کہ تو مفلسی سے چھوٹ جا، اور ہم پر آسمان کو گروادے کہ ہم تیرے خدا کے عذاب سے خبردار ہو جاویں اور مثل ان کے اور باتیں بھی عناد اور سرکشی کی راہ سے کہیں۔

اور عبداللہ بن ابی امیہ ان منکروں میں سے بولا کہ ہم تو تجھ پر جب تک ایمان نہ لاویں گے جب تک تو ہمارے سامنے سیڑھی لگا کر آسمان پر نہ جاوے، اور وہاں سے ہمارے نام کا رقعہ جس میں یہ لکھا ہو کہ یہ پیغمبر ہے، اس کو مانیو، نہ لادے، اور چونکہ یہ باتیں محض عناد اور سرکشی کی حجت کی راہ سے تھیں، اللہ تعالیٰ نے اس مرحلہ میں حضرت کو مطلوبہ معجزے کے اظہار کی اجازت نہ دی، اور ان آیات میں نصاً ان کے قولوں کی تصریح ہے۔

پس اس جگہ سے بھی مطلق معجزے کی نفی سمجھنی محض تعصب ہے، اور اس جگہ ان معجزات مطلوبہ کا عدم اظہار ایسا ہے، جیسا کئی جگہ جناب مسیحؑ سے ظہور میں آیا۔

اور یہ قول "سبحان اللہ میں کون ہوں، مگر ایک آدمی رسول" عبودیت کا مقتضی ہے جیسا کہ جناب مسیحؑ کا یہ قول کہ "خدا کا امتحان نہ کرنا چاہئے" اور اس میں کچھ حرج

نہیں، جیسے جلد ہی پہلے امر کے بیان میں گذرا۔

چوتھا مقام

سیپارے اکیسویں کے رکوع پہلے میں سورۂ عنکبوت کی پچاسویں آیت یوں ہے:

"وقالوا لولا أنزل عليه آيات من ربه، قل إنما الآيات عند الله وإنما أنا نذير مبين":

یعنی اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں، اس پر نشانیاں اس کے رب سے، تو کہہ نشانیاں تو ہیں اللہ کے اختیار میں، (جس کو چاہتا ہے، اپنے رسول سے ظاہر کراتا ہے، اور مجھ میں خدا کی اجازت اور حکم کے بدون ایسی قدرت نہیں، جو تم چاہو اور ہٹ کرو میں وہی کر دوں) اور میں تو یہی سنانے والا ہوں کھول کر (بس میرا کار یہی ہے کہ گناہ گاروں کو ڈراتا ہوں، اور جس معجزے کے اظہار کی اجازت مل جاوے، اس کو ظاہر کر دوں)۔

اور شاید سائل بھی اس آیت سے استدلال کرتا ہوگا، مگر اس آیت سے بھی استدلال کرنا غلط ہے، اور اس آیت کا مقصد اتنا ہی ہے کہ میرا کار اصلی نصیحت کرنا ہے، اور معجزے حقیقۃً اللہ کی قدرت میں ہیں، جس کی اجازت ہو جاتی ہے، ظاہر کرتا ہوں اور اجازت کے بغیر میری وہ طاقت نہیں کہ جو تم عناد اور حجت سے ضد کر کے طلب کرتے جاؤ میں اسے اپنی طرف سے کرتا جاؤں، خواہ اجازت ملے، خواہ نہ ملے، اور یہ سچ ہے کہ جہاں اجازت نہیں ہوتی، وہاں انبیاء معجزے نہیں دکھاتے، جیسا کہ جناب مسیح کا حال شیطان اور فریسیوں اور ہیرودا اور یہود کی طلب کے وقت معلوم ہو چکا۔

اور یہ قول "میں تو یہی سنانے والا ہوں کھول کر" عیسائیوں کے پولس مقدس کے اس قول کے موافق ہے۔

"جب کہ یہودی لوگ معجزہ طلب کرتے ہیں، اور یونانی حکمت کی تلاش

کرتے ہیں، ہم صحیح مصاوب کا دعوٰی کرتے ہیں"۔

پانچواں مقام

سیپارے پندرھویں کے رکوع چھٹے میں سورۂ بنی اسرائیل کی آٹھویں آیت یوں ہے:-

"<u>وما منعنا أن نرسل بالآيات إلا أن كذب بها الأولون</u>"

یعنی اور ہم نے اس سے موقوف کی نشانیاں (یعنی وہ نشانیاں جن کو منکر عناد اور سرکشی سے مانگتے تھے) جیسے کہ اگلوں نے (مثل عاد اور ثمود کے) ان نشانیوں کو (جن کو عناد اور سرکشی سے مانگا تھا) جھٹلایا۔

اور اس آیت میں لفظ "الآیات" معرف باللام سے وہی آیات مراد ہیں، جن کو منکر لوگ ضد اور ہٹ کر کے طلب کرتے تھے، نہ مطلق آیات، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد ان امتوں کا حال جنہوں نے ضد اور ہٹ کر کے معجزہ طلب کیا تھا، اور ایمان نہ لائے تھے، اور ہلاک ہوئے، اور عرب والے ان کے حال سے واقف تھے، اور تجارت کے سفر میں آتے جاتے، منکروں نے ان کی ہلاکی کے آثار دیکھے تھے بیان فرمایا ہے اور کہتا ہے:

"وآتينا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بها"

یعنی اور دی ہم نے ثمود کو اونٹنی سمجھانے کو پھر اس کا حق نہ مانا۔

اور اس آیت سے مطلق معجزے کی نفی سمجھنی محض خطا ہے، بلکہ اس آیت کا مطلب فقط اتنا ہی ہے کہ ہم نے ان معجزوں کو جن کو یہ منکر ضد اور ہٹ کر کے طلب کرتے ہیں، اس لئے نہیں ظاہر کرائے کہ اگلے منکر بھی ایسے معجزے طلب کر کے ایمان نہیں لائے تھے، اور ہم نے ان کو غارت کیا، مثل عاد اور ثمود کے، اور یہ منکر بھی چونکہ

محض عناد سے طلب کرتے ہیں ایمان نہ لاویں گے، جیسے اللہ تعالیٰ سورۂ انعام کی پچیسویں آیت میں جس کی نقل عنقریب آتی ہے فرماتا ہے، اور جب ایمان نہ لائیں گے تو عاد اور ثمود کی طرح غارت کئے جاویں گے، اور ان کا غارت کرنا منظور نہیں، کیونکہ اکثر لوگ ان میں سے اور ان سب کی اولاد مسلمان ہوں گے۔

اور وہ جو میزان الحق کا مؤلف قرآن کی بعضے آیات کو نقل کر کے کہتا ہے کہ:

''ان میں لفظ ''الآیات'' کا جو معرف باللام ہے مطلق آیت کے معنی میں آیا ہے، ایسا ہی اس آیت میں بھی ہو''۔

لغو ہے، اس لئے کہ الف لام حرفی عرب کے زبان میں کہیں زائد ہوتا ہے اور کہیں غیر زائد، اور غیر زائد چار اور پر مستعمل ہوتا ہے اور قرینۂ مقام کے موافق مراد رکھتے ہیں، مثلاً لفظ انسان کا معرف باللام قرآن میں باون (۵۲) جگہ کے قریب آیا ہے، اور اس سے کسی جگہ میں جنس انسان کی اور کسی جگہ میں ہر فرد انسان کا اور کہیں خاص فرد یعنی آدمؑ مراد ہے۔

پس اگر کوئی کہے کہ باون کے باون جگہ میں ایک معنی میں لو، تو وہ صرف اس کی جہالت ٹھہرے گی، اسی طرح لفظ ''الآیات'' کو خیال کرنا چاہئے، اور اس آیت میں الف لام عہد خارجی کا ہے، تاکہ آیتوں کا ربط ٹھیک ٹھیک بیٹھ جاوے، اور ان آیتوں کے ساتھ جن میں معجزات کی تصریح ہے، ٹکراو نہ پیدا ہو، جیسا یقیناً عیسائیوں کو جناب مسیحؑ کے اس قول میں ''اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دکھایا نہ جائے گا'' تاویل کرنی پڑے گی۔

اور جو میزان الحق کا مؤلف ''حل الاشکال'' میں انجیل کے فقرات کی نسبت یوں لکھتا ہے (نسخہ ۱۸۴۷ء):

''یہ بات خلاف ہے کہ کافروں نے معجزہ مانگا، اور حضرت عیسیٰ نے نہ
کوئی معجزہ دکھلایا، اور نہ اپنے معجزات دیکھنے والوں سے گواہی دلوائی''۔

مخدوش ہے، اور استفسار والے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضرت عیسیٰ نے کبھی بھی ان منکروں کے سامنے اپنے معجزے کا مطلق ذکر نہیں کیا، بلکہ مطلب اتنا ہی ہے کہ ان وقتوں میں نہ معجزہ دکھلایا، اور نہ کسی معجزہ دیکھنے والے سے گواہی دلوائی، چنانچہ ''استفسار'' کی ساری عبارت کے ملاحظہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے، اور میری تقریر سے تو اس تحریر کو کچھ لگاؤ ہی نہیں، جیسا کہ ناظرین پر ظاہر ہے۔

بہر حال قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں کہ اس سے مطلق معجزے کی نفی مراد ہو، بلکہ بہت آیتیں ایسی ہیں کہ ان میں تفصیلاً یا اجمالاً معجزات یا پیشین گوئیوں کا بیان ہے، اور بعض وقت جو بعض معجزوں سے انکار ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ منکر باوجود دیکھنے معجزات، کے عناد اور سرکشی کی راہ سے امتحاناً اور معجزے طلب کرتے تھے، اور ایمان لانا ان کو منظور نہ تھا، جیسے اللہ تعالیٰ سیپارے ساتویں کے رکوع نویں میں سورۂ انعام کی پچیسویں آیت میں فرماتا ہے:

"وإن يروا كل اٰية لا يؤمنوا بها"۔

''یعنی اور اگر دیکھیں یہ منکر ساری نشانیاں (جو سرکشی اور عناد کی راہ سے
تجھ سے طلب کرتے ہیں) یقین نہ لاویں ان پر (اس لئے کہ عناد اور تقلید ان کے
دل میں پرلے درجے کی جم گئی ہے)''۔

اور ان وقتوں میں اپنے اور معجزات کے حوالہ نہ دینے یا دیکھنے والوں سے
گواہی نہ دلوانے کا وہ سبب ہے جس کا بیان دوسرے اور تیسرے امر میں ہو چکا۔

بہر حال ان باتوں میں حال حضرت محمد ﷺ کا جناب مسیحؑ اور ان کے حواریوں کے لگ بھگ ہے، اور دیدہ و دانستہ ایسے امور میں دھوکا دینا اور اچھے بندوں

سے بد اعتقادی رکھنا بہت بری بات ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے سارے اچھے اور برگزیدہ بندوں کی محبت نصیب فرماوے، اور ان کے جناب میں سوء اعتقاد سے بچاوے

"أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له، وأن محمدا عبده ورسوله، وأن عيسىٰ عبدالله ورسوله وابن أمته وكلمته ألقاها إلى مريم وروح منه، والجنة والنار حق".(۱)

(۱) یعنی گواہی دیتا ہوں میں اس بات کی کہ کوئی معبود سوائے اللہ کے نہیں، ایک ہے وہ، نہیں کوئی شریک، اور اس بات کی کہ تحقیق حضرت محمد اس کے بندے اور رسول اس کے ہیں، اور حضرت عیسیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی لونڈی کے بیٹے (یعنی حضرت مریم کے بیٹے) اور اس کا کلمہ جس کو ڈالا تھا مریم کی طرف، اور روح ہیں اس کے طرف کی، اور اس بات کی کہ بہشت اور دوزخ حق ہیں۔

یہ عبارت اس حدیث سے لی گئی ہے، جس کو عبادہ بن الصامت ؓ نے روایت کیا ہے، اور مشکوٰۃ کی کتاب الایمان میں بخاری اور مسلم سے منقول ہوئی ہے، اور کلمے اور روح کے معنے اس کتاب کے مقدمہ میں بڑی تحقیق سے بیان ہو چکے ہیں۔۱۲ منہ۔

آٹھواں سوال

یہ جو لکھتا ہے کہ:

"روز ولادت پیغمبر کے آتشکدہ منطفی ہو گیا (بجھ گیا)، اور بت سب واژگون (اوندھے) ہو گئے، یہ تحریر آیا کسی کی مخالف کی ہے یا موافق کی"؟

جواب

موافق اور مخالف کی تحریر میں اب تک میں نے نہیں دیکھا، لیکن مخالف کے نہ لکھنے سے ایسے امور کی بے اعتباری ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اگر صحیح طور سے موافق کے تحریر سے ثابت ہو جائے تو مخالف کے انکار کرنے سے بھی کچھ نہیں بگڑتا چہ جائیکہ اس کے نہ لکھنے سے۔

دیکھو نوحؑ کے طوفان کا حادثہ جو توریت کے موافق تقریباً ایک برس تک ممتد رہا تھا، اور اس میں سے انسان سے فقط آٹھ نفر اور اور جانداروں سے فقط کشتی والے بچے تھے، اور باقی سب جاندار فنا ہو گئے تھے، اور اسی طرح یوشعؑ کے معجزے سے آفتاب کا چار پہر تک آسمان کے درمیان میں ٹھہرا رہنا، اور اشعیاؑ کے معجزے سے آفتاب کا پیچھے دس درجے ہٹ آنا، عہد عتیق کی کتابوں میں مصرح ہے، اور ہندیوں اور چینیوں اور مجوسیوں اور اگلے ترکوں میں سے کسی مؤرخ نے نہیں لکھا، بلکہ طوفان کے سے حادثہ کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں، اور ہندوؤں کے عالم یہ حال سن کر بہت سے انکار

سے پیش آتے ہیں، اور ایسے قصوں بارے میں خود عہد عتیق کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

اور جناب مسیحؑ کی ولادت کا تارا دیکھ کر مجوسیوں کا یروشلم میں آنا، اور وہاں سے بیت اللحم کو جانا، اور اس تارے کا ان کے آگے آگے چلنا، اور بیت اللحم میں پہنچ کر اس گھر پر جہاں جناب مسیحؑ تھے ٹھہر جانا، اور جناب مسیحؑ کی عداوت کے سبب ہیرودکا بیت اللحم اور اس کے نواح کے سب لڑکوں کو جن کی عمر دو دو برس کے قریب تھی قتل کروانا، اور جناب مسیحؑ کے مصلوب ہونے کے دن ہیکل کے پردے کا پھٹ جانا، اور زمین کا لرزنا، اور پہاڑ کا پھٹ جانا، اور بہت مردوں کا زندہ ہوکر شہر میں آنا، متی کی انجیل کے دوسرے اور ستائیسویں باب میں مصرح ہے۔

اور اسی طرح مسیحؑ کی ولادت کے روز بھیڑوں والوں پر فرشتوں کا ظاہر ہونا، اور روشنی کا چمکنا اور بھیڑوں والوں کا شہر میں آ کر اس بات کا شہرہ کرنا، اور نفاس کی مدت کے گذرنے کے بعد حضرت مریمؑ کا جناب مسیحؑ کو یروشلم کو لے جانا، اور وہاں ہیکل کے اندر شمعون نبی کا جناب مسیحؑ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کے ان کے حق میں بشارت دینا، اور حنا نبیہ کا جناب مسیحؑ کے حال کو یروشلم کے سب منتظروں کو سنانا، اور جناب مسیحؑ کے مصلوب ہونے کے دن سارے زمین پر اندھیرے کا چھا جانا، لوقا کی انجیل کے دوسرے اور تیئسویں باب میں مصرح ہے، حالانکہ ان باتوں میں سے کسی مخالف نے ایک بات کو بھی نہیں لکھا، بلکہ یہودی سلف سے خلف تک ان باتوں کا انکار کرتے چلے آئے ہیں، اور بعضے باتیں ان میں سے محض غلط ہیں، اور عیسائی مذہب کے بعض علماء کا بھی اقرار ان کی غلطی پر ہے، چنانچہ ان سب امور کی تفصیل پہلے سوال کے جواب میں معجزہ شق القمر کے بیان میں اور دوسرے سوال کے جواب میں اختلافات انجیلیہ کے بیان میں گذر چکی ہے۔

اور پہلے سوال کے جواب میں معجزہ شق القمر کے بیان کے اندر یہ بات بھی انجیل کی گواہی سے ثابت ہو چکی کہ مخالفوں کے لکھنے کا کیا ذکر، بلکہ ان کو اگر یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ امر فلانے شخص کی جس کے ہم منکر ہیں، کرامت گنی جاتی ہے تو وہ حتی المقدور اس کے چھپانے اور نام ونشان مٹانے میں کوشش کیا کرتے ہیں۔

اور جب عیسائی ان سب باتوں کو جن کا ذکر ہم نے کیا مانتے ہیں، باوجودیکہ کسی مخالف نے انہیں نہیں لکھا، اور فقط موافق کی تحریر ہے، اور اس کی بھی سند کامل نہیں کہ اس موافق نے لکھا ہے یا کسی اور نے الحاق کر دیا ہے، اور بعضے ان میں سے محض غلط ہیں، واجب التسلیم جانتے ہیں، اور اسی طرح جناب مسیحؑ کے سب معجزات تفصیلی کو مانتے ہیں، حالانکہ ان کو بھی کسی مخالف نے نہیں لکھا، تو ہم بعضے صحیح حالات کو جو ہمارے مذہب کی صحیح روایتوں سے ثابت ہیں کیوں نہ تسلیم کریں؟

اور روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن صبح صادق کے طلوع کے وقت حضرت پیدا ہوئے، اور ولادت کے وقت اور اس کے بعد بہت سے خوارق عجیبہ ظاہر ہوئے، جن کی تفصیل سیر کی کتابوں میں ہے، بعضے ان میں سے یہ ہیں کہ شاہ ایران کے محل کے زلزلہ سے چودا کنگرے گر پڑے، اور ساوے کی جھیل بالکل سوکھ گئی، اور سماوے کا نالہ جو ہزار برس سے خشک تھا بہہ نکلا، اور فارس کا آتشکدہ جو ہزار برس سے اس کی آگ کبھی نہ بجھی تھی، بجھ گیا، اور اس رات میں مکہ کے اندر جتنے بت تھے سب کے سب واژگوں (اوندھے) ہو گئے، نقل ہے کہ جب اس زلزلہ سے نوشیرواں کے محل کے چودا کنگرے گرے، تو نوشیرواں یہ حال دیکھ کر فکر مند ہوا، اور کئی روز تک اس اپنے اندیشے سے کسی کو مطلع نہ کیا، آخر الامر نہ رہ سکا، اور اس امر کے اظہار کے لئے اپنے مصاحبوں کو جمع کیا، اتفاقاً اسی وقت اصطخر سے خبر پہنچی کہ فارس کا آتشکدہ بجھ گیا، اور جب دریافت کیا، تو

معلوم ہوا کہ کنگروں کے گرنے اور اس کے بجھنے کا ایک ہی وقت تھا، اس بات سے نوشیرواں کا حال زیادہ متغیر ہوا، اور اسی مجلس میں گبرون کے قاضی القضاۃ نے اپنا خواب جو اسی رات میں دیکھا تھا، یوں بیان کیا کہ:

''میں دیکھتا ہوں کہ سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہیں، اور دجلے سے اتر کر پارس کے ملک کے شہروں میں پھیلے پڑے ہیں''۔

نوشیرواں نے پوچھا کہ ان حادثوں کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس نے عرض کیا کہ عرب کے ملک میں کوئی نیا حادثہ ہوا ہے، نوشیرواں نے اس کے معلوم کرنے کو ہوشیار آدمی کاہنوں کی طرف بھیجے، اور جب سطیح کی طرف جو اس وقت میں بڑا کاہن تھا، عبدالمسیح نوشیرواں کا قاصد آیا، تو اس وقت سطیح مرض موت میں تھا، عبدالمسیح نے اسی حالت میں یہ حال بیان کیا، بولا:

''جب تلاوت (یعنی قرآن کا پڑھنا) ظاہر ہو، اور پیغمبر عصا والا (یعنی محمد ﷺ) مبعوث ہو، اور ساوے کی جھیل جاری ہو جا، اور ساوے کا نالا سوکھ جا، اور فارس کا آتشکدہ بجھ جا، تو بابل فارس والوں کا مقام اور شام کا ملک سطیح کے جائے آرام نہ ہوگا''۔

اور یہ کلام بول کر مر گیا۔

نواں سوال

شق القمر کس نے دیکھا؟ اور جنہوں نے کہ دیکھا، آیا انہوں نے اپنی شہادت کو آپ قلمبند کیا، یا وہ ناقل محض تھے، اور اوروں نے ان سے روایت کی ہے؟

جواب

شق القمر بہت لوگوں نے دیکھا، اور صحابہ میں سے بہت آدمیوں نے اسے

روایت کیا ہے، مگر چونکہ صحابہ میں کتابوں کی تصنیف اور تالیف کا طریقہ کئی امور کا لحاظ کر کے جاری نہ تھا تو کسی صحابی نے اس معجزے کو اپنی کتاب میں قلمبند نہیں کیا، اور اس معجزے کی تحقیق اور منکرین کے شبہات کا جواب پہلے سوال اور چھٹے سوال کے جواب میں ہم لکھ آئے ہیں۔

دسواں سوال

اس کا کیا باعث ہے کہ انہوں نے خود نہ لکھا، آیا وے بے علم تھے؟

جواب

ان کے نہ لکھنے کے کئی سبب تھے، اور ان میں سے بعض کا بیان چوتھے سوال کے جواب میں گذرا، اور صحابہ کبار میں بہت آدمی بڑے بڑے عالم تھے، اور ان کے حق میں بے علمی کو ہرگز اس امر کا سبب نہیں کہہ سکتے، ہاں بعض صحابہ بے علم بھی تھے، تو ان بعضوں کے حق میں بے علمی بھی ایک سبب بن سکتا ہے، مگر یہ بات ان کی روایت اور جلالت میں ایسا فرق نہیں ڈالتی کہ اعتبار نہ ہو۔

دیکھو جناب مسیحؑ کے اکثر حواری اور معتقد امی اور بے علم اور چھوٹی کمینی قوم سے تھے، اس حد تک کہ حضرت پطرس حواری اعظم بھی بے علم اور امّی تھے۔

یوحنا کی انجیل کے ساتویں باب کے انچاسویں باب میں یہودیوں کا قول جناب مسیح کے معتقدین کے حق میں یوں منقول ہے (نسخہ ۱۸۴۴ء):

''پر یہ لوگ جو شریعت کو نہیں جانتے ملعون ہیں''

اور کتاب اعمال کے چوتھے باب کے تیرہویں درس میں ہے (نسخہ مذکورہ):

''جب انہوں نے (یعنی یہودیوں نے) پتر اور یوحنا کی ایسی دلیری دیکھی اور دریافت کیا کہ وہ بے علم اور عامی لوگ ہیں متعجب ہوئے''

اور عیسائیوں کے پولوس مقدس ان لوگوں کے کمینے اور بے علم ہونے کی بابت گرنتھیوں کے پہلے خط کے پہلے باب کے ستائیسویں ذرس میں یوں عذر کرتے ہیں (نسخہ مذکورہ):

"خدا نے دنیا کے نادانوں کو برگزیدہ کیا، تاکہ حکیموں کو شرمندہ کرے،
اور خدا نے دنیا کے کمزوروں کو پسند کیا تاکہ زورآوروں کو شرمندہ کرے"

اور جناب مسیحؑ کے اس قول سے بھی جو متی کی انجیل کے گیارہویں باب کے پچیسویں درس میں منقول ہے (اور اس کی نقل دوسرے سوال کے جواب میں خلاف عدل کی روایات کے بیان میں انتیسویں مثال میں گذری) ان کے معتقدین کی لاعلمی کا حال کھلتا ہے۔

پس جیسے جناب مسیحؑ کی صحبت کے فیض اور برکت سے جناب پطرس اور یوحنا حواری ہ دل صاف اور ذہن درست ہوگیا تھا، ویسے ہی محمد ﷺ کی صحبت کے فیض اور برکت سے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دل صاف اور علوم کا منبع بن گیا تھا۔

گیارہواں سوال

راوی اس کے کس عصر میں بعد پیغمبر کے تھے، اس کے جواب میں زمانہ ان کا تحقیق کر کے لکھ دو؟

جواب

ہر راوی کا زمانہ اس طور پر کہ کب پیدا ہوا تھا، اور کب مرا، مع اس کی دیانت اور امانت اور وثاقت کے حال کے اسماء الرجال کی کتابوں میں مصرح ہے، اور سب کے حال کے لکھنے میں چونکہ طوالت ہوتی ہے، اس لئے شق القمر کے بعض ان راویوں

کے جو صحابہ سے تھے، وفات کا زمانہ مرقوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات ۳۲ھ، اور حذیفۃ الیمانؓ کی ۳۵ھ میں، اور علی کرم اللہ وجہہ کی ۴۰ھ میں، اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباسؓ کی ۶۸ھ میں، اور انس بن مالک کی ۹۱ھ میں ہوئی۔

بارہویں سوال

ان کی روایت کس طرح کی ہے؟ کیا محض سنی ہوئی بات کو لکھا ہے؟

جواب

شق القمر کے راویوں کا یہ حال ہے کہ بعضوں نے اپنے مشاہدے کی روایت کی ہے، اور بعضوں نے ان سے جنہوں نے دیکھا تھا سن کر روایت کی ہے، اور روایت کی تحقیق اور اس کے اعتبار کا اثبات دوسرے سوال کے جواب میں بہ تفصیل تمام لکھ چکا ہوں وہاں دیکھ لو، اور پہلے سوال کے جواب میں شق القمر کے معجزے کے بیان میں ثابت کر آیا ہوں کہ آفتاب کے توقف کا معجزہ جو یوشعؑ کی کتاب میں مرقوم ہے، اس کو کسی نے یوشع کے صدہا سال کے بعد لکھا ہے، اور عیسائیوں کے نزدیک پھر بھی وہ معتبر ہے، اور شق القمر کا معجزہ تو خود قرآن کے اندر منصوص ہے، چنانچہ پہلے اور چھٹے سوال کے جواب میں بیان اس کا گذرا۔

الحمدللہ کہ "ازالۃ الشکوک" کی پہلی جلد تمام ہوئی، اور اس میں بارہ سوالوں کا جواب جو حضرت ختم المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے متعلق تھے بڑی تفصیل سے لکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ ان بارہ جوابوں کو عیسیٰؑ کے بارہ حواری اور ائمۂ اثنا عشر کے طفیل سے آسمان کے بارہ برجوں کی طرح محکم اور مضبوط رکھیو، اور اپنے فضل سے ایسا کیجو کہ

جیسی یہ جلد تمام ہوئی ویسے ہی وہ دوسری جلد بھی تمام ہو جاوے، اور خوبی اور لطافت میں اس سے بڑھ جاوے۔

ربنا اغفر لنا ذنوبنا وإسرافنا فی أمرنا وثبت أقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین۔(۱)

(۱) یعنی اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ، اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں، اور ثابت رکھ ہمارے قدم (دین کے منکروں کے مقابلے میں) اور مدد دے ہم کو منکر قوم پر ۱۲ منہ